ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ایضاح المطالب

یعنی

شرح اردو

کافیہ

ابن حاجب

مؤلفہ

حضرت مولانا مولوی محمد مشیت اللہ صاحب دیوبندی مدظلہم

باہتمام

احقر محمد علی مالک کتب خانہ امدادیہ دیوبند

بعونہ تعالی وتوفیقہ بعد تصحیح مکرر ونظر ثانی غائر واصلاح اسقام طبع اول

بار دوم مزین طبع ہو کر

کتب خانہ امدادیہ دیوبند سے شائع ہوا ۱۳۵۶ھ

ایضاح المطالب شرح اردو کافیہ ابن حاجب رح

کے متعلق

حضرت العلامہ شیخ الحدیث استاذ الہند والحجاز حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ، صدر المدرسین دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں

امام فن علامہ ابن حاجب رح کی کتاب مشہور و معروف **کافیہ** یقیناً علم نحو کے طالبین کیلئے کافی ووافی ہے اسی بناء پر اسلاف کا مشہور مقولہ چلا آتا ہے ؎ کافیہ کافی ست باقی درد سر۔ اگرچہ اس کتاب کی سیکڑوں شروح اور سیکڑوں حواشی عربی اور فارسی زبانوں میں اہل علم کیلئے باعث افادہ اور استفادہ ہوئے اور ہزارہا ہزار اہل علم کو بالخصوص ممالک مشرقیہ میں فیض حاصل کرنے کی نوبت آئی۔ مگر طلباء اہل ہند کو پوری سہولت آجتک حاصل نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا علامہ مولوی محمد مشیت اللہ صاحب فاضل دیوبند مدرس اول مدرسہ عالیہ میرٹھ کو اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں باکام و بامراد فرمائے اُن کی عنایات بے غایات نے طلباء ہندوستان کے لئے تمام معاقد اور مشکلات کا ازالہ فرمادیا۔ اِسی وجہ سے جناب محمد علی صاحب مالک کتب خانہ امدادیہ نے بہت زیادہ کوشش فرما کر اس کتاب کو بہت عمدہ پیمانہ پر چھپوایا ہے۔ امید ایں کہ شائقین علم نحو بہت جلد اس کو خرید کر کے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

قیمت قسم اول ایک روپیہ آٹھ آنہ۔

یہ کتاب اپنے مقامی تاجران کتب سے طلب فرماویں تاکہ محصولڈاک کی کفایت ہو نہ ملنے کی صورت میں پتہ ذیل سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

محمد علی مالک کتبخانہ امدادیہ دیوبند (یو۔پی)

اس کے علاوہ ہر قسم کی اسلامی درسی غیر درسی کتابیں
اور علماء دیوبند کی جملہ تصانیف اس پتہ سے طلب کیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ علی النعماء الوافیہ و آلائہ الصافیۃ الکافیۃ والصلوۃ والسلام علی من بعث بالادلۃ الشافیۃ والمعجزۃ الباہرۃ وعلی آلہ واصحابہ الذین ہم للاہتداء کالنجوم الزاہرہ **امابعد** نحو کا اطلاق عموماً زبان کے قواعد پر آتا ہے۔ اہل زبان کو اپنی زبان کے قواعد سیکھنے کی ضرورت نہیں وہ اپنی مادری زبان بدون قواعد کی مدد کے سیکھ لیتا ہے صرف دوسری قوموں کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے وہ غیر مادری زبان حاصل کرنے کے لئے اُس کے قواعد کے محتاج ہیں یہی وجہ ہے کہ جب تک عربی خالص عربوں کی زبان رہی اور عجمی لوگ عرب میں داخل نہ ہوئے نحو کی ضرورت پیش نہ آئی مگر جب اسلامی فتوحات کی وجہ سے عجمیوں نے عربی کو بولنا شروع کیا اور قواعد کی غلطی کے مرتکب ہوئے تو نحو کی ضرورت محسوس ہوئی سب سے پہلے جس شخص نے نحو کے قواعد مرتب کئے وہ ابوالاسود دوئلی ہیں۔ یہ تابعین اور جانثاران علی رضی میں سے تھے اور بصرہ میں رہا کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہ مسائل نحوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سیکھے تھے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو نحو کے واضع دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں نہ کہ ابوالاسود علم نحو کی باقاعدہ تہذیب و تکمیل خلیل ابن احمد نحوی نے ہارون الرشید کے زمانہ میں کی۔ اس کے بعد بے شمار کتابیں علم نحو میں لکھی گئیں۔ مگر علامہ ابن حاجب رح کی کتاب کافیہ کو جو شہرت اور مقبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی مشرق و مغرب کی مدارس و مکاتب صدیوں سے اس کی تعلیم و تعلم سے گونج رہے ہیں اور سالہا سال سے اس کا درس و تدریس جاری ہے حواشی اور شروح بھی مختصر و مطول عربی اور فارسی میں جس قدر اس کتاب پر لکھے گئے کسی دوسری کتاب پر نہیں لکھے گئے اُردو زبان میں اس کی بعض شروح ہیں لیکن وہ کافیہ کی حیثیت کو سامنے رکھنے کے بعد ناتمام اور ناقص ہیں کافیہ کی خصوصیات اور امتیازی چیزوں کا اُن میں اصلا بیان نہیں بنا بریں ہمارے عنایت فرما جناب منشی محمد علی صاحب ناظم کتب خانہ زمزم دیوبند نے باصرار فرمایا کہ کافیہ کی ایک مفید اور مکمل شرح اُردو زبان میں ہو جائے تاکہ طلبہ کو اس کے مطالب کے سمجھنے اور محفوظ رکھنے میں دقت نہ ہو اور کافیہ کی دشواریاں بھی ختم ہو جائیں۔ مجھے اپنے ضروری مشاغل کی وجہ سے فرصت نہ تھی عدیم الفرصتی ہمیشہ وقت کو ٹالتی رہی مگر جب تقاضا حد سے گذر گیا تو مجبوراً تھوڑا سا وقت اس کام کے لئے نکالنا پڑا اور عربی و فارسی کی معتبر مختلف حواشی و شروح سے اُردو زبان میں ایک مفید اور مستند شرح لکھنے کا ارادہ کیا السعی منی والاتمام من اللہ۔ خدا نے چاہا تو یہ ناچیز مساعی طلبہ مدارس عربیہ کے لئے نفع بخش اور مفید ثابت ہوں گی امید کہ اہل کرم حضرات عیب جوئی اور نکتہ چینی سے درگذر فرما کر اس عاجز کو دعائے خیر میں یاد رکھیں گے۔ محمد مشیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر فن کے شروع کرنے سے پہلے بصیرت کے لئے تین امروں کا جاننا ضروری ہے ایک اُس کی تعریف کا دوسرے اُس کی غرض و غایت کا کہ اُس پر کیا فائدے مرتب ہوتے ہیں تیسرے اُس کے موضوع کا یعنی اُس امر کا کہ جس کے عوارض ذاتیہ سے اس میں بحث کیجاتی ہے۔ پس علم نحو کے شروع کرنیوالے کو بھی بصیرت کے لئے سب سے پہلے ان تین امروں کا جاننا ضروری ہے۔ ایک اُس کی تعریف کا وہو علم باصول یعرف بہا احوال اواخر الکلم من حیث الاعراب والبناء، دوسرے اُس کی غرض و غایت کا کہ اُس کے جاننے کے بعد آدمی آخر کلمہ کے اعراب و بناء کی غلطی سے محفوظ رہتا ہے۔ تیسرے اُس کے موضوع کی معرفت اور وہ کلمہ و کلام من حیث الاعراب والبناء ہے۔ مصنف رحہ نے اپنی اس کتاب کو علم نحو کے موضوع سے شروع کیا ہے تاکہ موضوع کی معرفت اُس کے عوارض و احوال سے پیشتر ہو جائے چنانچہ سب سے پہلے کلمہ کی تعریف کی اور کہا الکلمۃ لفظ الخ اور چونکہ مصنف رحہ نے ابتداء کتاب میں اللہ کی حمد کو ذکر نہیں کیا ہے اس لئے بادی النظر میں مصنف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے حدیث تحمید کل امر ذی بال لم یبدء بحمد اللہ فہو اقطع کے خلاف کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اول تو حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس ابتداء کے لئے کتابت شرط ہے بلکہ وہ عام ہے کہ کتابت سے ہو یا تلفظ سے پس کچھ مستبعد نہیں ہے کہ مصنف رحہ نے ابتداء کرتے وقت زبان سے الفاظ حمد ادا کر لئے ہوں اور صرف تلفظ پر اکتفا کیا ہو۔ دوسرے تسمیہ کے ضمن میں تحمید بھی ادا ہو جاتی ہے تحمید کے لئے الفاظ تحمید شرط نہیں ہیں تیسرے احتمال ہے کہ مصنف رحہ نے کسر نفسی کے طور پر اللہ کی حمد کو درج نہ کیا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ علم تو مہتم بالشان کے لئے ہے اور میری یہ کتاب مہتم بالشان ہی نہیں کہ تسمیہ کے بعد اللہ کی حمد اس میں درج کیجائے

اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی۔ پس یہ لام اگر غیر جنسی ہوگا تو چونکہ اس وقت اس کے مدخول سے افراد مراد ہوں گے۔ کلاً یا بعضاً لہذا ماہیت کی تعریف نہ ہوگی افراد کی ہوجائے گی۔ اور یہ ناجائز ہے۔ اور وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ تعریف سے مقصود معرَّف بالفتح کا استحضار ہوتا ہے اور اس کے افراد غیر متناہی ہوتے ہیں۔ زمانہ متناہی ہیں ان کا استحضار نہیں ہوسکتا بخلاف ماہیت کے کہ وہ متناہی ہو زمانہ متناہی میں اس کا استحضار ہوسکتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی لیکن یہ ایک منطقی قاعدہ ہے نحوی نہیں ہے لہذا۔ ان نحات پر حجت نہیں ہوسکتا جو کہ الکلمۃ میں لام کو عہد خارجی کا لیتے ہیں کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تعریف للافراد جائز ہے۔ نیز یہاں پر کلمہ سے مراد وہ کلمہ ہے جو نحویوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس کے افراد غیر متناہی نہیں کہ تعریف للافراد ناجائز ہو بلکہ وہ تین قسموں اسم۔ فعل۔ حرف میں منحصر ہے۔ پس الکلمہ میں الف ولام عہد خارجی لینے میں کوئی اشکال نہیں ۶ ۷

۲

(مبحث دوم) کَلِم۔ لغت میں معنی سخن با فائدہ (کذافی الصراح) کلمہ اور کلام کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کا اشتقاق کلم بسکون اللام سے ہے جس کے معنی زخمی کرنے کے ہیں اس لئے کہ نفس میں کلمہ اور کلام کی تاثیر ایسی ہی ہے جیسا کہ زخم کی ہوتی ہے بلکہ بعض کلمات کی تاثیر تو اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے کما قیل ۔

جراحات السنان لہا التیام
ولا یلتام ماجرح اللسان

پھر لفظ کلم میں اختلاف ہے کہ یہ جمع ہے یا اسم جنس بعض کہتے ہیں کہ یہ اسم جنس ہے اور ان کی دلیل قولہ تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر وہ جمع ہوتا تو اس کی صفت طیب نہ آتی بلکہ طیبۃ تاء کے ساتھ آتی اور جو لوگ کہ اس کو جمع کہتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تین سے کم پر اس کا اطلاق نہیں آتا۔ اور اگر اسم جنس ہوتا تو ایک پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا تھا اور وہ اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ کلم کی صفت کو مذکر لانے کی وجہ یہ ہے کہ جو جمع ایسی ہو کہ اس کے درمیان اور اس کے مفرد کے درمیان تاء سے فرق ہوتا ہو تو اس کی صفت میں تذکیر و تانیث برابر ہے نیز احتمال ہے کہ طیب کلم کی صفت نہ ہو بلکہ اس کا موصوف محذوف ہو ای بعض الکلم الطیب۔ پس اس آیت سے جنسیت کلم پر استدلال کرنا صحیح نہیں (مبحث سوم) تاء الکلمۃ میں وحدت کیلئے ہے لیکن جب ہم اس تاء کو وحدت کیلئے لیں گے تو یہ اعتراض وارد ہوگا کہ جنسیت الکلمۃ میں کثرت اور عموم کو چاہتی ہے اور وحدت اسکے منافی ہے لہذا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ الکلمۃ میں جنسیت بھی ہو اور وحدت بھی۔ دونوں میں منافات ہے پس اگر لام جنسیت کیلئے ہوگا تو تاء وحدت کیلئے نہ ہوگی جواب یہ ہے کہ وحدت کی تین قسمیں ہیں شخصی۔ نوعی۔ جنسی ان تینوں میں سے صرف وحدت شخصی عموم اور کثرت کے منافی ہے اور وہ یہاں مراد نہیں۔ پس لام کو جنسی اور تاء کو وحدت کیلئے لینے میں کوئی منافات نہیں اور جب الکلمۃ

اَلْکَلِمَةُ ۵ لہ
مبتدار

لہ قولہ الکلمۃ الخ یعنی کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو اور معنی مفرد وہ ہیں کہ اس معنی کے لفظ کا جز اس کے جز پر دلالت نہ کرے۔ جاننا چاہئے کہ الکلمۃ میں تین جز ہیں ایک حرف تعریف دوسرا مادہ لفظ (ک ل م) تیسرے تاء۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان تینوں جزؤں کو علیحدہ علیحدہ تین بحثوں میں ذکر کریں (مبحث اول) الف ولام کی دو قسمیں ہیں اسمی و حرفی۔ اسمی وہ ہے کہ جو اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے اور معنی میں الذی کے ہوتا ہے اس کا صلہ وہ اسم فاعل و اسم مفعول ہوتا ہے جس پر وہ داخل ہوتا ہے۔ یہاں الکلمۃ میں الف ولام اسمی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ کلمہ جس پر الف ولام داخل ہے نہ تو اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول۔ حالانکہ لام اسمی کیلئے ضروری ہے کہ اس کا مدخول اسم فاعل و اسم مفعول ہو پس معلوم ہوا کہ یہ لام لام حرفی ہے۔ پھر لام حرفی کی چار قسمیں ہیں۔ جنسی استغراقی۔ عہد خارجی۔ عہد ذہنی۔ اور وجہ یہ ہے کہ مدخول لام سے یا تو ماہیت مراد ہوگی یا افراد مراد ہوں گے۔ اول کو لام جنسی کہتے ہیں۔ جیسے الرجل خیر من المرأۃ یعنی ماہیت رجل ماہیت مرأۃ سے بہتر ہے اور یہ معنی نہیں کہ افراد رجل افراد مرأۃ سے بہتر ہیں اور دوسری صورت میں جبکہ مدخول لام سے افراد مراد ہوں نیز دو حال سے خالی نہیں ہے تمام افراد مراد ہوں گے یا بعض افراد اول کو لام استغراقی کہتے ہیں۔ جیسے قولہ تعالےٰ ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا۔ یہاں پر الانسان میں الف لام استغراقی ہے۔ اس لئے کہ اس لام کو اگر استغراق کے لئے نہ لیا جائیگا تو استثناء صحیح نہ ہوگا نہ متصل اور نہ منقطع۔ کیونکہ استثناء متصل میں مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں دخول یقینی ہوتا ہے اور استثناء منقطع میں مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ سے خروج قطعی ہوتا ہے اور یہ دخول اور خروج یقینی طور پر جب ہی ہوسکتا ہے کہ مستثنیٰ منہ میں مدخول لام سے تمام افراد مراد ہوں اور وہ بدون استغراق و احاطہ تمام افراد کے ممکن نہیں پس لامحالہ آیت مذکورہ میں بقرینہ استثناء لام استغراقی ہوگا اور جب مدخول لام سے بعض افراد مراد ہوں تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں وہ بعض افراد خارج میں معین ہوں گے یا غیر معین اول کو الف ولام عہد خارجی کہتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ فعصیٰ فرعون الرسول یعنی فرعون نے اس رسول معین کی نافرمانی کی جس کا ذکر سابقاً آیت انا ارسلنا الی فرعون رسولا میں آچکا ہے اور ثانی کو الف ولام عہد ذہنی کہتے ہیں۔ جیسے قولہ تعالےٰ واخاف ان یاکلہ الذئب۔ یہاں ذئب مذکور سے خارج میں کوئی فرد معین مراد نہیں ہے۔ معہود ذہنی حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ نکرہ کا سا معاملہ کیا جاتا ہے کما فی قول الشاعر ۔ ولقد امر علی اللئیم یسبنی فمضیت ثمہ قلت لا یعنینی۔ اب اس تفصیل کے بعد اس امر کی تحقیق ضروری ہے کہ الکلمۃ میں لام حرفی کی ان قسموں میں سے کونسی قسم ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ لام لام جنسی ہے استغراقی اور عہد خارجی کا نہیں

کرنا درست نہیں۔ جواب یہ ہے کہ معنی اصطلاح میں وہ ہیں جو کہ لفظ سے قصد کئے جائیں اور لفظ میں داخل ہوں۔ غرض ترکیب باعث مخل ہونے کی وجہ سے چونکہ لفظ جز بجا کے خارج ہے اسمیں داخل نہیں۔ اس لئے اس کو معنی نہیں کہیں گے نیز معنی کیلئے ضروری ہے کہ بوقت اطلاق لفظ سمجھے جائیں غرض ترکیب چونکہ بوقت اطلاق حروف ہجا مثلاً الف۔ با۔ تا۔ ثا نہیں سمجھی جاتی ہے اس لئے اس کو معنی نہیں کہیں گے ---------- علاوہ ازیں اگر غرض ترکیب کو حروف ہجا کے معنی تسلیم کئے جائیں گے تو لازم آئیگا کہ باہم حروف ہجا ایک دوسرے کے مرادف ہو جائیں اور تار کا مثلاً سین پر اطلاق کرنا صحیح ہو جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ شان ترادف کی ہے کہ اسمیں معنی ایک اور الفاظ متعدد ہوتے ہیں اور لازم باطل ہے پس غرض ترکیب کو حروف ہجا کے معنی قرار دینا بھی یا حس ہے (فائدہ) جاننا چاہیے کہ

لفظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ

موصوف خبر ۱۲ صفت ۱۲

لہ قولہ لفظ الخ۔ لفظ کے معنی لغت میں کسی چیز کے پھینکنے اور ڈالنے کے ہیں یقال اکلت التمرۃ ولفظت النواۃ یعنی میں نے چھوہارے کو کھایا اور گٹھلی کو پھینکدیا اور اصطلاح نحاۃ میں لفظ ما یتلفظ بہ الانسان من حرف فصاعدا کو کہتے ہیں یعنی جسکو انسان تلفظ کر سکے وہ لفظ ہے خواہ ایک حرف ہو یا زیادہ۔ پس اس صورت میں لفظ کی یہ تعریف محذوف اور ضمیر کو بھی شامل ہوگی اس لئے کہ انسان ان دونوں کا تلفظ بھی کر سکتا ہے۔ محذوف کا تلفظ تو ظاہر ہے کہ انسان کر سکتا ہے اور ضمیر مستتر کا تلفظ اس صورت میں ہوگا جب کہ اس کو ضمیر بارز مثلاً انت ہو وغیرہ سے تعبیر کیا جائے۔ پھر انسان کا یہ تلفظ عام ہے کہ ابتداءً اس سے سرزد ہو یا کسی دوسرے کا کلام ہو جس کو انسان تلفظ کرے اس وقت الفاظ آیہ اور جنیہ کو بھی شامل ہوگا۔ کلمہ کی تعریف میں لفظ ما بہ الاشتراک ہے کہ مہمل اور موضوع اور مفرد و مرکب سب کو شامل ہے اور باقی قیدیں اس میں احترازی اور ما بہ الامتیاز کے درجہ میں ہیں (ترکیب) الکلمۃ مبتدا اور لفظ اپنی صفت وضع سے مل کر خبر ہے۔ لیکن اس ترکیب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مبتدا اور خبر کے مابین تذکیر اور تانیث میں مطابقت ہونی چاہئے۔ اور یہاں مبتدا مؤنث اور خبر مذکر ہے۔ جواب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر کے مابین مطابقت اس وقت ضروری ہوتی ہے جب کہ خبر مشتق ہو اور اس میں کوئی ایسی ضمیر ہو جو کہ مبتدا کی طرف راجع ہو نیز وہ خبر تذکیر و تانیث میں برابر نہو۔ اور جانیر خبر اگرچہ تذکیر و تانیث میں برابر نہیں مگر نہ تو وہ مشتق ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی ضمیر ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو۔ پس اس وقت مبتدا اور خبر کے درمیان مطابقت ضروری نہ ہوئی ۱۲ لہ قولہ وضع الخ وضع لغت میں بمعنی نہادن اور اصطلاح میں ایک شئے کو دوسری شئے کی ساتھ اس طرح پر خاص کرنے کو کہتے ہیں کہ جب شئی اول یعنی مخص کا احساس یا اطلاق کیا جائے تو شئی ثانی یعنی مخصص لہ سمجھی جائے کلمہ کی تعریف میں اس قید سے مہملات جیسے جسق اور وہ الفاظ جو بالطبع دلالت کرتے ہیں جیسے اُح اُح خارج ہو گئے اس لئے کہ وضع اور تخصیص انمیں نہیں پائی جاتی اور ابھی تک اسمیں الفاظ موضوعہ مفردہ اور مرکبہ کلامیہ اور غیر کلامیہ سب داخل ہیں ۱۲ لہ قولہ لمعنی یہ باعتبار لغت یا تو بر وزن مفعل اسم مکان ہے بمعنی جائے قصد یا مصدر میمی ہے معنی میں مفعول کے اور یا یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے دراصل معنوی تھا بقاعدہ سیوط واو یاء سے بدل گیا اور مناسبت یاء کی وجہ سے ضمہ نون کو کسرہ سے بدل لیا۔ پھر خلاف قیاس ایک یاء کو حذف کر دیا اور کسرہ نون کو فتحہ سے بدل لیا پھر یاء کو الف سے اور الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے گرا دیا معنی ہوا المعنی کی قید سے حروف ہجا۔ با۔ تا۔ ثا وغیرہ خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ انکی وضع غرض ترکیب کیلئے ہے معنی کیلئے نہیں اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ غرض ترکیب حروف ہجا سے مقصود ہوتی ہے اور جو شئی کسی شئی سے مقصود ہوتی ہے وہ معنی ہے لہذا غرض ترکیب کو معنی سے خارج

جب حروف کو ان کے اسماء کے ساتھ شمار کیا جائیگا مثلاً کہیں الباء واللام والمیم وغیرہ تو ان کو حروف ہجا کہیں گے اور جب وہ کسی کلمہ کا جزء ہوں تو ان کو حروف مبانی کہیں گے جیسے باء ضرب یدین میں اور جب انکے کوئی معنی ہوں تو انکو حروف معانی کہیں گے جیسے باء مررت بزید میں ۱۲ لہ قولہ مفرد۔ اسمیں رفع۔ نصب۔ جر۔ تینوں اعراب جاری ہو سکتے ہیں مرفوع ہونیکی حالت میں لفظ کی صفت ثانیہ ہے اور اسوقت مفرد کے معنی ہوں گے کہ لفظ مفرد وہ ہے کہ اس کا جز معنی کے جز پر دلالت نہ کرے۔ لیکن اس صورت میں مصنف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ لفظ کی پہلی صفت کو جملہ بفعل ماضی اور دوسری کو مفرد لاتے ہیں دونوں کو ایک طرز پر نہیں لائے اس میں کیا نکتہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ لفظ کی پہلی صفت کو جملہ بفعل ماضی اور دوسری کو مفرد لانے میں اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ وضع پہلے ہے اور معنی کا مفرد اور مرکب ہونا بعد کو ہوتا ہے اور مجرور ہونیکی حالت میں مفرد معنی کی صفت ہے اور اسوقت مفرد کے یہ معنی ہیں کہ معنی مفرد وہ ہے کہ اسکے جز پر لفظ کا جز دلالت نہ کرے لیکن اس صورت میں بھی مصنف پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو معنی صفت افراد کی ساتھ پہلے سے متصف تھے ان کیلئے وضع ہوئی جس سے معنی کا مفرد ہونا پہلے اور وضع کا بعد میں ہونا لازم آتا ہے حالانکہ وضع پہلے اور افراد و ترکیب بعد میں ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ یہاں معنی کو مفرد وضع سے پہلے مجازاً کہا گیا ہے جیسا کہ طالب علم کو مجازاً مولوی کہدیتے ہیں نصب کی صورت میں دو احتمال ہیں یا تو یہ ضمیر وضع سے حال واقع ہوگا یا المعنی سے جو کہ درحقیقت مفعول بہ ہے بواسطہ حرف جر کے اور یہ

قلم کی حرکت نہیں ہو سکتی اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وضع اور افراد دونوں کا زمانہ ایک ہی ہو اور وضع افراد پر مقدم بھی

صورت بھی اشکال سے خالی نہیں ہے اسلئے کہ حالت نصبی میں رسم خط میں الف لکھا جاتا ہے اور عامل ذوالحال اور حال کا زمانہ ایک ہوتا ہے اور یہاں ان دو امر میں سے ایک بھی موجود نہیں نہ تو رسم خط میں الف ہے اور نہ عامل ذوالحال اور حال کا زمانہ ایک ہے جواب یہ ہے کہ رسم خط میں الف اسوقت لکھا جاتا ہے جبکہ نصب کے سوا اسمیں اور کوئی احتمال نہ ہو اور یہاں نصب کے علاوہ دو احتمال اور ہیں پھر عامل ذوالحال اور حال میں مقارنت بھی ہو سکتی ہے اور تقدم و تاخر بھی مقارنت زمانی ہوگی اور تقدم تاخر ذاتی دونوں میں کوئی منافات نہیں اسلئے کہ مقارنت زمانی وہ ہے کہ مقدم و موخر دونوں ایک زمانہ میں پائے جائیں اور تقدم و تاخر ذاتی وہ ہے کہ موخر مقدم کا محتاج ہو اور مقدم موخر کیلئے علت تامہ ہو جیسے حرکت ید اور حرکت قلم کہ دونوں کا زمانہ ایک ہے اور حرکت قلم حرکت ید کی محتاج ہے کہ بدون ہاتھ کی حرکت کے

عسل وماء یعنی سکنجبین سرکہ اور شہد اور پانی کا مجموعہ ہے اس صورت میں عطف پہلے اور حکم بعد میں ہوتا ہے۔ دوسرے تقسیم کلی الی الجزئیات۔ جیسے الانسان زید وعمرو وبکر۔ اس صورت میں حکم پہلے اور عطف بعد میں ہوتا ہے اور مقسم کا اطلاق اس کے اقسام میں سے انفراداً ہر قسم پر کیا جاتا ہے اور یہاں تقسیم کی یہ دوسری صورت یعنی تقسیم کلی الی الجزئیات ہے لہذا حکم عطف پر مقدم ہے عطف حکم پر مقدم نہیں کہ مجموعہ پر حکم کا ترتب ہو اور اس کا وجود خارج میں ضروری سمجھا جائے ۱۲۔ قولہ لانہا اما ان تدل الخ یہ کلمہ کے اقسام ثلثہ میں منحصر ہونے کی دلیل ہے اور چونکہ مابین النفی والاثبات ہے اس لئے اسے دلیل حصر کہتے ہیں لیکن یہاں پر ایک سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دلیل دعویٰ کی فرع اور دعویٰ حصر کا کیا نہیں گیا

وهي[1] اسمٌ وفعلٌ وحرفٌ لانّها اما ان تدلّ على معنى في
مبتدا ۱۲ خبر ۱۲ ای من شانہا ۱۲

نفسها او لا الثاني الحرفُ والاوّل اما ان يقترن باحد
مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

الازمنة الثلثة او لا الثاني الاسمُ والاوّل الفعلُ
ای ماضی ومستقبل وحال ۱۲

له قولہ وهي اسم وفعل وحرف: ہی ضمیر کلمہ کی طرف راجع ہے اور یہ کلمہ کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم کا بیان ہے کہ تین قسموں اسم فعل حرف میں منحصر ہے اب اگر کوئی کہے کہ ہی مبتدا اور اسم وفعل وحرف اس کی خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ جب اسمائے اشارہ اور ضمائر مبتدا ہوں تو تذکیر وتانیث میں رعایت خبر کی ہوتی ہے نہ کہ مرجع اور مشار الیہ کی۔ پس رعایت خبر سے اس ضمیر کو مذکر لانا چاہیئے تھا ای ہو اسم وفعل وحرف۔ مؤنث کیوں لائے۔ جواب یہ ہے کہ ہی مبتدا کی خبر محذوف ہے ای ہی منقسمۃ الی اسم وفعل وحرف۔ اور وہ چونکہ مؤنث ہے لہذا ضمیر کو مؤنث لانے میں خبر کی رعایت ہوئی نہ کہ مرجع کی پھر اگر کوئی کہے کہ حذف خبر کا قرینہ کیا ہے تو کہا جائے گا کہ مصنف رح نے چونکہ اولاً کلمہ کی تعریف کی اور اس کے بعد تقسیم کو شروع کیا لہذا معلوم ہوا کہ یہ جملہ تقسیم کلمہ میں ہے اور لفظ منقسمۃ خبر محذوف ہے (فائدہ) ہر تقسیم میں تین چیزیں ضروری ہیں ایک مقسم دوسرے قسم تیسرے قسیم۔ ہر اخص تحت العام کو اس عام کی قسم اور اس عام کو جس کی تحت میں وہ خاص ہے مقسم کہتے ہیں۔ اور جتنی قسمیں کہ اس عام کی تحت میں ہیں وہ سب ایک دوسرے کی قسیم کہلاتی ہیں جیساکہ یہاں پر کلمہ مقسم اور اسم وفعل وحرف اس کی قسمیں اور ہر قسم اُن اقسام میں سے ایک دوسرے کی قسیم ہے۔ پھر اس تقسیم پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ ہی اسم وفعل وحرف میں واو عاطفہ ہے اور وہ مطلق جمع کے لئے آتا ہے اور یہ معنی ہیں کہ کلمہ اسم وفعل وحرف کا مجموعہ ہے تو چونکہ یہ مجموعہ خارج میں موجود نہیں ہے لہذا کلمہ کا خارج میں معدوم ہونا اور تقسیم کا عبث ہونا لازم آتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں پر حکم عطف پر مقدم ہے عطف حکم پر مقدم نہیں اور یہ معنی ہیں کہ کلمہ اسم ہے کلمہ فعل ہے کلمہ حرف ہے۔ پس اس صورت میں جب کہ ہر فرد پر علیحدہ علیحدہ حکم ہے تو اب کوئی اعتراض نہیں مقسم اپنے اقسام کے ضمن میں پایا جائیگا۔ لہذا کلمہ کا خارج میں معدوم ہونا اور تقسیم کا عبث ہونا لازم نہ آئیگا۔ پھر اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہاں حکم عطف پر مقدم ہے عطف حکم پر مقدم نہیں تو کہا جائیگا کہ تقسیم دو طرح پر ہوتی ہے ایک تقسیم کل الی الاجزاء جیسے السکنجبین خل و

لہذا بدون دعوے کے دلیل لغو ہے جواب یہ ہے کہ مصنف رح نے کلمہ کی تین قسمیں بیان کرکے جب سکوت اختیار کیا تو چونکہ محل بیان میں سکوت بیان ہوتا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ کلمہ اقسام ثلثہ میں منحصر ہے ورنہ اگر کوئی اور قسم ہوتی تو محل تقسیم میں اس کا بھی اظہار کیا جاتا یا یہ کہا جائے کہ دلیل حصر سے پیشتر عبارت مقدر ہے۔ ای انحصرت الکلمۃ فی ہذہ الاقسام الثلثۃ پھر اس دلیل حصر پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان حرف مشبہ بالفعل مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے اول کو اسم اَنّ اور ثانی کو خبر اَنّ کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خبر مبتدا کی مبتدا پر محمول ہوتی ہے۔ پس اَنّ کی خبر بھی اَنّ کے اسم پر محمول ہوگی لیکن یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ ان کا اسم ضمیر متصل ہے اور ان تدل خبر ہے جو کہ بتاویل مصدر ہے مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہو سکتا۔ اور جواب یہ ہے کہ ان تدل ان کی خبر نہیں ہے بلکہ وہ محذوف ہے ای لانہا من شانہا ان تدل پس اس وقت مصدر کا حمل ذات پر لازم نہیں آتا۔ پھر اگر کوئی یہ کہے کہ دلیل کی شق ثانی ان لا تدل میں جیساکہ مطلق دلالت کی نفی ہوتی ہے وضع کی بھی ہو جاتی ہے اس لئے کہ وضع خاص اور دلالت عام ہے اس لئے کہ وہ بدون وضع کے دوال اربعہ یعنی خطوط عقود نصب اشارات میں پائی جاتی ہے اور قاعدہ ہے کہ انتفائے عام انتفائے خاص کو مستلزم ہوتا ہے۔ پس جب مطلق دلالت کی نفی ہوگی تو وضع کی بھی ہو جائے گی اور جب وضع کی نفی ہوگی تو کلمہ کی بھی ہو جائے گی اس لئے کہ کلمہ کی تعریف میں وضع ماخوذ ہے پھر جب کلمہ کی نفی ہوگئی تو اب مصنف رح اپنے قول الثانی الحرف میں کس چیز کی تقسیم کرتا ہے اور جواب یہ ہے کہ اگرچہ مطلق دلالت وضع سے عام ہے لیکن ان لا تدل میں جس دلالت کی نفی ہے وہ مطلق دلالت نہیں بلکہ اخص ہے یعنی دلالت فی نفسہا پس اس صورت میں دلالت فی نفسہا کی نفی ہو کر مطلق دلالت کی نفی نہ ہوگی اور جب مطلق دلالت کی نفی نہ ہوئی تو وضع کی بھی نہ ہوگی اور کلمہ کی تقسیم صحیح ہو جائے گی ۱۲

ہو بالحس نہیں۔ مگر کثرت وضوح اور فرط ظہور کی وجہ سے اس درجہ میں ہے کہ اس کی نسبت یہ دعویٰ کرنا کہ وہ محسوس کی طرح پر ہے صحیح ہو۔ پس دلیل حصر بھی اسی قسم کی ہے کہ اگرچہ وہ محسوس نہیں مگر مثل محسوس ضرور ہے۔ پس اب محسوس ادعائی ہونے کی حیثیت سے اس کی طرف اشارہ درست ہوگیا۔ باقی اس جگہ اشارہ بعید لانے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ عبارت لطافت اور متانت کے اعتبار سے فصاحت اور بلاغت میں انتہاء کو پہونچ گئی ہے اس لئے کہ اس کا یہ بعد رتبتی بمنزلہ بُعد مسافت کے ہو کر صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کی طرف اشارہ بعید کیا جائے۔ اور بجائے ہذا کے ذٰلک کا لفظ استعمال کیا جائے پس یہی وجہ ہے کہ مصنف رح نے وقد علم بذٰلک کہا اور وقد علم بہذا نہ کہا ۱۲

لہ وَقَدْ عُلِمَ بِذٰلِكَ حَدُّ كُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهَا الْكَلَامُ

(من الاسم والفعل والحرف ۱۲ — ای بدلیل حصر ۱۲ — مفعول مالم یسم فاعلہ ۱۲ — مبتدا)

مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْإِسْنَادِ

(خبر ۱۲)

لہ قولہ وقد علم الخ یعنی دلیل حصر سے کلمہ کی تین قسموں اسم و فعل و حرف میں سے ہر ایک کی تعریف معلوم ہو گئی اس لئے کہ دلیل حصر میں اِمّا اور اَوْ کے ساتھ تردید کی گئی ہے اور ہر تردید میں دو شقوں کو بیان کیا ہے۔ پس تردید اول کی شق ثانی سے حرف کی تعریف سمجھی جاتی ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے ذاتی معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو اور تردید اول کی شق اول اور تردید ثانی کی شق اول سے فعل کی تعریف سمجھی جاتی ہے کہ فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرے اور باعتبار وضع کے تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں پایا جائے۔ نیز تردید اول کی شق اول اور تردید ثانی کی شق ثانی سے اسم کی تعریف معلوم ہوتی ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرے اور باعتبار وضع کے تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں نہ پایا جائے۔ پس یہ مقام مصنف رح کی کمال ذہنیت پر دلالت کرتا ہے کہ اس مختصر عبارت میں طبائع انسانی کو بتایا کہ تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ذکی۔ متوسط۔ غبی۔ ذکی تو دلیل حصر سے اسم فعل۔ حرف کی تعریف معلوم کر سکتے ہیں اور متوسط اس تنبیہ پر متنبہ ہو سکتے ہیں اور غبی کیلئے ضرورت ہے کہ ہر ایک کی تعریف کو بصراحت بیان کیا جائے۔ چنانچہ آئندہ چل کر مصنف رح نے اسم۔ فعل حرف میں سے ہر ایک کی تعریف کو بصراحت بیان کیا۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف رح نے قد علم کہا اور قد عرف نہ کہا۔ حالانکہ دونوں میں ترادف ہے۔ جواب یہ ہے کہ دونوں میں ترادف نہیں علم اور معرفت میں فرق ہے معرفت ادراک جزئیات اور علم ادراک کلیات و مرکبات ہے اور دلیل حصر میں چونکہ اِمّا اور اَوْ کے ساتھ تردید کی گئی ہے لہذا وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہونے کی حیثیت سے مرکبات تصدیقی سے ہے اور اس کے مناسب علم ہے نہ کہ عرف جیساکہ اوپر گذرا کہ ادراک مرکب علم ہے معرفت نہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ ذٰلک اسم اشارہ مشار الیہ محسوس بعید کے لئے وضع کیا گیا ہے اور دلیل حصر جس کی طرف ذٰلک سے اشارہ ہے وہ نہ تو محسوس ہے اور نہ بعید ہے بلکہ معقولات میں سے ہے اور عنقریب اس کا ذکر ہو چکا ہے پھر اسکی وجہ کیا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف ذٰلک سے اشارہ کیا۔ جواب یہ ہے کہ محسوس کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی دوسرے ادعائی۔ محسوس حقیقی وہ ہے کہ مدرک بالحس ہو اور محسوس ادعائی وہ ہے کہ باوجودیکہ مدرک ۲

لہ قولہ الکلام الخ جب مصنف رح کلمہ کی تعریف اور اس کی تقسیم سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے کلام کو بیان کرتے ہیں کہ کلام اصطلاح نحاۃ میں وہ لفظ ہے کہ جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہے۔ اسناد ایک کلمہ کو دوسرے کی طرف اس طرح پر نسبت کرنے کو کہتے ہیں کہ مخاطب کو پورا پورا فائدہ حاصل ہو۔ اس تعریف میں مَا موصولہ مابہ الاشتراک ہے جو مہملات اور کلمات مفردہ اور مرکبات کلامیہ اور غیر کلامیہ سب کو شامل ہے اور تضمن الخ بمنزلہ فصل کے ہے کہ اس سے مہملات جیسے جسق اور کلمات مفردہ جیسے زید عمرو بکر وغیرہ خارج ہو گئے اور بالاسناد کی قید سے مرکبات غیر کلامیہ جیسے غلام زید وغیرہ نکل گئے۔ صرف مرکبات کلامیہ اس میں باقی رہے خواہ خبریہ ہوں۔ جیسے زیدٌ قائمٌ یا انشائیہ ہوں۔ جیسے اضرب۔ اب اگر کوئی کہے کہ کلام کی تعریف میں متضمَّن۔ اسم فاعل اور متضمِّن اسم مفعول دونوں ایک ہیں۔ اس لئے کہ کلام وہ ہے کہ جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہو۔ اور کلمتین عین کلام ہیں۔ جیساکہ مدلول کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلمتین کے سوا اور کوئی شئی نہیں۔ مثلاً زید قائم کلام ہے کہ دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہے اور جن دو کلموں کو متضمن ہے وہ بھی یہی دو کلمے زید اور قائم ہیں۔ پس اس وقت متضمِن اسم فاعل اور متضمَن اسم مفعول دونوں ایک ہوگئے حالانکہ وہ دونوں جدا جدا ہیں۔ جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے متضمِن اسم فاعل دو کلمے ہیئت اجتماعیہ کی ساتھ ہیں اور متضمَن اسم مفعول بدون ہیئت اجتماعیہ کے انفراداً دو کلمے ہیں یا یہ کہا جائے کہ متضمِن اسم فاعل تو مع اسناد کے دو کلمے ہیں اور متضمَن اسم مفعول بدون اسناد کے دو کلمے ہیں۔ پس متضمِن بالکسر اور متضمَن بالفتح ایک نہ ہوئے ۱۲

۵۲ ـلہ

وَلَا یَتَاتّٰی ذٰلِکَ اِلَّا فِیْ اِسْمَیْنِ اَوْ اِسْمٍ وَّفِعْلٍ اَلْاِسْمُ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِہٖ غَیْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَۃِ الثَّلٰثَۃِ

ای فی ضمن ۱۲ — ای الاسناد والکلام ۱۲

موصوف ۱۲ — صفت ۱۲ — صفت بعد صفت ۱۲ — مضاف ۱۲ — مضاف الیہ موصوف ۱۲

ـلہ قولہ ولا یتاتی ذٰلک الخ یہ درحقیقت ایک شبہ کا ازالہ ہے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ چونکہ کلام دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے اور کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم فعل حرف لہٰذا باقتضائے عقل کلام کی چھ صورتیں ہیں یا تو دو اسموں سے مرکب ہوگا یا دو فعلوں سے یا دو حرفوں سے یا ایک اسم اور ایک فعل سے یا ایک فعل اور حرف سے یا ایک اسم اور ایک حرف سے کما قیل سہ اسم اسم و فعل فعل و حرف حرف = اسم فعل و فعل حرف و اسم حرف + پس مصنف رہ اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ کلام کے حاصل ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو ضمن میں دو اسموں کے حاصل ہوگا کہ انمیں ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو جائیگا اور یا ضمن میں ایک اسم اور ایک فعل کے حاصل ہوگا کہ فعل مسند اور اسم مسند الیہ ہو جائیگا۔ باقی ہیں اور چار صورتیں یعنی دو فعل یا دو حرف یا ایک اسم اور حرف یا ایک فعل اور ایک حرف سے کلام کا مرکب ہونا یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ کلام میں مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور ان چار صورتوں میں کسی صورت میں مسند ہے مسند الیہ نہیں اور کسی صورت میں دونوں میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا ہے ۱۲ ـــہ قولہ الاسم ما دل الخ یعنی اسم وہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اسکے ساتھ نہ سمجھا جاوے۔ تعریف اسم میں ما دل بمنزلہ جنس کے ہے اور اس سے مراد کلمہ ہے کیونکہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے پس تمام کلمے اسمیں داخل ہیں اور فی نفسہا الخ بمنزلہ فصل کے ہے کہ اس سے حرف خارج ہو گیا۔ اور غیر مقترن کی قید بھی احترازی ہے کہ اس سے فعل خارج ہو جاتا ہے اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ تعریف اسم میں دل علی معنی فی نفسہ کی قید سے جیسا کہ حرف سے احتراز ہے فعل سے بھی اس قید سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں دلالت مطلق ہے اور مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے لہٰذا بقاعدۃ المطلق اِذا اُطلق یُراد بہ الفرد الکامل۔ اس دلالت سے دلالت مطابقی مراد ہوگی جو کہ دلالت کا فرد کامل ہے اور یہ معنی ہوں گے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر مطابقۃً دلالت کرے۔ اور فعل چونکہ معنی مستقل پر مطابقۃً دلالت نہیں کرتا لہٰذا وہ دل علی معنی فی نفسہ کی قید سے خارج ہو گیا۔ پس اب اس کے اخراج کے لئے تعریف اسم میں کسی دوسری قید کا لگانا یقیناً عبث ہوگا۔ رہا یہ امر کہ فعل معنی مستقل پر مطابقۃً کیوں دلالت

نہیں کرتا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل معنی مصدری ، اقتران بالزمان ۔ نسبت الی فاعل ما تین چیزوں سے مرکب ہے ۔ جن میں سے صرف معنی مصدری مستقل اور باقی سب غیر مستقل ہیں اور چونکہ مستقل اور غیر مستقل سے جو مرکب ہوتا ہے وہ غیر مستقل ہوتا ہے ۔ اس لئے فعل کے مجموعہ معنی مطابقی غیر مستقل ہوئے پس فعل چونکہ معنی مستقل پر مطابقۃً دلالت نہیں کرتا لہٰذا وہ تعریف اسم میں ما دل علی معنی فی نفسہ کی قید سے خارج ہو گیا ۔ اب اس کے اخراج کے لئے کسی دوسری قید کا لگانا یقیناً عبث ہوگا ۔ جواب یہ ہے کہ تعریف اسم میں گو پہلی قید سے فعل التزاماً خارج ہوتا ہے ۔ مگر چونکہ تعریفات میں دلالت التزامی اور تضمنی کا اعتبار نہیں اس لئے قید ثانی کا اضافہ کرنا پڑا ۔ کہ فعل سے بصراحت احتراز ہو جائے (فائدہ) اوپر جو مذکور ہوا ہے کہ مستقل اور غیر مستقل کا مجموعہ غیر مستقل ہوتا ہے یہ حکم ہر مستقل اور غیر مستقل کے مجموعہ کا۔ نہیں بلکہ اس مرکب کا ہے جسکی ترکیب کسی ایسے غیر مستقل سے ہو جو امر خارج اور اجنبی کا محتاج ہو پس یہ اعتراض کہ کلام کا ایک جز اسناد ہے اور وہ غیر مستقل ہے لہٰذا مستقل اور غیر مستقل سے مل کر کلام بھی غیر مستقل ہو جائیگا صحیح نہیں اس لئے کہ کلام میں اسناد کی احتیاج کسی امر اجنبی کی طرف نہیں ہے ۔ بلکہ مسند اور مسند الیہ کی طرف ہے جن سے اسناد انتزاع کی جاتی ہے ۔ بخلاف فعل کے کہ اس کا ایک جز یعنی نسبت الی فاعل ما امر اجنبی یعنی فاعل کا محتاج ہے پس فعل کے مجموعہ معنی مطابقی تو مستقل اور غیر مستقل سے مل کر غیر مستقل ہوئے ۔ اور کلام غیر مستقل نہ ہوگا اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دلیل حصر میں تو مصنف رہ نے فی نفسہا کہا ۔ ضمیر مؤنث کی لائے اور یہاں تعریف اسم میں فی نفسہ کہا ضمیر مذکر کی لائے حالانکہ دونوں جگہ ضمیر سے مراد کلمہ ہے اور جواب یہ ہے کہ یہاں ضمیر کو مذکر لانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فی نفسہ کی ضمیر جیسا کہ ما موصولہ کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد کلمہ ہے اسی طرح معنی کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور یہ اعتراض کہ فی نفسہ کی ضمیر معنی کی طرف عائد کرنے میں ظرفیۃ شی لنفسہ لازم آتی ہے باطل ہے کیونکہ اس وقت فی نفسہ کے معنی اعتبار ہیں جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں الدار فی نفسہا ثمن کذا ۔ یعنی گھر کی قیمت باعتبار مجرد گھر ہونے کے بدون لحاظ امر آخر کے یہ ہے پس اس اعتبار سے تعریف اسم میں فی نفسہ کے یہ معنی ہوں گے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر اپنے اعتبار سے بدون لحاظ امر آخر کے دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں نہ پایا جاوے ۱۲ ۲ ۷ ۷ ۷

جیسے غلام زید میں اور حرف جر کا داخل ہونا۔ خواہ حرف جر لفظاً ہو یا تقدیراً۔ اسم کا خاصہ ہے پس ضروری ہے کہ اس کا اثر بھی اسم کی ساتھ مختص ہو۔ نہ اثر کا بدون موثر کے ہونا لازم آئیگا اور یہ بدیہی البطلان ہے۔ اب رہا یہ امر کہ دخول جر اسم کا خاصہ کیوں ہے سو اسکی دلیل یہ ہے کہ حروف جر اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ وہ معنی فعل کو اسم کی طرف پہونچائے لہذا مناسب یہ ہے کہ اسم پر داخل ہو اور معنی فعل کو اس کی طرف پہونچائے اور اگر کوئی یہ کہے کہ دعوے تو یہ تھا کہ مطلق جر اسم کا خاصہ ہے اور دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو جر کہ حرف جر لفظی اور تقدیری کا اثر ہے وہ اسم کا خاصہ ہے اور وہ جر کہ حرف جر کا اثر نہیں جیسے حسن الوجہ میں اس کا مختص بالاسم ہونا اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کیلئے دوسری دلیل درکار ہے۔ پس دعوے اور دلیل میں مطابقت نہیں ہوئی جواب یہ ہے کہ بلاشبہ اس دلیل سے اسی جر کا مختص بالاسم ہونا معلوم ہوتا ہے جو کہ حرف جر لفظی اور تقدیری کا اثر ہے اور وہ جر جو اضافتِ لفظی میں ہوتا ہے اس کے اختصاص کے لئے یہ دلیل کافی نہیں بلکہ دوسری دلیل ہے۔ وہ یہ کہ اضافت لفظی اضافت معنوی کی فرع ہے پس نامناسب ہوگا کہ اصل جس کے ساتھ مختص ہے اس کے غیر یعنی فعل کی ساتھ فرع مختص ہو یا دونوں میں عام ہو کر پائی جائے ۱۲ ۳ قولہ والتنوین۔ یعنی خواص اسم میں سے دخول تنوین ہے اس لئے کہ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔ جیساکہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے

اقسام التنوین

تمکن ۔ تنکیر ۔ عوض ۔ مقابلہ ۔ ترنم

ان میں سے تنوین ترنم فعل میں پائی جاتی ہے جیسے قول الشاعر ؎ و قولی ان اصبت لقد اصابن۔ اور باقی چار قسمیں اسم کے ساتھ مختص ہیں اس لئے کہ خود تمکن۔ تنکیر۔ عوض مقابلہ جن کے لئے تنوین آتی ہے خواص اسم میں سے ہیں۔ پس لامحالہ تنوین بھی خصائص اسم سے ہوگی۔ اور چونکہ قاعدہ ہے للاکثر حکم الکل۔ لہذا مصنف رح نے مطلق تنوین کو خواص اسم میں سے شمار کیا اور یہ خیال نہیں کیا کہ اقسام تنوین میں سے ترنم فعل میں پائی جاتی ہے ۱۲ ۴

ومن خواصّه دخول اللام والجرّ والتنوين والاسناد اليه والاضافة

ای الاسم ۱۲ — ای لام التعریف ۱۲ — ای مسند الیہ بودن ۱۲

۱ قولہ ومن خواصہ الخ یہ تعریف اسم کے بعد اُس کے خواص کا بیان ہے خواص جمع خاصہ کی ہے اور وہ وہ ہے جو ایک شئی کے سوا دوسری شئی میں نہ پایا جائے۔ خاصہ کی دو قسمیں ہیں شاملہ اور غیر شاملہ۔ شاملہ وہ ہے جو تمام افراد مختص بہا میں پایا جائے جیسے کتابت بالقوہ کہ انسان کا خاصہ ہے اور اس کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔ اور غیر شاملہ وہ ہے کہ مختص بہا کے تمام افراد میں نہ پایا جائے بلکہ بعض میں پایا جائے جیسے کتابت بالفعل کہ انسان کا خاصہ ہے اور اس کے تمام افراد میں نہیں پایا جاتا۔ اب یہاں مصنف رح کے قول ومن خواصہ پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ اس جگہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ خواص خاصہ کی جمع ہے جو بصیغہ جمع کثرت خاصوں کے زیادہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور من تبعیضیہ ہے جس سے خاصوں کا قلیل ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اسم کے خاصے کثرت سے بھی ہوں اور قلیل بھی۔ ان دونوں میں منافات ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں اجتماع ضدین لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ خاصہ کی جمع کو خواص جمع کثرت لانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسم کے خاصے کثرت سے ہیں اور من تبعیضیہ لاکر یہ بتانا مقصود ہے کہ یہاں اسم کے بعض خاصے ذکر کئے جائیں گے۔ اسم کے خاصوں میں سے ایک لام تعریف کا داخل ہونا ہے۔ اس لئے کہ لام تعریف معنی مستقل مطابقی کے تعین پر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی اسم کے سوا کسی اور میں نہیں پائے جاتے کیونکہ حرف کے معنی تو سرے سے مستقل ہی نہیں اور فعل اگرچہ معنی مستقل پر دلالت کرتا ہے لیکن وہ معنی مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہیں جیساکہ پہلے گذر چکا کہ فعل باعتبار معنی مصدری کے مستقل ہے نہ کہ باعتبار مجموعہ معنی مطابقی کے۔ پھر یہاں پر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مصنف رح نے دخول اللام کہا اور دخول اللام والالف نہ کہا۔ کیونکہ اس سے اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ میرے نزدیک سیبویہ کا مذہب مختار ہے۔ حرف تعریف دراصل لام ہے ہمزہ کو بوجہ متعذر ہونے ابتداء بسکون کے اس پر داخل کیا گیا ہے۔ بخلاف خلیل ابن احمد کے کہ وہ حرف تعریف مجموعہ الف لام کو کہتا ہے اور بخلاف مبرد کے کہ اس کے نزدیک حرف تعریف صرف ہمزہ ہے اور لام کو اس میں ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف کے مابین فرق کرنے کیلئے لایا گیا ہے اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تینوں مذہبوں میں سے مذہب سیبویہ کو اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ الف درج کلام میں گر جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرف تعریف صرف الف نہیں اور نہ مجموعہ الف ولام ہے ورنہ الف درج کلام میں نہ گرتا کہ اس سے مذہب خلیل پر ترجیح بلامرجح اور مذہب مبرد پر اصل کا محذوف ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے پس ثابت ہو گیا کہ اصل تعریف میں لام ہے جو ہر حال میں باقی رہتا ہے ۱۲ ۲ قولہ والجر۔ یعنی جر بھی اسم کا خاصہ ہے اس لئے کہ وہ اثر ہے حرف جر کا مجرور بہ لفظاً ہو جیسے مررت بزید اور مجرور بہ تقدیراً

۶ اس لئے کہ فعل مضاف الیہ ہوتا ہے۔ جیسے قولہ تعالےٰ یوم ینفع الصادقین صدقہم اور بعض دونوں کو اسم کا خاصہ بتاتے ہیں اور جن مثالوں میں فعل مضاف الیہ ہے انکو بتاویل مصدر کرتے ہیں۔ ای یوم نفع الصادقین۔ کتبہ شمس العارفین میرٹھی

قولہ والاسناد الیہ۔ یہ مرفوع ہے اور اس کا عطف دخول اللام پر ہے اور یہ معنی ہیں کہ اسم کے خواص میں سے مسند الیہ ہونا ہے اس لئے کہ واضع نے فعل کو مسند کیلئے وضع کیا ہے پس اگر فعل مسند الیہ ہوگا تو خلاف وضع واضع لازم آئیگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے ۱۲ ۵ قولہ والاضافۃ یہ بھی مرفوع ہے اور یہ معنی ہیں کہ بتقدیر حرف جر مضاف ہونا اسم کا خاصہ ہے اس لئے کہ اضافت کو تعریف تخصیص اور تخفیف لازم ہے اور یہ تینوں اسم کے ساتھ مختص ہیں پس اگر اضافت غیر اسم میں پائی جائیگی تو ملزوم یعنی اضافت کا بدون لازم یعنی تعریف تخصیص اور تخفیف کے ہونا لازم آئیگا اور یہ محال ہے اب رہا یہ امر کہ صرف مضاف ہونا اسم کا خاصہ ہے یا مضاف الیہ ہونا بھی خواص اسم میں سے ہے اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فقط مضاف ہی اسم کا خاصہ ہے ۶

معلوم ہوا کہ معرب کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں۔ جواب یہ ہے مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جس کی ترکیب اس کے عامل کے ساتھ متحقق ہو پس غلام زید میں غلام کی ترکیب چونکہ اس کے عامل کی ساتھ متحقق نہیں لہذا وہ تعریف معرب سے خارج ہے باقی رہا یہ! مرکہ کلام مصنف رح سے تو تعریف معرب میں ترکیب مع الغیر کا پتہ چلتا ہے اس میں یہ قید نہیں کہ اس کی ترکیب عامل کی ساتھ متحقق ہو۔ لہذا۔ اپنی جانب سے اس قید کا اضافہ کرنا باطل ہے۔ اور یہ توجیہہ الکلام بمالایرضی بہ القائل ہے۔ جواب یہ ہے کہ ترکیب مع العامل کی قید معرب کی تعریف میں ہم نے اپنی طرف سے نہیں لگائی۔ بلکہ خود مصنف ہی کے کلام سے سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ تعریف معرب میں مصنف رح نے مطلق ترکیب کو ذکر کیا ہے

اور قاعدہ ہے کہ مطلق سے عندالاطلاق اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور ترکیب کا فرد کامل یہی ہے کہ وہ اپنے عامل کیساتھ متحقق ہو۔ لہذا یہ قید خود مصنف رح کی کلام سے مستفاد ہوتی ہے۔ نئی نہیں کہ توجیہہ الکلام بمالایرضی بہ القائل ہو۔ اس کے بعد تعریف معرب پر ایک مشہور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مصنف رح نے تعریف معرب میں الذی لم یشبہ مبنی الاصل فرمایا ہے اور چونکہ مشابہت اشتراک فی الکیف کو کہتے ہیں لہذا جو اسم کہ مبنی اصل کے ساتھ کیف میں شریک نہیں صرف کمیت میں شریک ہے معرب ہوگا۔ حالانکہ وہ مبنی ہے۔ مثلاً کاف خطاب اسمی کاف خطاب حرفی کی ساتھ صرف کمیت میں شریک ہے کیف میں شریک نہیں لہذا وہ معرب ہوگا۔ حالانکہ مبنی ہے جواب یہ ہے کہ یہاں لم یشبہ بمعنی لم یناسب ہے اور چونکہ مناسبت مشابہت سے عام ہے لہذا وہ اشتراک فی الکیف والکم دونوں کو شامل ہوگی۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب مناسبت مشابہت سے عام ہے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ معرب کا کوئی فرد نہ پایا جائے اسلئے کہ کوئی اسم ایسا نہیں جسکی مبنی اصل کی ساتھ کسی حیثیت سے مناسبت نہو کم از کم ایک اسم کو دوسرے اسم کیساتھ کلمہ ہونے اور موضوع ہونے اور لفظ ہونے ہی میں مناسبت اور اشتراک ہے۔ پس اگر اسم معرب کیلئے یہ شرط ہے کہ اس کو مبنی اصل کی ساتھ مناسبت نہ ہو تو اسوقت معرب کا وجود نہ ہوگا۔ اور جتنے اسم ہیں سب مبنی میں منحصر ہو جائیں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں مناسبت سے مراد مطلق مناسبت نہیں بلکہ وہ مناسبت مراد ہے جو کہ منع صرف میں موثر ہوتی ہے اور اس کی متعدد صورتیں ہیں جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے

ا ؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟

وهو معربٌ ومبنيٌّ فالمعربُ المركبُ الذي لم يشبه مبنيَّ الاصل

فا برائے تفسیر کلام مہد خارجی یا برائے | جنس است ١٢

لہ قولہ وہو معرب الخ یہاں سے مصنف رح نے اسم کی تعریف اور اس کے خواص بیان کرنے کے بعد اس کی تقسیم کو شروع کیا کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی معرب یا تو اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ اعراب بمعنی اظہار سے۔ پس معرب کو معرب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اظہار معانی کا محل ہے یا وہ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اعراب بمعنی ازالہ فساد سے پس اسوقت معرب کو معرب اس لئے کہینگے کہ اس پر پے در پے آنیوالے معانی کے اظہار سے فساد کا ازالہ ہوگیا۔ اور بعض معنی کا بعض کیساتھ التباس نہیں ہوتا۔ مبنی بنار بمعنی قرار اور عدم تغیر سے ماخوذ ہے۔ مبنی کو مبنی اس لئے کہتے ہیں کہ اسمیں اختلاف عوامل کی وجہ سے کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ ایک ہی حال پر رہتی ہے پھر جب یہ معلوم ہو چکا کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی تو اب یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسم کے ان دونوں قسموں میں منحصر ہونیکی وجہ کیا ہے چنانچہ اس کی دلیل حصر یہ ہے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اپنے غیر کی ساتھ مرکب ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر اپنے غیر کی ساتھ مرکب نہ ہو تو وہ مبنی ہے اور جب اس کی ترکیب غیر کی ساتھ ہو تو دو حال سے خالی نہیں وہ ترکیب عامل کی ساتھ ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر اسکی ترکیب عامل کی ساتھ نہ ہو تو وہ مبنی ہے اور جب اسکی ترکیب عامل کی ساتھ ہو تو دو حال سے خالی نہیں مبنی اصل کی ساتھ مشابہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو تو وہ معرب ہے ورنہ مبنی ہے غرض مبنی کی تین صورتیں اور معرب کی صرف ایک حالت ہے وہ یہ کہ اسم اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھے لیکن چونکہ بہ نسبت مبنی کے معرب کے افراد زیادہ ہیں اور اس کے مسائل بھی بہ نسبت مبنی کے زیادہ ہیں اس لئے مصنف رح نے مبنی پر معرب کو مقدم کیا اور کہا فالمعرب المرکب الخ یعنی معرب وہ مرکب ہے جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھے۔ اسم معرب میں مرکب کی قید سے اسماء معدودہ جیسے زید۔ عمرو بکر بسا طا وغیرہ خارج ہوگئے۔ اس لئے کہ یہ سب ترکیب سے پیشتر مبنی ہیں انمیں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ اور بعد ترکیب کے معرب ہیں جیسے جَاءَنِی زید میں کہ ترکیب کے بعد مرفوع ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ترکیب میں المعرب مبتدا اور المرکب خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ خبر مبتدا پر محمول ہوتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہر مرکب معرب ہے۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جملہ کو بھی معرب کہا جائے حالانکہ وہ اعراب اور بنار کی ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ الف ولام المرکب میں بمعنی الذی اور مرکب اسم مفعول بمعنی رُکِّبَ ہے اور عبارت کے یہ معنی ہیں کہ معرب وہ ہے کہ جس کی ترکیب اس کے غیر کے ساتھ ہو۔ پس اسوقت جملہ تعریف معرب سے خارج ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ ہر چند کہ ترکیب سے حاصل ہوتا ہے مگر غیر کیساتھ اسکی ترکیب نہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ غلام زید میں غلام پر معرب کی یہ تعریف صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ اپنے غیر کی ساتھ مرکب نہیں پس چاہیئے کہ اس کو بھی معرب کہیں حالانکہ اسپر اعراب جاری نہیں کرتے ہیں پس

اقسام مناسبت با مبنی اصل۔

مبنی اصل کو معنی کو متضمن ہو [illegible]	اپنے معنی کی تمام ہونے میں [illegible] موصول اور اسمار اشارہ [illegible]	مبنی اصل کے موقع میں [illegible] جیسے نزال بمعنی انزل۔	اس اسم کے مشاکل ہو جو مبنی [illegible]	اس اسم کی جگہ میں ہو جو مبنی [illegible]	مبنی اصل کیطرف مضاف ہو [illegible]

وحکمه ان یختلف اٰخره باختلاف العوامل لفظًا او تقدیرًا

ای حکم المعرب ۱۲

الاعراب ما اختلف اٰخره به لیدل علی المعانی المعتورة علیه

المتتابعة ۱۲

وانواعه رفع ونصب وجر فالرفع علم الفاعلیة والنصب علم المفعولیة

مبتدا ۔ خبر

لہ قولہ وحکمہ الخ یعنی اسم معرب پر جو اثر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا آخر اختلاف عوامل سے مختلف ہوتا ہے اب یہاں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مثلاً ان زیدا اور رئیت زیدا و انا ضارب زیدا میں زید معرب ہے اور باوجود اختلاف عوامل کے اس کا آخر مختلف نہیں۔ جواب یہ ہے کہ وہ عوامل جنکی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے اپنے عمل میں مختلف ہونے چاہئیں اور یہاں ان مثالوں میں سب ایک اعراب یعنی نصب کے خواہاں ہیں اور اگر کوئی کہے کہ ضربت زیدا میں زید معرب ہے اور اس میں یہ حکم معرب کا نہیں پایا جاتا کیونکہ یہاں سرے سے عوامل مختلف بالفعل ہی داخل نہیں چہ جائیکہ اسکا آخر اختلاف عوامل سے مختلف ہو اور جواب یہ ہے کہ جس طرح خاصہ کی دو قسمیں ہیں شاملہ اور غیر شاملہ اسی طرح حکم معرب کی بھی دو قسمیں ہیں شاملہ اور غیر شاملہ پس یہ حکم جو اوپر مذکور ہوا حکم غیر شاملہ میں سے ہی لہذا اگر تمام افراد معرب میں نہ پایا جائے تو کوئی حرج نہیں ۱۲ ۲ قولہ لفظا او تقدیرًا یعنی آخر معرب کا یہ اختلاف کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے جاء زید و رئیت زیدا و مررت بزید میں اور کبھی تقدیری ہوتا ہے جیسے جاء موسیٰ و رئیت موسیٰ و مررت بموسیٰ میں موسیٰ معرب ہے اور آخر میں الف ہونیکی وجہ سے تینوں حالتوں میں اس پر اعراب تقدیری ہے (ترکیب) لفظاً او تقدیرًا یہ یا تو تمیز ہے یختلف کی نسبت سے جو فاعل کیطرف ہے یا کان محذوف کی خبر ہے ای لفظیا کان الاختلاف او تقدیریا۔ یا یہ مفعول مطلق محذوف کا مضاف الیہ ہے ای یختلف اختلاف لفظ او تقدیر۔ پس اختلاف مصدر کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کیا اور جو اعراب کہ مفعول مطلق کا تھا یعنی نصب وہ مضاف الیہ کو دیدیا گیا اس نصب کو اصطلاح میں نصب بنزع خافض کہتے ہیں ۱۲ ۳ قولہ الاعراب الخ یعنی اعراب وہ حروف یا حرکات ہیں جن کے سبب معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ اعراب کی یہ تعریف عامل اور معنی مقتضی پر بھی صادق آتی ہے پس چاہیئے کہ ان کو بھی اعراب کہا جائے حالانکہ وہ دونوں اعراب نہیں ہیں جواب یہ ہے کہ ما اختلف آخرہ بہ میں ما موصولہ ہے اور وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس سے مراد علی الخصوص حروف و حرکات ہیں یا عام مراد ہے اگر حروف حرکات مراد ہیں تو عامل اور معنی مقتضی کا تعریف اعراب سے خارج ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ دونوں از قبیل حروف حرکات نہیں ہیں اور اعراب کیلئے یہ شرط

ہے کہ وہ از قبیل حروف و حرکات ہو۔ اور جب عام مراد ہو تو عامل اور معنی مقتضی دونوں قید بہ سے خارج ہیں اس لئے کہ ان میں یا سببیت کی واسطے ہے۔ اور متبادر سببیت سے سببیت قریب ہے پس عامل اور معنی مقتضی چونکہ اختلاف کا سبب بعید ہیں لہذا ان سے احتراز ہو جائیگا ۱۲ ۴ قولہ المعتورۃ الخ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور معنی ہیں یکے بعد دیگرے آنیوالے کے ہے یعنی یہ معرب کا آخر اس وجہ سے مختلف ہوتا ہے کہ وہ اختلاف ان معانی پر جو معرب پر یکے بعد دیگرے آتے ہیں دلالت کرے وہ معانی یہ ہیں فاعلیت۔ مفعولیت۔ اضافت۔ غرض اعراب کے انواع مختلفہ کی وضع اس لئے ہے کہ انہی معانی مختلفہ یعنی فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت سمجھے جائیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ معتورہ متعدی ہے اس کے صلہ میں علیٰ نہیں آتا پھر کیا وجہ ہے کہ یہاں مصنف رح اس کے صلہ میں علیٰ لاتے ہیں جواب یہ ہے کہ اس مقام میں مصنف رح نے صنعت تضمین کو اختیار کیا ہے صنعت تضمین یہ ہے کہ جب کسی جگہ فعل یا شبہ فعل کیساتھ کوئی ایسا حرف جر ہو کہ اس فعل یا شبہ فعل کیساتھ اسکا تعلق نہ ہو سکتا ہو تو وہاں مناسب محل کے کسی مصدر سے ایسا مشتق نکال لیتے ہیں کہ اس کے واسطے سے اس حرف جر کا تعلق فعل یا شبہ فعل کیساتھ ہو سکے پس وہ مشتق ترکیب میں اس مذکور سے حال واقع ہوتا ہے اور حرف جر اس کے متعلق واقع ہوتا ہے تاکہ بواسطے اس حال مقدرہ کے اس کا تعلق مذکور سے صحیح ہو جائے اس لئے کہ حرف جر تو حال کے متعلق ہوگا اور حال ذوالحال کے متعلق ہوگا اور چونکہ متعلق متعلق شئی اس شئی کے متعلق ہوتا ہے لہذا وہ حرف جر بواسطہ حال مقدرہ کے مذکور کے متعلق ہو جائیگا پس یہاں واردۃ کو ورود مصدر سے کہ مناسب محل ہے اخذ کر کے علیٰ کو اس کے متعلق کیا اس کے بعد واردۃ کو معتورۃ سے حال کیا تاکہ بتاویل مذکور علیٰ کا تعلق معتورۃ سے صحیح ہو جائے ۱۲ ۵ قولہ وانواعہ الخ یعنی انواع اعراب کے رفع نصب جر ہیں اب اگر کوئی کہے کہ کیا وجہ ہے مصنف رح نے یہاں انواعہ کہا اور اقسامہ یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ نہ کہا جواب یہ ہے کہ اس لفظ کے اختیار کرنے میں اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ رفع نصب جر میں سے ہر ایک کے تحت میں افراد متعددہ ہیں چنانچہ رفع کے تحت میں الف واو ضمہ اور نصب کے تحت میں یا الف فتحہ کسرہ اور جر کی تحت میں یا فتحہ کسرہ ہے پس اگر مصنف رح انواع کے بجائے اقسام یا اس کے ہم مثل کوئی دوسرا لفظ کہتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو لفظ انواع سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ انواع جمع نوع کی ہے اور وہ اس کلی کو کہتے ہیں جو افراد متفق الحقائق پر محمول ہوتی ہے پس لفظ انواع کہنے سے معلوم ہوا کہ رفع نصب جر میں سے ہر ایک کے تحت میں افراد عدیدہ ہیں پھر اصطلاح نحاۃ میں اسم معرب کی حرکات کو رفع نصب جر سے اور اسم مبنی کی حرکات ضم۔ فتح۔ کسر سے تعبیر کرتے ہیں۔ باقی ضمہ۔ فتحہ کسرہ کا استعمال زیادہ تر حرکات بنائیہ میں ہوتا ہے اور کبھی کبھی حرکات اعرابیہ میں بھی ہو جاتا ہے ۱۲ ۶ قولہ فالرفع علم الفاعلیۃ۔ یعنی رفع اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہے خواہ فاعل حقیقۃ ہو یا حکماً۔ فاعل حقیقی تو ظاہر ہے کہ کسے کہتے ہیں اور فاعل حکمی مبتدا و خبر اور اسم کان اور خبر لائے نفی جنس اور اسم ما و لا مشابہ بلیس ہے ۱۲ ۷ قولہ والنصب علم المفعولیۃ۔ یعنی نصب اسم کے مفعول ہونے کی علامت ہے خواہ مفعول حقیقۃ ہو یا حکماً مفعول حقیقی تو ظاہر ہے کہ کسے کہتے ہیں اور مفعول حکمی تمیز مستثنیٰ وغیرہ

میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی میں فتحہ کی ساتھ اور حالت جری میں کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جاءنی زید و رجال و رأیت زیداً و رجالاً و مررت بزید و رجال (فائدہ) لفظ مفرد چار چیزوں کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے۔ کبھی تو مرکب کے مقابلہ میں جیساکہ اوائل کتاب میں کلمہ کی بحث میں گذرا اور کبھی تثنیہ اور جمع کے مقابلہ میں جیساکہ یہاں فالمفرد المنصرف میں یہی معنی مراد ہیں اور کبھی اس کا اطلاق ایسے اسم پر آتا ہے جو کہ مضاف اور مشابہ مضاف نہیں ہے جیساکہ لائے نفی جنس کی بحث میں آئیگا۔ اور کبھی جملہ اور شبہ جملہ کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے۔ جیساکہ تمیز کی بحث میں آئیگا انشاءاللہ تعالیٰ ۱۲

سے قولہ بالضمۃ الخ یہ باعتبار ترکیب کے فعل محذوف کے متعلق ہے اور قولہ رفعاً اس فعل محذوف کی ضمیر مستتر سے حال واقع ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ویعربان بالضمۃ حال کونہما مرفوعین ای فی حالۃ الرفع۔ علیٰ ہذا القیاس باقی الفاظ کی ترکیب کو سمجھ لینا چاہئے اب اگر کوئی مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کو اعراب بالحرکت دینے کی وجہ دریافت کرے تو کہا جائیگا کہ مفرد منصرف اصل ہے اور اعراب بالحرکت بھی اصل ہے پس مناسب یہ ہے کہ اصل کو اصل اعراب دیا جائے۔ باقی رہا یہ امر کہ مفرد منصرف کیوں اصل ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ مفرد تو باعتبار تثنیہ و جمع کے اصل ہے اور منصرف غیر منصرف کی اعتبار سے اصل ہے لیکن یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مفرد منصرف اصل ہے اور اس کو اصلی اعراب دینا ہی مناسب ہے مگر ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جمع مکسر کا بھی یہی اعراب ہونا چاہئے کیونکہ وہ اصل نہیں بلکہ مفرد کی فرع ہے پس اس کو اصل اعراب کیوں دیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ جمع مکسر میں مفرد کا وزن سالم نہیں رہتا اور اس کے افراد کثرت سے مفرد کے ہم وزن ہیں جیسے رجال بروزن کتاب اور یہ کہ اس کیلئے ابتداءً ایک بناء مستقل ہے پس وجوہ مذکورہ بالا کی بناء پر اس کی حیثیت مفرد سے کم نہیں لہذا اسکو مفرد کے تابع کرکے فرعی اعراب نہ دیا جائیگا بلکہ اصل اعراب دیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ گویا کہ وہ اپنی اصل پر ہے ۱۲ ھ قولہ جمع المؤنث السالم الخ اس میں سالم کی قید سے جمع مکسر منصرف سے احتراز ہے ۱۲ ٦ قولہ بالضمۃ والکسرۃ یعنی جمع مؤنث سالم کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں کسرہ کیساتھ ہوتا ہے پس یہاں نصب جر کے تابع ہے جیسے ہن مسلماتٌ و رأیت مسلماتٍ و مررت بمسلماتٍ اب اگر کوئی کہے کہ جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے لہذا اس کو اعراب بالفرع دینا چاہئے تھا اعراب بالحرکت کیوں دیا جاتا ہے اور جواب یہ ہے کہ اگرچہ مؤنث سالم کا اعراب بالحرکت ہے مگر وہ اصل اعراب نہیں بلکہ اعراب بالفرع ہونیکا راز اسمیں مضمر ہے کیونکہ اعراب بالحرکت میں اصل یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں تینوں حرکتوں کے ساتھ آئے اور یہاں ایسا نہیں بلکہ تین حالتوں میں دو حرکتوں کی ساتھ آتا ہے لہذا یہ اعراب اس اعراب کی فرع ہے جو تین حالتوں میں تین حرکتوں کی ساتھ آتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ جمع مونث سالم کو جب اعراب بالفرع دینا تھا تو اعراب بالحروف کیوں نہ دیا جو کہ فرعیت میں اتم و اکمل ہے تو کہا جائیگا کہ اعراب بالحروف اس جگہ آتا ہے کہ جہاں آخر معرب کا اعراب بالحرف آنے کی صلاحیت رکھے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کے آخر میں حرف علت ہو پس جمع مؤنث سالم کے آخر میں چونکہ حرف علت نہیں اس لئے اسمیں اعراب بالحرف آنے کی صلاحیت نہیں اب رہا یہ امر کہ نصب کو جر کے کیوں تابع کیا گیا ہے سو اس کا ۱۲

وَالْجَرُّ عَلَمُ الْاِضَافَةِ۔ الْعَامِلُ مَا بِهٖ يَتَقَوَّمُ الْمَعْنَى الْمُقْتَضِيْ لِلْاِعْرَابِ۔ فَالْمُفْرَدُ الْمُنْصَرِفُ وَالْجَمْعُ الْمُكَسَّرُ الْمُنْصَرِفُ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا وَالْفَتْحَةِ نَصْبًا وَالْكَسْرَةِ جَرًّا۔ جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمُ بِالضَّمَّةِ وَالْكَسْرَةِ

لہ قولہ والجر علم الاضافۃ یعنی جر اسم کے مضاف الیہ ہونے کی علامت ہے یہاں اضافت چونکہ مصدر ہے اس لئے اسمیں یاء مصدری لاحق کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی بخلاف لفظ فاعل و لفظ مفعول کے کہ وہ مصدر نہ تھے۔ اس لئے ان میں یاء مصدری کو لاحق کیا گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ رفع کو فاعل کے ساتھ۔ اور نصب کو مفعول کے ساتھ اور جر کو اضافت کے ساتھ کیوں خاص کیا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ فاعل کے افراد کم ہیں اور جس کے افراد کم ہوتے ہیں وہ ثقیل نہیں سمجھا جاتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس کو ایسا اعراب دیا جائے کہ جو ثقیل ہو۔ پس رفع فاعل کو دیا کیونکہ فاعل خفیف ہے اور رفع ثقیل ہے اور خفیف ثقیل کی برداشت کرسکتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ تمام اعراب میں رفع ثقیل ہونے کی وجہ کیا ہے تو کہا جائے گا کہ رفع کبھی واؤ سے ہوتا ہے جو کہ تمام حروف علت میں ثقیل مانا جاتا ہے اور کبھی ضمہ سے ہوتا ہے جو ماتحت واؤ ہونے کی وجہ سے تمام حرکات میں ثقیل ہے پھر نصب کو مفعول کے ساتھ اسوجہ سے خاص کیا کہ مفعول کے افراد کثرت سے ہیں اور کثرت موروث ثقل ہے اور ثقیل مستحق تخفیف ہے پس نصب مفعول کو دیا جو کہ تمام اعراب میں خفیف ہے اور وجہ یہ ہے کہ نصب کبھی الف سے ہوتا ہے اور وہ تمام حروف علت میں اسہل ہے اور کبھی فتحہ سے ہوتا ہے جو کہ اخف الحرکات ہے۔ اب مضاف الیہ کے لئے سوائے جر کے چونکہ اور کوئی علامت نہ تھی لہذا مجبوراً اس کو مضاف الیہ کے لئے خاص کیا گیا ۱۲ ٢ھ قولہ العامل ما بہ الخ یعنی عامل وہ ہے جس کے سبب ایسے معنی حاصل ہوں جو کہ مقتضی اعراب ہیں اور وہ معنی فاعلیت و مفعولیت اور اضافت کے ہیں جیسے جاء زید میں جاء عامل ہے کہ اس کے سبب زید میں معنی فاعلیت کے پیدا ہوگئے اور زید معرب اور دال محل اعراب ہے (فائدہ) اس موقعہ پر یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ عامل کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی اور اعراب کی بھی دو قسمیں ہیں لفظی اور تقدیری تاکہ آئندہ تقسیم اعراب میں بصیرت حاصل ہو ۱۲ ٣ھ قولہ فالمفرد المنصرف الخ یہاں سے مصنف رح اعراب کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم کو شروع کرتے ہیں اعراب کبھی بحرکت ہوتا ہے اور کبھی بحرف اور چونکہ دونوں قسم کے اعراب میں اعراب بحرکت اصل ہے اس لئے اولاً اس کا محل بتایا کہ ہر وہ اسم جو مفرد منصرف ہے جیسے زید اور ہر وہ جمع جو مکسر منصرف ہے جیسے رجال دونوں کا اعراب حالت رفعی ۱۲

[illegible]

[illegible]

میں پیدا ہو جائے گی پس لا محالہ بعض مفرد کو بھی اعراب بالحروف دیا گیا تاکہ منافرت فی الجملہ جاتی رہے اور مابین مفرد اور تثنیہ اور جمع کے الفت قدیمہ باقی رہے دوسرے ہر چند کہ اعراب بالحرکت اصل ہے مگر اعراب بالحرف اس سے اقوی ہے اس لئے کہ وہ حرف علت سے ہوتا ہے اور ایک حرف علت گویا کہ دو حرکتوں کے قائم مقام ہے پس اگر ہر اصل کو اعراب بحرکت ضعیف اور ہر فرع کو اعراب بحرف قوی دیں تو مزیت فرع کی اصل پر لازم آئے گی اور یہ خلاف اصول ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ بعض اصل کو بھی اعراب بحرف دیں تاکہ فی الجملہ قباحت جاتی رہے اور اگر کوئی کہے کہ جب بعض احاد کو اعراب بالحرف دینا تھا تو اس کے لیے چھ اسموں کو کیوں خاص کیا جواب یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع میں اعراب بحرف آتا ہے اور ہر ایک کی حالت اعراب تین ہیں پس ہر حالت کے مقابلہ میں ایک مفرد ہونا چاہئے تاکہ تثنیہ اور جمع کی ساتھ مفرد کی مناسبت باقی رہے پھر اگر کوئی کہے کہ ان چھ اسموں کی خصوصیت کیا۔ دوسرے چھ اسموں کو یہ اعراب کیوں نہیں دیا گیا تو جواب یہ ہے کہ بہ نسبت دوسرے اسموں کے ان چھ مفردوں کو تثنیہ اور جمع کی ساتھ زیادہ مناسبت ہے چنانچہ تثنیہ اور جمع کے مفہوم میں جس طرح پر کہ تعدد ہے ان چھ مفردوں کے مفہوم میں بھی تعدد ہے مثلاً اب من لہ الابن کو کہتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس دیگر اسماء کہ ان کے مفہوم میں بھی تعدد ہے پھر اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان چھ اسموں کے علاوہ بھی تو بعض اسماء ایسے ہیں کہ جن کے مفہوم میں تعدد ہے مثلاً زوج من لہ الزوجہ کو کہتے ہیں پس ان کے ترک کرنے کی کیا وجہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں تعدد فی المفہوم کافی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آخر حرف اعراب بالحرف کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔ پس جب کسی اسم کا آخر حرف علت نہ ہونے کے سبب اعراب بالحرف کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا اگرچہ اس کے مفہوم میں تعدد ہو اب اگر کوئی کہے کہ ید اور دم یہ دونوں اسم ایسے ہیں کہ انکے مفہوم میں بھی تعدد ہے اور ان کے آخر میں بھی حرف علت ہے جس کے سبب وہ اعراب بالحروف آنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہذا انکو کیوں ترک کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ گو ید اور دم کے آخر میں حرف علت ہے مگر محذوف ہو کر نسیاً منسیا کے درجہ میں ہے کہ اہل عرب سے اس کا اعادہ نہیں سنا گیا لہذا اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا بلکہ دونوں کا حکم مثل ان اسماء کے ہوگا کہ جن کے آخر میں حرف علت نہیں۔

غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ اَبُوْكَ وَاَخُوْكَ وَحَمُوْكِ وَهَنُوْكَ وَفُوْكَ وَذُوْمَالٍ مُضَافَةً اِلٰى

غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ بِالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَاءِ

لہ قولہ غیر المنصرف بالضمۃ والفتحۃ الخ یعنی اسم غیر منصرف کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کیساتھ اور حالت نصبی اور جری میں فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جاءنی احمد و رأیت احمد و مررت باحمد اب ممکن ہے کہ یہاں کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ غیر منصرف تو اسم منصرف کی فرع ہے اس کو اعراب بالفرع دینا چاہئے تھا اعراب بالحرکت کیوں دیا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ اعراب جو تین حالتوں میں دو حرکتوں کی ساتھ ہوتا ہے اس اعراب کی فرع ہے جو تین حالتوں میں تین حرکتوں کے ساتھ ہوتا ہے لہذا غیر منصرف کو اصل اعراب نہیں دیا گیا بلکہ وہ اعراب دیا گیا جو کہ فرع ہے باقی رہا اعراب بالحروف وہ اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس کا آخر حرف علت نہ ہونے کی وجہ سے اعراب بالحرف کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اعراب بالحروف کیلئے لازم ہے کہ معرب کا آخر اس کی صلاحیت رکھے جیسا کہ ما قبل گذرا۔ اور اگر کوئی کہے کہ غیر منصرف میں جر کو نصب کے کیوں تابع کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آئندہ بحث غیر منصرف میں آئے گا کہ اس کو فعل کے ساتھ مشابہت ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لہذا اس پر بھی کسرہ اور تنوین نہ آئیں گے پس جر کو نصب کے تابع کیا تاکہ اس پر کسرہ نہ آئے ۱۲
ؔ قولہ اخوک الخ یہاں سے مصنف رحمہ اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چھ اسم ایسے ہیں کہ انکی اضافت جب یاء متکلم کے سوا کسی اور کیطرف ہو تو ان کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ اور حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور حالت جری میں یاء کی ساتھ ہوتا ہے جیسے جاءنی ابوک و رأیت اباک و مررت بابیک مگر ان اسماء ستہ کا یہ اعراب اس وقت ہوگا جب کہ وہ مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں۔ موحدہ ہوں مثنی اور مجموع نہ ہوں مضاف ہوں غیر مضاف نہ ہوں اور اضافت بھی یاء متکلم کے سوا کسی اور کی طرف ہو لیکن اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب یہ چھ اسم مفرد ہیں تو ان کا اعراب بالحرکت ہونا چاہئے تھا اعراب بالحرف کیوں دیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ مفرد اور تثنیہ اور جمع کے درمیان اتحاد ذاتی ہے اس لئے کہ تثنیہ اور جمع مفرد ہی سے بنائے جاتے ہیں۔ پس اگر ہر مفرد کو اعراب بالحرکت اور تثنیہ اور جمع کو اعراب بالحروف دیں تو اس صورت میں مفرد اور تثنیہ اور جمع کے مابین از روئے اعراب کے منافرت تامہ اور وحشت بے اندازہ

فائدہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ان چھ اسموں پر اعراب بحرف آنے کیلئے چار شرطیں ہیں (۱) مکبرہ ہونا (۲) موحدہ ہونا (۳) مضاف ہونا (۴) غیر یاء متکلم کی طرف مضاف نہ ہونا مصنف رحمہ نے ان چار شرطوں میں سے صرف دو شرطوں کو بیان کیا ہے یعنی غیر یاء متکلم کیطرف مضاف ہونے کو اور باقی دوسری شرطوں یعنی مکبرہ موحدہ ہونے کو بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں شرطیں مثالوں سے بخوبی سمجھ میں آتی ہیں بخلاف پہلی دو شرطوں کے کہ وہ مثالوں سے واضح نہ تھیں۔ پس ان کو بیان کر دیا اور وجہ ان کے واضح نہ ہونے کی یہ ہے کہ اکثر مثالوں میں کاف خطاب کیطرف اضافت ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس اضافت سے کیا مراد ہے عام اضافت یا خاص اگر خاص مراد ہے یعنی کاف خطاب کی طرف اضافت تو یہ مقصود مصنف کے خلاف ہے اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ یاء متکلم کیطرف مضاف نہ ہو ۱۲ عام اس سے کہ وہ اضافت کاف خطاب کیطرف ہو یا اس کے غیر کیطرف اور عام مراد ہے تو یہ بھی خلاف

تو معنی میں جمع کے ہے اور من غیر لفظہ جمع ذو کی ہے صورت اور حقیقت کے اعتبار سے وہ جمع نہیں اور عشرون تا تسعون صورت میں جمع کے ہیں نہ معنیً جمع ہیں اور نہ حقیقۃً۔ معنیً جمع اس لئے نہیں کہ جمع معنوی کیلئے ضروری ہے کہ وہ افراد غیر معین پر دلالت کرے اور عشرون تا تسعون بلا زیادت و نقصان افراد معین پر دلالت کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عشرون اور اس کے نظائر معنیً جمع نہیں ہیں۔ اور جمع حقیقی اس لئے نہیں کہ جمع حقیقی وہ ہے جس کے مفرد میں واو نون لاحق کر کے بنایا گیا ہو۔ اور یہاں عشرون اور اس کے نظائر میں کوئی مفرد نہیں جس کے آخر میں واو نون لاحق کر کے بنایا گیا ہو اور اگر کوئی کہے کہ ان سب کا مفرد علیحدہ علیحدہ ہے جس کے آخر میں واو نون زیادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً عشرون کا مفرد عشر اور ثلاثون کا ثلاثہ ہے اور علیٰ ہذا القیاس دیگر اسماء کہ ان کا بھی اسی طرح ایک مفرد ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ سب جمع حقیقۃً ہیں۔ جواب یہ ہے کہ عشرون کو عشر کی اور ثلاثون کو ثلاثہ کی جمع کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ اقل افراد جمع تین ہیں۔ پس اگر عشرون مثلاً عشر کی جمع ہو تو ضروری ہے کہ اس کا اطلاق تین مقدار عشر سے کم پر نہ کیا جائے اور تین عشر ثلاثون ہوتی ہیں۔ پس عشرون کا اطلاق ثلاثون پر کیا جائے گا۔ اور یہ بدیہی البطلان ہے اور یہ ہی حال عشرون کے دیگر نظائر کا ہے پس لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ عشرون اور اس کے نظائر جمع حقیقی نہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ تثنیہ اور جمع اور ان کے ملحقات میں نصب کو جر کے کیوں تابع کیا گیا ہے تو کہا جائے گا کہ اعراب کل چھ ہیں تین بالحرکت اور تین بالحرف اور مستحقین نو ہیں کیونکہ تین تو مفرد کی حالتیں ہیں اور تین تثنیہ کی اور تین جمع کی اور ہر حالت کے لئے ایک اعراب کی ضرورت ہے پس مستحقین نو اور اعراب کل چھ ہیں اور ہمیں ان چھ کو نو پر تقسیم کرنا ہے پس سب سے پہلے ہمنے مفرد کو اعراب بالحرکت دیا اس لئے کہ وہ اصل اور اصل کی تئے اصل اعراب سزاوار ہے اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ اعراب کل تین اور حالتیں چھ ہیں تین تثنیہ کی اور تین جمع کی پس ضرورت ہے کہ ایسی تقسیم کیجائے کہ یہ تین اعراب تثنیہ اور جمع کی سب حالتوں پر مساوی طور پر تقسیم ہو جائیں پس اول تثنیہ اور جمع کی حالت رفعی پر نظر کیگئی۔ اس لئے کہ وہ تمام حالات میں عمدہ ہے پس الف کو تثنیہ کی حالت رفعی کیلئے اور واو کو جمع کی حالت کیلئے خاص کیا۔ اس لئے کہ تثنیہ میں الف اور جمع میں واؤ فاعل کی علامت ہے اب ایک اعراب اور چار حالتیں باقی ہیں۔ پس ہمنے اس ایک اعراب کو ان چار حالتوں پر اسطرح تقسیم کیا کہ تثنیہ اور جمع کی حالت جری میں یار لائے اور نصب کو جر کے تابع کیا اور مابین تثنیہ اور جمع کے اسطرح پر فرق کیا کہ تثنیہ میں یار کے ماقبل کو مفتوح اور جمع میں یار کے ماقبل کو مکسور کیا اور برعکس نہیں کیا اس لئے کہ جمع قلیل ہے اور قلیل بمنزلہ خفیف کے ہے اور اس کے مناسب ثقیل ہے پس جمع میں ماقبل یار کو کسرہ دیا اس لئے کہ وہ ثقیل ہے اور تثنیہ چونکہ بہ نسبت جمع کے کثیر ہے اور کثرت مورث ثقل ہے لہذا اس میں ماقبل یار کو فتحہ دیا جو کہ اخف الحرکات ہے اس کے بعد نون جمع کو مفتوح اور نون

سلہ المثنیٰ وکلا مضافاً الی مضمر واثنان واثنتان بالالف والیاء جمع المذکر السالم واولو وعشرون

مبتدا ۱۲ — صفت ۱۲ — جمع ذو من غیر لفظہ ۱۲

واخواتها بالواو والیاء

ای نظائرہا ۱۲

سلہ قولہ المثنیٰ الخ مثنی اور ملحقات مثنی کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفعی میں الف اور حالت نصبی اور جری میں یار ماقبل مفتوح ہوتی ہے ملحقات مثنی یہ ہیں کلا اور کلتا بشرطیکہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں اور اثنان واثنتان اور چونکہ کلا وکلتا کو تثنیہ کی ساتھ معنیً مشابہت ہے لفظاً و حقیقۃً کے اعتبار سے وہ مفرد ہیں لہذا مصنف رح نے کلا میں معرب باعراب تثنیہ ہونے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ضمیر کیطرف مضاف ہو۔ اس لئے کہ کلا کو اضافت لازم ہے اور اس میں دو اعتبار ہیں باعتبار معنی کے تثنیہ اور باعتبار لفظ اور حقیقت کے وہ مفرد ہے پس جب اسکی اضافت ضمیر کیطرف ہوگی جو کہ اسم ظاہر کی فرع ہے تو اس وقت جانب فرع یعنی معنی کی رعایت ہوگی اور اعراب بالفرع یعنی اعراب بالحروف دیا جائے گا جیسے جاءنی کلاهما ورأیت کلیهما ومررت بکلیهما۔ اور جب اسکی اضافت اسم ظاہر کیطرف ہو تو چونکہ ظاہر نسبت اسم مضمر کے اصل ہے لہذا اس صورت میں کلا کے لفظ کی رعایت ہوگی جو کہ اصل ہے اور اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا جیسے جاءنی کلا الرجلین ورأیت کلا الرجلین ومررت بکلا الرجلین پھر یہ حکم ہر چند کہ کلا اور کلتا دونوں کا ہے مگر چونکہ کلتا کلا کا تابع وملحق ہے اس لئے مصنف نے اسکو ذکر نہیں کیا اور متبوع یعنی کلا کے ذکر پر اکتفا کی بخلاف اثنان واثنتان کے کہ وہ دونوں دو مستقل وزن ہیں لہذا ان دونوں کو ذکر کیا پھر اثنان واثنتان کو صورت اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے مفرد ہیں اس لئے کہ مثنی حقیقی وہ ہے کہ جس کے مفرد کے آخر میں الف ونون لاحق کیا گیا ہو پس چونکہ ان کا کوئی مفرد نہیں لہذا یہ مثنی حقیقی نہیں ہو سکتے۔ بہرحال تثنیہ کی تین قسمیں ہیں حقیقی جیسے رجلان صوری جیسے اثنان واثنتان معنوی جیسے کلا وکلتا۔ سلہ قولہ جمع المذکر السالم الخ یعنی جمع مذکر سالم اور ان کے ملحقات کا اعراب حالت رفعی میں واو کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یار ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتا ہے۔ ملحقات جمع مذکر سالم یہ ہیں اولو اور عشرون تا تسعون ان میں اولو

[illegible]

عصًا اور غلامی کا تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے۔ بخلاف قاضٍ اور مسلمی کے کہ یہاں اعراب تقدیری بعض حالات کے ساتھ مقید ہے
شلاً قاضٍ میں حالت رفعی اور جری میں اعراب تقدیری ہوتا ہے حالت نصبی میں نہیں ہوتا۔ اور مسلمی میں فقط حالت رفعی میں اعراب
تقدیری ہوتا ہے ۳ے قولہ کقاضٍ۔ قاضٍ سے مراد ہر وہ اسم متمکن ہے جس کے آخر میں یار ماقبل مکسور ہو خواہ وہ یار التقائے ساکنین کی وجہ
سے محذوف ہو گئی ہو جیسے قاضٍ یا محذوف نہ ہوئی ہو جیسے القاضی۔ پس ایسے اسم کا اعراب حالت رفعی اور جری میں تقدیری ہوتا ہے
اس لئے کہ ضمہ اور کسرہ یار پر ثقیل ہیں بخلاف حالت نصبی کے کہ اس میں یار پر فتحہ آتا ہے اور وہ ثقیل نہیں جیسے جاءنی القاضی و

التقدیرُ فیما تعذّر کعصاً و غلامی مُطلقاً

ای تقدیر الاعراب ۱۲ — مصدر ای اطلق اطلاقاً او حال عن غلامی ۱۲

او استثقل کقاضٍ رفعاً و جرّاً و نحو مُسلِمیّ رفعاً

واللفظی فیما عداہ

لہ قولہ التقدیر الخ یہاں سے مصنف رح اعراب لفظی اور اعراب تقدیری کا بیان کرتے ہیں اعراب تقدیری کی صورتیں کم ہیں اس لئے اعلاً اس کا ذکر کیا تاکہ بسہولت اختصار کے ساتھ معلوم ہو۔ کہ ماسوا اعراب تقدیری کے اعراب لفظی کی صورتیں ہیں۔ پھر اعراب تقدیری کے دو محل ہیں (۱) اس معرب میں آتا ہے کہ جہاں اعراب لفظی کا آنا متعذر اور محال ہے (۲) اس جگہ آتا ہے کہ جہاں اعراب لفظی کا ظاہر ہونا ثقیل ہے۔ اعراب لفظی کے متعذر اور محال ہونے کی یہ صورت ہے کہ اسم معرب کا آخری حرف جو کہ اعراب کا محل ہے حرکت اعرابی کو قبول نہ کر سکے جیسے عصًا اور غلامی اور اعراب لفظی کے ثقیل ہونے کی یہ صورت ہے کہ اسم معرب کا حرف اخیر اگرچہ حرکت اعرابی کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر زبان پر اس کا تلفظ دشوار ہو جیساکہ قاضٍ کا اعراب حالت رفعی اور جری میں ثقیل ہے ۱۲ ۲ے قولہ مطلقاً یہ باعتبار ترکیب کے یا تو مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا۔ ای اُطلق مطلقاً۔ اور اسوقت مطلقاً مصدر میمی ہے اور یا یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور باعتبار ترکیب کے عصًا اور غلامی سے یا صرف غلامی سے حال واقع ہے پس اس جملہ کا تعلق یا تو فقط غلامی کے ساتھ ہوگا یا عصا اور غلامی دونوں کے ساتھ۔ اگر صرف غلامی کے ساتھ ہو تو اس وقت میں مصنف کا مقصد اس سے ان بعض نحات کے مذہب کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ غلامی پر کسرہ حالت جری میں بطور اعراب لفظی کے ہے اور وجہ رد کی یہ ہے کہ کسرہ غلامی پر عامل کے آنے سے پہلے آیا ہے اور بعد زوال عامل کے باقی رہتا ہے لہٰذا وہ حرکت اعرابیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حرکت اعرابیہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ بعد داخل ہونے عامل کے داخل ہو اور بعد زوال عامل کے زائل ہو جائے ورنہ لازم آئے گا کہ مررت بزید میں بعد زوال عامل کے دال کا کسرہ باقی رہے اور اس کا کوئی قائل نہیں اور بر تقدیر ثانی جب کہ اس کا تعلق عصًا اور غلامی دونوں کی ساتھ ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ اعراب

قاضٍ و رأیت القاضی و قاضیاً و مررت
بالقاضی و قاضٍ ۱۲ ۵ے قولہ
و نحو مسلمی۔ اس سے مراد ہر وہ
جمع مذکر سالم ہے جو کہ یار متکلم کی طرف
مضاف ہو پس ایسے اسم کا اعراب
حالت رفعی میں تقدیری ہوتا ہے
نہ کہ حالت نصبی اور جری میں اس لئے
کہ حالت رفعی میں یہاں واؤ تھا
جو یار سے بدل گیا جیسے جاءنی مسلمی
کہ اصل میں (مسلمون ی) تھا نون
کو اضافت کی وجہ سے گرا دیا مسلموی
ہوا پھر واؤ اور یار دونوں ایک جگہ
جمع ہوئے اور پہلا ساکن ہے لہٰذا
بقاعدہ سیود واؤ کو یار سے بدل لیا
اور ماقبل یار ضمہ نون کو کسرہ سے
اور یار کا یار میں ادغام کر دیا مسلمی
ہوا بخلاف نصبی اور جری کے کہ وہ
یار کی ساتھ ہے اور یار موجود ہے
تبدیل نہیں ہوئی جیسے جاءنی مسلمی
ورأیت مسلمی و مررت بمسلمی
حالت نصبی اور جری میں (مسلمین ی)
تھا نون کو اضافت کی وجہ سے گرا دیا
اس کے بعد یا کو یا میں ادغام کیا
اب یہاں پر مصنف کی اس عبارت
میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے
کہ انہوں نے مثالوں کے
بیان کرتے وقت جس طرح
غلامی کا عصا پر عطف کیا
اس طرح مسلمی کا قاضٍ پر عطف
نہ کیا۔ بلکہ یہاں لفظ نحو کو زیادہ
کر کے اس کا عطف مجموعہ کقاضٍ
پر کیا۔ جس سے اختصار فوت ہو کر
اطناب ہو جاتا ہے اور جواب یہ ہے

کہ قسم ثانی میں لفظ نحو کو زیادہ کر کے اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تعذر اعراب فقط اعراب بالحرکت میں ہوتا ہے اور استثقال
کبھی اعراب بالحرکت میں ہوتا ہے اور کبھی اعراب بالحرف میں پس اگر مصنف مسلمی کا بدون لفظ نحو کے اضافہ کئے قاضٍ پر عطف کر دیتے
تو یہ اشارہ نہ ہوتا ۱۲ ۶ے قولہ واللفظی فیما عداہ الخ یعنی اس مذکور کے ماسوا میں اعراب لفظی ہوتا ہے۔ پس اس تقدیر پر جب کہ فیما عداہ
کی ضمیر کو مذکور کی طرف راجع کیا جائے گا معنی بھی صحیح ہو جائیں گے اور ضمیر اور مرجع میں عدم مطابقت کا شبہ بھی جاتا رہیگا ۱۲ ۔

زائدۃ کی ضمیر مستتر سے حال واقع ہے اسوقت دونوں حال احوال متداخلہ سے ہوں گے اور یہ معنی ہوں گے وتمنع النون الصرف حال کونہا زائدۃ حال کون الالف قبلہا ثابتۃ۔ لیکن یہ دونوں ترکیبیں ناقص ہیں کیونکہ ان دونوں صورتوں میں الف نون دونوں کی زیادتی نہیں سمجھی جاتی بلکہ صرف نون کا زائد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور الف کا اس سے پہلے ثابت ہونا۔ پس صحیح ترکیب یہ ہے کہ الف کو زائدۃ کا فاعل کہیں اور من قبلہا کو اس کے متعلق کریں۔ پس اس وقت اس کلام کے یہ معنی ہوں گے وتمنع النون الصرف حال کون الالف زائدۃ من قبلہا۔ یعنی نون منع کرتا ہے صرف کو اس حال میں کہ اس سے پہلے الف زیادہ ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں الف و نون دونوں کی زیادتی معلوم ہوگی۔ الف کی زیادتی تو ازروئے مطابقت کے اور

نون کی زیادتی باعتبار محاورہ عرب کے اسلئے کہ اہل عرب کہتے ہیں جاء زید راکبًا من قبلہ اخوہ اور محاورہ میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ زید اور اس کا بھائی وصف رکوب میں شریک ہیں اور دونوں میں سے سوار ہوکر پہلے زید کا بھائی آیا غرض محاورہ عرب کے موافق اس ترکیب پر الف و نون دونوں کا وصف زیادت میں شریک ہوتا اور الف کا نون سے پہلے زائد ہونا سمجھ میں آتا ہے پھر نون سے قبل الف کا زائد ہونا قبلیت مکانی کیساتھ ہے نہ کہ قبلیت زمانی کی ساتھ ۱۲ ۱۳ قولہ ہذا القول الخ باعتبار ترکیب کے ہذا القول مبتدا، اور تقریب خبر ہے اور چونکہ خبر کا مبتدا پر حمل ہوتا ہے لہذا اس خبر کا بھی مبتدا پر حمل ہوگا۔ حالانکہ حمل جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں مصدر کا حمل ذات پر لازم آتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں تقریب معنی میں تقریبی کے ہے یا نسبت کو حذف کر دیا گیا اور یہ حذف علماء کے نزدیک شائع و ذائع ہے پس اسوقت کلام کے یہ معنی ہیں کہ منع صرف کے نو اسباب میں سے ہر ایک کو علت کہنا قول تحقیقی نہیں بلکہ تقریبی یعنی مجازی ہے اس لئے کہ حقیقت میں علت وہ ہے جس کے وجود سے معلول موجود ہو جائے اور یہاں ایک سبب سے غیر منصرف کا وجود نہیں ہوتا۔ دوسرے اصل اعتراض کے جواب میں یہ کہنا بھی درست ہے کہ تقریب بمعنی مقرب اسم فاعل ہے پس اسوقت یا تو یہ معنی ہیں کہ منع صرف کے اسباب تسعہ کا بصورت نظم بیان کرنا مقرب الی الحفظ ہے اس لئے کہ نظم عموماً طبائع انسانی کو مرغوب ہوتی ہے اور یا یہ معنی ہیں کہ منع صرف کے اسباب کو نو بیان کرنا مقرب الی الصواب ہے اس لئے کہ عدد منع صرف میں خلاف ہے بعض منع صرف کے اسباب گیارہ بتاتے ہیں نو تو وہ جو اوپر مذکور ہوئے اور دو سبب یہ ہیں ایک الفین تانیث کی مشابہت جیسے ارطی وغیرہ دوسرے تنکیر کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کرنا اور بعض کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف کے کل دو ہیں ایک ترکیب دوسرے

۱۱ قولہ معدیکرب۔ یہ ایک شخص کا نام ہے اور ترکیب کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں علمیت ہے

غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ مَا فِيْهِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسْعٍ اَوْ وَاحِدَةٌ مِنْهَا تَقُوْمُ مَقَامَهُمَا وَهِيَ شِعْرٌ عَدْلٌ وَوَصْفٌ وَتَانِيْثٌ وَمَعْرِفَةٌ وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيْبٌ + وَالنُّوْنُ زَائِدَةٌ مِنْ قَبْلِهَا اَلِفٌ + وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِيْبٌ + مِثْلُ عُمَرَ وَاَحْمَرَ وَطَلْحَةَ وَزَيْنَبَ وَاِبْرَاهِيْمَ وَمَسَاجِدَ وَمَعْدِيْكَرِبَ وَعِمْرَانَ وَاَحْمَدَ

۱ قولہ غیر المنصرف الخ یعنی غیر منصرف وہ اسم معرب ہے کہ جس میں نو اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائیں جائیں یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے یہاں غیر منصرف کی تعریف میں ما موصولہ ہے اور اس سے مراد اسم معرب ہے کیونکہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے غرض جب کسی اسم معرب میں نو اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں اور انکی شرائط موجود ہوں یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے تو اس وقت اس پر ایک خاص اثر مرتب ہوگا یعنی کسرہ اور تنوین نہیں آئیں گے جیساکہ عنقریب معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ ۱۲ ۲ قولہ وہی الخ ضمیر ہی علل تسعہ کیطرف راجع ہے اور ترکیب میں مبتدا ہے اور عدل و وصف الخ اسکی خبر ہے اس ترکیب میں عطف حکم پر مقدم ہے اور یہ معنی ہیں کہ۔ ہی ای العلل التسعۃ مجموع ما فی ہذین البیتین حکم عطف پر مقدم نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ تنہا عدل کو علل تسعہ کہا جائے اور یہ بالبداہتہ باطل ہے اور اگر کوئی کہے کہ حروف عاطفہ میں سے ثم ترتیب مع التراخی کیلئے آتا ہے لہذا پہلے شعر میں ثم لانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عجمہ کی سببیت جمع پر مہلت کی ساتھ مقدم ہے جواب یہ ہے کہ یہاں ثم وزن شعری کی محافظت کیلئے لایا گیا ہے اور مجازاً معنی میں واؤ عاطفہ کے ہے جو کہ مطلق جمع کیلئے ہے ۱۲ ۳ قولہ والنون الخ یعنی نون منع کرتا ہے صرف کو درآنحالیکہ الف بھی اس سے قبل زائد ہو (ترکیب) النون سے پہلے تمنع فعل مقدر ہے اور النون اس کا فاعل ہے اور زائدۃ اس سے حال واقع ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے وتمنع النون الصرف حال کونہا زائدۃ من قبلہا الف۔ اس تقدیر پر لفظ من قبلہا ثابت یا کائن کے متعلق ہوکر خبر مقدم اور الف مبتدا مؤخر ہوگا۔ اور جملہ اسمیہ ذوالحال سابق سے محل حال میں واقع ہوگا۔ اور چونکہ اس صورت میں دو حال ایک ذوالحال سے واقع ہیں لہذا یہ احوال مترادفہ سے ہوں گے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جملہ اسمیہ

حکایت مگر زیادہ تر نحوی اس کے قائل ہیں کہ اسباب منع صرف کے نو ہیں۔ پس اس اختلاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تمام اقوال میں سے علل تسعہ کا قول اقرب الی الصواب ہے اس لئے کہ یہ متوسط قول ہے اور خیر الامور اوسطہا ۱۲ ۵ قولہ مثل عمر الخ عدل کی مثال ہے کہ عامر سے معدول فرض کیا گیا ہے اور دوسرا سبب اس میں علمیت ہے ۱۲ ۶ قولہ احمر۔ یہ وصف کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں وزن فعل ہے ۱۲ ۷ قولہ طلحۃ۔ یہ تانیث کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں علمیت ہے ۸ قولہ زینب۔ یہ معرفہ کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں تانیث ہے یہاں طلحۃ

۱۲ قولہ عمران یہ الف نون زائدتان کی مثال اور دوسرا سبب اسمیں علمیت ہے ۱۲ ۱۳ قولہ احمد یہ وزن فعل کی مثال ہے اور دوسرا سبب اسمیں علمیت ہے ۱۲

کہ اصل ہر نوع میں یہ ہے کہ اس میں وہ وزن نہ پایا جائے جو کہ دوسری نوع کی ساتھ مختص ہے۔ پس جب کہ غیر منصرف میں دو سبب پائے جاتے ہیں اور ہر سبب دوسری شئی کی فرع ہے لہذا اس میں دو فرعیں موجود ہیں اور اس اعتبار سے اس کی فعل کے ساتھ مشابہت ہے اور جس طرح فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے غیر منصرف پر بھی یہ دونوں داخل نہ ہوں گے ۱۲ ؎ قولہٗ ویجوز صرفہ الخ یعنی غیر منصرف کو بوجہ ضرورت شعری کے حکم میں منصرف کے کرنا جائز ہے ممتنع نہیں نیز یہ جائز ہے کہ غیر منصرف کو اس کے پاس والے اسم منصرف کی مناسبت سے منصرف کر دیں۔ ضرورت شعری کی تین قسمیں ہیں اول فساد وزن۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ اسم غیر منصرف شعر میں اس طرح واقع ہو کہ اس کے غیر منصرف پڑھنے میں تقطیع درست نہ ہو۔ اور وزن شعر کا فاسد ہو جائے جیسے ؎ صبت علی مصائب لو انہا۔ صبت علی الایام صرن لیالیا۔ پس یہاں مصائب پر اگر تنوین نہ پڑھیں تو تقطیع درست نہیں ہوتی۔ اور وزن شعری فاسد ہو جاتا ہے۔ دوسرے ضرورت قافیہ جیسے ؎ سلام علی خیر الانام و سید۔ حبیب اللہ العالمین محمد بشیر نذیر ہاشمی مکرم۔ عطوف رؤف من یسم باحمد پس یہاں احمد کی دال پر اگر فتحہ پڑھیں تو قافیہ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ تیسرے زحاف۔ یعنی سلاست کا نہ رہنا جیسے اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہٗ۔ ہو المسک ما کررتہ یتضوع۔ پس یہاں اس شعر میں اگر نعمان کے نون کو کسرہ نہ دیں تو گو وزن درست ہو جائے گا مگر سلاست باقی نہیں رہیگی۔ تناسب کی مثال سلاسلاً و اغلالاً ہے۔ یہاں سلاسلا کو اغلالاً کی مناسبت سے حکم میں منصرف کے کر دیا۔ اور اس پر تنوین داخل ہوئی اب اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ سلاسلاً اور اغلالاً میں کیا مناسبت ہے تو کہا جائیگا کہ دونوں میں مناسبت لفظی بھی ہے اور معنوی بھی مناسبت لفظی تو یہ ہے کہ دونوں اکثر جگہ ایک ساتھ مذکور ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ انا اعتدنا للکافرین سلاسلاً و اغلالاً۔ اور مناسبت معنوی یہ ہے کہ سلاسل جمع سلسلہ کی بمعنی زنجیر اور اغلال جمع غل کی بمعنی طوق۔ زنجیر اور طوق کے درمیان مناسبت ظاہر ہے ۱۲ ؎ قولہٗ و ما یقوم مقامہما الخ یعنی وہ سبب جو اکیلا دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے وہ جمع منتہی الجموع کا وزن اور تاء تانیث کے دو الف ممدودہ اور مقصورہ ہیں ان میں سے جمع منتہی الجموع دو سببوں کی قائم مقام اس لئے ہے کہ اس جمع میں تکرار ہوتا ہے کبھی تو حقیقۃً جیسے اکالب و اساور کہ اول الذکر الکلب کی جمع اور وہ جمع کلب کی ہے اور مؤخر الذکر جمع اسورۃ کی ہے اور وہ جمع ہے سوار کی اور کبھی حکماً جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ جمع صورت میں اس جمع کے ہے جس میں حقیقۃً تکرار پایا جاتا ہے جیسے مساجد بروزن اکالب اور جب ثابت ہو گیا کہ جمع منتہی الجموع میں تکرار پایا جاتا ہے حقیقۃً یا حکماً تو اب وہ اپنے اس قوۃ تکرار کی وجہ سے قائم مقام دو سبب کے ہو جائے گی باقی رہا تانیث کے دو الف ممدودہ اور مقصورہ سو وہ قائم مقام دو سبب کے اس لئے ہیں کہ یہ دونوں از روئے وضع کے کلمہ کو لازم ہیں یہاں تک کہ اپنے مدخول سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس وہ دونوں اس اپنے لزوم کی وجہ سے بمنزلہ تانیث آخر کے ہیں اور گویا ان میں تانیث مکرر ہے لہذا یہ اکیلا سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو جائیگا۔ بخلاف تاء تانیث کے کہ وہ من حیث الوضع کلمہ کو لازم نہیں اور اگر علمیت کی وجہ سے اس کا لزوم ہو بھی جائے تو یہ لزوم عارضی ہو گا جو لزوم وضعی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس جو حکم کہ لزوم وضعی کا ہے وہ اس کے لئے

وَحُکْمُہٗ اَنْ لَا کَسْرَۃَ وَلَا تَنْوِیْنَ وَیَجُوْزُ صَرْفُہٗ لِلضَّرُوْرَۃِ اَوْ لِلتَّنَاسُبِ مِثْلُ سَلَاسِلًا وَّ اَغْلَالًا وَمَا یَقُوْمُ مَقَامَہُمَا اَلْجَمْعُ وَاَلِفَا التَّانِیْثِ

ای حکم غیر منصرف ۱۲ — مبتدا ۱۲ — ای منتہی الجموع ۱۲ — المقصورۃ والممدودۃ ۱۲

؎ قولہٗ وحکمہ الخ یعنی اسم غیر منصرف پر باعتبار وجود دو سبب یا ایک سبب کے جو کہ قائم مقام دو سببوں کے ہے یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے اس لئے کہ غیر منصرف فعل کیساتھ مشابہت رکھتا ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لہذا غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آئیں گے۔
اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جو اسم کہ فعل کی ساتھ مشابہت رکھتے ہیں ان کے احوال مختلف ہیں بعض تو عامل اور مبنی ہوتے ہیں اور بعض صرف عامل۔ پس کیا وجہ ہے کہ غیر منصرف باوجودیکہ فعل کے مشابہ ہے مگر وہ نہ تو عامل ہے اور نہ مبنی۔ جواب یہ ہے کہ اسم کی فعل کے ساتھ مشابہت رکھنے کی تین صورتیں ہیں اعلیٰ ادنیٰ متوسط۔ جب اسم کی مشابہت فعل کی ساتھ تامہ ہو تو اسوقت اس اسم کو عامل بھی کرتے ہیں اور مبنی بھی جیسے اسماء افعال ہیہات روید وغیرہ کہ اقتران بالزمان اور معنی مصدری میں فعل کے مشارک ہیں۔ لہذا اس مشابہت تامہ کیوجہ سے وہ عامل بھی ہیں اور مبنی بھی اور جب اسم کی مشابہت فعل کی ساتھ متوسط ہو یعنی وہ فعل کے ساتھ صرف معنی مصدری میں شریک ہو تو وہ اس صورت میں عامل ہوتا ہے جیسے اسم فاعل اسم مفعول مصدر وغیرہ اور جب اسم فعل کی ساتھ ادنی مشابہت رکھتا ہو جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ نہ تو اقتران بالزمان میں فعل کے شریک ہے اور نہ معنی مصدری میں تو ایسے اسم کو نہ عامل کرتے ہیں اور نہ مبنی بلکہ خصائص فعل میں اس کو فعل کا شریک کر دیتے جیسے غیر منصرف کہ اس کی مشابہت فعل کیساتھ کونہ ہولادونوں باتوں میں سے کسی بات میں نہیں بلکہ دو فرع ہونے میں وہ فعل کے مشابہ ہے یعنی جس طرح فعل میں دو فرعیں پائی جاتی ہیں کہ ایک تو وہ مصدر سے مشتق ہے اور مشتق مشتق منہ کی فرع ہوتا ہے دوسرے وہ فاعل کا محتاج ہے اور محتاج محتاج الیہ کی فرع ہوتا ہے اسی طرح غیر منصرف میں بھی دو فرعیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جاتے ہیں اور ہر سبب دوسری شئی کی فرع ہے مثلاً عدل معدول عنہ کی فرع ہے اور وصف موصوف کی اور تانیث تذکیر کی فرع ہے اس لئے کہ مذکر پر تاء تانیث کو داخل کر کے مؤنث بناتے ہیں۔ اور تعریف تنکیر کی فرع ہے اس لئے کہ نکرہ پر الف لام زیادہ کر کے معرفہ بناتے ہیں اور کلام عرب میں عجمہ کلام عربی کی فرع ہے اس لئے کہ اصل ہر زبان کی یہ ہے کہ اس زبان کی ساتھ دوسری زبان کا لفظ مخلوط نہ ہو اور جمع واحد کی فرع ہے اور ترکیب فرع ہے افراد کی اور الف نون مزیدہ میں فرع ہے مزید علیہ کی اور وزن فعل وزن اسم کی فرع ہے اس لئے

شی کے اخراج سے اس لئے کہ اخراج بدون خروج کے متحقق نہیں ہوتا۔ پس جب خروج کی دو صورتیں ہیں تو اب خروج بالمعنی الاول اخراج کے
مبائن ہے نہ کہ بالمعنی الثانی بلکہ وہ اخراج کو لازم ہے پس خروج کی تفسیر کون الشئ مخرجًا باعتبار معنی ثانی کے درست ہے اور اگر کوئی کہے کہ مصنف
نے عدل کی تعریف میں خروجہ عن صیغتہ الاصلیۃ کہا ہے۔ صیغہ صورت کو کہتے ہیں اور اسم مادہ اور صورت دونوں کا نام ہے۔ پس اس کلام سے
یہ لازم آتا ہے کہ کلمہ یعنی اسم اپنے ایک جزء یعنی صورت سے خارج ہو اور یہ باطل ہے جواب یہ ہے کہ یہاں اسم سے مراد فقط مادہ ہے مادہ
اور صورت دونوں کا مجموعہ نہیں کہ کل کا خروج اس کے جزء سے لازم آئے بہرحال عدل وہ ہے کہ اسم اپنے اصلی وزن سے

فالعدلُ خروجُ عن صیغتہِ الاصلیۃِ تحقیقًا

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — ای خروج الاسم ۱۲ — صفت صیغہ ۱۲

کثلٰث ومثلث واُخر وجُمَعَ او تقدیرًا کعُمَرَ

ای قدرًا — ای مقدرًا

ــه قوله فالعدل الخ یہاں پر فاء عدل اور اخوات عدل کی تفسیر کیلئے ہے بس بعض سبب میں تو نفس مفہوم سبب کی تفسیر ہے جیسے عدل میں اور بعض میں شرط تاثیر سبب کی تفسیر ہے جیسے تانیث بالتاء اور صفت وغیرہ میں پھر جانو کہ عدل کی تعریف مذکور پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ عدل متعدی ہے اور اخراج کا مرادف ہے پس جس طرح پر اخراج متکلم کی صفت ہے عدل بھی اس کی صفت ہوگا حالانکہ جتنے منع صرف کے اسباب ہیں وہ سب اسم کی صفت ہیں جواب یہ ہے کہ یہاں عدل مصدر مبنی للمفعول ہے۔ ای کون الاسم معدولًا اور یہ اسم کی صفت ہے متکلم کی نہیں پس اب کوئی اشکال نہیں رہا۔ اور تشریح اس کی یہ ہے کہ مصدر متعدی دو حالی سے خالی نہیں ہے یا تو مبنی للفاعل ہوگا یا مبنی للمفعول اس لئے کہ مصدر معنی حدثی ہے اور وہ بدون انتساب الی الفاعل یا الی المفعول کے متصور نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ حدث ایک امر اضافی انتزاعی ہے جو فاعل کیساتھ اس اعتبار سے قائم ہے کہ اس سے حادث ہوا ہے اور مفعول کیساتھ اس حیثیت سے قائم ہے کہ فاعل سے صادر ہو کر اس پر واقع ہوا ہے مثلاً ضرب جب مبنی للفاعل ہوگا تو اس کے معنی کون الشئ ضاربًا کے اور جب مبنی للمفعول ہوگا تو اس کے معنی کون الشئ مضروبًا کے ہوں گے علیٰ ہذا القیاس جب عدل مصدر مبنی للمفعول ہوگا تو اس کے معنی کون الاسم معدولًا کے ہوں گے اور وہ اسم کی صفت ہوگا نہ کہ متکلم کی اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس تعریف میں عدل معرف بالفتح اور خروجہ معرف بالکسر ہے اور چونکہ معرف بالکسر کا معرف بالفتح پر حمل ضروری ہے لہٰذا یہاں پر بھی اس معرِّف کا معرَّف پر حمل ضروری ہوگا حالانکہ اس جگہ خروجہ معرف کا عدل معرَّف پر نہیں ہو سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عدل متعدی اور خروج لازم ہے لازم کا متعدی پر حمل نہیں ہو سکتا جواب یہ ہے کہ خروج معنی میں کون الاسم مخرجًا کے ہے پس حمل صحیح ہو جائے گا اور اگر کوئی کہے کہ خروج لازم ہے اور مخرج متعدی ہے لازم کی تفسیر متعدی کے ساتھ صحیح نہیں یہ تفسیر الشئ بالمبائن ہے جو کہ جائز نہیں ہاں اگر مصنف رح بجائے خروجہ کے اخراجہ کہتا اور یہ تفسیر کیجاتی کہ کون الاسم مخرجًا تو مضائقہ نہ تھا اسوقت تفسیر الشئ بالمثل ہوتی اور یہ جائز تھا۔ جواب یہ ہے کہ خروج کی دو صورتیں ہیں اس لئے کہ خروج اصل میں کون الشئ خارجًا ہے اور ظاہر ہے کہ کبھی تو خود بخود شئی اپنے اختیار سے خارج ہوتی ہے اور کبھی دوسری

بغیر کسی قانون وقاعدہ صرفی کے تحقیقًا یا تقدیرًا نکالا گیا ہو بشرطیکہ مادہ اور معنی اصلی باقی رہیں اب تم دیکھو جو بیسیوں اعتراضات رفع ہو گئے اور عدل کی تعریف جامع اور مانع ہو گئی تشریح مقام کی یہ ہے کہ مصنف رح نے جب خروج کو صیغہ کے ساتھ مقید کیا تو معلوم ہوا کہ تغیر صرف صیغہ میں ہوگا اور مادہ بدستور باقی رہے گا پس اب وہ اسماء تعریف عدل سے خارج ہو جائیں گے جنہیں مادہ بھی بدل جاتا ہے اور جب صیغہ کو ضمیر کی طرف مضاف کیا تو اس سے مشتقات نکل گئے اس لئے کہ وہ اپنی صورت واہیت سے نہیں نکالے گئے۔ بلکہ مصدر کی ہیئت سے نکلے ہیں اور چونکہ یہاں صیغہ کو اسکی صفت اصلیہ کے ساتھ متصف کیا ہے لہٰذا اس سے مغیرات شاذہ جیسے اقوس وانیب خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ یہ خلاف قیاس قوس اور ناب کی جمع ہیں ورنہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ انکی جمع اقواس اور انیاب آتی۔ اس لئے کہ جو اسم اجوف واوی یا یائی فَعْل کے وزن پر ہو اس کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے جیسے قول اور عین کی جمع اقوال اور اعیان آتی ہے پس اس قاعدہ کے مطابق قوس اور ناب کی جمع اقواس اور انیاب آنی چاہیے تھی۔ اقوس اور انیب بروزن افعل خلاف قیاس آئی اور اگر کوئی یہ کہے کہ اقوس اور انیب اقواس اور انیاب سے معدول ہیں یعنی اول دونوں کی جمع اقواس اور انیاب آئی۔ پھر بعد میں اقوس اور انیب ہو گئی۔ تو کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو ان کو مغیرات شاذہ نہ کہتے۔ پھر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جب کوئی اسم اپنی صورت اصلیہ سے خارج ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ ضمن میں دوسری صورت کے پایا جائے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ یہ دوسری صورت پہلی صورت کا عین

(باقی برصفحہ ۷ ملاحظہ کیجئے)

پس مستعمل بالاضافت سے اس کو معدول نہیں کر سکتے باقی رہا یہ امر کہ یہاں مضاف الیہ کیوں مقدر نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر مضاف الیہ کے لئے تین امروں میں سے ایک امر ضروری ہے یا تو عوض میں مضاف الیہ کے مضاف پر تنوین آتی ہو جیسے یومئذٍ اور یا وہ مبنی ہو جیسے قبل اور بعد اور یا تکرارِ اضافت ہو جیسے تیم تیم عدی۔ پس جب کہ اس جگہ نہ تو مضاف پر عوض میں مضاف الیہ کے تنوین ہے۔ اور نہ وہ مبنی ہے اور نہ تکرار اضافت ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس جگہ مضاف الیہ مقدر نہیں۔ اور نہ وہ مذکور ہے۔ اور جب مضاف الیہ کا پتہ نہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ مستعمل بالاضافت سے معدول نہیں بلکہ مستعمل باللام یعنی الآخر یا مستعمل بمن یعنی اخرمن سے معدول ہے ۱۲ ۵ه قوله جُمَعُ یہ جمع ہے جمعاء کی جو مؤنث ہے اجمع کا۔ اور قاعدہ ہے کہ اگر فعلاء افعل صفت کا مؤنث ہو تو اس کی جمع بروزن فعل آتی ہے جیساکہ حمراء کی جمع حُمْرٌ آتی ہے اور اگر فعلاء اسم ذات ہو تو اس کی جمع فعالی یا فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری۔ یا صحراوات ہے پس اس قاعدہ کے مطابق جمعاء کی جمع بھی یا تو جُمَعٌ ہو گی یا جماعی یا جمعاوات ہو گی۔ اور چونکہ یہاں ان اوزان میں سے کوئی وزن نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک سے معدول ہے ۱۲ ۶ه قوله عُمَر یہ عدل تقدیری مثال ہے۔ اس لئے کہ کلام عرب میں وہ غیر منصرف مستعمل ہوتا ہے۔ اور سوائے غیر منصرف پڑھے جانے کے اس میں دوسرا کوئی سبب موجود نہیں۔ پس دوسرا سبب عدل مان لیا گیا ہے۔ مگر چونکہ عدل کا اعتبار جو اصل یعنی معدول عنہ پر موقوف ہے اور یہاں سوائے غیر منصرف مستعمل ہونے کے اور کوئی دلیل اس کے وجود پر نہیں لہٰذا عُمَر کو عامر سے معدول فرض کیا گیا ہے ۱۲ . . . . .

(بقایا صفحہ ۱۶ یہ ہے)

ہوگی یا غیر اگر عین ہو تو خروج متحقق نہ ہوگا۔ پس لا محالہ کہنا پڑے گا کہ یہ صورت پہلی صورت کے مغائر ہونی چاہیئے۔ پھر چونکہ مغائرت کے یہ معنی ہیں کہ صورت اولیٰ جس طرح پر کسی قانون اور قاعدہ کے ماتحت ہے اس طرح صورت ثانیہ قانون اور قاعدہ کے ماتحت نہ ہو۔ پس اس وقت مغیرات قیاسیہ مثلاً میزان اور ایجل تعریف عدل سے خارج ہو گئے اس لئے کہ صورت اولیٰ جیساکہ قاعدہ صرفی کی تحت میں ہے ایسے ہی صورت ثانیہ بھی قاعدہ کی تحت میں ہے ۲ه قوله تحقیقًا او تقدیرًا۔ اس میں باعتبار ترکیب کے چند احتمال ہیں۔ یا تو یہ نسبت خروج سے جو ضمیر کی طرف ہے تمیز ہوگا۔ یعنی اس نسبت اضافیہ کے ابہام کو دور کرے گا۔ اور یہ معنی ہوں گے کہ خروجہ تحقیقی او تقدیری یا یہ کان محذوف کی خبر ہے اے تحقیقًا کان الخروج او تقدیرًا۔ یا یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا۔ اے حقق العدل تحقیقًا او قدر العدل تقدیرًا۔ مصنف رح کا مقصد اس عبارت سے یہ بیان کرنا ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں۔ تحقیقی اور تقدیری۔ عدل تحقیقی وہ ہے کہ جس میں اسم کا خروج ہیں معدول عنہ سے اعتبار کریں کہ جو خارج میں موجود اور متحقق ہے۔ پھر معدول عنہ کے خارج میں موجود اور متحقق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ معدول کے غیر منصرف پڑھے جانے کے سوا کوئی اور دلیل معدول عنہ کے وجود پر دلالت کرے اور عدل تقدیری وہ ہے کہ جس میں اسم کا خروج ایسے معدول عنہ سے اعتبار کریں کہ جو مفروض اور مقدر ہے۔ اور معدول عنہ کے مفروض اور مقدر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ معدول کے غیر منصرف پڑھے جانے کے سوا معدول عنہ کے وجود پر کوئی دلیل خارجی دلالت نہ کرے۔ اب اس تقریر کے بعد یہ امر بخوبی ذہن نشین ہو گیا ہوگا کہ عدل تو ہمیشہ فرضی اور تقدیری ہوتا ہے مگر باعتبار معدول عنہ کے کبھی وہ تحقیقی ہوتا ہے اور کبھی تقدیری اگر معدول عنہ محقق اور موجود ہو تو عدل تحقیقی ہے ورنہ تقدیری ۳ه قوله ثُلٰث و مثلث۔ یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اہل عرب ان دونوں لفظوں کو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ اور چونکہ غیر منصرف کے لئے دو سبب کا ہونا ضروری ہے اور یہاں صرف ایک سبب یعنی وصف اصلی پایا جاتا ہے لہٰذا دوسرا سبب اس میں عدل تحقیقی ہے اور وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کے معنی میں تکرار ہے اور تکرارِ معنی تکرارِ لفظ پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ثُلٰث و مثلث جنکے معنی تین تین کے ہیں اصل میں ثَلَاثَۃٌ و ثَلَاثَۃٌ تھے اور اس سے معدول ہو کر ثُلٰث و مثلث بن گئے ۱۲ ۴ه قوله اُخَرَ۔ یہ عدل تحقیقی کی دوسری مثال ہے اُخَرَ۔ اخریٰ کی جمع ہے اور آخر اسم تفضیل کا مؤنث ہے۔ اس لئے کہ آخر کے معنی اشد تاخرًا کے ہیں یعنی بہت پیچھے ہٹنے والا۔ پھر اس کو معنی غیر کی طرف نقل کیا گیا۔ اور قاعدہ ہے کہ اسم تفضیل مؤنث کا استعمال الف ولام اور اضافت اور کلمہ من سے ہوتا ہے اور چونکہ یہاں ان تینوں میں سے کسی ایک کے ساتھ وہ مستعمل نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک سے معدول ہے۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں نہ تو مضاف الیہ مذکور ہے اور نہ مقدر ہے

مستعلیہ میں سے کوئی حرف الف سے پہلے واقع ہوتا ہے تو امالہ اس میں ممنوع ہوتا ہے لیکن جب راء مکسورہ الف کے مابعد متصل واقع ہوتی ہے تو اس میں امالہ صحیح ہوتا ہے۔ پس ذوات الراء کو مبنی کیا گیا تاکہ الف کے مابعد ہمیشہ راء مکسورہ متحقق ہو کر امالہ صحیح ہو جائے۔ بخلاف غیر ذوات الراء کے کہ اس میں چونکہ بناء کی یہ علتیں نہیں پائی جاتی ہیں لہذا بنی تمیم اس کو مبنی نہیں کہتے بلکہ معرب غیر منصرف کہتے ہیں اور عدل تقدیری کا اعتبار کرتے ہیں اہل حجاز کی جانب سے بنی تمیم پر یہ اعتراض واقع ہوتا ہے کہ غیر ذوات الراء مثلاً قطام میں جب کہ منع صرف کے دو سبب پائے جاتے ہیں تانیث اور علمیت تو عدل کو اس کے سبب منع صرف بننے میں کوئی دخل نہیں۔ پس اس کو قاطمۃ سے کس لئے معدول مانتے ہو جواب یہ ہے کہ

اور چونکہ قاعدہ ہے کہ صفت وہ ہونی چاہئے کہ جو موصوف پر محمول ہو سکے اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ اربع کے

وباب[1] قطامِ فی تمیم الوصف[2] شرط[3] ان یکون فی

ای وصفیکہ در اسباب منع صرف مذکور شد ١٢

الاصل[4] فلا تضرہ الغلبۃ[5] فلذٰلک[6] صرف اربع فی

جزاء شرط محذوف یعنی اذا کان کذا فلا تضرہ ١٢

مررت[7] بنسوۃ اربع وامتنع اسود وارقم للحیۃ وادھم للقید

ملا سیاہ ١٢

[1] قولہ وباب قطامِ الخ یعنی بنی تمیم کے نزدیک باب قطام میں عدل تقدیری ہے قطام ایک عورت کا نام ہے کذا فی الصراح لفظ باب کو اس مقام پر زیادہ کر کے مصنف رح اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قطام سے مراد مجرد لفظ قطام نہیں بلکہ ہر وہ کلمہ ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور اعیان مؤنثہ کا علم ہو اور اس کے آخر میں راء نہ ہو۔ پس ایسا اسم لغت بنی تمیم میں تانیث اور علمیت کے پائے جانے کی وجہ سے معرب غیر منصرف ہے لیکن فی تمیم کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب بنی تمیم کے سوا اس میں کوئی دوسرا مذہب بھی ہے اور تشریح مقام کی یہ ہے کہ فعال کی چار قسمیں ہیں ایک فعال بمعنی امر جیسے نزال بمعنی انزل یہ مبنی ہے دوسرے بمعنی مصدر معرفہ جیسے فجار بمعنی الفجور تیسرے وہ فعال جو مؤنث کی صفت ہے جیسے فساق بمعنی فاسقۃ یعنی بدکار عورت اور یہ دونوں چونکہ فعال بمعنی امر کی ساتھ عدل اور وزن میں مشابہ ہیں لہذا مبنی ہیں چوتھے وہ فعال جو اعیان مؤنثہ کا علم ہے عام ازیں کہ ذوات الراء ہو۔ پس جب یہ فعال ذوات الراء ہو یعنی اس کے آخر میں راء مہملہ ہو جیسے حضار (نام ستارہ کا) اور تمار (بلند جگہ) تو یہ اہل حجاز اور اکثر بنی تمیم کے نزدیک مبنی ہے اور اس میں عدل تقدیری ہے کیونکہ اس فعال کی فعال بمعنی امر کی ساتھ صرف وزن میں مشابہت ہے اور یہ اس کے مبنی ہونے کے لئے کافی نہیں لہذا مبنی کا دوسرا سبب پیدا کرنے کے لئے اس میں عدل کا اعتبار کیا گیا تاکہ اس کی فعال بمعنی امر کی ساتھ عدل اور وزن میں پوری مشابہت ہو جائے اور جب یہ فعال غیر ذوات الراء ہو تو وہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہے اور بنی تمیم کے نزدیک معرب غیر منصرف ہے غرض اہل حجاز تو ذوات الراء اور غیر ذوات الراء دونوں کو مبنی کرتے ہیں اور بنی تمیم دونوں میں فرق کرتے ہیں ذوات الراء کو مبنی اور غیر ذوات الراء کو معرب غیر منصرف کہتے ہیں بنی تمیم کی دلیل یہ ہے کہ راء کو بحکم حرف مکرر ہے لہذا ذوات الراء ثقیل ہے پس اگر اس کو ہم معرب غیر منصرف کہیں تو حرکات مختلفہ کی ساتھ معرب ہو کر اس کی ثقالت حد سے تجاوز کر جائے گی لہذا ذوات الراء کو مبنی کیا گیا اور اس میں عدل تقدیری کا اعتبار کیا تاکہ ثقالت انتہا کو نہ پہونچ جائے اور مبنی کی ساتھ اس کی مناسبت از روئے عدل و وزن پوری ہو جائے۔ نیز ذوات الراء کے مبنی کرنے میں ایک دوسرا فائدہ بھی متصور ہے وہ یہ کہ جب حروف

بنی تمیم قطام میں سبب منع صرف حاصل کرنے کے لئے عدل کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ اس کے نظائر حضار اور تمار پر حمل کرنے کیلئے عدل تقدیری کا اعتبار کرتے ہیں اب مصنف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب بنی تمیم کے نزدیک قطام میں اعتبار عدل کا اس کے نظائر پر حمل کرنے کیلئے ہے نہ کہ سبب منع صرف حاصل کرنے کے لئے تو یہاں پر اس کا ذکر کرنا بے محل ہے کیونکہ یہاں تو ان صورتوں کا اظہار کرنا چاہئے جن میں سبب منع صرف حاصل کرنے کے لئے عدل تقدیری کا اعتبار کیا گیا ہے اور جواب یہ ہے کہ مصنف کا مقصد اس سے یہ بیان کرنا ہے کہ عدل تقدیری کی دو صورتیں ہیں کبھی تو سبب منع صرف کے حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے اور کبھی اس کے موازن پر حمل کرنے کے لئے [2] قولہ الوصف الخ یعنی وصف وہ اسم ہے جو ایسی ذات مبہم پر دلالت کرے کہ جسمیں بعض صفات کا لحاظ ہے عام ازیں کہ یہ دلالت باعتبار وضع کے ہو یا باعتبار استعمال کے ١٢ [3] قولہ وشرط یعنی وصف کے سبب منع صرف بننے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اصل وضع میں ہو یعنی واضع نے اس کو بلحاظ معنی وصفیت کے وضع کیا ہو وصفیت اس کو عارض نہ ہوئی ہو اور دلیل اس اشتراط کی یہ ہے کہ اصل اسماء میں انصراف ہے پس وصف اصلی میں تو یہ قوت ہے کہ وہ اصل یعنی منصرف کو غیر اصل یعنی غیر منصرف کی طرف راجع کر دے وصف عارضی میں یہ قوت نہیں لہذا وصف اصلی کا اعتبار ہوگا اور وصف عارضی معتبر نہ ہوگا [4] قولہ فلا تضرہ الغلبۃ الخ یہ جملہ شرط مذکور پر تفریع ہے اور یہ معنی ہیں کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ وصف اصلی کا اعتبار ہے تو اب اگر اسمیت کا غلبہ ہو جائے تو وصف کے سبب منع صرف بننے میں کوئی ضرر نہ ہوگا اور غلبہ اسمیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ اسم جو معنی وضعی پر دال ہے اپنے بعض افراد کی ساتھ اس طرح پر مختص ہو جائے کہ ان بعض افراد پر اس کی دلالت میں قرینہ کے محتاج نہ ہوں جیسے اسود کہ اصل وضع میں ہر سیاہ چیز کو کہتے ہیں اور اب کثرت سے اس کا استعمال سیاہ سانپ میں ہوتا ہے [5] قولہ فلذٰلک الخ یہاں فلذلک سے بتاویل مذکور دو امر کی طرف اشارہ ہے ایک اشتراط اصالت وصفیت اور دوسرے عدم مضرت غلبہ اور یہی وجہ ہے کہ مصنف رح نے ان دو امروں کی دو فرع ذکر کیں ای صرف اربع وامتنع اسود الخ فرع اول اصل اول کی ہے اور فرع ثانی اصل ثانی کی اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ وصف کے لئے سبب منع صرف بننے میں اصلی ہونا معتبر ہے لہذا اربع مررت بنسوۃ اربع میں

تاثیر کی شرط اور ہے جس کو مصنف رح اپنے قول وشرط تحتم تاثیرہ الخ سے بیان فرماتے ہیں یعنی تانیث معنوی میں وجوب تاثیر منع صرف کی شرط یہ ہے کہ علی سبیل منع الخلو تین باتوں میں سے ایک پائی جائے یا تو کلمہ تین حرفوں سے زائد ہو یا اگر وہ سہ حرفی ہے تو درمیانی حرف متحرک ہو یا عجمہ ہو اس لئے کہ جب تین حرفوں سے زائد ہوگا تو چوتھا حرف قائم مقام تانیث لفظی کے ہوگا اور تاثیر وجوبی پائی جائے گی۔ اور دلیل چوتھے حرف کے قائم مقام تانیث ہونے کیلئے یہ ہے کہ مثلاً عقرب کو جو کہ زائد علی الثلاثہ ہے جب مصغر کرتے ہیں تو تصغیر عقیرب آتی ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں چوتھا حرف قائم مقام تانیث کے ہے بخلاف قدم کے کہ اسکی تصغیر قدیمۃ آتی ہے اسیطرح جب

اسم متحرک الاوسط ہوگا تو اس کی یہ حرکت اوسط چوتھے حرف کے قائم مقام ہوگی اور وہ قائم مقام تار تانیث کا ہوگا اور اس اعتبار سے تانیث معنوی میں ایک خاص قسم کی قوت پیدا ہو جائیگی جس سے وہ ازروئے وجوب کے منع صرف میں مؤثر ہوگی ایسے ہی اسم جب عجمہ ہوگا تو تانیث معنوی بطور وجوب کے مؤثر ہوگی اس لئے کہ عموماً اہل لسان پر دوسری قوم کی زبان ثقیل ہوتی ہے اور اس ثقل کیوجہ سے اس میں سبب منع صرف بننے کی قوت پیدا ہو جائے گی بہرحال تانیث معنوی کے وجوب تاثیر کی شرط تانیث بالتار کی شرط سے زائد ہے اس لئے کہ تانیث معنوی فرع اور تانیث بالتار اصل ہے پس یہ ضروری نہیں کہ اصل کو جس چیز سے قوت پہونچتی ہے فرع کو بھی اسی سے قوت حاصل ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اصل کو پہلے سے ایسی قوت حاصل ہو جو فرع کے لئے نہیں۔ پس بنائً علیہ فرع کی تاثیر کے لئے مزید قوت کی ضرورت ہے اور اس کے لئے وہ شرط کافی نہیں جو کہ اصل کے لئے ہے ۱۲ ؏ قولہ فهند یجوز صرفه الخ یہ ماقبل پر تفریع ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہند میں اگرچہ دو سبب پائے جاتے ہیں علمیت اور تانیث معنوی لیکن چونکہ تانیث معنوی کے وجوب تاثیر کی شرط یہاں مفقود ہے لہذا اس کا غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اور منصرف پڑھنا بھی ۱۲ ؏ قولہ زینب وسقر الخ یعنی یہ چار اسم زینب سقر ماہ اور جور غیر منصرف ہیں زینب ایک عورت کا نام ہے اور اس میں علمیت اور تانیث معنوی مع اپنی شرط وجوب کے پائی جاتی ہے یعنی زیادت علی الثلاثہ اور سقر دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے اور اسمیں علمیت اور تانیث معنوی مع اپنی شرط وجوب تاثیر کے پائی جاتی ہے یعنی تحرک الاوسط۔ اور ماہ اور جور یہ دونوں دو شہروں کے نام ہیں اور ان میں علمیت

وَضَعُفَ مَنْعُ اَفْعٰی لِلْحَیَّةِ وَاَجْدَلٍ لِلصَّقْرِ وَاَخْیَلٍ لِلطَّائِرِ

بہت ضعف اصلیت وصف ۱۲ — نام مرغیست کہ خالہا دارد ۱۲

اَلتَّانِیْثُ بِالتَّاءِ شَرْطُهٗ الْعَلَمِیَّةُ وَالْمَعْنَوِیُّ کَذٰلِکَ وَشَرْطُ تَحَتُّمِ

ای لفظی ۱۲

تَاْثِیْرِهٖ الزِّیَادَةُ عَلَی الثَّلٰثَةِ اَوْ تَحَرُّکُ الْاَوْسَطِ اَوِ الْعُجْمَةُ فَهِنْدٌ

یَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَزَیْنَبُ وَسَقَرُ وَمَاهُ وَجُوْرُ مُمْتَنِعٌ فَاِنْ سُمِّیَ بِهٖ

زائد از ثلثہ ۱۲ — ثلاثی متحرک الاوسط ۱۲ — صرفہا ۱۲ — جملہ شرطیہ ۱۲

مُذَکَّرٌ فَشَرْطُهٗ الزِّیَادَةُ عَلَی الثَّلٰثَةِ فَقَدَمٌ مُنْصَرِفٌ وَعَقْرَبُ مُمْتَنِعٌ

جزا ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

؏ قولہ وضعف الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ وصف اصلی کا اعتبار ہے اور غلبہ اسمیت کا کچھ مضر نہیں تو اب اگر افعی (سانپ) اور اجدل (شکرہ) اور اخیل (پرندہ مخصوص) کو غیر منصرف کہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ان اسمار میں باعتبار اصل وضع کے معنی وصفیت کے پائے جاتے ہیں اگرچہ بعد میں غلبہ اسمیت کا ہو گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ وصف میں شرط یہ ہے کہ اس کا اعتبار اصل وضع کے پایا جانا یقینی ہو اور یہاں ان اسمار میں وصف کا اصل وضع میں پایا جانا یقینی نہیں بلکہ محتمل ہے کہ افعی فعوت بمعنی خبث سے اور اجدل جدل بمعنی قوت سے اور اخیل خال بمعنی تل سے ماخوذ ہو پس اس وصفیت متوہمہ کیوجہ سے ان اسمار کا غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہوگا ۱۲ ؏ قولہ التانیث بالتار۔ یعنی تانیث بالتار کے سبب منع صرف بننے میں شرط یہ ہے کہ وہ اسم مؤنث کسی کا علم ہو خواہ مذکر کا جیسے طلحہ مرد کا نام ہے یا کسی مؤنث کا جیسے فاطمہ عورت کا نام ہے اس موقعہ پر تانیث بالتار کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تانیث کی چند قسمیں ہیں اور جو تانیث کہ تار کے ساتھ نہ ہو وہ اس حکم سے خارج ہے جیسے تانیث بالف ممدودہ ومقصورہ اور تانیث معنوی۔ تانیث بالتار میں علمیت کو اس وجہ سے شرط کیا ہے کہ علمیت لفظ کے حق میں وضع ثانی ہے اور کلمہ اس کی وجہ سے تصرفات سے حتی الامکان محفوظ رہتا ہے لہذا علمیت کو شرط کیا تاکہ کلمہ کے متغیر ہونے اور تار تانیث کے زائل ہونے کا احتمال جاتا رہے ۱۲ ؏ قولہ والمعنوی کذالک الخ یعنی جس طرح پر تانیث لفظی بالتار میں علمیت شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی شرط ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ تانیث بالتار میں تو علمیت کی شرط منع صرف میں ازروئے وجوب کے مؤثر ہے اور معنوی میں ازروئے جواز کے کیونکہ اس کے لئے وجوب

؏ اور بعید ہے اس لئے کہ وہ قائم مقام چوتھے حرف کا ہے اور چوتھا حرف قائم مقام تانیث کا ہے پس اس

اور تانیث معنوی مع اپنی شرط وجوب تاثیر کے پائی جاتی ہے یعنی عجمہ ہونا ؏ قولہ فان سمی به الخ یہاں سے مصنف رح اس مؤنث معنوی کا حکم بیان کرتے ہیں جو کسی مذکر کا نام رکھدیا جائے پس کہتے ہیں کہ اگر مؤنث معنوی سے کسی مذکر کا نام رکھدیا جائے تو اس کے منع صرف میں مؤثر ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ کلمہ تین حرف سے زائد ہو باقی رہی تانیث کی دو شرطیں یعنی تحرک اوسط اور عجمہ کا ہونا سو وہ یہاں کافی نہیں اس لئے کہ مؤنث معنوی سے جب کسی کا نام رکھدیا جائے گا تو تانیث بالکلیہ زائل ہو جائے گی اور اسوقت اس کے منع صرف میں مؤثر ہونے کیلئے کسی قوی شرط کی ضرورت ہوگی اور وہ زیادہ علی الثلاثہ ہے۔ اس لئے کہ یہاں چوتھا حرف قائم مقام تانیث کے ہو جائے گا بخلاف تحرک اوسط کے کہ اس کا قائم مقام تار تانیث کے ہونا خفی ہوگی اور وہ زائد علی الثلاثہ بھی نہیں کہ اس کا چوتھا حرف قائم مقام تانیث کے ہو بخلاف عقرب کے کہ وہ غیر منصرف ہے کیونکہ مذکر کا نام رکھنے کی وجہ سے گو اس

؎ ازالہ ثقل کے لئے اس میں کوئی تصرف کریں اور چونکہ عجمہ کا سبب منع ہونا محض اپنے ثقل کیوجہ سے ہے۔ لہذا اس سے جب بعد تصرف ثقل جاتا رہیگا تو وہ لائق سبب
بننے کے نہ ہوگا۔ پس اس میں یہ شرط کی گئی ہے کہ لغت عجم میں کسی کا علم ہو حقیقۃً جیسے ابراہیم کہ عجمیوں کے نزدیک علم ہے یا حکماً جیسے قالون کہ لغت عجم میں کسی کا
علم نہیں ہر جیّد شئی کو قالون کہتے تھے اور اب عرب میں بسبب جودت قراءت کے قراء سبعہ میں سے ایک قاری کا نام ہوگیا ۱۲ ؎ **قولہ** و تحرک الاوسط
یہ عجمہ کے سبب منع صرف ہونے کی دوسری شرط ہے اور درحقیقت یہ دو صورتیں ہیں جن میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے یا تو اس کلمہ کا درمیانی حرف
متحرک ہو اگر وہ سہ حرفی ہے یا وہ کلمہ جبکہ متحرک الاوسط نہ ہو تو تین حرفوں سے زائد ہو اور یہ شرط عجمہ میں اس لئے لگائی ہے کہ عجمہ ایک
اعتباری شئی ہے لفظ میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا پس اگر درمیانی حرف متحرک نہ ہو تو کلمہ تین حرفوں سے زائد ہونا چاہئے تاکہ ثقالت پیدا ہو کر اس کا سبب منع صرف بننا صحیح ہو ۱۲ ؎

یعنی فرازنہ اسی وجہ سے کہ اس کے آخر میں اس قسم کی ہا ہے منصرف ہے اس لئے کہ اس کے آخر میں تاء

المعرفۃ شرطہا ان تکون علمیۃ العجمۃ شرطہا
ان تکون علمیۃ فی العجمۃ وتحرک الاوسط او
الزیادۃ علی الثلثۃ فنوح منصرف وشتر و
ابراھیم ممتنع الجمع شرطہ صیغۃ منتھی الجموع
بغیر ھاء کمساجد ومصابیح واما فرازنۃ فمنصرف

قولہ المعرفۃ الخ یعنی معرفہ کے اسباب منع صرف سے ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ علم ہو جیسے عمر کہ اس میں ایک سبب تعریف دوسرا عدل ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ معرفہ کی تو متعدد قسمیں ہیں مصنف رح نے ان سب کو چھوڑ کر صرف علمیت کو کیوں اختیار کیا اور جواب یہ ہے کہ اقسام معرفہ میں سے صرف علمیت کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بعض قسمیں تو مبنی ہیں جیسے مضمرات اور مبہمات پس وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی ہیں اس لئے کہ غیر منصرف معرب ہے اور معرب مبنی کی ضد ہے ایک شئی اپنی ضد کا سبب نہیں ہو سکتی اور بعض قسمیں معرفہ کی غیر منصرف کو منصرف یا حکم میں منصرف کے کر دیتی ہیں لہذا وہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ ایک شئی اپنے موافق کا تو سبب ہو سکتی ہے ضد کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی کہے کہ جب اقسام معرفہ میں سے صرف علمیت ہی منع صرف کا سبب ہے تو اس قدر طول دینے کی کیا ضرورت تھی علمیت کو منع صرف کا سبب قرار دیدیتے۔ جواب یہ ہے کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ہر سبب اسباب منع صرف میں سے دوسری شئی کی فرع ہے اور بہ نسبت علمیت کے معرفہ کا نکرہ کی فرع ہونا اظہر ہے لہذا معرفہ کو منع صرف کا سبب اور علمیت کو اس کی شرط قرار دیا گیا ؎ **قولہ** العجمۃ الخ یعنی عجمہ کے سبب منع صرف ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ لغت عجم میں کسی کا علم ہو۔ کیونکہ عجمہ وہ ہے کہ جس کو غیر عرب نے وضع کیا ہو پس ظاہر ہے کہ جو لفظ عربی نہ ہو اس کا ادا کرنا اہل عرب پر دشوار ہوتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اہل عرب اس کے ؎

؎ **قولہ** فنوح الخ مصنف رح نے اول عدم شرط پر تفریع کی اس کے بعد وجود شرط پر حالانکہ مناسب یہ تھا کہ اول وجود شرط پر تفریع کرتے اس کے بعد عدم شرط پر اور وجہ یہ ہے کہ اس سے مقصود ان بعض نحاۃ پر رد ہے کہ جو کہ ہند پر نوح کو قیاس کرتے ہوئے نوح کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کو جائز کہتے ہیں تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ جس طرح ہند میں تانیث تحرک اوسط کی ساتھ مشروط تھی اور درصورت عدم تحرک اوسط کی علمیت اور تانیث معنوی کی وجہ سے اس کا غیر منصرف پڑھنا جائز تھا اسی طرح نوح میں باوجود عجمہ کی شرط تحرک اوسط نہ ہونے کے علمیت اور عجمہ کی وجہ سے اس کا غیر منصرف پڑھنا جائز ہونا چاہئے۔ پس جمہور کی جانب سے مصنف رح اس کا جواب دیتے ہیں کہ بہ نسبت عجمہ کے تانیث قوی ہے اس لئے کہ تانیث کا اثر کبھی لفظوں میں ظاہر ہو جاتا ہے جیساکہ ہند کی تصغیر ہنیدۃ آتی ہے بخلاف عجمہ کے کہ لفظوں میں اس کا اثر بالکل ظاہر نہیں ہوتا لہذا تانیث اور عجمہ میں فرق ہے اور ہند پر نوح کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے لہذا نوح منصرف ہوگا اور ہند میں دونوں امر جائز ہیں منصرف پڑھنا بھی اور غیر منصرف بھی ؎ **قولہ** شتر و ابراہیم الخ شتر دیار بکر کے قلعہ کا نام ہے اور یہ جملہ وجود شرط پر متفرع ہے اور مطلب یہ ہے کہ شتر میں چونکہ علمیت اور عجمہ مع اپنی شرط تحرک اوسط کے پائی جاتی ہے لہذا وہ غیر منصرف ہے ایسے ہی ابراہیم غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس میں علمیت اور عجمہ مع اپنی شرط زیادت علی الثلاثہ کے پائی جاتی ہے ۱۲ ؎ **قولہ** الجمع الخ یعنی جمع دو سبب کے قائم مقام اسوقت ہوگی جبکہ وزن منتہی الجموع اس میں پایا جاوے۔ وزن منتہی الجموع کا یہ ہے کہ اس کا پہلا حرف مفتوح اور تیسرا حرف الف ہے اور الف کے بعد دو حرف ہوں یا تین حرف کہ درمیانی حرف ان کا ساکن ہو جیسے مساجد و مصابیح۔ اول مسجد کی جمع اور ثانی مصباح کی جمع ہے۔ پھر جمع میں صیغہ منتہی الجموع کو اس لئے شرط کیا ہے کہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا اس لئے دوبارہ اس کی جمع تکسیر نہیں آسکتی پس اس وجہ سے اس میں ایک قسم کا استحکام ہو کر دو سبب کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ۱۲ ؎ **قولہ** بغیر ہاء الخ یعنی یہ جمع قائم مقام دو سبب کے اسوقت ہوگی جب کہ صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ ساتھ ؎

بمعنی کفتار بھی بڑے پیٹ والا ہوتا ہے لہذا مبالغۃً اس کو حضاجر کہنے لگے۔ گویا کہ اس کا ہر فرد بڑے پیٹ والوں کی ایک جماعت ہے۔ فائدہ۔ اسم کی تین قسمیں ہیں اسم جنس۔ علم جنس۔ علم اسم جنس وہ ہے جس کو وضع کرتے وقت افراد سے قطع نظر کرکے نفس ماہیت کا تصور کیا ہو جیسے لفظ اسد کہ اس کو واضع ذی ماہیت حیوان مفترس کے لئے وضع کیا ہے افراد کا اسمیں کوئی لحاظ نہیں۔ علم جنس وہ ہے جس کو وضع کرتے وقت واضع نے ماہیت کا خصوصیات ذہنیہ کیساتھ تصور کیا ہو۔ اور علم وہ ہے جس کو وضع کرتے وقت واضع نے ماہیت کا خصوصیات تشخصیہ کی ساتھ تصور کیا ہو جیسے لفظ زید کہ یہاں پر وضع کرتے وقت ماہیت انسانی کی ساتھ تشخصات خارجیہ دست و پا رنگ وغیرہ کا بھی تصور کیا گیا ہے ۱۲ ٢ قولہ وسراویل الخ یہ بھی ایک سوال متدر کا

وحضاجرُ علماً للضبع غیرُ منصرفٍ لانہٗ منقولٌ
مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

عن الجمع ٢ وسراویل اذا لم یُصرف وھو الاکثر فقد
مبتدا خبرہ الجملۃ الشرطیۃ ۱۲ — شرط ۱۲ — جملہ معترضہ ۱۲ — جزاء الشرط ۱۲

قیل اعجمیٌّ حُمِلَ علیٰ موازنہٖ وقیلَ عربیٌّ جمعُ سروالۃٍ
صفۃ لاعجمی او بعد خبر خبر للمبتدا المحذوف ۱۲ — خبر مبتدا محذوف ۱۲ — جزاء بعد جزاء ۱۲

تقدیراً واذا صُرِفَ فلا اشکال ٣ ونحو جوارٍ رفعاً وجراً کقاضٍ
وھو الاصل ۱۲

١ قولہ وحضاجر الخ یہ جملہ سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ماقبل مصنف رح نے جمعیت کو منع صرف کا سبب اور صیغہ منتہی الجموع کو شرط قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ حضاجر جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے لیکن جمع نہیں۔ پس جب حضاجر میں غیر منصرف کا سبب۔ یعنے جمعیت معدوم ہے تو اس کو غیر منصرف پڑھنا کیونکر صحیح ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ حضاجر میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ گفتار بمعنی ہنڈار۔ دوسرے یہ کہ وہ حضجر بروزن قمطر کی جمع ہو۔ بمعنی عظیم البطن پس اگر وہ درحقیقت حضجر کی جمع ہے تو اس صورت میں کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت سبب اور شرط دونوں پائی جاتی ہیں اور جب کہ وہ گفتار بمعنی ہنڈار کا علم جنس ہو تو اس میں شک نہیں کہ اسوقت مذکورہ بالا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ حضاجر اگرچہ کفتار کا علم جنس ہے لیکن اصل میں حضجر کی جمع ہے جمعیت سے نقل کرکے اس کو ضبع بمعنی کفتار کا علم جنس کیا گیا ہے پس جمعیت اصلیہ کی وجہ سے وہ غیر منصرف ہی اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمع عام ہے اصلی اور حالی دونوں کو شامل ہے اور یہ کہ سبب منع صرف بننے کیلئے فی الحال جمع کا ہونا شرط نہیں جمعیت اصلیہ کافی ہے۔ اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب کہ جمع میں معتبر جمعیت اصلیہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہاں مصنف رح نے وشرطان یکون فی الاصل نہ کہا۔ جواب یہ ہے کہ یہاں اگر اصالت کو شرط قرار دیتے تو یہ وہم ہوتا کہ وصف کی طرح جمع بھی اصلی اور عارضی ہوتی ہے حالانکہ وہ۔ کبھی عارضی نہیں ہوتی۔ اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تمہارے اس کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضاجر گو فی الحال جمع نہیں مگر جمع سے منقول ہے تو چونکہ منقول عنہ اور منقول الیہ کے درمیان کوئی نہ کوئی مناسبت ہونی چاہیئے لہذا بتاؤ کہ یہاں مناسبت کیا ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ حضاجر منقول عنہ حضجر بمعنی عظیم البطن کی جمع ہے اور چونکہ ضبع

جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ حضاجر کے غیر منصرف پڑھے جانیکے متعلق جو اعتراض پڑتا تھا اس کا جواب تو آپ نے دیدیا کہ یہ جمع سے منقول ہے لیکن سراویل کی نسبت کیا کہوگے کہ وہ نہ تو فی الحال جمع ہے اور نہ جمع سے منقول ہے پھر اس کو غیر منصرف پڑھا جاتا ہے پس اس اعتراض کا جواب مصنف رحمہ اللہ تعالے یہ دیتے ہیں کہ سراویل کے منع صرف میں اختلاف ہے بعض اسکو منصرف پڑھتے ہیں اور اس تقدیر پر اسپر کوئی اعتراض نہیں اور بعض غیر منصرف پڑھتے ہیں اور یہی استعمال میں اکثر ہے اور چونکہ اس تقدیر پر اعتراض پڑتا ہے لہذا وہ اس اعتراض کے جواب میں دو فریق ہو گئے ہیں ایک فریق کہتا ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے اس کو اس کے عربی ہم وزنوں مثلاً اناعیم اور مصابیح پر حمل کیا گیا ہے پس اناعیم اور مصابیح کی طرح یہ غیر منصرف ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور فرضاً اور تقدیراً سروالہ کی جمع ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ سراویل کو جب استعمال میں غیر منصرف کے دیکھا گیا اور کوئی سبب منع صرف کا اس میں موجود نہ تھا تو اس کو سروالہ کی جمع فرض کی گئی ہے اور ما مقدر کیا گیا ہے کہ پائجامہ کا ہر ٹکڑہ اسروالہ اور اس کی جمع سراویل ہے ۱۲ ٣ قولہ ونحو جوار الخ جو جمع ناقص واوی یا یائی فواعل کے وزن پر ہو اور معرب بحرکت ہو جیسے جواری جمع جاریۃ کی اور دواعی جمع داعیۃ کی۔ پس یہ جمع حالت رفعی اور جری میں حذف یاء اور دخول تنوین میں قاض کی طرح پر ہے جیسے جاءنی جوارٍ و مررت بجوارٍ لیکن حالت نصبی میں اس کا حال قاض کی طرح نہیں بلکہ اسوقت اس میں یاء مفتوح متحرک ہوتی ہے اور تنوین داخل نہیں ہوتی بخلاف قاض کے کہ حالت نصبی میں اس پر تنوین ہوتی ہے۔ اب اس جگہ ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ مصنف رح نے ونحو جوار سے اس کے استعمال کا تو طریقہ تحریر فرمایا اور یہ تحریر نہ فرمایا کہ وہ منصرف ہے یا غیر منصرف حالانکہ یہاں یہ چیز ہی بیان کرنے کے زیادہ مناسب تھی کیونکہ کلام منصرف اور غیر منصرف میں ہو رہا ہے اور جواب یہ ہے کہ مثل جوار کے انصراف اور عدم انصراف میں اختلاف تھا۔ اس لئے مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔ اور اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف طریقہ استعمال کے بیان کرنے پر اکتفا کیا۔ پھر اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ مثل جواری اور دواعی کو

(بقیہ بر صفحہ ۲۲ ملاحظہ ہو)

۲ دونوں میں تعلیل کرتے۔ اس لئے کہ ضمہ اور کسرہ دونوں یار پر ثقیل ہیں بخلاف مذہب اول کے کہ اسمیں تعلیل صرف حالت رفعی میں ہوگی۔ اور ظاہر اعبارت مصنف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس موقعہ پر ان بعض نحاۃ کا مذہب اختیار کیا ہے جو کلمہ کی تعلیل کو منع صرف پر مقدم کرتے ہیں ۱۲

۱ قولہ التركيب الخ اصطلاح میں ترکیب دو یا دو سے زائد کلموں کا بدون کسی حرف کے جزء ہوئے ایک ہونا ہے پس جب ترکیب کی تعریف میں یہ قید لگادی گئی کہ کوئی حرف اس کا جزء نہ ہو تو اب النجم اور بصری سے احتراز ہوگیا۔ کیونکہ ان دونوں جگہ میں حرف جزء ہے اول میں لام ثانی میں یاء ہے پس اب یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں علمیت اور ترکیب کی وجہ سے غیر منصرف ہونی چاہئیں ان کو منصرف کیوں پڑھا جاتا ہے ۱۲۔ ع

التَّرْكِيْبُ[۱] شَرْطُهُ[۲] الْعَلَمِيَّةُ وَاَنْ لَا يَكُوْنَ[۳] بِاِضَافَةٍ

فی منع الصرف ۱۲ [illegible]

وَلَا اِسْنَادٍ مِثْلُ بَعْلَبَكَّ[۴]

(بقیہ صفحہ ۲۱) منصرف اور غیر منصرف پڑھنے میں کیا اختلاف ہے تو کہا جائیگا کہ یہ اختلاف دراصل ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ اس میں گفتگو ہوئی ہے کہ کلمہ کا انصراف اور عدم انصراف اس کے اعلال پر مقدم ہوتا ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ اعلال کلمہ کے ثقل کو زائل کرنے کی غرض سے ہوتا ہے اور ثقل بدون تلفظ کے ظاہر نہیں ہوتا اور تلفظ بدون منصرف یا غیر منصرف پڑھنے کے ممکن نہیں۔ پس لامحالہ کلمہ کا انصراف اور عدم انصراف اس کے اعلال پر مقدم ہوگا اور جب کلمہ کا انصراف و عدم انصراف اس کے اعلال پر مقدم ہوگا۔ تو لامحالہ تعلیل سے پہلے کلمہ کو غیر منصرف تلفظ کریں گے۔ کیونکہ اسوقت اسمیں جمع کے معنی اور صیغہ منتہی الجموع کا پایا جاتا ہے پھر تعلیل کریں گے اور وہ یہ کہ حالت رفعی میں ضمہ کو یار پر ثقیل ہونے کی وجہ سے گرادیا اس کے بعد ضمہ کی عوض میں تنوین کو داخل کیا پھر چونکہ درمیان یار اور تنوین کے التقاء ساکنین ہے لہذا یار کو گرادیا جوار ہوگیا اور یہ تعلیل اس مذہب پر فقط حالت رفعی میں ہے۔ حالت نصبی اور جری میں ان لوگوں کے مذہب پر کوئی تعلیل نہ ہوگی اس لئے کہ کلمہ ان دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہونے کی وجہ سے فتحہ کے ساتھ معرب ہوگا اور فتحہ یار پر ثقیل نہیں بخلاف ضمہ کے کہ وہ بوقت رفع یار پر ثقیل ہے اور بعض نحوی یہ کہتے ہیں کہ تعلیل کلمہ کے انصراف اور عدم انصراف پر مقدم ہے کیونکہ تعلیل کا تعلق تو ذات کلمہ سے ہے اور منصرف اور غیر منصرف ہونیکا تعلق صفات کلمہ سے ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ ذات صفات پر مقدم ہوتی ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ متعلق ذات بھی متعلق صفات پر مقدم ہو۔ پس جب تعلیل انصراف اور عدم انصراف پر مقدم ہوئی تو اب جوار کی اصل اس مذہب پر تنوین اور ضمہ کے ساتھ جوارِیٌ ہوگی۔ چونکہ ضمہ یار پر ثقیل تھا لہذا اس کو گرادیا اس کی بعد یار کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرادیا۔ پھر اس کے بعد کلمہ کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں یہ بعض نحاۃ دو فریق ہوگئے ہیں ایک فریق کہتا ہے کہ تعلیل کے بعد یہ کلمہ مطلقاً منصرف ہے اس لئے کہ تعلیل کے بعد فواعل کا وزن جو کہ جمع کے لئے شرط ہے باقی نہیں رہتا اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ تعلیل کے بعد وہ مطلقاً غیر منصرف ہے۔ کیونکہ اب بھی اسمیں وزن منتہی الجموع کا باقی ہے اس لئے کہ یار مقدرہ بمنزلہ یائے ملفوظہ کے ہے اور یہی وجہ ہے کہ رائے مہملہ پر اعراب جاری نہیں ہوتا بلکہ یائے مقدرہ پر ہوتا ہے اور تنوین اس میں عوض کی ہے یعنی کلمہ سے تنوین تمکن کو دور کر کے دوسری تنوین یار محذوفہ کے عوض میں داخل کی گئی ہے اور یہ بعض نحاۃ جو تعلیل کو منع صرف پر مقدم کرتے ہیں حالت رفعی اور جری ۲

۲ قولہ شرطہ العلمیۃ الخ یعنی ترکیب کے سبب منع صرف ہونے میں شرط یہ ہے کہ وہ کسی کا علم ہو کیونکہ ترکیب اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اجزاء ترکیب میں سے ایک کو دوسرے کی ساتھ ارتباط و احتیاج ہو۔ اور اصل ہر جزء میں یہ ہے کہ مستقلاً بدون ارتباط اور احتیاج کے پایا جائے اس لئے کہ واضع نے ہر لفظ کو علی الانفراد وضع کیا ہے۔ پس جب اصل ہر جزء میں یہ ہے کہ وہ مستقلاً بدون احتیاج کے پایا جائے تو اجزاء کا باہمی یہ ارتباط و احتیاج یقیناً کسی عارض کی وجہ سے ہوگا۔ اور ترکیب عارضی ہوگی۔ اور چونکہ ہر شئی عارضی زوال پذیر ہوتی ہے اس لئے محتمل ہے کہ بعد زوال عارض کے ترکیب زائل ہوجائے لہذا علمیت کو شرط کیا۔ تاکہ ترکیب احتمال زوال سے محفوظ ہوکر منع صرف میں مؤثر ہو۔

۳ قولہ وان لایکون باضافۃ الخ یعنی ترکیب کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی لئے دوسری شرط جو عدمی ہے یہ ہے کہ نہ تو ترکیب اضافی ہو اور نہ اسنادی۔ ترکیب اضافی اس لئے نہ ہونی چاہئے کہ اضافت مضاف کو منصرف یا حکم میں منصرف کے کردیتی ہے۔ اور ترکیب اسنادی اس لئے نہ ہونی چاہئے کہ مرکب اسنادی جب کسی کا علم ہوگا تو وہ مبنی ہوگا۔ اور اس سے مقصود قصہ غریبہ ہوگا اور جب مبنی ہوا تو غیر منصرف کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ غیر منصرف احکام معرب سے ہے ۱۲

۴ قولہ بعلبک الخ یہ شام کے ایک شہر کا نام ہے اس میں بعل ایک بت کا اور بک اس شہر کے بانی کا نام ہے۔ پس ان دونوں کلموں کو ایک کیا اور ایک شہر کا نام رکھدیا گیا ۲

۲۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲

فعلی کو شرط قرار دیتے ہیں۔ اس لئے رحمٰن کے منصرف اور غیر منصرف پڑھنے میں اختلاف کیا گیا ہے جو لوگ انتفاء فعلانۃ کو شرط کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ غیر منصرف ہے اس لئے کہ رحمٰن کا مؤنث ہی نہیں چہ جائیکہ فعلانۃ کے وزن پر آئے اور جو لوگ وجود فعلیٰ کو شرط کہتے ہیں وہ رحمٰن کو منصرف پڑھتے ہیں اس لئے کہ رحمٰن باری تعالےٰ کی صفت ہے پس اس کا مؤنث نہیں آتا نہ فعلیٰ کے وزن پر اور نہ فعلانۃ کے وزن پر ۱۲ ٦ھ قولہ دون سکران وندمان یعنی سکران اور ندمان میں کسی کا اختلاف نہیں سکران کو دونوں فریق غیر منصرف پڑھتے ہیں اس لئے کہ اس کا مؤنث سکرانۃ نہیں آتا سکریٰ آتا ہے اور ندمان جب کہ ندیم کے معنی میں ہو اس کے منصرف ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اس لئے کہ اس کا مؤنث ندمانۃ آتا ہے البتہ اگر نادم کے معنی میں ہو تو وہ سب کے نزدیک غیر منصرف ہوگا اس لئے کہ اس کا مؤنث ندمیٰ آتا ہے ندمانۃ نہیں آتا ۱۲ ٧ھ قولہ وزن الفعل الخ یعنی وزن فعل کے سبب منع صرف بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کیساتھ مختص ہو۔ یعنی اسم ایسے وزن پر پایا جائے کہ جو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہے اور فعل کی ساتھ مختص ہے اور وجہ اس شرط لگانے کی یہ ہے کہ اس وقت یہ وزن اسم میں خلاف عادت پائے جانے کی وجہ سے ثقیل ہوگا پس فعل کی ساتھ مختص ہونا چاہیئے تاکہ اس کی ثقالت مختص بفعل ہونے کی وجہ سے اس درجہ میں پہونچ جائے کہ منع صرف میں مؤثر ہوسکے اب اگر کوئی کہے کہ اختصاص کے تو یہ معنی ہیں کہ سوائے مختص بہ کے کسی اور میں نہ پایا جائے۔ پس جب وہ وزن فعل کی ساتھ مختص ہے تو اسم میں نہ پایا جانا چاہیئے پھر یہ شرط کہ اسم میں پایا جائے اور فعل کی ساتھ مختص ہو کیونکر درست ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ اختصاص سے مراد اختصاص بحسب اصل الوضع ہے۔ یعنی ازروئے وضع کے فعل کی ساتھ مختص ہو اور اسم میں فعل سے منقول ہوکر پایا جائے ۱۲ ٨ھ قولہ کشمر وضرب۔ شمر ماضی کا صیغہ ہے فعل کے وزن کی ساتھ مختص اور اس کا مصدر تشمیر ہے (دامن سمیٹنا) فعل سے اس کو اسم کیطرف نقل کیا گیا ہے اور اب اس کے معنی تیز رفتار گھوڑے کے ہو گئے ہیں اور وہ وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے ضرب ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس وقت اس سے کسی کا نام رکھیں گے تو وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مثال دیتے وقت مصنف نے ماضی مجہول کے صیغہ کو کیوں اختیار کیا ماضی معروف سے کیوں مثال نہیں دی۔ جواب یہ ہے کہ ماضی مجہول کی مثال اس لئے لائے ہیں کہ ضرب ماضی معروف کا وزن فعل کی ساتھ مختص نہیں اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے نمر وحجر کیونکہ حرکت آخر کا کوئی اعتبار نہیں ٩ھ قولہ اویکون فی اولہ الخ۔ یہ منع صرف میں وزن فعل کے مؤثر ہونیکی دوسری شرط ہے اور مطلب یہ ہے کہ وزن فعل اگر فعل کی ساتھ مختص نہ ہو تو اس وقت شرط یہ ہے کہ اس کے اول میں مثل اس زیادتی کے ہو جو فعل کے اول میں ہوتی ہے یعنی حروف اتین میں سے کوئی نہ کوئی حرف اس کے اول میں پایا جائے اور یہ کہ تاء تانیث کا داخل ہونا اس پر ممتنع ہو۔ غرض وزن فعل کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ وزن فعل کی ساتھ مختص ہو دوسرے حروف اتین میں سے اس کے اول میں کوئی حرف ہو اور تاء تانیث کا داخل ہونا ممتنع ہو۔ علی سبیل منع الخلو ایک کا پایا جانا ضروری ہے دونوں کا ایک

الالف والنون ان کانتا فی اسم فشرطہ العلمیۃ

اے مایقابل الصفۃ ۱۲

کعمران او صفۃ فانتفاء فعلانۃ وقیل وجود فعلی ومن

ثم اختلف فی رحمٰن دون سکران وندمان ووزن الفعل

من اجل المخالفۃ فی الشرط ۱۲

شرطہ ان یختص بالفعل کشمر وضرب او یکون فی اولہ زیادۃ

کزیادتہ غیر قابل للتاء ومن ثم امتنع احمر وانصرف یعمل

۱ھ قولہ الالف والنون الخ یعنی الف ونون زائدتان دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دونوں اسم میں ہوں یا صفت میں اگر اسم میں ہوں تو الف ونون کے منع صرف میں تاثیر کرنے کی شرط یہ ہے کہ علمیت ہو اس لئے کہ الف ونون مزیدتان آخر کلمہ میں زائد ہوتے ہیں اور وہ تغیر کا محل ہے۔ پس علمیت کو شرط کیا تاکہ حتی الامکان کلمہ تغیر سے محفوظ ہوجائے ۱۲ ۲ھ قولہ کعمران۔ یہ اس الف ونون زائدتان کی مثال ہے جو اسم میں پائے جاتے ہیں اور دوسرا سبب اس میں علمیت ہے ۱۲ ۳ھ قولہ او فی صفۃ الخ یعنی الف ونون زائدتان اگر صفت میں ہوں تو ان کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے یعنی تاء تانیث کا دخول اس کے مؤنث پر ممتنع ہو اس لئے کہ یہ دونوں آخر کلمہ میں لاحق ہوئے اور عدم دخول تاء تانیث میں ہر دو الف مقصورہ اور ممدودہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ پس اگر تاء تانیث اس کے مؤنث میں آجائے گی تو اس کی مشابہت الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ ضعیف ہوجائے گی۔ لہذا انتفاء فعلانۃ کو شرط کیا تاکہ مشابہت ضعیف نہ ہو ۱۲ ۴ھ قولہ وقیل وجود فعلی۔ یعنی بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ الف ونون زائدتان صفت میں ہوکر منع صرف کا سبب اس وقت بنیں گے جب کہ اس کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آئیگا۔ اور درحقیقت مقصد اس فریق کا بھی یہی ہے کہ اس کا مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے ۱۲ ۵ھ قولہ ومن ثم اختلف الخ یعنی چونکہ الف ونون زائدتان کی شرط تاثیر میں اختلاف ہے بعض انتفاء فعلانۃ کو اور بعض وجود

د۔ ساتھ پایا جانا ضروری نہیں۔ باقی رہی شرط ثانی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وزن کی فعل کیساتھ خصوصیت پیدا

فعل یہ ایسے دو سبب ہیں کہ ان میں علمیت بدون شرطیت کے مؤثر ہے بہرحال علمیت کا دوسرے سبب کی ساتھ مؤثر ہو کر پائے جانیکا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا بیان ماقبل اسباب منع صرف کے موقع پر ہو چکا ہے لیکن چونکہ وہ مصرح نہ تھا اس لئے مصنف علام نے یہاں بصراحت بیان فرمایا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مصنف کے قول الا ما ہی شرط فیہ الا العدل ووزن الفعل میں بدون عطف کے امر واحد سے متعدد استثنار مذکور ہیں اور قاعدہ ہے کہ جب کسی کلام میں بدون عطف کے امر واحد سے متعدد واستثنار مذکور ہوتے ہیں تو وہاں بدل غلط ہوتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مبدل منہ بطور غلط کے واقع ہوتا ہے اور حکم میں مسکوت عنہ کے ہوتا ہے اور مقصود کلام سے بدل ہوتا ہے پس اسوقت کلام مصنف کے یہ معنی ہیں کہ علمیت مؤثر ہو کر فقط عدل

اور وزن فعل میں پائی جاتی ہے کسی اور سبب میں نہیں پائی جاتی اور یہ علاوہ خلاف مقصود ہونیکے خلاف واقع بھی ہے پس ثابت ہوگیا کہ مصنف رح کا یہ کلام خلل سے خالی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہاں امر واحد سے متعدد استثنار نہیں بلکہ اس عبارت میں ہر ایک استثنار کا مستثنیٰ منہ علیحدہ علیحدہ ہے اس لئے کہ استثنار اول سے ایک موجبہ کلیہ سمجھا جاتا ہے یعنی ہر وہ اسم غیر منصرف کہ جسمیں علمیت شرط ہے علمیت اسمیں مؤثر ہو کر پائی جاتی ہے اور اس موجبہ کلیہ کے ساتھ ایک سالبہ کلیہ مفہوم ہوتا ہے یعنی جسمیں علمیت شرط نہیں اسمیں مؤثر ہو کر نہیں پائی جاتی پس اس سے یہ دوسرا استثنار ہے اور یہ معنی ہیں کہ جس اسم غیر منصرف میں علمیت شرط نہیں اسمیں مؤثر ہو کر نہیں پائی جاتی مگر عدل اور وزن فعل کہ ان دونوں میں علمیت بدون شرطیت کے مؤثر ہے ۱۲ سے قولہ وہما متضادان الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ قول مصنف اذا انکر صرف قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ قضیہ شرطیہ کا جزء اول یعنی مقدم اس کے جزء ثانی یعنی تالی کو مستلزم ہوتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ بر تقدیر صدق مقدم صدق تالی لازم ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ بر تقدیر صدق مقدم (تنکیر) صدق تالی (منصرف ہونا) لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ عدل اور وزن فعل اور علمیت تینوں ایک جگہ جمع ہو جائیں اور بعد زوال علمیت کے دو سبب (عدل و وزن فعل) باقی رہیں اور کلمہ بعد زوال علمیت کے بھی بدستور غیر منصرف ہو جیساکہ علمیت کے موجود ہونیکی صورت میں تھا اور جواب یہ ہے کہ عدل اور وزن فعل میں تضاد ہے دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اوزان عدل کے چھ ہیں اور انمیں سے کوئی وزن ایسا نہیں جو فعل کے اوزان معتبرہ میں سے ہو ۱۲ سے قولہ فلا یکون معہا الا احدہما یعنی جب یہ ثابت ہوگیا کہ ان دونوں میں تضاد ہے تو اب علمیت کا ان دونوں کی ساتھ اجتماع نہ ہوگا بلکہ دونوں میں سے کسی ایک کی ساتھ پائی جائیگی

مجموع عدل اور وزن فعل کی ساتھ جمع ہو جائے لیکن نفس الامر میں دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پائی

وَمَا فِيهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ إِذَا نُكِّرَ صُرِفَ لِمَا تَبَيَّنَ مِنْ أَنَّهَا

ای العلمیة

لَا تُجَامِعُ مُؤَثِّرَةً إِلَّا مَا هِيَ شَرْطٌ فِيهِ إِلَّا الْعَدْلَ وَ

استثناء من الاستثناء السابق

وَزْنَ الْفِعْلِ وَهُمَا مُتَضَادَّانِ فَلَا يَكُونُ مَعَهَا إِلَّا

ان کانت مجامعة للعدل ووزن الفعل

أَحَدُهُمَا فَإِذَا نُكِّرَ بَقِيَ بِلَا سَبَبٍ أَوْ عَلَى سَبَبٍ وَاحِدٍ

ان کانت العلمیة لشرط الشرطیة

لہ قولہ وما فیہ علمیة مؤثرة الخ یعنی ہر وہ اسم غیر منصرف کہ جس میں علمیت مؤثر ہے جب اس کو نکرہ کیا جاوے تو وہ منصرف ہو جائیگا کیونکہ علمیت کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی دو صورتیں ہیں کبھی تو وہ سبب اور شرط بن کر مؤثر ہوتی ہے اور کبھی سبب محض بن کر پس جس جگہ سبب اور شرط ہو کر مؤثر ہوتی ہے جیساکہ ترکیب اور تانیث بالتار اور تانیث معنوی اور عجمہ میں اگر وہاں علمیت کو زائل کر دیا جائے تو اسم بلا سبب کے باقی رہیگا کیونکہ اس میں ایک سبب تو علم تھا وہ جاتا رہا اور دوسرا سبب وہ تھا کہ جس میں علمیت شرط تھی پس جب شرط گئی تو مشروط بھی جاتا رہا۔ اور جس جگہ علمیت سبب محض بنکر مؤثر ہوتی ہے جیساکہ عدل و وزن فعل میں کہ ان میں سے کسی ایک کی ساتھ سبب ہو کر مؤثر ہوتی ہے شرط ہو کر مؤثر نہیں ہوتی اور نہ عدل اور وزن فعل علمیت کے ساتھ ایک ساتھ پائے جاتے ہیں اس لئے کہ عدل و وزن فعل میں تضاد ہے دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا پس جب اس صورت میں اسم غیر منصرف سے علمیت کو زائل کیا جائیگا تو صرف ایک سبب باقی رہیگا عدل یا وزن فعل اور چونکہ ایک سبب سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا لہذا منصرف ہو جائیگا پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی علم کو نکرہ کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ علم سے مراد وصف مشتہر لیں جیساکہ لکل فرعون موسیٰ کہتے ہیں اور اس سے مراد لکل مبطل محق لیتے ہیں دوسرے اس نام کی جماعت میں کا ایک فرد مراد لیں مثلاً کہیں ہذا زید ورأیت زیداً آخر پس یہاں اس نام کے بہت سے آدمیوں میں سے لاعلی التعیین ایک فرد مراد ہے یہ تو مصنف کی عبارت کا خلاصہ تھا۔ اب اصل عبارت پر غور کرو دیکھو مصنف رح کیا فرماتے ہیں **قولہ** لما تبین من انہا الخ یعنی اسم غیر منصرف کا کہ جس میں علمیت مؤثر ہے تنکیر کے بعد منصرف ہونا اس لئے ہے کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ علمیت مؤثر ہو کر اسی اسم غیر منصرف میں پائی جائے گی کہ جسمیں علمیت شرط ہے مگر عدل اور وزن

اب یہاں پر ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ قولہ الا احدہما استثنار مفرغ ہے اور یہ معلوم ہے کہ مستثنیٰ منہ استثنار مفرغ میں محذوف ہوتا ہے اور وہ اس جگہ لفظ شئی ہے۔ پھر وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے مراد شئی کا مفہوم عام ہوگا جو کہ اسباب تسعہ کو شامل ہے یا مفہوم خاص مراد ہوگا جو کہ صرف عدل اور وزن فعل پر صادق آتا ہے پس اگر شئی سے اس کا مفہوم عام مراد ہو تو اس وقت خلاف مقصود لازم آئیگا اور کلام کے یہ معنی ہوں گے کہ علمیت اسباب تسعہ میں سے کسی سبب کی ساتھ بجز عدل اور وزن فعل کے جمع نہ ہو گی اور یہ بدیہی البطلان ہے اور جب شئی سے مفہوم خاص یعنی احد من العدل و وزن الفعل مراد لیں تو چونکہ یہ عین مستثنیٰ ہے لہذا اس تقدیر پر استثنار الشئی من نفسہ لازم آتا ہے اور وہ باطل ہے جواب یہ ہے کہ یہاں مستثنیٰ منہ نہ تو مطلق شئی ہے اور نہ خاص عدل خاص کا عام سے استثنار ہے اور اسمیں کوئی قباحت نہیں فتأمل ۱۲ **قولہ** فاذا انکر بقی الخ یعنی وہ اسم غیر منصرف جسمیں علمیت مؤثر ہے خواہ شرط اور سبب

لہذا مخالفت کی نسبت سیبویہ کیطرف کی اخفش کی طرف نہیں کی اور اگر کوئی کہے کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ خالف کی نسبت سیبویہ کیطرف کیگئی ہے جواب یہ ہے کہ اس جملہ میں اعتباراً منصوب ہے اور بتقدیر لام خالف کا مفعول لہ ہے اور بحث مفعول لہ میں یہ قاعدہ مذکور ہو چکا ہے کہ بتقدیر لام مفعول لہ اسوقت تک منصوب نہیں ہوگا جب تک فاعل فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا ایک نہ ہو اور یہ امر تحقیق و تفتیش سے معلوم ہے کہ فاعل اعتباراً کا جو کہ مفعول لہ کا ہے سیبویہ ہے اس لئے کہ تنکیر کے بعد وہی وصفیت اصلیہ کا اعتبار کرتا ہے پس جب مفعول لہ کا فاعل سیبویہ ہے تو بقاعدہ مذکورہ فعل معلل بہ یعنی خالف کا فاعل بھی سیبویہ ہوگا اخفش فاعل نہیں ہو سکتا ورنہ قاعدہ کے خلاف لازم آیگا فائدہ۔ جاننا چاہئے کہ مثلاً احمر میں تنکیر کے بعد وصف اصلی کے اعتبار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ مانع کے زائل ہونے کے بعد وصفیت اس درجہ میں ہے کہ اگر کوئی وصفیت اصلیہ کا اثبات کا ارادہ کرے تو نظر بر زوال مانع اسکا اعتبار کرنا جائز ہے اور یہ معنی نہیں کہ بعد زوال مانع کے وصفیت اصلیہ عود کر آتی ہے تا آنکہ معنی رب احمر کے رب شخص فیہ معنی الحمرۃ کے ہوں بلکہ اس کے معنی رب شخص سمی بہذا اللفظ کے ہیں عام ازیں کہ اسود ہو یا ابیض ۱۲

وخالف[١] سيبويه الاخفش في مثل احمر علما اذا نكر اعتبار للصفة الاصلية بعد التنكير ولا يلزمه[٢] باب حاتم لما يلزم من اعتبار المتضادين في حكم واحد وجميع[٣] الباب باللام او بالاضافة ينجر بالكسر

مبتدا — خبر ۱۲

١ قوله وخالف سیبویہ الخ یہ جملہ مذہب جمہور سے بطور استثناء کے ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ اسم غیر منصرف کہ جس میں علمیت مؤثر ہے تنکیر کے بعد منصرف ہو جائیگا پس اب مذہب جمہور سے مصنف رح استثناء کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مثل احمر میں جب کہ وہ کسی کا علم ہو اور نکرہ کیا جائے اخفش اور سیبویہ کا اختلاف ہے اخفش تو مثل مذہب جمہور کی تنکیر کے بعد اسکو منصرف کہتا ہے اور سیبویہ تنکیر کے بعد بھی اسکو غیر منصرف پڑھتا ہے۔ غرض مثل احمر ایک ایسا اسم غیر منصرف ہے کہ اس کا تنکیر کے بعد منصرف ہونا متفق علیہ نہیں اب رہا یہ امر کہ مثل احمر سے کیا مراد ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ مثل احمر سے مراد ہر وہ اسم غیر منصرف ہے کہ جس میں علمیت سے پیشتر معنی وصفی ظاہر غیر خفی ہوں پس اسود میں چونکہ وصفیت کی معنی قبل از علمیت ضعیف اور خفی ہیں لہذا وہ اس اختلاف سے خارج ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعد تنکیر کے اس کا منصرف ہونا بالاتفاق ہے۔ سیبویہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ اسم کہ جس میں علمیت سے وصفیت کے معنی ظاہر اور غیر خفی ہیں اس میں معنی وصفیت کے اعتبار کرنے سے علمیت مانع تھی جب مانع زائل ہو گیا تو وصف عود کر آئیگا اور وصفیت اصلیہ کا اعتبار ہوگا۔ چنانچہ احمر وزن فعل اور وصفیت اصلیہ کے سبب اور سکران وصفیت اصلیہ اور الف نون زائدتان سبب غیر منصرف ہی رہیں گے اور اخفش کہتا ہے کہ علم اور وصف ایک دوسرے کی ضد ہیں علمیت کے ہوتے ہوئے معنی وصفیت کے معدوم ہو جائیں گے پھر اگر تنکیر کے بعد معنی وصفیت کا اعتبار کریں گے تو اعتبار معدوم کا لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں لہذا بعد تنکیر کے احمر اور سکران منصرف ہوں گے۔ اب یہاں پر ایک مشہور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ خالف مخالفت سے مشتق ہے اور محاورہ عرب کا اسکو متقاضی ہے کہ مخالفت کی نسبت ادنی کیطرف کریں اعلی کیطرف نہ کریں پس کیا وجہ ہے کہ مصنف نے یہاں مخالفت کی نسبت اعلی یعنی سیبویہ کیطرف کی جو کہ اخفش کا استاذ ہے کیا اس سے محاورہ عرب کے خلاف لازم نہیں آتا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مصنف رح نے استاذی اور شاگردی کا درجہ ملحوظ نہیں رکھا بلکہ دلیل کی قوۃ اور ضعف کا اعتبار کیا۔ پس اخفش کا قول چونکہ مذہب جمہور کے موافق ہونے کی وجہ سے قوی تھا اور سیبویہ کا ضعیف

٢ قوله ولا یلزمہ باب حاتم الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو اخفش کی جانب سے سیبویہ پر وارد آتا ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ جب سیبویہ نے مثل احمر میں معنی وصفیت کا اعتبار باوجود معدوم ہو نے کے کر لیا تو چاہئے کہ باب حاتم میں بھی معنی وصفیت کا جو کہ علمیت کی وجہ سے معدوم ہے اعتبار کرے حاتم حتم سے ماخوذ ہے اسکی معنی استوار کرنے اور حکم کرنے اور کام کو کسی پر واجب کرنے کے ہیں از منتخب۔ پھر باب حاتم سے مراد وہ علم ہے کہ اصل میں وصف ہو اور علمیت اسمیں باقی ہو اور جواب یہ ہے کہ تنکیر کے بعد وصف اصلی کے اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سیبویہ باب حاتم میں بھی وصف اصلی کا اعتبار کرے کیونکہ اگر ایسا کریگا تو حکم واحد یعنی ایک لفظ کے منع صرف میں دو ضد یعنی علمیت اور وصفیت کا اعتبار کرنا لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں اسلئے کہ یہ صورت اجتماع ضدین کی ہے اور اجتماع ضدین محال ہے ۱۲

٣ قوله وجمیع الباب باللام الخ یعنی جو اسم غیر منصرف کہ لام یا اضافت کیساتھ متلبس ہوگا حالت جری میں اس پر کسرہ داخل ہوگا اور بعض کے نزدیک تنوین بھی داخل ہوگی مگر تنوین لفظوں میں ظاہر نہ ہوگی اس لئے کہ لام اور اضافت مانع تنوین ہیں باقی رہا یہ امر کہ غیر منصرف پر بعد داخل ہونے لام اور اضافت کیساتھ متلبس ہونے کے کسرہ اور تنوین کیوں آتا ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ غیر منصرف پر فعل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کسرہ اور تنوین کا آنا ممنوع ہے پس جب اس پر لام داخل ہوگا یا اسکی اضافت ہو گئی تو چونکہ یہ دونوں خواص اسم سے ہیں لہذا اسکی مشابہت فعل کیساتھ ضعیف ہو جائیگی اور جانب اسمیت غالب ہو کر اس پر کسرہ اور تنوین جو کہ احکام اسم سے ہیں داخل ہو جائیں گے اب اگر کوئی کہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ یہاں مصنف رح نے ینجر بالکسر کہا اور صرف ینجر نہ کہا حالانکہ اسمیں اختصار تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مصنف رح بالکسر نہ کہتے تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ حالت جری میں بعد داخل ہونے لام اور مضاف ہونے کے اس پر کسرہ داخل ہوتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس مفہوم کے ادا کرنے کیلئے تو صرف ینکسر کہنا کافی تھا مصنف رح نے ینجر بالکسر کیوں کہا اور جواب یہ ہے کہ کسرہ کا اطلاق حرکت بنائیہ پر بھی ہوتا ہے۔ پس اس موقع پر اگر مصنف علام بجائے ینجر بالکسر کے ینکسر کہتے تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ وہ کسرہ پر مبنی ہوتا ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ عبارت فقط طریق استعمال کو بیان کرتی ہے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ غیر منصرف بعد متلبس ہونے لام اور اضافت کے غیر منصرف ہی رہتا ہے یا منصرف ہو جاتا ہے حالانکہ یہاں قابل ذکر یہی امر ہے اور جواب یہ ہے کہ چونکہ بعد اضافت اور دخول لام غیر منصرف کے منصرف ہونے میں اختلاف تھا لہذا مصنف نے طریق استعمال کے بیان پر اکتفاء کیا۔ نہیں پایا جاتا۔ پس یہاں جب کسرہ داخل ہو گیا گویا کہ تنوین بھی داخل ہو گئی مگر چونکہ لام و اضافت مانع تنوین ہیں لہذا تنوین لفظوں میں ظاہر نہ ہوگی اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ

المرفوعات هي ما اشتمل على علم الفاعلية فمنه

ای علامتہا وہی الرفع والواو والالف نحو جارنی زید وابوه والزیدان

الفاعل هو ما أسند اليه الفعل وشبهه وقدم

الفعل ١٢ المصدر واسم الصفة المشبہة والمفعول یعنی اسم فاعل

عليه على جهة قيامه به مثل قام زيد وزيد قائم ابوه

مثال الفعل — مثال مشبہۃ الفعل

سلہ قولہ المرفوعات الخ یہ باعتبار ترکیب کے یا تو مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے ای المرفوعات ہذہ یا مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہذہ المرفوعات یا فعل محذوف کا مفعول ہے ای خذ المرفوعات۔ نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ المرفوعات میں الف ولام عوض میں مضاف الیہ کے ہے ای باب المرفوعات او ذکر المرفوعات باقی رہا یہ امر کہ بحث مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر کیوں مقدم کیا سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غالباً مسند الیہ پر مشتمل ہوتا ہے اور مسند الیہ کلام میں عمدہ ہے۔ پس عمدہ کی رعایت سے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیا پھر مرفوعات مرفوع کی جمع ہے نہ کہ مرفوعۃ کی اس لئے کہ مرفوع اسم کی صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ صفت اور موصوف کے مابین تذکیر اور تانیث میں مطابقت ہونی چاہئے۔ پس اگر مرفوعات کو مرفوعۃ کی جمع کہیں تو درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت نہ ہوگی کیونکہ اسم مذکر ہے اور مرفوعۃ مؤنث پس لا محالہ مرفوعات کو مرفوع کی جمع کہیں گے نہ کہ مرفوعۃ کی اور اگر کوئی کہے کہ مرفوع مذکر ہے اور مذکر کی جمع واو نون یا یا نون کے ساتھ ہوتی ہے لہذا اسکی جمع مرفوعات الف تار کے ساتھ کیونکر صحیح ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نحویوں کا ایک قاعدہ مشہورہ ہے وہ یہ کہ مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع کو ہمیشہ الف اور تار کے ساتھ لاتے ہیں جیسا کہ سلطان کی جمع جو کہ یوم مذکر لا یعقل کی صفت ہے خالیات الف تار کے ساتھ لاتے ہیں اور ایام الخالیات کہتے ہیں۔ پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مصنف کا قول المرفوعات معرف بالفتح اور قولہ ہو ما اشتمل الخ معرف بالکسر ہے اور ظاہر ہے کہ معرف بالفتح جمع ہے اور جمع افراد پر بالمطابقۃ دلالت کرتی ہے لہذا یہ تعریف ماہیت کی نہ ہوگی افراد کی ہوگی اور وہ ناجائز ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تعریف افراد کی نہیں ماہیت ہی کی ہے اس لئے کہ معرف میں ضمیر ہو کا مرجع مرفوع کلی ہے جو کہ ضمن میں مرفوعات کے سمجھا جاتا ہے مرفوعات نہیں کہ اعتراض معترض لازم آئے۔ بہر حال مرفوع کی تعریف یہ ہے کہ مرفوع وہ ہے کہ جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔ فاعل کی علامت ضمہ اور واو اور الف ہے جیسے جاءنی رجلٌ واخوه والرجلان اس کے بعد مصنف رح کے قول علی علم الفاعلیۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے علی علم الفاعلیۃ کہا اور

اور علی علم الرفع نہ کہا حالانکہ اختصار اس میں تھا کہ علی علم الرفع کہتے۔ جواب یہ ہے کہ معرف کی تعریف در اصل اس کے خفا دور کرنے کے لئے ہوتی ہے پس اگر مرفوع کی تعریف میں بجائے علی علم الفاعلیۃ کے علی علم الرفع کہتے تو مرفوع کا خفا بدستور باقی رہتا اور دور لازم آجاتا۔ اس لئے کہ رفع کا سمجھنا مرفوع پر موقوف ہے اور تعریف مرفوع میں لفظ رفع آنے سے مرفوع کا سمجھنا رفع پر موقوف ہوگا۔ پس دور لازم آجائیگا اور وہ ناجائز ہے۔ پس اس اشکال سے بچنے کے لئے مصنف علام نے علی علم الفاعلیۃ کہا تاکہ مرفوع کا خفا بھی جاتا رہے اور دور بھی لازم نہ آے ١٢ سلہ قولہ فمنہ الفاعل الخ یعنی مرفوع میں سے بعض مرفوع فاعل ہے اور اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف رح نے فاعل کو تمام مرفوعات پر مقدم کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ فاعل جمہور کے نزدیک تمام مرفوعات کی اصل ہے اس لئے کہ وہ جملہ فعلیہ کا جز ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں اصل ہے کیونکہ غرض جملہ سے مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہے اور وہ بہ نسبت جملہ اسمیہ کے جملہ فعلیہ میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ جملہ فعلیہ چند زوائد مثلاً زمان وغیرہ پر دلالت کرتا ہے۔ پس جب فاعل کا تمام مرفوعات میں اصل ہونا ثابت ہوگیا تو اس کا جملہ مرفوعات پر مقدم کرنا ہی مناسب تھا ١٢ سلہ قولہ وہو ما اسند الیہ الفعل الخ اس میں لفظ قُدِّمَ علیہ بتقدیر قد جملہ حالیہ ہے اور ضمیر احد الامرین کیطرف جو کہ لفظ او سے مستفاد ہوتا ہے راجع ہے اور قولہ علی جہۃ قیامہ۔ یہ مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے ای اسناداً واقعاً علی جہۃ قیامہ بہ اور مطلب یہ ہے کہ فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد کی گئی ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم پر مقدم کیا گیا ہو اس طریقہ پر کہ یہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کی ساتھ قائم ہو عام ازیں کہ اس سے صادر ہو جیسے قتل زید عمرواً یا صادر نہ ہو جیسے مات زید تعریف فاعل میں ما اسند الیہ الفعل او شبہ کہنے سے وہ اسم خارج ہوگیا کہ جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد نہیں جیسے زید ابوک و ہذا زید اور قدم علیہ کی قید سے وہ اسم خارج ہوگیا جو فعل اور شبہ فعل پر مقدم ہے جیسے زید ضرب اور اگر کوئی کہے کہ زید ضرب میں زید اسند الیہ کی قید سے خارج ہے۔ اس لئے کہ یہاں ضرب فعل کی اسناد ضمیر کیطرف ہے نہ کہ زید کیطرف پس اس کے اخراج کیلئے جدید قید یعنی قدم علیہ کے اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی ضمیر کی طرف اسناد کرنا گویا اس چیز کی طرف اسناد کرنا ہے اس لئے کہ مصداق ضمیر اور مرجع کا ایک ہوتا ہے۔ پس اگر قدم علیہ کی قید نہ لگائی جاتی تو زید ضرب میں زید پر فاعل کی تعریف صادق آتی اور علی جہۃ قیامہ کی قید سے مفعول مالم یسم فاعلہ خارج ہوگیا۔ اس لئے کہ اسکی طرف فعل کی اسناد علی جہۃ قیامہ نہیں ١٢ سلہ قولہ مثل قام زید۔ یہ مثال اسناد فعل کی ہے جو کہ اسم کیطرف ہو رہی ہے ١٢ ھ قولہ وزید قائم ابوہ۔ یہ شبہ فعل کی مثال ہے اور اسناد اس میں بھی اسم کی طرف ہے ١٢ (فائدہ) شبہ فعل وہ ہے کہ اسمیں معنی اور مادہ دونوں پائے جائیں جیسے اسم فاعل و اسم مفعول۔ صفت مشبہ۔ ظرف زمان و مکان۔ مصدر وغیرہ۔ پس اس وقت شبہ فعل میں اسماء افعال داخل نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ ان میں اگرچہ معنی فعل پائے جاتے ہیں مگر اکثر میں مادہ نہیں پایا جاتا۔ جیسے رويد وغیرہ اور جو لوگ شبہ فعل میں فقط معنی فعل پر کفایت کرتے ہیں ان کے نزدیک صرف معنی فعل باقی رہنے سے اسماء افعال شبہ فعل میں داخل ہو جائیں گے ١٢ . . . .

بندہ محمد مشیت اللہ دیوبندی

اور قرینہ وہ ہے کہ تعیین مقصود پر بلا وضع دلالت کرے۔ پس جب اعراب اور قرینہ کے درمیان نسبت تبائن کی ہے تو اب اشکال وارد نہ ہوگا۔ اور پھر قرینہ دو قسم پر ہے ایک لفظی جیسے ضربت موسیٰ حبلیٰ میں تاءِ تانیث فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے اور وہ حبلیٰ ہے۔ دوسرے معنوی جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ میں کھانیوالا از روئے عقل کے یحییٰ متعین ہے۔ پس جس جگہ ان دونوں قسم کے قرینوں میں سے کوئی قرینہ نہ پایا جائیگا فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا واجب ہوگا جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ تاکہ معلوم ہو کہ فاعل مقدم ہے ۱۲ ۵ قولہ اوکان مضمراً متصلاً الخ یہ دوسرا موضع ہے کہ جسمیں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے اس لئے کہ فاعل جب ضمیر متصل ہو اگر تقدیم واجب نہ ہو گی تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کا مؤخر کرنا

والاصل ان یلی الفعل فلذٰلک جاز ضرب غلامَہٗ زیدٌ وامتنع ضرب غلامُہٗ زیدًا واذا انتفی الاعرابُ (شرط ۱۲) فیھما (ای فی الفاعل والمفعول ۱۲) لفظًا والقرینۃُ اوکان مضمراً (ای الفاعل ۱۲) متصلاً اووقع مفعولہٗ (ای مفعول الفاعل ۱۲) بعد الّا اومعناھا (ای انما ۱۲) وجب تقدیمہٗ

بھی جائز ہے اور جب مؤخر کرنا جائز ہوا تو جس وقت مؤخر کریں گے متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ۱۲ ۵ قولہ او وقع مفعولہ الخ یہ تیسرا موضع ہے کہ جس میں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب مفعول فاعل کا الا کے بعد واقع ہو تو تقدیم فاعل کی مفعول پر واجب ہوگی جیسا کہ ما ضرب زیدٌ الا عمروًا میں اور دلیل یہ ہے کہ اگر فاعل کو مقدم نہ کریں گے تو خلاف مقصود لازم آئیگا اس لئے کہ مقصود ضاربیت زید کا مضروبیت عمرو میں انحصار ہے اور یہ معنی ہیں کہ زید نے بجز عمرو کے کسی کو نہیں مارا اور ہو سکتا ہے کہ عمرو کسی اور کا مضروب ہو پس اس جگہ اگر فاعل کو مقدم نہ کریں بلکہ اسی طرح بتوسط الا مؤخر کریں اور ما ضرب عمروًا الا زید کہیں تو اس وقت مضروبیت عمرو کا ضاربیت زید پر انحصار ہو جائیگا اور یہ معنی ہوں گے کہ عمرو کو بجز زید کے کسی نے نہیں مارا اور یہ ممکن ہے کہ زید نے کسی اور کو بھی مارا ہو اور یہ خلاف مقصود ہے اب اگر کوئی کہے کہ جب ہم مفعول کو الا کے ساتھ مؤخر کریں اور ما ضرب الا عمروًا زید کہیں تو اس صورت میں خلاف مقصود لازم نہیں آئیگا زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس وقت صفت کا قصر اس کے تمام ہونے سے پہلے لازم آئیگا۔ اور یہ اگرچہ مستحسن نہیں مگر ناجائز بھی نہیں لہٰذا فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہ ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ یہاں وجوب تقدیم فاعل میں شرط یہ ہے کہ صورت تقدیم فاعل و مفعول میں الا وسط میں رہے پس اگر مفعول مع الا کے فاعل پر مقدم ہو جائے تو یہ جائز ہے پھر اگر کوئی کہے کہ قول مصنف او وقع مفعولہ الخ میں مفعول کو ضمیر فاعل کیطرف مضاف کیا گیا ہے۔ حالانکہ مفعول فعل کا ہوتا ہے فاعل کا نہیں ہوتا۔ اور جواب یہ ہے کہ یہاں اضافت ادنیٰ ملابست کی ہے ...

۱ قولہ والاصل ان یلی الخ یعنی فاعل کے لئے اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو اور دیگر معمولات فعل پر مقدم ہو اس لئے کہ فاعل بوجہ شدت احتیاج کے طرف فعل کی مثل جز فعل کے ہے۔ پس اتصال اس کا فعل کی ساتھ اولیٰ و انسب ہے ۱۲ ۲ فلذٰلک الخ یعنی پس وجہ مذکورہ بالا کی بناء پر ضرب غلامہ زید جائز ہے۔ اسلئے کہ اسمیں زید فاعل ہے اور وہ اگرچہ غلامہ سے لفظاً مؤخر ہے مگر رتبۃً فاعل ہونے کی حیثیت سے اس پر مقدم ہے لہٰذا اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آتا ہے نہ کہ رتبۃً اور یہ جائز ہے ناجائز وہ اضمار قبل الذکر ہے جو کہ لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے لازم آئے ۱۲ ۳ قولہ وامتنع الخ یعنی ترکیب ضرب غلامُہٗ زیدًا ممتنع ہے اس لئے کہ زید مفعول بہ ہے اور لفظاً اور رتبۃً ہر حیثیت سے غلامہ سے مؤخر ہے۔ پس اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبۃً لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے ۱۲ ۴ قولہ واذا انتفی الخ ماقبل قولہ والاصل ان یلی الفعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاعل کیلئے سزاوار یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو جس سے ضمناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فعل کے ساتھ متصل نہ ہونا بھی جائز ہے پس اب مصنف رہ ان چند عوارض کو بیان کرتے ہیں کہ جن میں عارض ہونے کے بعد تقدم فاعل واجب اور عدم تقدیم ناجائز ہو جاتی ہے چنانچہ وہ عوارض کل چار ہیں ایک یہ کہ فاعل اور مفعول سے اعراب لفظی اور قرینہ کہ فاعلیت اور مفعولیت پر دلالت کرتا ہے دونوں منتفی ہو جائیں۔ اس صورت میں تقدیم فاعل کی مفعول پر واجب ہوگی ورنہ درمیان فاعل اور مفعول کے التباس واقع ہوگا اور معلوم نہ ہوگا کہ کون فاعل ہے اور کون مفعول۔ اب اگر کوئی کہے کہ انتفائے قرینہ سے انتفائے اعراب بھی سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ قرینہ عام اور اعراب خاص ہے۔ قرینہ بغیر اعراب کے بھی پایا جاتا ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ انتفائے عام انتفائے خاص کو مستلزم ہوتا ہے لہٰذا انتفائے قرینہ بھی سمجھا جائیگا دونوں کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی۔ جواب یہ ہے کہ قرینہ کو اعراب سے عام کہنا صحیح نہیں دونوں میں نسبت تبائن کی ہے اس لئے کہ اعراب وہ ہے کہ جو تعیین مقصود پر بالوضع دلالت کرے

جو بھی الا کے بعد واقع ہوگا وہ مقصور علیہ ہوگا خواہ مقدم ہوں یا مؤخر ۱۲ ۵ قولہ وجب تقدیمہ۔ یہ شرائط مذکورہ کی جزا ہے ...

اور وہ یہ کہ دونوں ایک عامل یعنی فعل کے معمول ہیں ۱۲ ۶ قولہ او معناہا الخ یہ چوتھا موضع ہے کہ جسمیں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے اور مطلب یہ کہ جب مفعول بعد معنی الا کے واقع ہوگا تو تقدیم فاعل کی مفعول پر واجب ہوگی ورنہ اس صورت میں بھی خلاف معنی مقصود کے لازم آئیگا جیسے انما ضرب زید عمروًا (فائدہ) معنی الا یعنی انما میں چونکہ مقصور علیہ مؤخر ہوتا ہے اس لئے فاعل اور مفعول میں سے جو بھی مؤخر ہوگا وہ بمنزلہ اس اسم کے ہوگا جو الا کے بعد واقع ہے یعنی مقصور علیہ واقع ہوگا۔ اور اس مقصور علیہ کی تقدیم اس کے غیر پر جائز نہ ہوگی اور نہ التباس واقع ہوگا جیسا کہ انما ضرب زید عمروًا میں اگر انما ضرب عمروًا زید کہیں تو التباس ہوتا ہے۔ بخلاف نفی اور استثناء کے کہ اس میں کوئی التباس نہیں اس لئے نہ اس جگہ فاعل و مفعول میں سے

یعنی صورت مذکورہ بالا میں فاعل کی تاخیر واجب ہے جیساکہ اوپر گذرا ۱۲ ۶ قولہ وقد یحذف الفعل الخ یعنی کبھی فعل کو جو فاعل کو رفع دینے والا ہے وقت قائم ہونے قرینہ کے جوازاً حذف کر دیتے ہیں جیسے کسی نے کہا من قام اور اس کے جواب میں زید کہیں کیونکہ یہ اصل میں قام زید تھا فعل کو حذف کر دیا گیا ۱۲ ۷ قولہ فی مثل زید الخ مثل زید سے مراد وہ اسم ہے کہ جس میں حذف فعل کا قرینہ سوال محقق ہو اور اگر کوئی کہے کہ اس جگہ خبر محذوف ہے اور اصل کلام کی زید قام تھی نہ کہ قام زید خبر کو بقرینہ سوال متحقق کے حذف کر دیا گیا ہے۔ اور بجائے حذف فعل کے خبر کا حذف انسب ہے اس لئے کہ اس صورت میں جواب جملہ اسمیہ ہوکر سوال کے مطابق ہو جائے گا۔ جواب یہ ہے کہ حذف خبر سے تکثیر حذف لازم آتی ہے کیونکہ اسوقت پورے جملہ کو محذوف ماننا پڑے گا

بخلاف ما نحن فیہ کے کہ اسوقت صرف فعل کو محذوف ماننا پڑتا ہے جو کہ جز جملہ ہے اور تقلیل حذف تکثیر حذف سے اولیٰ اور احسن ہے۔ نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جملہ سوالیہ بھی حقیقت میں جملہ فعلیہ ہے جیساکہ علامہ سید شریف جرجانی نے کہا کہ من قام قوت میں اقام زید او عمرو او بکر او خالد کے ہے پس کلمہ مَن کو جو کہ اجمالاً افراد پر دلالت کرتا ہے موضوع کیا اور معنی استفہام کو متضمن ہونے کی وجہ سے اس کو صدر کلام میں لائے اس لئے کہ استفہام صدر کلام کو چاہتا ہے پس یہ جملہ صورۃً اسمیہ اور معنی فعلیہ ہے پس اس کے جواب میں جملہ فعلیہ لانا مناسب ہے تاکہ تنبیہ مطابقت معنوی پر ہو جائے ۱۲ ۸ قولہ ولیبک یزید الخ یہ ضرار بن نہشل کا قول ہے مرثیہ میں اپنے بھائی یزید کے کہتا ہے مقصد اس مصرعہ کے ذکر کرنے سے مصنف رح کا یہ ہے کہ جسطرح بقرینہ سوال محقق حذف فعل جائز ہے اسی طرح بقرینہ سوال مقدر بھی حذف فعل جائز ہے پس مثال مذکورہ۔ ولیبک یزید ضارع لخصومۃ۔ میں ضارع سے پہلے بکی فعل محذوف ہے اور قرینہ سوال مقدر ہے اس لئے کہ جب لیبک یزید کہا یعنی چاہئے کہ رویا جائے یزید۔ سوال پیدا ہوا من یبکیہ اس کو کون روئے۔ جواب دیا گیا ضارع یعنے یبکیہ ضارع (اس کو عاجز روئے) پس یہاں قرینہ سوال مقدر ہے اور ضارع سے پہلے فعل محذوف ہے (ترکیب) لیبک فعل مجہول اور یزید اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور ضارع فعل محذوف کا فاعل ہے ای یبکی ضارع اور لام لخصومۃ میں ضارع کے متعلق ہے ای یبکی ضارع لاجل خصومۃ یا فعل محذوف کے متعلق ہے ای یبکی لخصومۃ مگر یہ دوسری شکل از روئے معنی کے قوی نہیں اس لئے کہ اسوقت بکا خصومۃ کے لئے ہوگا یزید کیلئے نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی کہے کہ لیبک فعل مجہول پڑھنے کی صورت میں اسقدر تکلفات کرنے پڑتے ہیں اور تکثیر حذف بھی لازم آتی ہے اور اگر اس کو معروف پڑھیں اور یزید کو اس کا مفعول اور ضارع کو فاعل کہیں اور لخصومۃ کو لیبک فعل مذکور کے متعلق کریں تو اس وقت معنی فاسد نہ ہوں گے اور نہ تکثیر حذف لازم آئے گی جیساکہ ظاہر ہے اس لئے کہ اسوقت معنی شعر کے یہ ہوں گے کہ چاہئے کہ یزید کو روئے دشمنوں کی خصومت سے عاجز اور خوار ہو اس لئے کہ وہ عاجزوں کا پشت پناہ تھا پس یہ معنی مثل معنی ترکیب اول کے ہیں اور اس ترکیب میں سلامت من الحذف کا فائدہ بھی ہے جواب یہ ہے کہ بر تقدیر ولیبک فعل معروف پڑھنے کے مصرعہ مذکور اس کی مثال نہ ہوگا کہ جس کے مصنف درپئے ہے لہذا ولیبک کو فعل مجہول بنایا گیا تاکہ اس کا مثال بننا صحیح ہو۔ اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف رح نے تصحیح مثال کے لئے جانب مرجوح کو اختیار کیا جواب یہ ہے کہ یہ جانب مرجوح نہیں بلکہ راجح

وَاِذَا اتَّصَلَ[۱] بِهٖ ضَمِیْرُ مَفْعُوْلٍ اَوْ وَقَعَ[۲] بَعْدَ اِلَّا اَوْ مَعْنَاهَا[۳]

(ای تقدیم الفاعل علی المفعول ۱۲ — بالفاعل ۱۲ — ای الفاعل ۱۲)

اَوِ اتَّصَلَ[۴] بِهٖ مَفْعُوْلٌ وَهُوَ غَیْرُ مُتَّصِلٍ وَجَبَ[۵] تَاْخِیْرُهٗ

(ای بالفعل ۱۲ — ای الفاعل ۱۲ — جزاء شرط ۱۲)

وَقَدْ یُحْذَفُ[۶] الْفِعْلُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ جَوَازًا فِیْ مِثْلِ[۷] زَیْدٌ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ شِعْرٌ وَلْیُبْكَ[۸] یَزِیْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ ☆ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِیْحُ الطَّوَائِحُ

---

۱ قولہ واذا اتصل بہ ضمیر مفعول الخ ماقبل مصنف علام نے فاعل کیلئے تقدیم کو اصل بتایا تھا اور یہ کہ بعض عوارض کیوجہ سے اسکی تقدیم واجب ہوتی ہے۔ اب یہاں ان عوارض کو بیان کرتے ہیں کہ جن کے سبب فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا ممتنع اور اس کی تاخیر واجب ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ جب فاعل کی ساتھ ایسی ضمیر متصل ہو جو کہ مفعول کی طرف راجع ہے جیسے ضرب زیداً غلامہ میں غلام فاعل ہے اور ضمیر جو کہ زید مفعول کیطرف لوٹتی ہے اسکے متصل ہے۔ پس یہاں پر فاعل کی تاخیر واجب ہوگی۔ ورنہ اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ۱۲ ۲ قولہ او وقع بعد الا الخ یعنی جب فاعل الا کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں بھی فاعل کی تاخیر واجب ہوگی۔ ورنہ خلاف مقصود لازم آئے گا جیسے ما ضرب عمرواً الا زید کہ یہاں مضروبیت عمرو کا ضاربیت زید پر قصر ہے۔ پس اگر الا کو فاعل و مفعول کے وسط میں رکھتے ہوئے فاعل کو مفعول پر مقدم کریں اور کہیں ما ضرب زید الا عمرواً تو اس وقت ضاربیت زید کا مضروبیت عمرو پر قصر ہو جائیگا۔ اور یہ قلب مقصود ہے کما مر ۱۲ ۳ قولہ او معناہا۔ یعنی فاعل جب معنی الا کے بعد واقع ہوگا تو اس وقت بھی تاخیر فاعل کی ضروری ہے۔ جیسے انما ضرب عمرواً زید میں اگر فاعل کو مؤخر نہ کریں تو خلاف مقصود لازم آئے گا جیساکہ اوپر گذرا ۱۲ ۴ قولہ او اتصل بہ الخ یعنی جبکہ فعل کیساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو اور فاعل غیر ضمیر متصل ہو جیسے ضربک زید تو اس جگہ بھی فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے ورنہ اگر مفعول کو مؤخر کریں گے تو ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں اس لئے کہ ان دونوں میں منافات ہے بخلاف اس صورت کے کہ فاعل بھی ضمیر ہو تو اس جگہ فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہوگی جیسے ضربتک ۱۲ ۵ قولہ وجب تاخیرہ الخ یہ شرائط مذکورہ کی جزا ہے

حذف کرکے مفعول کو اسکا قائم مقام کیا گیا اور ضارع سے پہلے یبکی فعل محذوف کو نکالا گیا تو اسناد مکرر ہوگی اور

باقی رہے۔ پس یہاں مفسر اور مفسر کا اجتماع جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے جیساکہ جاءنی رجل ای زید میں ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ جب وان احد
الخ میں حذف مفسر سے ابہام ہوتا ہے اور اس کی تفسیر میں دوسرا فعل ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے حذف کرنے کی کیا ضرورت ہے جواب یہ ہے کہ
مابعد ان شرطیہ کے فعل کا حذف کرنا نحاۃ کے نزدیک اہم ہے اور ان کی عادت ہے کہ وہ اہم شئی کو حذف کر دیتے ہیں تاکہ او قع فی النفس ہو۔
جیساکہ ظاہر ہے کہ حذف فعل کی صورت میں نفس اس کا مشتاق ہوگا اور جستجو ہوگی اور بعد تلاش کے جب وہ حاصل ہوگا تو اوقع
فی النفس ہوگا۔ کما مر ۱۲ ؁ قولہ وقد یحذفان الخ یعنی کبھی فعل اور فاعل دونوں کو بطریق جواز حذف کر دیتے ہیں جیسے کسی

وَوُجُوْبًا فِیْ مِثْلِ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ
ای حذفا واجبا ۱۲ ای فی کل موضع حذف الفعل ثم فسر ۱۲

وَقَدْ یُحْذَفَانِ مَعًا فِیْ مِثْلِ نَعَمْ لِمَنْ قَالَ اَقَامَ زَیْدٌ
جوابا ۱۲ ای الفعل والفاعل ۱۲

وَاِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ ظَاهِرًا بَعْدَهُمَا فَقَدْ یَکُوْنُ
صفت ظاہرا ۱۲

فِی الْفَاعِلِیَّۃِ مِثْلُ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَفِی الْمَفْعُوْلِیَّۃِ مِثْلُ

ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَفِی الْفَاعِلِیَّۃِ وَالْمَفْعُوْلِیَّۃِ مُخْتَلِفَیْنِ

نے کہا اقام زید اور اس کے جواب میں نعم کہا جائے پس یہاں جملہ اقام زید کو حذف کر کے نعم حرف ایجاب کو اس کا قائم مقام کیا اور جملہ فعلیہ کو جواب میں اس لئے مقدر کیا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے۔ اس لئے سوال جملہ فعلیہ سے ہے ۱۲ ؁ قولہ واذا تنازع الخ مصنف رح کی اس عبارت پر بادی النظر میں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنازع کے معنی جنگ کرنے کے ہیں۔ اور وہ ذی روح کی صفت ہے لہذا اس کے ساتھ دو فعلوں کا اتصاف کیونکر ہو سکتا ہے اور جواب یہ ہے کہ یہاں تنازع کے معنی یہ ہیں کہ دو فعل از راہ معنی اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہوں اور ہر فعل یہ چاہے کہ وہ اسم ظاہر میرا معمول بنے اس کے بعد اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنازع بایں معنی جس طرح دو فعلوں میں ہوتا ہے اسی طرح دو اسموں میں بھی ہوتا ہے جیسے زید معط ومکرم عمروا پس فعلان کی قید سے دو اسموں کو تنازع سے خارج کرنا

؁ قولہ ووجوبا فی مثل الخ وجوبا کا عطف جوازا پر ہے۔ یعنی فعل کو بوقت قیام قرینہ کے وجوبا حذف کر دیتے ہیں جیساکہ مثل وان احد من المشرکین استجارک میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور مراد مثل وان احد سے وہ موضع ہے کہ جہاں فعل کو بقرینہ مجوزہ للحذف حذف کر دیا گیا ہو اور اس کے بعد ابہام پیدا ہو گیا ہو پھر ابہام کو دور کرنے کے لئے بطور تفسیر کے کسی فعل کو لایا گیا ہو۔ پس اس جگہ فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس لئے کہ اگر فعل کا حذف کرنا واجب نہ ہوگا تو اس کا ذکر کرنا جائز ہوگا۔ پس جب اس کو ذکر کریں گے تو اجتماع مفسر اور مفسر کا لازم آئے گا اور یہ محال ہے اور مستلزم امر محال کا خود محال ہوتا ہے لہذا جواز ذکر فعل کا محال ہوگا اور اس کا حذف واجب ہوگا۔ اس لئے کہ نقیض ممتنع کی واجب ہوتی ہے باقی رہا یہ امر کہ مثال مذکور میں حذف فعل کا قرینہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان شرطیہ ہے اور وہ ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے پس بقرینہ حرف شرط فعل کو حذف کیا گیا پھر جب فعل کے حذف کرنے کے بعد ابہام ہوا تو اس کے رفع کرنے کے لئے بطور تفسیر کے دوسرا فعل لے آئے۔ پس اس وقت فعل اول کا حذف کرنا واجب ہوگا تاکہ مفسر اور مفسر کا اجتماع لازم نہ آئے اور اگر کوئی کہے کہ مفسر اور مفسر کا اجتماع کلام عرب میں شائع ذائع ہے جیسے جاءنی رجل ای زید اس کو ناجائز کہہ سکتے۔ جواب یہ ہے کہ ہم اجتماع مفسر اور مفسر کو علی الاطلاق ناجائز نہیں کہتے۔ بلکہ اس وقت ناجائز کہتے ہیں کہ جب حذف مفسر سے ابہام پیدا ہو اور اس کے رفع کرنے کے لئے مفسر کو لایا جائے اس صورت میں ذکر مفسر سے چونکہ ابہام نہیں رہتا لہذا مفسر کا ذکر کرنا لغو ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ ابہام بعد ذکر مفسر کے

باطل ہے۔ جواب یہ ہے کہ مصنف علام نے اس جگہ مسئلہ تنازع میں فعلان کا اس لئے ذکر کیا کہ فعل عمل میں قوی ہے اور اسم عامل ضعیف ہے لہذا فعل کو ذکر کیا اور اسم کو اس کے تابع کیا۔ اس کے بعد یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنازع کو دو فعلوں کے ساتھ کیوں مختص کیا تنازع دو فعلوں سے اکثر میں بھی متحقق ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ مصنف نے اقل مدارج تنازع پر اکتفار کیا اس لئے کہ اکثر کی کوئی حد نہیں۔ باقی رہے فوائد قیود سو وہ یہ ہیں کہ مصنف رح نے جب لفظ ظاہرا کہا تو اس سے جمیع مضمرات خارج ہو گئیں جیساکہ ظاہر ہے کہ لفظ ظاہرا سے نحوی اسم ظاہر کا۔

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ کیجئے)

ارادہ کرتے ہیں۔ اور ضمیر بارز اگرچہ ظاہر ہے مگر اس کو اسم ظاہر نہیں کہتے بلکہ مضمر ظاہر کہتے ہیں لہذا وہ اس قید سے خارج ہے جیسا کہ ضمیر مستتر بوجہ مستتر ہونے کے لفظ ظاہر سے خارج ہے اور اگر کوئی کہے کہ ضمائر کو باب تنازع سے خارج کرنے کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ ضمائر دو حال سے خالی نہیں یا متصل ہوں گی یا منفصل۔ اگر متصل ہوں تو تنازع ممکن نہیں۔ اس لئے کہ وہ فعل کہ جس کے ساتھ وہ متصل ہے اس میں عامل ہوگا۔ اور دوسرے فعل کو اس میں عمل کرنے کی مجال نہ ہوگی۔ اور اگر ضمیر منفصل ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں کبھی اس میں تنازع ہوگا۔ اور رفع رفع کے طریقہ پر ممکن نہ ہوگا۔ اور کبھی تنازع بھی ہوگا اور رفع بھی رفع کے طریقہ پر ہو جائے گا۔ مگر مصنف کے نزدیک دونوں

صورتیں باب تنازع سے خارج ہیں۔ پہلی صورت کا باب تنازع سے خارج ہونا تو ظاہر ہے۔ اس لئے کہ یہاں باب تنازع ہیں وہ تنازع مراد ہے کہ بقاعدہ رفع رفع ہو سکے اور دوسری صورت اس لئے خارج ہے کہ مصنف رح قواعد کلیہ کو بیان کرتے ہیں نہ کہ قواعد جزئیہ کو۔ پس یہ صورت چونکہ قواعد جزئیہ سے ہے لہذا مصنف رح کے نزدیک باب تنازع سے خارج ہے تفصیل مقام کی یہ ہے کہ مثلاً ماضرب واکرم الا انا میں انا ضمیر منفصل ہے اور ضرب اور اکرم میں سے ہر ایک فعل اسکو اپنا معمول بنانا چاہتا ہے۔ پس یہاں ہر چند کہ تنازع فعلان متحقق ہے۔ مگر بقاعدہ رفع رفع ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اگر ان دونوں فعلوں میں سے کسی کو عامل بنایا جائے گا تو دوسرے فعل کے لئے ضمیر فاعل لائیں گے یا اس کو محذوف مانیں گے دونوں صورتیں محال ہیں۔ حذف تو اس لئے کہ کلام میں فاعل عمدہ ہے۔ اور حذف عمدہ کا جائز نہیں اور ضمیر اس لئے محال ہے کہ ضمیر یا مع الا کے لائیں گے یا بدون الا کے مع الا کے ضمیر کا لانا درست نہیں۔ اس لئے کہ الا حرف ہے اور حرف کا مستتر ہونا ضمیر کی طرح صحیح نہیں۔ اور بدون الا کے ضمیر کا لانا اس وجہ سے درست نہیں کہ اس صورت میں معنی فاسد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ مقصود ماضرب واکرم الا انا سے یہ ہے کہ ماسوائے متکلم کے کوئی ضارب اور اکرم کرنے والا نہیں۔ اور جب بدون الا کے ضمیر لائیں، تو یہ معنی ہوں گے کہ دونوں فعلوں میں سے ایک فعل جس میں بدون الا کے ضمیر لائے ہیں منتفی ہے۔ اس کو متکلم نے نہیں کیا۔ اور یہ خلاف مقصود ہے پس معنی فاسد ہو گئے باقی رہی وہ ضمیر منفصل کہ جس میں تنازع اور رفع تنازع دونوں ہو سکتے ہیں اس کی مثال ماضرب واکرمت

مستحق اس اسم کا ہے۔ بقیہ صفحہ ۲۹

تنازع فعلانکی صورتیں

- دونوں فعل فاعل کو چاہیں جیسے ضربنی و اکرمنی زید۔
- دونوں فعل مفعول کو چاہیں جیسے ضربت و اکرمت زیدا۔
- اول فاعل کو چاہے اور دوسرا مفعول کو جیسے ضربنی و اکرمت زیدا۔
- اول مفعول کو اور دوسرا فاعل کو چاہے جیسے ضربت و اکرمنی زید۔

(ترکیب) قولہ فقد یکون شرط مذکور کی جزا ہے ای اذا تنازع الفعلان فقد یکون۔ اور قولہ مختلفین یہ اذا تنازع الفعلان میں فعلان سے حال واقع ہے ای حال کون الفعلین مختلفین فی الاقتضاء جس کے یہ معنی ہیں کہ یہ دونوں فعل اقتضاء میں مختلف ہوں۔ اگر ایک اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے تو دوسرا بعینہ اسی اسم کو اپنا مفعول بنانا چاہے۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فعل اول اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہے اور فعل ثانی اسکو اپنا مفعول۔ دوسرے اس کا برعکس کہ فعل اول اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے اور فعل ثانی اس کے فاعل بنانے کا خواہشمند ہو جیسا کہ ماقبل مع مثالوں کے نقشہ مذکورہ بالا سے واضح ہو چکا ہے۔ الغرض لفظ مختلفین سے تنازع فعلان کی دو صورتیں نکلتی ہیں اور کل چار صورتیں ہیں۔ پھر مصنف رح نے مختلفین سے جو صورتیں نکالی ہیں ان کی مثالوں کو ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ جب ہم مثال اول سے ایک فعل اور مثال ثانی سے دوسرا فعل لیں تو دو نو کے مجموعہ سے ان دونوں صورتوں کی مثالیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ باقی مختلفین کی قید سے وہ دو فعل خارج ہو جائیں گے کہ جو متفق فی الاقتضاء ہیں جیسے ضرب واکرم زید عمروا کہ یہاں دونوں فعل ایک اسم ظاہر کو اپنا فاعل اور دوسرے کو مفعول بنانے میں متفق ہیں اور یہ صورت صورتین اولیین سے حاصل ہوتی ہے لہذا اس کو علیحدہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ پس وہ مختلفین کی قید سے خارج ہے ۱۲

محمد مشیت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ

الا ایاک ہے۔ پس یہاں اگر بصریوں کے مذہب کے موافق فعل ثانی کو عمل دیں تو فعل اول سے اسکو محذوف مانیں گے اس لئے کہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے اور اگر کوفیوں کا مذہب اختیار کریں تو فعل ثانی سے اس کو محذوف مانیں گے اور دلیل یہی ہے کہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے۔ غرض یہ ایک ایسی مثال ہے کہ اس میں دو فعلوں کا تنازع ضمیر منفصل میں متحقق ہے اور بقاعدہ رفع تنازع رفع ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ مصنف رح بیان قواعد کلیہ کے درپے ہیں۔ اس لئے وہ اس صورت جزئیہ کو ذکر نہیں کرتے۔ پھر اس جگہ بعد ہما کی قید اس لئے ہے کہ اگر اسم ظاہر دونوں فعلوں پر مقدم ہو یا ان کے درمیان واقع ہو تو اس وقت وہ اسم ظاہر فعل اول کا معمول ہوگا اور مجال تنازع کی اس اسم میں نہ ہوگی کیونکہ فعل اول بدون مزاحم کے۔

فیختار البصریّون اعمال الثانی والکوفیّون الاوّل

تعربہ مع تجویز الاعمال الاول ۱۲

فان اعملت الثانی اضمرت الفاعل فی الاوّل علی وفق

ای اعمال الفعل الاول لسبقتہ والاحتراز عن الاضمار قبل الذکر ۱۲

الظاہر دون الحذف خلافاً للکسائیّ وجاز خلافاً

لانہ لا یجوز حذف الفاعل الا اذا سد شئی مسدہ ۱۲ — فانہ لا یضمر الفاعل فی الاول ۱۲

للفرّاء وحذفت المفعول ان استغنی عنہ والّا اظہرت

فانہ لا یجوز اعمال الثانی عند اقتضاء الاول الفاعل — ای وان لم یستغن عنہ ۱۲

۲ حسبنی اور حسبت اولاً زید میں تنازع کرتے ہیں فعل اول اس کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے اور فعل ثانی اس کو مفعول۔ پس موافق مذہب بصریوں کے فعل ثانی کو عمل دیا گیا۔ اور فعل اول میں ضمیر فاعل کی لائے۔ اس لئے کہ فاعل عمدہ ہے اور اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے۔ پھر ثانیاً یہ دونوں فعل منطلقاً میں تنازع کرتے ہیں کہ ہر ایک اس کو اپنا مفعول بنانا چاہتا ہے پس یہاں پر بھی موافق مذہب بصریوں کے فعل ثانی کو عمل دیا گیا اور فعل اول کے مفعول کو ظاہر کیا گیا۔ چنانچہ کہا حسبنی منطلقاً وحسبت زیداً منطلقاً۔ اس لئے کہ اگر فعل اول کے مفعول کو حذف کریں تو دو مفعولوں میں سے ایک پر انتصار لازم آتا ہے اور افعال قلوب میں یہ جائز نہیں کہ دو مفعولوں میں سے ایک پر اختصار کیا جائے اور ضمیر لائیں تو فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے۔ پس لامحالہ فعل اول کے مفعول کو ذکر کریں گے اور یہ واجب ہوگا ۱۲

۱ قولہ فیختار البصریون اعمال الثانی الخ۔ یعنی جب دو فعل کسی اسم ظاہر میں تنازع کریں تو جمہور کے نزدیک گو دونوں فعلوں میں سے ہر ایک کا اس اسم ظاہر میں عمل کرنا جائز ہے مگر بصری فعل ثانی کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اسم ظاہر کے قریب ہے پس اس کا عمل اس اسم ظاہر میں اولیٰ ہوگا۔ اور کوفی فعل اول کے عمل کو پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ استحقاق میں مقدم ہے۔ پس اس کا عمل اس اسم ظاہر میں الیق ہے ۱۲ ۲ قولہ فان اعملت الثانی الخ یعنی پس اگر مذہب بصریوں کے موافق فعل ثانی کو عمل دیں تو اس وقت جب کہ فعل اول اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہتا ہو تو اس میں موافق اسم ظاہر کے فاعل کی ضمیر لائیں گے۔ یعنی اسم ظاہر مفرد ہوگا تو مفرد کی ضمیر لائیں گے۔ جیسے ضربنی واکرمنی زید۔ اور تثنیہ یا جمع ہوگا تو ضمیر تثنیہ یا جمع کی لائیں گے جیسے ضربانی واکرمنی الزیدان۔ وضربونی واکرمنی الزیدون۔ پھر یہ توافق اسم ظاہر اور ضمیر میں۔ اس وجہ سے شرط ہے کہ وہ اسم ظاہر اس ضمیر کا مرجع ہے اور مرجع اور ضمیر کے درمیان توافق لازم ہے بہرحال فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں فعل اول اگر فاعل کو مقتضی ہو تو اس میں موافق اسم ظاہر کے فاعل کی ضمیر لائیں گے۔ اور فاعل کو محذوف نہ مانیں گے۔ اس لئے کہ وہ کلام میں عمدہ ہے۔ اور عمدہ کا حذف جائز نہیں باقی ضمیر لانے کی صورت میں جو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے۔ یہ عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے ۱۲ ۳ قولہ خلافاً للکسائی الخ خلافاً فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ اصل عبارت یہ ہے یخالف قول الجمہور قول الکسائی خلافاً۔ یعنی صورت مذکورہ میں کسائی نحوی کا قول جمہور کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک اضمار قبل الذکر مطلقاً جائز نہیں خواہ عمدہ میں ہو یا فضلہ میں۔ پس وہ اس صورت میں فاعل کو حذف کرتا ہے۔ اور یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ فاعل کلام میں اہم اور عمدہ ہے محذوف ہونے کے بعد چونکہ ذہن اس کی طرف کو سبقت کریگا لہٰذا وہ محذوف ہونے کی حالت میں مثل مذکور کے ہوگا ۱۲ ۴ قولہ وجاز خلافاً للفراء الخ مقصود اس سے مذہب فراء کا بیان کرنا ہے۔ فراء نحوی کہتا ہے کہ جب فعل اول فاعل کو مقتضی ہو تو فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں اس لئے کہ بر تقدیر عمل دینے فعل ثانی کے فعل اول میں یا تو ضمیر فاعل کی لائیں گے یا اس کو حذف کریں گے دونوں صورتیں جائز نہیں ضمیر لانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر اور حذف فاعل کی صورت میں عمدہ کا حذف لازم آتا ہے ۱۲ ۵ قولہ وحذفت المفعول ان استغنی عنہ الخ یعنی فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں جب کہ فعل اول مفعول کو مقتضی ہو تو اس کو حذف کردیں گے بشرطیکہ اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ کلام میں فضلہ ہے۔ اور فضلہ کا حذف جائز ہے۔ البتہ اگر وہ مفعول ایسا ہے کہ اس کے ذکر کرنے کی حاجت ہے۔ جیسا کہ افعال قلوب کا مفعول تو اس وقت اس کا ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے حسبنی وحسبت زیداً منطلقاً کہ یہاں ۲

اس میں علی سبیل البدلیت جائز ہو اور یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ ہر فعل کا عمل منطلقاً میں علی سبیل البدلیت جائز نہیں فعل اول مفعول مفرد کو مقتضی ہے اور فعل ثانی
مفعول ثنی کو پس دونوں امر واحد کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اور جواب یہ ہے کہ منطلقاً سے مراد لفظ منطلقاً نہیں بلکہ اس سے مراد وہ اسم ہے جو کہ وصف انطلاق
کی ساتھ متصف ہو عام اس سے کہ مفرد ہو یا تثنیہ ۱۲ ۳ قولہ وقول امرء القیس ائمہ نحات کوفہ نے اولویت اعمال فعل اول پر امرء القیس کے قول سے استدلال
کیا اور کہا کہ امرء القیس جو کہ افصح شعرار عرب ہے صورت تنازع میں فعل اول کو عمل دیتا ہے اور قلیل من المال کو کفانی کا فاعل قرار دیتا ہے لم اطلب کا مفعول
نہیں بناتا۔ پس معلوم ہوا کہ فعل اول کو عمل دینا اولیٰ ہے۔ مصنف رح اس کا جواب بصریوں کی جانب سے دیتے ہیں کہ امرء القیس کا قول کفانی ولم اطلب
قلیل من المال باب تنازع سے نہیں۔ اس لئے
کہ اگر اس کو باب تنازع فعلان سے کہیں اور
قلیل من المال میں کفانی اور لم اطلب کا تنازع
مانیں تو شعر کے معنی فاسد ہو جائیں گے۔ پس
استدلال کوفیوں کا اس مصرعہ سے صحیح نہیں
تفصیل مقام کی یہ ہے کہ پورا شعر اسطرح پر ہے
بیت ولو انما اسعی لادنی معیشۃ ۔ کفانی ولم اطلب
قلیل من المال۔ اس شعر کے مصرعہ اول میں
حرف لو ہے اور وہ شرط اور جزا پر داخل ہوتا ہے
اور اس کا خاصہ ہے کہ شرط وجزا میں سے جو
مثبت ہوتا ہے اس کو منفی اور منفی کو حکم میں مثبت
کے کر دیتا ہے علیٰ ہذا القیاس شرط وجزا پر جو
معطوف ہوتا ہے اس کی ساتھ بھی یہی معاملہ
کیا جاتا ہے۔ اس تمہید کے بعد جانو کہ انما اسعیٰ جملہ
فعلیہ شرطیہ اور کفانی اس کی جزا ہے اور دونوں
مثبت ہیں ای لو ثبت سعیی لادنی معیشۃ کفانی
قلیل من المال۔ یعنی اگر میں ادنیٰ معیشت کی
کوشش کرتا تو قلیل مال مجھے کافی ہوتا پس اس
جگہ بقاعدہ مذکورہ دونوں فعل منفی ہو جائیں گے
اور یہ معنی ہوں گے کہ میں نہ ادنیٰ معیشت کی
کوشش کرتا ہوں اور نہ قلیل مال مجھے کافی ہے
پھر چونکہ لم اطلب کا کفانی پر عطف ہے لہذا
یہ بھی لو کا جواب ہوگا۔ اور تقدیر عبارت اسطرح
پر ہوگی۔ لو ثبت سعیی لادنی معیشۃ لم اطلب
پس ادنیٰ معیشۃ کی سعی منفی اور لم اطلب مثبت
ہوگا اب اگر یہ کہیں کہ لم اطلب اور کفانی
قلیل من المال کو اپنا معمول بنانے میں نزاع
کرتے ہیں تو بقاعدہ مذکورہ بالا مثبت منفی
اور منفی مثبت ہو کر یہ معنی ہوں گے کہ میں
ادنیٰ معیشت کی کوشش نہیں کرتا اور نہ
قلیل مال مجھکو کافی ہے۔ اور طلب کرتا ہوں
قلیل مال کو اور یہ صریح تناقض ہے پس
معلوم ہوا کہ قول مذکور امرء القیس کا تنازع
فعلان سے نہیں۔ بلکہ لم اطلب کا مفعول محذوف ہے ای العز والمجد اور قرینہ یہ دوسرا شعر ہے ؎ ولکنما اسعیٰ لمجد موثل ۔ وقد یدرک المجد الموثل امثالی
اور اس وقت معنی شعر کے ظاہر ہیں کہ میں ادنیٰ معیشت کی کوشش نہیں کرتا اور نہ قلیل مال مجھکو کافی ہے اور طلب کرتا ہوں میں عزت اور بڑائی
کو ۱۲ . . . .

وان اعملت الاول[۱] ضمرت الفاعل فی الثانی والمفعول علی
ای المفعول ۱۲
المختار الا ان[۲] یمنع مانع فتظہر وقول امرء القیس[۳] ع
مبتدا
کفانی ولم اطلب قلیل من المال ۔ لیس منہ لفساد المعنی
ای من باب تنازع الفعلین ۱۲

۱ قولہ فان اعملت الاول الخ یعنی موافق مذہب کوفیوں کے جب فعل اول کو عمل دیں تو فعل ثانی میں اگر وہ فاعل کا مقتضی ہے فاعل کی ضمیر لائیں گے جیسے ضربنی واکرمنی زید اس لئے کہ ضمیر لانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آتا ہے نہ کہ رتبۃً اور ناجائز وہ اضمار قبل الذکر ہے جو کہ لفظاً اور رتبۃً لازم آئے اور اگر فعل ثانی اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہتا ہے تو مذہب مختار کے بموجب فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر لائیں گے جیسے ضربت و اکرمتہما الزیدین تاکہ ملفوظ مطابق مقصود کے ہو جائے اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ اسم مفعول دونوں فعلوں کا ہو پس جب فعل ثانی میں ضمیر مفعول نہ لائی جائیگی تو یہ وہم ہوگا کہ مفعول فعل ثانی کا مغائر مفعول فعل اول کے ہے ۱۲

۲ قولہ الا ان یمنع مانع الخ یعنی جب مذہب مختار پر فعل ثانی میں ضمیر مفعول لانے سے یا مذہب غیر مختار پر مفعول کو حذف کرنے میں کوئی مانع پیش آئیگا تو اس صورت میں مفعول فعل ثانی کا اظہار ضروری ہوگا اس لئے کہ جب اضمار اور حذف ممتنع ہیں تو بدون اظہار کے چارہ نہ ہوگا حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقاً میں دونوں فعلوں نے اولاً زیدان میں تنازع کیا فعل اول نے اس کو اپنا فاعل اور فعل ثانی نے اس کو اپنا مفعول بنانا چاہا۔ عمل فعل اول کو دیا گیا اور فعل ثانی میں ضمیر مفعول کی لائے اور حسبتہما کہا پھر دونوں نے منطلقاً میں تنازع کیا دونوں نے اس کو اپنا مفعول بنانا چاہا پس بنا بر مذہب اہل کوفہ کے فعل اول کو عمل دیا گیا اور فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کر کے حسبنی وحسبتہما منطلقین الزیدان منطلقاً کہا۔ اس لئے کہ اگر فعل ثانی کے مفعول ثانی کو حذف کرتے ہیں تو فعل قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں اور ضمیر لاتے ہیں تو دو حال سے خالی نہیں مفرد کی ضمیر لائیں گے یا تثنیہ کی مفرد کی ضمیر لانے میں حسبت کے دونوں مفعولوں میں موافقت نہیں رہتی حالانکہ موافقت ضروری ہے اس لئے کہ حسبت کا مفعول اول حقیقت میں مبتدا اور مفعول ثانی اسکی خبر ہے اور مبتدا اور خبر کے مابین افراد اور تثنیہ میں تطابق ضروری ہے اور تثنیہ کی ضمیر لانے میں مرجع اور ضمیر کے مابین توافق نہیں رہتا کیونکہ مرجع ضمیر کا منطلقاً ہے اور وہ مفرد ہے پس جب اضمار اور حذف دونوں ناجائز ہوئے تو لامحالہ فعل ثانی نے کے مفعول ثانی کو ظاہر کرنا پڑا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مثال مذکور میں تنازع ممکن نہیں اس لئے کہ شرط تنازع کی یہ ہے کہ دونوں فعل عمل کرنے کے لئے کسی امر واحد کی طرف متوجہ ہوں اور ہر ایک کا عمل

بعید یعنی مفعول ہو جائے اور کلام بے معنی نہ ہے باقی رہا یہ امر کہ اس مفعول کو مفعول مالم یسم فاعلہ کیوں کہتے ہیں تو اس کی وجہ تعریف سے ظاہر ہے بیان کرنے کی حاجت نہیں ۱۲ ۳ قولہ وشرطہ ان تغیر الخ یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ کی شرط فاعل کو حذف کرنے اور مفعول کو اس کے قائم مقام کرنے میں یہ ہے کہ فعل کا صیغہ ماضی میں فُعِلَ یعنی ماضی مجہول کی طرف اور مضارع میں یُفعَلُ یعنی مضارع مجہول کی طرف متغیر کیا گیا ہو اور یہ شرط مفعول مالم یسم فاعلہ میں اس وقت ہے جبکہ اس کا عامل فعل ہو اور جس وقت اس کا عامل شبہ فعل ہو گا جیسے زید مضروب غلامہ اس وقت یہ شرط نہ ہوگی ۱۲ ۴ قولہ ولا یقع المفعول الثانی الخ اب یہاں سے مصنف ان مفعولوں کو ذکر کرتے ہیں جو کہ قائم مقام فاعل کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ باب علمت کا مفعول ثانی قائم مقام فاعل کا نہیں ہو سکتا

مفعولُ مالم یسمّ فاعلُهٗ[١] كلُّ مفعولٍ[٢] حُذِفَ فاعلُهٗ واُقيم هو مقامه وشرطه[٣] ان تغيّر صيغة الفعل الى فُعِلَ ويُفعَلُ ولا يقع[٤] المفعول الثانى من باب علمت والثالث من باب اعلمت والمفعول له[٥] والمفعول معه[٦] كذلك واذا وُجِدَ[٧] المفعول به تعيّن له تقول ضُرِبَ زيدٌ يومَ الجمعة امامَ الامير ضربًا شديدًا فى داره فتعيّن زيدٌ

اور باب علمت سے مراد وہ فعل ہے جو دو مفعولوں کیطرف متعدی ہو اور دوسرا مفعول عین اول ہو یعنی دونوں کا مصداق ایک ہو ایسے ہی باب اعلمت کا مفعول ثالث قائم مقام فاعل کا نہیں ہو سکتا اور مراد باب اعلمت سے وہ ہے جو تین مفعولوں کیطرف متعدی ہو اور تیسرا مفعول عین ثانی ہو۔ اور دلیل اس امر پر کہ باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث مفعول مالم یسم فاعلہ نہیں ہو سکتا یہ ہے کہ باب علمت کا مفعول ثانی مفعول اول کیطرف مسند ہے اسی طرح مفعول ثالث باب اعلمت کا مفعول ثانی کیطرف مسند ہے پس اگر ان مفعولوں کو قائم مقام فاعل کیا جائیگا تو لازم آئیگا کہ ایک چیز دو اسناد تام کے ساتھ مسند بھی ہو اور مسند الیہ بھی بخلاف اس کے کہ دو اسنادوں میں ایک ناقص ہو جیسے اعجبنی ضربُ زیدٍ عمرًا کہ یہاں ضرب مسند الیہ ہے اور مسند بھی مگر مسند الیہ باعتبار اعجبنی کے اور مسند باعتبار زید کے ہے اسناد اول تام ہے اس لئے کہ وہ فعل کی ہے اور اسناد ثانی ناقص ہے اس لئے کہ مصدر کی ہے۔ پس یہ ترکیب جائز ہوگی ۱۲ ۵ قولہ والمفعول لہ الخ یعنی اسی طرح مفعول لہ بھی قائم مقام فاعل کا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ نصب اس میں اس کے علت ہونے پر دال ہے پس اگر مفعول لہ کو بجائے فاعل کے کر کے رفع دیں گے تو نصب اور یہ دلالت فوت ہو جائیگی نیز مفعول لہ علت اور غرض فعل پر دلالت کرتا ہے اور علت اور غرض ہر فعل کے لئے ضروری نہیں اس لئے کہ فعل کبھی اختیاری ہوتا ہے اور اس کے لئے علت اور غرض ضروری ہے اور کبھی اضطراری ہوتا ہے اور اس کے لئے علت اور غرض ضروری نہیں بخلاف فاعل کے کہ وہ ہر فعل کیلئے ضروری ہے پس اگر مفعول لہ کو بجائے فاعل کے کریں گے

۱ قولہ مفعول مالم یسم فاعلہ الخ یعنی مفعول اس فعل یا شبہ فعل کا کہ جس کا فاعل مذکور نہ ہو مفعول مالم یسم فاعلہ قائم مقام فاعل ہونے کی حیثیت سے اگرچہ فاعل میں شمار ہے مگر چونکہ اس کا نام مفعول ہو گیا ہے لہذا مصنف رح نے اس کی تعریف کو مستقل طور پر ذکر کیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ بھی مثل مبتدا کے مرفوع کی ایک مستقل قسم ہے پس کیا وجہ ہے کہ مصنف نے مبتدا کو فاعل سے علیحدہ ذکر کیا اور منہا المبتدا کہا۔ اور مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل سے جدا کر کے ذکر نہیں کیا۔ اور جواب یہ ہے کہ درمیان فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ کے شدت اتصال ہے یہاں تک کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کو متقدمین اہل بصرہ نے فاعل میں شمار کیا ہے اور اس کی تعریف میں داخل کر دیا ہے۔ پس بنا بریں مصنف علام نے بھی اس کو فاعل سے جدا نہ کیا۔ بلا فصل ذکر کر دیا ۱۲ ۲ قولہ کل مفعول حذف الخ یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے کہ جس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو قائم مقام فاعل کا کر دیا گیا ہو اب اگر کوئی کہے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ اس وقت لاتے ہیں جبکہ کسی شئی کا ضمیر متصل پر عطف کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ مزیت تابع کی متبوع پر لازم نہ آئے لیکن یہاں باوجودیکہ اقیم کی ضمیر مستتر پر کسی کا عطف نہیں۔ پھر اسکی تاکید ضمیر منفصل لائی گئی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگر ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے نہ کی جاتی تو دو قباحتیں پیدا ہو جاتیں۔ ایک یہ کہ اس وقت یہ وہم ہوتا کہ مقامہ اقیم کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ دوسرے یہ گمان ہو سکتا تھا کہ ضمیر اقیم کی فاعل کیطرف راجع ہے اس لئے کہ وہ قریب ہے اور قاعدہ ہے کہ قریب کو چھوڑ کر بعید کیطرف نہیں جاتے۔ مگر چونکہ دونوں صورتوں میں کلام کے معنی غلط ہیں لہذا خلاف قیاس اس کی تاکید ضمیر منفصل سے کر دی گئی تاکہ اس کا مرجع بھی خلاف قیاس

ہ کا ماقبل پر عطف کیوں نہیں کیا۔ جواب یہ ہے کہ لفظ کذلک کو زائد کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بہ نسبت مفعول لہ تو اس صورت میں خلیفہ بنانا غیر ضروری کا ضروری کے لئے لازم آئیگا۔ اور یہ جائز نہیں ۱۲ ۶ قولہ والمفعول معہ الخ یعنی مفعول معہ بھی باب علمت کے مفعول ثانی اور باب اعلمت کے مفعول ثالث کی طرح نائب فاعل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ مفعول معہ وہ مفعول ہے کہ جو واو بمعنی مع کے بعد واقع ہوتا ہے پس اگر مفعول معہ کو قائم مقام فاعل کے کریں تو دو صورتیں ہیں۔ یا مع واؤ کے کریں گے یا بدون واؤ کے۔ مع واؤ کے نائب فاعل نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ واؤ انفصال کو چاہتا ہے اور قائم مقام فاعل مثل فاعل کے جزو فعل کی مانند ہوتا ہے۔ پس وہ اتصال کو چاہتا ہے اور انفصال اس کے منافی ہے علی ہذا بدون واؤ کے بھی مفعول معہ قائم مقام فاعل کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس وقت اس کا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مصنف علام نے لفظ کذلک کہہ کر کلام کو کیوں دراز کیا۔ مفعول لہ اور مفعول معہ

فان لم یکن فالجمیع سواءٌ والاول من باب اعطیت اولٰی من الثانی ومنہا المبتدأ والخبر فالمبتدأ ھو الاسم المجرد عن العوامل اللفظیۃ مسندٌ الیہ والصفۃ الواقعۃ بعد حرف النفی او الف الاستفہام رافعۃً لظاہر مثل زیدٌ قائمٌ وما قائمٌ الزیدان واقائمٌ الزیدان

ای لم یوجد ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — موصوف ۱۲ — صفت ۱۲ — حال

مثال اسم مجرد از عوامل لفظیہ کہ مسند الیہ است ۱۲

لہ قولہ فان لم یکن الخ لم یکن یہاں پر تامہ ہے بمعنی لم یوجد یعنی اگر مفعول بہ کلام میں نہ پایا جائے تو نائب فاعل ہونے میں سب مفعول برابر ہیں کسی کو ترجیح نہ ہوگی ۱۲ ۲ قولہ والاول من باب اعطیت الخ یعنی جو فعل کہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے اور اس کا دوسرا مفعول عین اول نہیں اسکے دونوں مفعولوں میں سے جس کو چاہیں قائم مقام فاعل کے کر سکتے ہیں مگر مفعول اول کا بہ نسبت مفعول ثانی کے نائب فاعل ہونا اولیٰ ہے اس واسطے کہ اس میں معنی فاعلیت کے پائے جاتے ہیں پس اعطیت زیدٌ درہما میں گو اعطی درہم زیدًا بھی جائز ہے۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ مفعول اول کو نائب فاعل بنائیں اور کہیں اعطی زید درہما اسوجہ سے کہ زید میں معنی فاعلیت کے پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ لینے والا ہے اور درہم لی ہوئی چیز ہے ۱۲ ۳ قولہ ومنہا المبتداء والخبر الخ یعنی مرفوعات میں سے مبتداء اور خبر ہیں۔ کافیہ کے بعض نسخوں میں ہے ومنہ المبتداء۔ اسوقت ضمیر مرفوع کی طرف راجع ہوگی۔ اور اگر کوئی کہے کہ مبتداء وخبر مرفوعات کی مستقل دو صنفیں ہیں۔ دونوں کو ایک جگہ کیوں جمع کیا۔ جواب یہ ہے کہ مبتداء اور خبر کے مابین اکثر مواد میں تلازم واقع ہے جیساکہ مبتداء کی قسم اول میں نیز دونوں میں اس حیثیت سے اشتراک ہے کہ وہ دونوں عامل معنوی کے معمول ہیں۔ پس ان وجوہ سے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے ۱۲ ۴ قولہ فالمبتدأ یعنی مبتداء وہ اسم ہے جو عامل لفظی قیاسی اور سماعی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو جیسے زید قائم میں زید مبتداء ہے جو کہ عوامل لفظیہ سے خالی اور مسند الیہ ہے پھر یہ تعریف مبتداء کی قسم اول کی ہے اور مبتداء بایں معنی مشہور ہے اور اس کے لئے خبر کا ہونا لازم ہے خواہ خبر مذکور ہو یا محذوف۔ باقی رہی مبتداء کی دوسری قسم

اہ [illegible]

اس کی تعریف آیندہ بیان کی جائے گی۔ اور اگر کوئی کہے کہ مجرد تجرید سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی خالی کرنے کے ہیں۔ اور خالی کرنا کسی چیز کا کسی چیز سے اس کو مقتضی ہے کہ جس سے خالی کیا جائے وہ چیز اس میں پہلے سے موجود ہو۔ پس معلوم ہوا کہ مبتداء میں عامل لفظی تھا جس سے اس کو خالی کیا گیا ہے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے۔ اس لئے کہ جس وقت سے وہ مبتداء ہوا ہے اس وقت سے اس پر عامل لفظی نہیں آیا۔ اور جواب یہ ہے کہ کبھی امکان وجود اور احتمال وجود کو بجائے وجود کے کرتے ہیں جیساکہ کہتے ہیں ضیق فم البیر یعنی کنویں کے منہ کو تنگ کر۔ پس اس جگہ ناممکن ہے کہ پہلے سے کنویں کا منہ کشادہ ہو اور اس کو تنگ کیا جائے بلکہ یہ معنی ہیں کہ جس کنویں کے بناتے وقت اس کے منہ کے کشادہ ہونے کا احتمال ہے اس کو ابتداء ہی سے تنگ کیا جائے پھر اگر کوئی کہے کہ عوامل جمع عامل کی ہے اور اقل افراد جمع کے تین ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اگر ایک یا دو عامل لفظی مبتداء میں ہوں گے تو اس کے مبتداء ہونے میں کوئی فتور نہیں فتور اس صورت میں ہوگا جبکہ کم از کم تین عامل لفظی اسپر داخل ہوں اور اگر یہ کہیں کہ عوامل سے مراد ما فوق الواحد ہے اور جمع کا استعمال اس معنی میں کثرت سے آتا ہے تو کہا جائے گا کہ اس صورت میں اصل اعتراض رفع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبتداء پر ایک عامل لفظی کا پایا جانا ممنوع نہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ لام تعریف جب جمع کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے تو معنی جمعیت کے باطل ہو کر استغراق مراد ہوتا ہے اور لفظ جمع تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے چنانچہ یہاں پر بھی جمع پر لام تعریف داخل ہونے سے یہی معنی مراد ہیں کہ مبتداء وہ اسم ہے جو تمام عوامل لفظیہ سے خالی ہو۔ پس معلوم ہوا کہ عوامل لفظیہ کا ایک فرد بھی مبتداء میں نہ پایا جائے گا۔ پھر قول مصنف المجرد عن العوامل اللفظیہ سے وہ اسماء خارج ہو گئے کہ جن میں عامل لفظی پایا جاتا ہے جیسے انّ اور کان کا اسم۔ اور مسند الیہ کی قید سے خبر اور قسم ثانی مبتداء سے احتراز ہو گیا اس لئے کہ وہ مسند ہیں مسند الیہ نہیں ۱۲۔ ۵ قولہ او الصفۃ الواقعۃ الخ یعنی مبتداء کی قسم ثانی یہ ہے کہ صیغہ صفت کا حرف نفی یا ہمزہ استفہام یا اس کے مثل کے بعد واقع ہو۔ درانحالیکہ یہ صفت اسم ظاہر کو رفع دینے والی ہو یعنی مبتداء کی اس قسم کے لئے شرط یہ ہے کہ صیغہ صفت ہو کر اسم ظاہر کو یا اس اسم کو جو کہ اسم ظاہر کے حکم میں ہے رفع کرے جیسے قولہ تعالٰی اراغب انت عن آلہتی یا ابراہیم میں ضمیر منفصل اسم ظاہر کے حکم میں ہے اور اس کو رفع دینے والا صیغہ صفت یعنی اراغب مبتداء ہے پھر قول مصنف رافعۃً لظاہر کی قید سے مثل اقائمان الزیدان سے احتراز ہے اس لئے کہ یہ صفت کا صیغہ اگرچہ بعد حرف استفہام کے واقع ہے لیکن اسم ظاہر کو رفع دینے والا نہیں اس لئے کہ وہ اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو اس کا تثنیہ لانا صحیح نہ تھا۔ اس لئے کہ صفت مثل فعل کے ہے یعنی جسطرح کہ فعل کا فاعل جب تثنیہ اور جمع ہوتا ہے تو فعل کو مفرد لاتے ہیں اسیطرح صفت کو بھی جب فاعل تثنیہ اور جمع ہوگا مفرد لائیں گے ۱۲ ۶ قولہ مثل زید قائم یہ مبتداء کی قسم اول کی مثال ہے ۱۲ ۷ قولہ ما قائم الزیدان یہ مبتداء کی قسم ثانی کی مثال ہے اور صفت اس میں بعد حرف استفہام کے واقع ہے (فائدہ) جاننا چاہیئے کہ مبتداء کی قسم ثانی خبر کی طالب نہیں اور اس میں وہ اسم ۱۲

مفرد کا تثنیہ یا جمع کی طرف راجع ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ جائز نہیں ۱۲ ٢ه قوله والخبر هو المجرد الخ یعنی خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے مجرد ہو اور مسند ہو اور نیز اس صفت سے مغائر ہو جو کہ حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہو کر اسم ظاہر کو جو اس کے بعد واقع ہے رفع دیتی ہے۔ خبر کی تعریف میں مسند کی قید سے مبتداء کی قسم اول سے احتراز ہے اور مغائرت صفت مذکورہ کی قید سے مبتداء کی قسم ثانی سے احتراز ہے ۱۲ ٣ه قوله واصل المبتداء الخ یعنی مبتداء میں اصل یہ ہے کہ وہ خبر سے مقدم ہو۔ بشرطیکہ تقدیم سے کوئی مانع منع نہ کرے اس لئے کہ مبتداء ذات اور خبر اس کے احوال میں سے ایک حال ہے اور ذات اپنے حال پر مقدم ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ مبتداء کبھی غیر ذات ہوتا ہے جیسے العلم حسنٌ۔ جواب یہ ہے کہ یہاں پہ ذات سے مراد یہ ہے کہ اسکی نسبت خبر دیجائے اور کچھ کہا جائے نہ وہ کہ خود بخود قائم ہو۔ پھر اگر کوئی کہے کہ دلیل تقدیم ذات کی صفات پر فاعل میں بھی جاری ہوتی ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ فاعل اپنے فعل پر مقدم ہو۔ جواب یہ ہے کہ اس جگہ عدم تقدیم ایک مانع کیوجہ سے ہے وہ یہ کہ فعل عامل ہے اور مرتبہ عامل کا یہ ہے کہ اپنے معمول پر مقدم ہو۔ پھر تقدیم مبتداء کی دلیل میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مبتداء محکوم علیہ ہے اور خبر محکوم بہ اور درجہ محکوم علیہ کا یہ ہے کہ محکوم بہ پر مقدم ہو۔ اس لئے کہ ثبوت شئی لشئی فرع ہے ثبوت مثبت لہ کی۔ پس مثبت لہ پیشتر ہونا چاہئے ۱۲

فَاِنْ طَابَقَتْ[شرط ۱۲] مُفْرَدًا جَازَ الْاَمْرَانِ[جزا ۱۲]، وَالْخَبَرُ[مبتداء ۱۲] هُوَ الْمُجَرَّدُ[خبر ۱۲] الْمُسْنَدُ بِهٖ الْمُغَائِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ[احتراز است از قسم اول مبتداء ۱۲] وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ[مضاف ومضاف الیہ مبتداء ۱۲] التَّقْدِيْمُ[خبر ۱۲] وَمِنْ ثَمَّ[ای من اصلیۃ التقدیم ۱۲] جَازَ فِىْ دَارِهٖ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ صَاحِبُهَا فِى الدَّارِ وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُبْتَدَأُ نَكِرَةً اِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ مَّا مِثْلُ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَاَرَجُلٌ فِى الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ.

ا ه قوله فان طابقت الخ یعنی جو صفت بعد حرف نفی یا حرف استفہام کے واقع ہو۔ اگر وہ اسم ظاہر مفرد کے مطابق ہو یعنی صیغہ صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں اس صورت میں دو امر جائز ہیں۔ یہ کہ صیغہ صفت مبتداء ہو اور اسم ظاہر اس کا فاعل۔ اور یہ کہ اسم ظاہر مبتداء ہو اور صیغہ صفت اس کی خبر مقدم۔ اور اسوقت صفت میں ایک ضمیر ہو گی جو اسم ظاہر کیطرف راجع ہو گی پھر جاننا چاہئے کہ طابقت مطابقت سے ماخوذ ہے اور وہ جانبین سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مفاعلۃ کا خاصہ اشتراک ہے۔ پس اس جگہ مطابقت اور مخالفت سے تین صورتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ مطابقت افراد میں ہو۔ یعنی صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں جیساکہ گذرا جیسے اقائم زید میں دونوں امر جائز ہیں زید کا مبتدا مؤخر اور قائم کا خبر مقدم ہونا نیز قائم کا مبتداء ہونا اور زید کا اس کا فاعل ہونا اور دوسری صورت مطابقت کی یہ ہے کہ اسم ظاہر اور صفت کی مطابقت تثنیہ یا جمع میں ہو۔ جیسے ما قائمان الزیدان اور ما قائمون الزیدون اور اسوقت واجب ہے کہ اسم ظاہر مبتداء اور صفت خبر ہو۔ ورنہ اضمار قبل الذکر لازم آئیگا۔ اور وہ جائز نہیں باقی رہی تیسری صورت اور وہ یہ کہ مخالفت افراد اور تثنیہ اور جمع میں ہو۔ صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو جیسے اقائم الزیدان اور اقائم الزیدون۔ اور اس وقت یہ صفت یقیناً مبتداء کی قسم ثانی ہو گی۔ ورنہ ضمیر

٤ه قوله ومن ثم جاز الخ یعنی چونکہ مبتداء میں اصل تقدیم ہے لہذا فی دارہ زید جائز ہے اس لئے کہ یہاں اضمار قبل الذکر لفظاً ہے نہ کہ رتبۃً اور یہ جائز ہے ۱۲ ٥ه قوله وامتنع صاحبها فی الدار۔ یعنی صاحبها فی الدار ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً ہے اور وہ جائز نہیں ۱۲ ٦ه قوله وقد یکون المبتداء الخ یعنی اصل مبتداء کے لئے یہ ہے کہ معرفہ ہو اس لئے کہ مدار حکم کا افادہ پر ہے اور وہ اکثر اوقات میں معرفہ پر حکم کرنے کی ساتھ وابستہ ہے اور کبھی مبتداء نکرہ ہوتا ہے بشرطیکہ وجوہ تخصیص میں سے کسی امر کے ذریعہ تخصیص کی جائے تاکہ نکرہ بعد تخصیص کے معرفہ کے نزدیک ہو جائے اور اس کا مبتداء ہونا صحیح ہو ۱۲ ٧ه قوله مثل ولعبد مؤمن الخ پس عبد اس جگہ نکرہ ہے مؤمن اور کافر دونوں کو شامل ہے لہذا اس کا مبتداء ہونا صحیح نہ تھا۔ مگر جب اس کی صفت لائے اور لعبد مؤمن کہا تو بذریعہ صفت کے تخصیص یعنی تقلیل اشتراک ہو کر اس کا مبتداء ہونا صحیح ہو گیا ۱۲ ٨ه قوله ارجل فی الدار الخ اس مثال میں رجل نکرہ ہے اور اس میں علم متکلم کے اعتبار سے تخصیص ہے اس لئے کہ متکلم جانتا ہے کہ مرد و عورت میں سے کوئی نہ کوئی گھر میں ضرور ہے اور سوال صرف اسکی تعیین کا ہے کہ مرد ہے یا عورت پس مثال مذکور میں احدہما فی الدار کی صفت سے تخصیص پیدا ہو گئی ۱۲ ٩ه قوله وما احد خیر منک الخ لفظ احد اس جگہ نکرہ ہے تحت میں نفی کے واقع ہے اور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ تحت میں نفی کے واقع ہوتا ہے تو فائدہ عموم وشمول افراد کا حاصل ہوتا ہے یعنی وہ تمام افراد کو شامل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ عام من حیث العموم متعین اور متخصص ہے اسلئے کہ مجموع افراد میں تعدد نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ امر واحد ہے لہذا اس حیثیت سے اسمیں تخصیص پیدا ہو جائے گی ۱۲ . . . . . .

اور اگر غیر معتاد ہو تو چونکہ اس وقت اس کا بھوکنا محض شر ہے لہذا حصر حاصل نہ ہوگا۔ اور صفت مقدر ہوگی تاکہ حصر صحیح ہو۔ پس یہ معنی ہوں گے کہ شر عظیم لا حقیر اہر ذا ناب۔ نیز کہہ سکتے ہیں کہ شر کی تنوین عظیم کے لئے ہے۔ ای شر عظیم۔ پس اسوقت احتیاج ان تکلفات بعیدہ کی نہ ہوگی اور عقل سلیم انکو دشوار جانے گی ۱۲ ؎۲ قولہ وفی الدار رجل الخ یہاں پر تقدیم خبر کی وجہ سے رجل میں تخصیص ہے۔ اس لئے کہ فی الدار کہنے سے معلوم ہوکہ جو بعد فی الدار کے واقع ہوگا وہ صفت استقرار کے ساتھ متصف ہوگا پس تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص بالصفت کے ہے اور اس اعتبار سے اس کا مبتدا ہونا صحیح ہے ۱۲۔ ؎۳ قولہ وسلام علیک۔ یہاں سلام نکرہ ہے اور اس میں اس حیثیت سے تخصیص ہے کہ اصل میں سلمت سلاماً علیک تھا فعل کو حذف کرکے سلاماً کو بقصد دوام و استمرار کے رفع کیطرف معدول کیا اس لئے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے اور اس کے لئے سزاوار دوام ہے پس معلوم ہوا کہ یہ باعتبار اصل کے قوۃ میں سلام من قبلی علیک کے ہے اور متکلم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص ہے۔۔۔

(فائدہ) دار و مدار خبر کا افادہ پر ہے پس اگر نکرہ محضہ سے افادہ حاصل ہوگا تو حق یہ ہے کہ وہ بھی مبتدا واقع ہوجائیگا جیسا کہ کوکب انقض الساعۃ میں کوکب مبتدا ہے ۱۲

؎۴ قولہ والخبر قد یکون الخ یعنی اصل مبتدا کی خبر میں یہ ہے کہ وہ مفرد ہو اس لئے کہ مفرد ہی کے لئے یہ مناسب ہے کہ دوسرے اسم کے ساتھ وابستہ ہو تاکہ دونوں کے درمیان نسبت حاصل ہوجائے بخلاف جملہ کے کہ وہ خود کامل اور تام ہے اس کو دوسرے کی حاجت نہیں مگر بایں ہمہ خبر کبھی جملہ بھی ہوجاتی ہے خواہ اسمیہ ہو جیسے زید ابوہ قائم یا فعلیہ جیسے زید قام ابوہ ۱۲ ؎۵ قولہ فلا بد من عائد الخ یعنی جب خبر جملہ فعلیہ ہوگی تو اس میں ایک عائد ضروری ہے جو مبتدا کیطرف راجع ہو۔ تاکہ مبتداء اور خبر کے درمیان ارتباط پیدا ہو ورنہ جملہ مستقل بنفسہ ہے اور خبر کا ارتباط مبتدا کے ساتھ ضروری ہے۔ پس اگر عائد نہ ہوگا تو خبر کا مبتدا کے ساتھ ارتباط نہ ہوگا پھر وہ عائد کبھی ضمیر ہوتا ہے جیسا کہ مثالین مذکورین میں گذرا۔ اور کبھی لام ہوتا ہے جیسا کہ نعم الرجل میں۔ اور کبھی اسم ظاہر کا موضع میں مضمر کے ہونا جیسا کہ الحاقۃ ما الحاقۃ میں، اور کبھی خبر کا تفسیر مبتدا ہونا جیسا کہ قل ہو اللہ احد میں ہے ؎۶ قولہ وقد یحذف الخ یعنی جبکہ عائد ضمیر ہو تو اس کو بوقت قیام قرینہ کے کبھی حذف کردیتے ہیں جیسے البر الکر بستین درہما اصل میں البر الکر منہ بستین درہما تھا۔ پس منہ کو بقرینہ مقام محذوف کردیا اس لئے کہ بائع اسی کا نرخ بیان کرتا ہے نہ کہ شئی دیگر کا ۱۲ ؎۷ قولہ وما وقع ظرفا الخ یعنی جب خبر ظرف ہو تو اکثر نحوی اس کو جملہ کے ساتھ مقدر کرتے ہیں اس لئے کہ ظرف کے واسطے کوئی عامل ہونا چاہئے جس کے وہ متعلق ہو پس چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اس لئے اس کو مقدر کریں گے۔ اور جب فعل مقدر ہوا تو ظرف فعل کے متعلق ہوگا اور خبر جملہ ہوگی۔ ان لوگوں کے مذہب کے موافق زید فی الدار کی تقدیر زید استقر فی الدار ہوگئی۔ اور بعض نحوی ظرف سے پہلے مفرد کو مقدم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ خبر ہے اور اصل خبر میں افراد ہے پس اس وقت یہ ظرف اسم فاعل کے متعلق ہوگا۔ اور تقدیر زید فی الدار کی زید مستقر فی الدار ہوگی ۱۲ محمد مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وشرٌّ[1] أهرَّ ذا نابٍ وفي الدار رجلٌ[2] وسلامٌ عليك[3] والخبر[4] قد يكون جملةً مثل زيدٌ أبوه قائمٌ وزيدٌ قام أبوه فلا بدّ[5] من عائدٍ وقد يُحذف[6] وما وقع ظرفًا[7] فالأكثر على أنه مقدّرٌ بجملةٍ

كبر لعلمها به ۱۲ — اى العائد ۱۲

؎۱ قولہ وشر اہر ذا ناب الخ اس مثال میں شر نکرہ مبتدا ہے اور اسکی تخصیص کا وہ طریقہ ہے جو فاعل میں ہوتا ہے فاعل میں تخصیص ذکر فعل سے ہوتی ہے مثلاً جب ہم نے کہا ضرب۔ تو اس سے یہ سمجھا گیا کہ ضرب کے بعد جو چیز مذکور ہوگی وہ فاعل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پس جب رجل کہا گیا تو معلوم ہوا کہ رجل فاعل ہے اور اس میں فاعل ہونے کی صلاحیت ہے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ شر اہر ذا ناب میں شر کو فاعل کے ساتھ کیا مشابہت ہے کہ اس میں تخصیص تخصیص فاعل کے طور پر آتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ شر اہر ذا ناب جگہ میں ما اہر ذا ناب الا شر کے مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی جو معنی کہ ما اہر ذا ناب الا شر سے حاصل ہوتے ہیں وہی معنی شر اہر ذا ناب سے سمجھے جاتے ہیں۔ اور ما اہر ذا ناب الا شر میں شر فاعل سے بدل ہے اور بدل فاعل حکمی ہے۔ پس یہ وجہ ہے کہ شر اہر ذا ناب میں شر فاعل کے مشابہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ شر اہر ذا ناب کی معنی ما اہر ذا ناب الا شر کے کیونکر ہوسکتے ہیں۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ما اہر ذا ناب الا شر میں ما اور الا کے ساتھ حصر ہے بخلاف شر اہر ذا ناب کے کہ اس میں حصر نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اس ترکیب میں بھی حصر موجود ہے اس لئے کہ شر اہر ذا ناب اصل میں اہر شر ذا ناب تھا۔ اہر کی ضمیر مستتر سے شر بدل ہے اور بدل فاعل حکمی ہے اور درجہ اس کا فعل سے مؤخر ہے۔ پس جب اس کو مقدم کیا تو حصر مستفاد ہوگیا اس لئے کہ تقدیم ما حقہ التاخیر کی فائدہ حصر کا دیتی ہے اور جب اس ترکیب نے حصر کا فائدہ دیا تو شر اہر ذا ناب کے معنی ما اہر ذا ناب الا شر کے ہوگئے پھر اگر کوئی کہے کہ تخصیص اصطلاح میں قلت اشتراک کو کہتے ہیں پس یہاں کونسی چیز ہے جس کے اعتبار سے قلت اشتراک یعنی تخصیص حاصل ہے جواب یہ ہے کہ کتے کا بھوکنا کبھی معتاد ہوتا ہے اور کبھی غیر معتاد۔ اگر معتاد ہو تو اسکی دو صورتیں ہیں کبھی خیر ہوتی ہے اور کبھی شر۔ پس یہاں پر اگر بناح یعنی کتے کا بھوکنا معتاد ہو تو حصر بہ نسبت خیر کے حاصل ہوگا یعنی شر لا خیر اہر ذا ناب

وَاِذَا کَانَ الْمُبْتَدَأُ مُشْتَمِلًا عَلٰی مَالَهٗ صَدْرُ الْکَلَامِ

مِثْلُ مَنْ اَبُوْكَ اَوْ کَانَا مَعْرِفَتَیْنِ اَوْ مُتَسَاوِیَیْنِ نَحْوُ
ای المبتدا والخبر ۱۲

اَفْضَلُ مِنْكَ اَفْضَلُ مِنِّیْ اَوْ کَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا لَهٗ مِثْلُ

زَیْدٌ قَامَ وَجَبَ تَقْدِیْمُهٗ وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ مَالَهٗ
ہذا جزاء شرط سابق

صَدْرُ الْکَلَامِ مِثْلُ اَیْنَ زَیْدٌ اَوْ کَانَ مُصَحِّحًا لَهٗ مِثْلُ

فِی الدَّارِ رَجُلٌ اَوْ لِمُتَعَلِّقِهٖ ضَمِیْرٌ فِی الْمُبْتَدَأِ مِثْلُ

ا؎ قولہ واذا کان المبتدا الخ ماقبل بیان کیا گیا تھا کہ اصل مبتدا میں تقدیم ہے۔ اور اس کی تاخیر بھی جائز ہے اب یہاں سے مصنف رح ان صورتوں کو بیان فرماتے ہیں کہ جن میں مبتدا کا مقدم کرنا واجب اور اس کی تاخیر ممتنع ہے اور وہ چند جگہ ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ مبتدا ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کو مقتضی ہیں جیسے من ابوک کہ یہاں من مبتدا ہے اور معنی استفہام کو مشتمل ہے جو صدارت کلام کو چاہتے ہیں تاکہ شروع ہی سے یہ معلوم ہو کہ کلام از قبیل استفہام ہے ۲؎ قولہ اوکانا معرفتین الخ یہ دوسرا موضع ہے کہ جس میں مبتدا کا خبر پر مقدم کرنا واجب ہے۔ مطلب یہ کہ جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور تعین مبتدا پر کوئی قرینہ نہ ہو خواہ مبتدا اور خبر تعریف میں مساوی ہوں یا نہ ہوں جیسے زید المنطلق تو اس وقت مبتدا کی تقدیم خبر پر واجب ہوگی تاکہ التباس پیدا نہ ہو ۱۲ ۳؎ قولہ اومتساویین الخ یہ وجوب تقدیم مبتدا کا تیسرا موضع ہے اور مطلب یہ کہ مبتدا اور خبر تخصیص میں مساوی ہوں تو مبتدا کا مقدم کرنا واجب ہے۔ اور یہاں مساوات فی التخصیص اس لئے کہا کہ ماقبل تعریف کا حکم گذر چکا ہے پھر تساوی فی التخصیص سے مراد تساوی فی اصل التخصیص ہے نہ تساوی فی قدر التخصیص جیسے افضل منک افضل منی۔ پس مثال مذکور میں اگرچہ افضل منی کی تخصیص افضل منک سے زائد ہے۔ مگر دونوں اصل تخصیص میں برابر ہیں لہذا افضل منک کو مبتدا کرنا اور مبتدا کا مقدم کرنا واجب ہوگیا تاکہ التباس نہ ہو ۱۲ ٤؎ قولہ اوکان الخبر الخ یہ وجوب تقدیم مبتدا کا چوتھا موضع ہے یعنی جب مبتدا کی خبر فعل ہو یعنی وہ ایسا کام ہو جو مبتدا سے وجود میں آیا ہے جیسے زید قام کہ یہاں قیام زید سے وجود میں آیا ہے۔ پس اس جگہ مبتدا کا مقدم کرنا خبر پر واجب ہے ورنہ اگر مبتدا کو مؤخر کیا جائیگا تو اس کا التباس فاعل کی ساتھ پیدا ہو جائیگا ۱۲ ۵؎ قولہ وجب تقدیمہ الخ یہ شرط مذکور کی جزاء ہے یعنی مبتدا کی تقدیم خبر پر صور مذکورہ میں واجب ہے جیسا کہ ابھی مدلل مذکور ہوا ٦؎ قولہ واذا تضمن الخبر المفرد الخ یعنی جب خبر مفرد کسی ایسی شئی پر مشتمل ہو کہ جس کے لئے صدارت کلام واجب ہے جیسے این زید کہ یہاں خبر مفرد ہے اور معنی استفہام کو مشتمل ہے جو صدارت کلام کو چاہتے ہیں پس یہاں تقدیم خبر کی مبتدا پر واجب ہے پھر خبر مفرد سے مراد یہ ہے کہ صورت میں مفرد کے ہو۔ عام ازیں کہ حقیقت میں جملہ ہو یا نہ ہو۔ پس اس صورت میں زید این ابوہ سے احتراز ہوگیا۔ اس لئے کہ اس جگہ تقدیم خبر کی مبتدا پر واجب نہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ جو معنی صدارت کلام متضمن ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اس جملہ کے شروع میں لائے جائیں کہ جس میں وہ ہیں۔ پس زید این ابوہ میں چونکہ وہ معنی جملہ مدخول فیہا کے اول میں ہیں۔ لہذا ان کا مبتدا پر مقدم کرنا واجب نہ ہوا۔ بخلاف این زید کے کہ یہاں مبتدأ کے بعد کوئی ایسا جملہ نہ تھا کہ اس کے اول میں این کو لایا جاتا۔ لہذا اس جگہ مبتدا پر اس کا مقدم کرنا واجب ہوگیا تاکہ اسی جملہ میں اس کے لئے صدارت پائی جائے ۱۲ ۷؎ قولہ اوکان مصححًا الخ یعنی جب خبر مبتدا کی تصحیح کرنے والی ہو۔ تو اس وقت خبر کا مقدم کرنا مبتدا پر واجب ہوگا۔ اور اس کی وجہ ماقبل گذر چکی جیسے فی الدار رجل میں رجل نکرہ ہے بدون تقدیم خبر یعنی فی الدار کی صلاحیت مبتدا ہونے کی نہیں رکھتا ۱۲ ۸؎ قولہ اوکان لمتعلقہ الخ یعنی اگر مبتدا میں کوئی ضمیر ہو جو کہ متعلق خبر کی طرف لوٹتی ہے تو اس جگہ بھی تقدیم خبر کی مبتدا پر واجب ہوگی اس لئے کہ اگر خبر کو مقدم نہ کریں گے تو اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ۱۲ ...

عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا أَوْ كَانَ خَبَرًا عَنْ أَنَّ مِثْلُ
تمیز لمثلہا ١٢ — بفتحتین کف آب وکف شیر کہ در ہندی مسکہ گویند ١٢

عِنْدِي أَنَّكَ قَائِمٌ وَجَبَ تَقْدِيمُهُ وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ
خبر ١٢ — مبتدا مع الاسم والخبر ١٢

مِثْلُ زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى الشَّرْطِ

فَيَصِحُّ دُخُولُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ

لہ قولہ علی التمرۃ مثلہا زبدًا۔ اس مثال میں علی التمرۃ خبر ہے اور مثلہا مبتدا اور ہا ضمیر تمرۃ کی طرف راجع ہے جو کہ متعلق خبر ہے پس اگر علی التمرۃ خبر کو مقدم نہ کریں گے تو محذور مذکور لازم آئیگا۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہم بعض جگہ ایسی دیکھتے ہیں کہ وہاں مبتدا میں ایک ضمیر ہے جو متعلق خبر کی طرف راجع ہے اور باوجود اس کے خبر کو مبتدا پر مقدم نہیں کرتے بلکہ خبر کو مؤخر کرتے ہیں جیسے علی اللہ عبدہٗ متوکل میں عبدہٗ مبتدا ہے اور متوکل اسکی خبر اور علی اللہ متعلق خبر ہے پس مبتدا میں ایک ضمیر ہے جو کہ متعلق خبر یعنی اللہ کیطرف لوٹتی ہے پس ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ جواب یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ میں متعلق خبر سے مراد وہ تابع خبر ہے کہ اس کی تبعیت کے باقی رہنے کیساتھ اسکا خبر پر مقدم کرنا ممتنع ہو جیساکہ لفظ التمرۃ جزء خبر ہونے کی حیثیت سے تابع خبر ہے اور اسکی تبعیت کی باقی رہنے کیساتھ تقدیم تمرہ کی خبر پر ممنوع اس لئے کہ جز ہونے کی حیثیت سے کل پر اسکی تقدیم تقدیم شئی علی نفسہ۔ نیز تقدیم مجرور کی جار پر ہے اور یہ ممنوع ہے بخلاف علی اللہ عبدہ متوکل کے کہ اس میں تقدیم تابع خبر کی خبر پر معنی تبعیت کے باقی رہنے کیساتھ ہو سکتی ہے اس لئے کہ اسکی تبعیت یہ ہے کہ خبر کے متعلق ہو اور یہ متعلق ہونا اس وقت بھی ہو سکتا ہے جبکہ علی اللہ متوکل پر مقدم کریں اور یہ جواب اس پر مبنی ہے کہ علی التمرۃ مثلہا زبدًا میں علی التمرۃ کو خبر کہیں اور علی اللہ عبدہٗ متوکل میں متوکل کو اور بہتر جواب یہ ہے کہ متعلق خبر سے وہ تابع مراد ہے کہ اس کی تبعیت کے ہوتے ہوئے اگر مبتدا کو خبر پر مقدم کریں تو اضمار قبل الذکر لفظاً اور معنیً لازم آجائے جیسا علی التمرۃ الخ میں ہے بخلاف علی اللہ عبدہٗ الخ کے کہ یہاں عبدہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور اہل عرب کے نزدیک اللہ کیطرف بدون اس کے ذکر کے ضمیر راجع ہو سکتی ہے اس لئے کہ وہ معہود ہے۔ پس اضمار قبل الذکر لازم نہ آئیگا ١٢ ٢ہ قولہ او کان خبرًا عن ان الخ یعنی اگر خبر ان مفتوحہ سے واقع ہو اور یہ اسوقت کہ ان اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتدا ہو اور اس سے کوئی چیز خبر واقع ہو تو اس صورت میں بھی خبر کا مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہوگا۔ جیسے عندی انک قائم میں عندی خبر اور ان مفتوحہ اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتدا واقع ہے لہذا اسوقت خبر کا مقدم کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ اگر خبر کو مقدم نہ کریں گے تو لفظاً اور معنیً قباحت پیدا ہو جائے گی لفظاً قباحت تو اس لئے کہ جب مبتدا کو مقدم کریں گے تو اَنّ مفتوحہ اِنّ مکسورہ کی ساتھ بدل جائے گا اس لئے کہ ابتدا کلام میں ان مکسورہ واقع ہوتا ہے نہ کہ ان مفتوحہ۔ پھر چونکہ ان مکسورہ ان مفتوحہ سے ثقیل ہوتا ہے لہذا کلام میں بجائے خفت کے ثقالت پیدا ہو جائے گی اور یہ نہایت قبیح ہے اور قباحت معنوی یہ کہ بر تقدیر ان مفتوحہ اور تقدیم خبر کے معنی کلام کے عام ہوتے ہیں یعنی میں جانتا ہوں کہ تو قائم ہے عام اس سے کہ تیرا قیام میرے نزدیک ہے یا دوسری جگہ اور بر تقدیر ان مکسورہ اور تقدیم مبتدا کے یہ معنی ہوں گے کہ تو میرے نزدیک قائم ہے پس اس صورت میں معنی کلام کے خاص ہو گئے ١٢ ٣ہ قولہ وجب تقدیمہ یعنی تقدیم خبر کی مبتدا پر تمام صور مذکورہ میں واجب ہے اور دلیل ہر ایک کی ماقبل مذکور ہو چکی ١٢ ٤ہ قولہ وقد یتعدد الخ یعنی خبر کبھی متعدد ہوتی ہیں بدون تعدد مخبر عنہ یعنی مبتدا کے اور یہ دو طریقہ پر ہے بالعطف جیسے زید عالم وعاقل اور بغیر عطف کے جیسے زید عالم عاقل۔ یہاں مصنف رح نے اسی کو بیان کیا ہے اور باعث خبر متعدد بالعطف کے بیان نہ کرنے کا یہ ہے کہ بر تقدیر عطف تعدد جملہ میں بھی ہوتا ہے یعنی خبر اور مبتدا دونوں متعدد ہوتے ہیں اور مقصود یہاں فقط تعدد خبر کا بیان کرنا ہے یا یہ کہا جائے کہ تعدد بر تقدیر عطف اظہر ہے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہ تھی۔ اور تعدد بر تقدیر عدم عطف خفی تھا لہذا اس کے ذکر کرنے کی ضرورت سمجھی گئی ١٢ ٥ہ قولہ وقد یتضمن المبتدا الخ یعنی کبھی مبتدا معنی شرط کو متضمن ہوتا ہے اور مراد معنی شرط سے یہ ہے کہ اول ثانی کے لئے سبب ہو یا اول حکم بالثانی کا سبب ہو پس جب مبتدا معنی شرط کو متضمن ہو تو اس صورت میں فاء کا دخول خبر پر صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ مبتدا قائم مقام شرط کے ہے اور خبر قائم مقام جزا کی اور ظاہر ہے کہ جزا پر فا داخل ہوتی ہے لہذا اس خبر پر بھی فاء داخل ہوگی۔ اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو مبتدا کہ معنی شرط کو متضمن ہو اگر اسکی دلالت سببیت اول للثانی پر مقصود ہوگی تو دخول فاء کا خبر پر واجب ہوگا اور جب دلالت مبتدا کی اس معنی پر مقصود نہ ہو تو دخول فا کا خبر پر ممتنع ہوگا غرض دو صورتیں ہیں وجوب یا امتناع پس اب مصنف کا قول یصح دخول الفاء فی الخبر کیونکر صحیح ہوگا اسلئے کہ لفظ یصح دخول الفاء جواز دخول فاء پر دلالت کرتا ہے نہ وجوب اور امتناع پر جواب یہ ہے کہ جو مبتدا کہ معنی شرط کو متضمن ہے اس کے تین اعتبار ہیں ایک یہ کہ اس کی دلالت معنی سببیت پر مقصود ہو اور یہ مرتبہ بشرط شئی کا ہے اور اس وقت فاء کا دخول خبر پر واجب ہے دوسرے یہ کہ دلالت معنی سببیت پر مقصود نہ ہو اور یہ مرتبہ بشرط لاشئی کا ہے کہ اس میں شرط عدم دلالت کی ملحوظ ہے اور اس وقت دخول فاء کا واجب ہے تیسرے یہ کہ مجرد معنی شرط کو متضمن ہو نہ دلالت معنی سببیت پر مقصود ہو اور نہ عدم دلالت۔ پس یہ مرتبہ لابشرط شئی کا ہے اور اس مرتبہ میں خبر پر فاء کا دخول اور عدم دخول دونوں امر برابر ہیں۔ پس مصنف رح نے اسی مرتبہ پر نظر کر کے یصح کہدیا ١٢ . . . .

داخل ہوں جوکہ متضمن معنی شرط کو ہے تو یہ دونوں خبر میں دخول فار سے مانع ہوجائیں گے۔ اس لئے کہ لیت انشار تمنی کے لئے ہے اور لعل انشار ترجی
کے لئے۔ پس ان دونوں کے دخول سے مبتدار اور خبر۔ خبریت سے خارج ہوکر انشار میں داخل ہوجائیں گے۔ اور جب وہ انشار ہو گئے تو ان کی
مشابہت شرط وجزار کی ساتھہ زائل ہوجائے گی۔ اس لئے کہ شرط وجزار از قبیل اخبار ہیں نہ کہ از قبیل انشار۔ پس لیت او لعل الذی یاتینی فی الدار
فلہ درہم کہنا ناجائز ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ جیسا کہ لیت اور لعل خبر میں دخول فار سے بالاتفاق مانع ہیں اسی طرح افعال ناقصہ اور افعال قلوب۔ بھی
دخول فا سے بالاتفاق مانع ہیں۔ پس لیت اور

لعل کی تخصیص کی وجہ کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ مقصود مصنف رح کا باب مختلف فیہ کا بیان
کرنا ہے پس باب حروف مشبہ بالفعل میں
چونکہ بعض حروف مانع بالاتفاق ہیں جیسے
لیت اور لعل اور بعض مانع بالاتفاق نہیں
جیسے اِنَّ اور اَنَّ کہ بعض کے نزدیک مانع ہیں
اور بعض کے نزدیک نہیں لہذا یہاں تشریح
کی گئی کہ کونسے حروف مانع ہیں اور کونسے
نہیں۔ بخلاف افعال ناقصہ اور افعال قلوب کے
کہ یہ دونوں دخول فار سے گو مانع ہیں مگر باب
مختلف فیہ سے نہیں ۱۲ ۞ قولہ والحق
بعضہم اِنَّ الخ یعنی بعض نحویوں نے ان مکسورہ
کو لیت اور لعل کے ساتھہ ملحق کیا ہے اور کہا کہ
جس طرح پر لیت اور لعل خبر پر دخول فا سے مانع
ہیں۔ اسی طرح اِنَّ بھی مانع ہے اور دلیل یہ ہے
کہ ان تحقیق کے لئے وضع کیا گیا ہے اور شرط و
جزار تردید پر دلالت کرتی ہے پس جب ان ایسے
مبتدار پر داخل ہوگا جوکہ متضمن شرط ہے تو اس
کی مشابہت شرط وجزا کی ساتھہ زائل ہوجائیگی
لہذا دخول فار کا خبر پر جائز نہ ہوگا۔ مگر ان لوگوں
کا یہ قول صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اِنّ اگرچہ تحقیق کے
لئے ہے مگر چونکہ وہ کلام کو خبریت سے انشائیت
کی طرف نہیں نکالتا۔ لہذا صحیح یہ ہے کہ اِنّ
کے داخل ہونے کے بعد بھی مبتدار متضمن معنی
شرط کی خبر پر فا داخل ہو جائے گی۔ اب
اگر کوئی کہے کہ جیسا کہ اِنّ بالکسر بعض
کے نزدیک خبر میں دخول فار سے مانع
نہیں۔ ایسے ہی اَنَّ بالفتح بھی دخول فار
سے مانع نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اِنّ مکسورہ
کا تو ذکر کیا۔ اور اَنَّ بالفتح کو چھوڑ دیا گیا
جواب یہ ہے کہ جو لوگ ان بالکسر کو
لیت ولعل کے ساتھ لاحق کرتے ہیں وہ
نحویوں میں مستند نہیں گنے ہیں۔ جیسے سیبویہ بخلاف
ان لوگوں کے کہ جو ان مفتوحہ کو دخول
فار سے خبر میں مانع بتاتے ہیں وہ مستند
اشخاص نہیں۔ لہذا قول اول کا اعتبار کرکے اس کو ذکر کیا۔ اور دوسرے قول کا اعتبار نہیں کیا۔ حالانکہ یہ دونوں قول ضعیف
ہیں۔ قرآن پاک اور کلام فصحائے عرب سے ان کا ضعیف ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دلیل ضعف قول سیبویہ کی قولہ تعالےٰ ان الذین کفروا
وماتوا وہم کفار فلن یقبل (الآیۃ) اور دلیل ضعف قول ثانی کی قولہ تعالےٰ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ (الآیۃ) ۱۲ . . . .

. . . .

- -

[۱] وَذٰلِكَ الْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ بِفِعْلٍ اَوْ ظَرْفٍ [۲] اَوِ النَّكِرَةُ
(ای المبتدار المتضمن بمعنی الشرط ۱۲)
الْمَوْصُوْفَةُ بِهِمَا مِثْلُ [۳] الَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ اَوْ [۴] فِی الدَّارِ فَلَهٗ
(ہذا النظیر الموصول ۱۲)
دِرْهَمٌ وَ [۵] كُلُّ رَجُلٍ یَاْتِیْنِیْ اَوْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ وَ
(ہذا النظیر النکرۃ الموصوفہ ۱۲)
[۶] لَیْتَ وَلَعَلَّ مَانِعَانِ بِالْاِتِّفَاقِ وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمْ
(من دخول الفاء فی الخبر ۱۲)
اِنَّ بِهِمَا وَقَدْ یُحْذَفُ الْمُبْتَدَاُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ

[۱] قولہ وذلک الاسم الموصول الخ یعنی وہ مبتدار جو معنی شرط کو متضمن ہے چند جگہ میں ہوتا ہے ایک
ایسا اسم موصول میں کہ جس کا صلہ فعل یا ظرف مؤل بفعل ہو یعنی صلہ جملہ فعلیہ ہو یا ظرفیہ مؤلہ بجملہ فعلیہ تاکہ مبتدار
کی مشابہت شرط کی ساتھہ مؤکد ہوجائے اس لئے کہ شرط غیر فعل نہیں ہوتی اور حکم میں اسم موصول مذکور کے ہر
وہ اسم ہے کہ اس کی صفت اسم موصول مذکور کی ساتھ لائی گئی ہو اس لئے کہ موصوف اور صفت حکم میں لفظ
واحد کے ہیں ۱۲ [۲] قولہ او النکرۃ الموصوفۃ بہما الخ یعنی دوسری صورت مبتدار متضمن معنی شرط کی یہ ہے
کہ وہ ایسا نکرہ ہو کہ جس کی صفت جملہ فعلیہ یا ظرف مذکورہ ہو اور اس نکرہ موصوفہ کے حکم میں ہر وہ اسم ہے کہ
جس کی اضافت نکرہ موصوفہ مذکورہ کی طرف ہو ۱۲ [۳] قولہ مثل الذی یاتینی الخ یعنی الذی یاتینی فلہ
درہم۔ یہ مثال اُس اسم موصول کی ہے کہ جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہے ۱۲ [۴] قولہ او فی الدار الخ یعنی الذی
فی الدار فلہ درہم۔ یہ مثال اس اسم موصول کی ہے کہ جس کا صلہ ظرف ہے پس فلہ درہم کا تعلق دونوں مثالوں
کے ساتھہ ہے۔ اور مثال اس اسم کی جوکہ اسم موصول مذکور کے ساتھ موصوف ہے اللہ تعالیٰ کا قول قل ان
الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ہے ۱۲ [۵] قولہ کل رجل یاتینی الخ یعنی کل رجل یاتینی فلہ درہم یہ
مثال اس نکرہ کی ہے کہ جس کی صفت جملہ فعلیہ ہے اور کل رجل فی الدار فلہ درہم یہ مثال اس نکرہ کی ہے کہ
جو ظرف کی ساتھ موصوف ہے اور مثال اس اسم کی جوکہ اس نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہے جیسے غلام
کل رجل یاتینی او فی الدار فلہ درہم ۱۲ [۶] قولہ ولیت ولعل الخ یعنی جب لیت اور لعل ایسے مبتدار پر

پس شیر آنے کی جگہ میں درندہ ہے۔ پس اس وقت یہ جملہ ما نحن فیہ سے خارج ہو گا۔ اس لئے کہ اس تقدیر پر اس کی خبر مذکور ہے ۱۲ ۳ قولہ وجوبا فیما التزم الخ وجوبا کا حذف جوازا پر ہے یعنی کبھی خبر کو بوقت قائم ہونے قرینہ کے از روئے وجوب کے حذف کر دیتے ہیں۔ اور یہ اس ترکیب میں ہوگا کہ جہاں غیر خبر کا خبر کی جگہ میں التزام کیا گیا ہو یعنی کسی دوسری چیز کے ذکر کو موضع خبر میں لازم کر لیا گیا ہو۔ اور یہ چار جگہ میں ہے اول قولہ مثل لولا زید لکان کذا۔ یعنی جس جگہ پر مبتدا بعد لولا کے واقع ہو اور لولا کی خبر افعال عامہ یعنی کون وحصول وغیرہ سے ہو تو وہاں چونکہ حذف خبر کا قرینہ لولا اور جواب لولا کا اس کی جگہ میں ہے لہذا خبر کا حذف واجب ہوگا۔ ورنہ اجتماع اصل اور خلف کا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔ جیسے لولا زید لکان کذا۔ ای لولا زید موجود۔ پس موجود کہ خبر ہے وجوبا حذف

حذف کردیا گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ لولا حذف خبر کا قرینہ ہے یا نہیں۔ جواب یہ ہے کہ لولا اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ بسبب وجود اول کے امتناع ثانی پر دلالت کرے۔ پس یہ حذف خبر کا قرینہ ہے اور جواب لولا کا موضع میں خبر کے ہے پس موجود خبر کا حذف واجب ہے لیکن یہ اسوقت ہوگا جب کہ خبر افعال عامہ (کون ثبوت وجود حصول) سے ہو ورنہ اگر خبر افعال خاصہ سے ہو تو حذف واجب نہ ہوگا۔ جیسے لولا زید مصلیا لکان کذا اور قول الشاعر ؎ ولولا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعر من لبید ۔ مثال اول میں مصلیا اور مثال ثانی میں یزری خبر ہے اور افعال خاصہ سے ہے لہذا خبر کو محذوف نہیں کیا گیا ۱۲ ۴ قولہ ضربی زیدا قائما الخ یعنی جب مبتدا مصدر ہو اور فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف اسکی اضافت ہو اور بعد اس کے فاعل یا مفعول یا دونوں سے حال مذکور ہو جیسے ضربی زیدا قائما کہ اصل میں ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما تھا۔ کان اس جگہ تامہ ہے بمعنی ثبت وحصل۔ پس حاصل خبر کو مثال مذکور میں حذف کردیا گیا۔ اس لئے کہ اذا کان میں اذا ظرف ہے اور حاصل کے متعلق ہے اول متعلق ظرف کو حذف کیا گیا۔ اس لئے کہ ظرف اپنے متعلق پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بعد ظرف کو بھی حذف کردیا گیا۔ اس لئے کہ حال یعنی قائما اس ظرف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حال اور ظرف زمان میں ایک خاص قسم کی مشابہت ہے جیسا کہ جائنی زید راکبا کے معنی جائنی زید فی زمان رکوبہ کے ہیں۔ پس حال تو قائم مقام ظرف کے ہے اور ظرف قائم مقام خبر کے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حال قائم مقام خبر کے ہو گیا۔ پس جب اس جگہ حذف خبر کا قرینہ اور قائم مقام دونوں پائے جاتے ہیں تو یہاں خبر کا حذف واجب ہوگا ۱۲ فائدہ جاننا چاہئے کہ ضربی زیدا قائما کی یہ تقدیر یعنی ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما۔ اس وقت ہوگی جبکہ قائما کو فاعل سے حال کہیں اور جب اس کو مفعول سے حال کہیں تو اسکی اصل ضربی زیدا حاصل اذا کنت قائما ہوگی۔ اور جب اس کو فاعل ومفعول دونوں سے حال کہیں تو اس وقت تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی ضربی زیدا حاصل اذا کنا قائمین ۱۲ ۵ قولہ وکل رجل وضیعتہ الخ یعنی جب مبتدا کی خبر معنی مقارنت پر مشتمل ہو اور مبتدا پر بذریعہ واؤ بمعنی مع کے کسی اسم کا عطف کیا گیا ہو جیسے کل رجل وضیعتہ ای کل رجل مقرون مع ضیعتہ۔ پس مثال مذکور میں اس مبتدا کی خبر یعنی مقرون محذوف ہے۔ اس لئے کہ واو معنی مقارنت پر دلالت کرتا ہے اور معطوف بجائے خبر کے ہے۔ لہذا خبر کا حذف واجب ہوگیا ورنہ اجتماع بدلین کا لازم آئیگا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مثال مذکور میں ضیعتہ کا عطف مبتدا پر ہے لہذا وہ ۱۲

جوازا کقول المستھل الھلال[۱] واللہ والخبر[۲] جوازا
ای ہذا الھلال لقرینۃ حالیۃ ۱۲

مثل خرجت فاذا السبع ووجوبا[۳] فیما التزم فی موضعہ
ای واقف ۱۲

غیرہ مثل لولا زید[۴] لکان کذا ومثل ضربی زیدا
قائما وکل رجل[۵] وضیعتہ
ای مع حرفتہ ۱۲

۱ قولہ جوازا الخ یعنی جائز اب اور ترکیب کے اعتبار سے صفت ہے مفعول مطلق محذوف کی ای یحذف المبتدا حذفا جائزا۔ یعنی کبھی مبتدا کو وقت قائم ہونے قرینہ کے حذف کر دیتے ہیں خواہ قرینہ لفظیہ ہو یا عقلیہ جیسے چاند کا دیکھنے والا الھلال واللہ کہے ای ہذا الھلال واللہ۔ پس اس جگہ مبتدا کو بقرینہ حالیہ حذف کر دیا گیا۔ اور اگر کوئی کہے کہ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ یہاں مبتدا محذوف ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ خبر محذوف ہو اور اصل میں الھلال ہذا ہو۔ جواب یہ ہے کہ اس جگہ خبر کا محذوف ماننا ٹھیک نہیں اس لئے کہ مقصود مستھل کا اس کلام سے ایک چیز کا اشارہ کے ساتھ متعین کرنا اور اس کے لئے ہلالیت کا ثابت کرنا ہے تاکہ چاند کے نظارہ کرنیوالے اس طرف متوجہ ہوں اور جس طرح کہ اس شخص نے چاند دیکھا ہے وہ لوگ بھی دیکھیں اور ظاہر ہے کہ یہ معنی حذف مبتدا کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں نہ حذف خبر کی اس لئے کہ حذف خبر کی صورت میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ وجود ہلال کا پیشتر سے ثابت ہے لیکن اس کا وجود معین نہیں کہ یہ ہلال ہے یا وہ۔ پس مستھل نے اپنے قول الھلال ہذا سے اس کو متعین کردیا اور یہ معنی خلاف مقصود ہیں پس خبر کو مقدر نہ کریں گے۔ پھر لفظ واللہ کو الھلال کے بعد یا تو موافق عادت چاند دیکھنے والوں کے زیادہ کیا۔ یا اس وجہ سے کہ اگر الھلال کے بعد واللہ نہ کہتے تو یہ وہم ہوتا کہ اس کی اصل رأیت الھلال ہے فعل کو اس میں حذف کر دیا گیا ہے ۱۲ ۲ قولہ وقد یحذف الخبر الخ یعنی کبھی خبر کو بھی از راہ جواز حذف کر دیتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ کسی چیز کو اس کے قائم مقام کریں جیسے خرجت فاذا السبع میں اس لئے کہ اصل اس جملہ کی خرجت فاذا السبع واقف ہے پس بقرینہ سیاق کلام کے واقف کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ ظاہر ہے کہ معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ میں گھر سے باہر نکلا ناگاہ شیر کھڑا ہوا ہے۔ پھر یہ جملہ باب حذف خبر سے اس وقت ہوگا جب کہ اذا کو مفاجات زمانی کے لئے لیا جائے گا۔ اور جب اذا کو مفاجات مکانی کے لئے لیں گے تو اسوقت اذا مذکور السبع مذکور خبر مقدم ہوگا۔ اور تقدیر کلام کی اس طریقہ پر ہوگی خرجت ففی مکانی السبع۔ یعنی میں نکلا

راجع ہے پس جب حقیقت میں ضیعتہ کا عطف ضمیر خبر پر ہے تو اب اس کا قائم مقام خبر ہونا درست ہے ہاں اس

کی فرع ہو ۱۲ ۳؎ قولہ ہو المسند الخ یعنی کلام میں بعد داخل ہونے احد ہذہ الحروف کے جو مسند ہو وہ خبر ہے۔ اس تعریف میں قولہ المسند جنس ہے۔ خبر کان اور خبر مبتداء اور خبر لائے نفی جنس سب کو شامل ہے اور قولہ بعد دخول ہذہ الحروف فصل ہے کہ اس سے یہ سب اخبار خارج ہو جاتی ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ ان زید یقوم ابوہ میں یقوم بعد داخل ہونے اِنَّ کے مسند ہے لہذا خبر کی تعریف اسپر صادق آتی ہے حالانکہ وہ خبر نہیں بلکہ خبر مجموعہ یقوم ابوہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ مراد دخول احد ہذہ الحروف سے یہ ہے کہ اس کا اثر لفظاً یا معناً اس مسند تک پہونچ جائے پھر اثر لفظی تو یہ ہے کہ وہ بعد داخل ہونے حرف مشبہ بالفعل کے مرفوع ہو جائے لفظاً یا تقدیراً یا محلاً۔ اور اثر معنوی یہ ہے کہ مدلول مسند کا مسند الیہ کیلئے علی وجہ التحقیق ہو پس یہاں اِنَّ نے باین معنی اپنا اثر جملہ یقوم ابوہ میں کیا ہے نہ کہ صرف یقوم میں۔ اس لئے کہ یقوم ابوہ کیطرف مسند ہے نہ کہ اسم اَنَّ یعنی زید کیطرف ۱۲ ۴؎ قولہ وامرہ کامر خبر المبتدا الخ یعنی اَنَّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے مانند ہے۔ پس جسطرح مبتداء کی خبر متعدد یا غیر متعدد مفرد یا جملہ ہوتی ہے اور در صورت جملہ ہونے کے اس میں عائد ہوتا ہے اسی طرح اس خبر کا حکم ہے ۱۲ ۵؎ قولہ الا فی تقدیمہ الخ یعنی اِنَّ وغیرہ کی خبر کا حال مثل حال خبر مبتداء کے ہے مگر باب تقدیم میں کہ مبتداء کی خبر کی تقدیم تو مبتداء پر جائز ہے اور ان وغیرہ کی خبر کا مقدم کرنا ان کے اسموں پر جائز نہیں اس لئے کہ یہ حروف عمل میں ضعیف ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ عامل ضعیف ترتیب اصلی کے وقت عمل کرتا ہے۔ پس جب ترتیب بدل گئی یعنی اِن وغیرہ کی خبر انکے اسم پر مقدم ہو گئی تو وہ اپنے ضعف عمل کیوجہ سے عمل نہ کریں گے ۱۲ ۶؎ قولہ الا اذا کان ظرفاً۔ یعنی ان وغیرہ کی خبر جب ظرف ہوئی تو اسوقت خبر کی تقدیم انکے اسما پر جائز ہو گی بشرطیکہ اسم معرفہ ہو جیسے ان الینا ایابہم اور جب اسم نکرہ ہو تو خبر کی تقدیم اسم پر واجب ہو گی جیسے ان من البیان لسحرا۔ اور ان من الشعر لحکمۃ اسواسطے کہ ظرف میں زیادہ وسعت ہے۔ لیس ان قائم زیداً نا جائز اور ان فی الدار زیداً جائز ہے ۱۲ ۷؎ قولہ خبر لا التی لنفی الجنس الخ یعنی۔ منجملہ مرفوعات کے لا لنفی جنس کی خبر ہے اور

ولعمرك لافعلنّ كذا خبرُ اِنَّ واخواتِها هو المسند

ای اشباہہا وامثالہا ۱۲

بعد دخول هذه الحروف مثل اِنَّ زيدًا قائمٌ وامرهٗ كامر

خبر المبتدأ الا في تقديمه الا اذا كان ظرفًا خبر لا

مستثنیٰ مفرغ ۱۲

التي لنفي الجنس هو المسند بعد دخولها مثل

۱؎ قولہ ولعمرک لافعلن کذا یعنی جب مبتدا مقسم بہ اور اسکی خبر لفظ قسم ہو جیسے لعمرک لافعلن کذا۔ کہ اس کی اصل لعمرک قسمی لافعلن کذا۔ تھی لفظ قسمی کو کہ خبر ہے حذف کر دیا گیا۔ اس لئے کہ لام قسم اس پر دلالت کرتا ہے اور جواب قسم اس کا قائم مقام ہے تو اس صورت میں حذف خبر واجب ہو گا۔ ورنہ اجتماع بدلین لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں ۱۲ ۲؎ قولہ خبر اِنَّ الخ یعنی اِن اور اس کے نظائر اَنَّ وکاَنَّ ولیت ولعل کی خبر مرفوعات سے ہے اور چونکہ یہ وزن اور معنی اور عمل کرنے میں فعل متعدی کے مشابہ ہیں اس لئے ان کو حروف مشبہ بالفعل کہتے ہیں وزن میں مشابہت تو یہ ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں اسی طرح انمیں سے بعض ثلاثی اور بعض رباعی ہیں۔ اور معنی میں مشابہت یہ ہے کہ ہر ایک ان میں سے معنی میں فعل کے ہے چنانچہ اِنَّ اور اَنَّ معنی میں حققت کے اور کاَنَّ معنی میں شبہت کے اور لیت معنی میں تمنیت کے اور لعل معنی میں ترجیت کے ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور عمل میں مشابہت یہ ہے کہ جسطرح فعل متعدی کے لئے دو اسم لازم ہیں ایک فاعل دوسرا مفعول اسی طرح ان کے لئے بھی دو اسم لازم ہیں ایک اسم دوسرا خبر اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فعل متعدی فاعل کو مرفوع اور مفعول کو منصوب کرتے ہیں اور یہاں ایسا نہیں بلکہ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عمل میں یہ حروف فعل کے مشابہ نہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ جملہ حروف چونکہ عمل میں فعل متعدی کی فرع ہیں۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ ان کا عمل بھی عمل فعل ہیں۔ تو ان کا حکم بھی یکساں ہو گا حملاً للنقیض علی النقیض یا حملاً للنظیر علی النظیر ۸؎ قولہ لا غلام

چونکہ یہاں لا سے ذات کی نفی نہیں ہوتی جیسے لا رجل قائم میں ذات رجل کی نفی نہیں۔ بلکہ صفت رجل یعنی قیام کی نفی ہے لہذا تقدیر عبارت یہ ہے کہ خبر لا التی لنفی صفۃ الجنس ۱۲ ۹؎ قولہ ہو المسند بعد دخولہا یعنی کلام میں اس لا کے داخل ہونیکے بعد جو مسند ہوتا ہے وہ لا نفی جنس کی خبر ہے پس قولہ ہو المسند خبر مبتداء اور خبر ان وغیرہ سب کو شامل ہے اور قولہ بعد دخولہا ہیں ان سب سے احتراز ہے اور مراد دخول سے وہی ہے جو خبر اِن میں گذرا پس اسوقت لا رجل یضرب ابوہ میں یضرب سے اعتراض وارد نہ ہو گا اور وجہ لا نفی جنس کی خبر کے مرفوع ہونیکی یہ ہے کہ یہ ان وغیرہ کیطرح تاکید کیلئے آتا ہے فرق اتنا ہے کہ ان اثبات کی تاکید کرتا ہے اور لا نفی جنس نفی کی پس جب مطلق تاکید میں دونوں ایک دوسرے کے مشابہ

کیلئے ہے بخلاف ما کے کہ وہ بھی نفی حال کے لئے ہوتا ہے۔ پس لیس کا عمل ما میں شاذ نہیں لا میں شاذ ہے ۱۲ ۵ قولہ المنصوبات یعنی منصوب وہ اسم ہے کہ جو اسم کے مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔ خواہ مفعول حقیقۃً ہو یا حکمًا اور یہ تعمیم اس لئے ہے کہ منصوب کی یہ تعریف منصوب اصلی (مفاعیل خمسہ) اور ان منصوبات کو شامل ہو جائے کہ جو مفعولوں کے ساتھ ملحق ہیں۔ اسم کے منصوب ہونیکی علامتیں چار ہیں۔ فتحہ۔ کسرہ۔ الف۔ یاء جیسے رأیت زیدًا و بمسلمات و ایاک و مسلمین۔ اب اگر کوئی کہے کہ بعض اسماء مفعول ایسے ہیں کہ جن میں علامت مفعولیت کی پائی جاتی ہے مگر وہ منصوبات سے نہیں۔ پس تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی جیسے مررت بمسلمات میں مسلمات کسرہ علامت مفعولیت پر مشتمل ہے۔ مگر اس کو منصوب نہیں کہتے بلکہ مجرور ہے۔ جواب یہ ہے کہ تعریف منصوب میں قید حیثیت معتبر ہے۔ یعنی منصوب وہ ہے کہ جس میں مفعولیت کی علامت اس حیثیت سے پائی جائے کہ وہ علامت مفعولیت کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کسرہ مثال مذکور میں چونکہ اس حیثیت سے نہیں لہذا مسلمات تعریف مذکور سے خارج ہے ۱۲ ۶ قولہ فمنہ المفعول المطلق الخ یعنی منصوبات میں سے ایک مفعول مطلق ہے مفعول مطلق کو تمام مفعولوں پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس مفہوم پر بلا قید زائد دلالت کرتا ہے بخلاف باقی مفعولوں کے کہ کسی میں بہ کی قید ہے اور کسی میں قید فیہ یا معہ یا لہ کی ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ مطلق مقید پر طبعًا مقدم ہوتا ہے لہذا ذکر میں بھی اس کو مقدم کیا گیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔ اور اگر کوئی کہے کہ مفعول مطلق مطلق نہیں بلکہ بقید اطلاق مقید ہے جو کہ بشرط لاشئ کا درجہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کو مفعول مطلق کہتے ہیں صرف مفعول بدون ذکر مطلق کے نہیں کہتے۔ جواب یہ ہے کہ ذکر لفظ مطلق کا یہاں تقیید کے لئے نہیں بلکہ بیان مفہوم کے لئے ہے اور وجہ یہ ہے کہ قید ہمیشہ مقید سے خارج ہوتی ہے اور یہ اطلاق مفہوم مفعول مطلق میں داخل ہے اس سے خارج نہیں کہ قید ہو۔

لا غلامَ رجلٍ ظريفٌ فيها ويُحذَفُ كثيرًا وبنو تميم لا يُثبتونه اسمُ ما ولا المشبّهتين بليس هو المسندُ اليه بعد دخولهما مثلُ ما زيدٌ قائمًا ولا رجلٌ أفضلَ منك وهو في لا شاذٌّ المنصوبات هو ما اشتمل على علَمِ المفعولية فمنه المفعولُ المطلقُ

(في النفي والدخول على الجملة الاسمية ۱۲ — موصوف — بمنزلہ ۱۲ — اى عمل لا ۱۲)

۱ قولہ و یحذف الخ یعنی لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہو جاتی ہے جیسے لا الہ الا اللہ کہ اصل میں لا الہ موجود الا اللہ تھا ۲ قولہ و بنو تمیم لا یثبتونہ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ قبیلہ بنی تمیم کے لوگ اس لا کی خبر کو وجوب الحذف بتاتے ہیں لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ وہ لا کی خبر کو بالکل نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ لا اہل ولا مال معنی میں انتفی الاہل والمال کے ہے ۱۲ ۳ قولہ اسم ما ولا المشبہتین بلیس الخ یعنی جو ما و لا کہ لیس کے ساتھ مشابہت معنی نفی اور عمل میں رکھتے ہیں ان کا اسم وہ مسند ہے جو کہ ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد ہوتا ہے جیسے ما زید قائما اور لا رجل افضل منک ما نکرہ اور معرفہ دونوں میں عمل کرتا ہے اور لا صرف نکرہ میں اور یہی وجہ ہے کہ مصنف رح مثال میں لا کے ساتھ نکرہ لائے ہیں ۱۲ ۴ قولہ وہو فی لا شاذ الخ یعنی لیس کا عمل لا میں شاذ اور قلیل ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ لا کی مشابہت لیس کے ساتھ ضعیف ہے اس لئے کہ لیس نفی حال کے لئے اور لا مطلق نفی

[illegible]

نیز وجہ تقدیم مفعول مطلق میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مفعول مطلق کو فاعل کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے کہ وہ اور فاعل دونوں فعل کے جزء ہیں۔ پس جس طرح پر کہ فاعل کو افضل ہونے کی حیثیت سے تمام مرفوعات پر مقدم کرتے ہیں اسی طرح مفعول مطلق کو فاعل کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے تمام منصوبات پر مقدم کریں گے باقی رہا یہ امر کہ مفعول مطلق اور فاعل دونوں فعل کے جزء ہیں یا نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ فعل تین جزؤں سے مرکب ہوتا ہے (۱) معنی حدثی جو کہ مفعول مطلق ہے (۲) اقتران بالزمان (۳) نسبت الی فاعل ما۔ پس ثابت ہوا کہ فاعل اور مفعول مطلق اجزاء فعل میں سے ہیں اور اس اعتبار سے ح

کی محتاج نہیں ایسے ہی جسیم اور قوی ہیکل ہونا باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہے۔ نہ کہ اختیار اور تاثیر جسم سے۔ پس تعریف مذکور جامع نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ مراد ما فعلہ فاعل فعل سے تاثیر اور ایجاد فاعل نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ مفعول مطلق فاعل کے ساتھ اس طرح پر قائم ہو کہ اس کی نسبت فاعل کیطرف درست ہو سکے خواہ نسبت ایجابیہ ہو یا نسبت سلبی جیسے ما ضربت ضربًا۔ پھر قولہ ما فعلہ تمام مصادر کو شامل ہے۔ اس لئے کہ ہر مصدر اپنے فاعل کا فعل ہے۔ اور مذکور کی قید سے وہ مصادر خارج ہو گئے کہ جن کا فعل مذکور نہیں نہ حقیقۃً اور نہ حکمًا جیسے الضرب واقع علی زید اور بمعناہ کی قید سے ضربت تادیبًا میں تادیبًا خارج ہو گیا اس لئے کہ اگرچہ اس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے لیکن معنی میں فعل مذکور کے نہیں ۱۲

ـــــــ ۱ وھو اسم ما فعلہٗ فاعل فعل مذکور بمعناہ ـــــــ ۲ وقد

موصوف ۱۲ — صفت اول ۱۲ — صفت ثانی ۱۲

یکون للتاکید والنوع والعدد ـــــــ ۳ نحو جلست جلوسًا

للتاکید ۱۲

ـــــــ ۴ وجِلسۃً ـــــــ ۵ وجَلسۃً ـــــــ ۶ فالاول لا یثنّٰی ولا یجمع بخلاف

للنوع ۱۲ — للعدد ۱۲ — ای الذی للتاکید ۱۲

اخویہ وقد یکون بغیر لفظہ نحو قعدتُ جلوسًا

ـــــــ

۱ قولہ وھو اسم ما فعلہ الخ یعنی مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے کہ جس کو اس فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو کہ جو اس کے ہم معنی ہے۔ غرضکہ مفعول مطلق وہ اسم ہے کہ جو فعل مذکور کے ساتھ معنی مصدری میں شریک ہو اور دونوں کا فاعل ایک ہو۔ پھر یہ فعل مذکور عام ہے لفظاً مذکور ہو یا تقدیرًا۔ مفعول مطلق کی مثال ضربت ضربًا ہے اس لئے کہ ضربًا (مارنے کو) ضربت فعل مذکور کے فاعل یعنی متکلم نے کیا ہے اور وہ فعل مذکور کے ساتھ معنی مصدری میں شریک ہے اور دونوں کا فاعل ایک ہے اب اگر کوئی کہے کہ تعریف مفعول مطلق میں لفظ اسم کے زائد کرنے کی کیا وجہ ہے۔ جب کہ مقصود اس کے بغیر بھی اختصار کیساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ قید اسم زیادہ نہ کرنے سے خلاف مقصود لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ اسوقت تعریف مذکور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفعول مطلق ان معنی کو کہتے ہیں کہ جن کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ مفعول مطلق وہ لفظ ہے جو اس معنی پر دال ہے۔ اس لئے کہ نحوی لفظ سے بحث کرتے ہیں نہ کہ معنی سے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ بعض مفعول مطلق ایسے ہیں کہ جنکو فاعل فعل مذکور نے نہیں کیا۔ جیسے مات موتًا۔ وجسُم جسامۃً اس لئے کہ موت فعل مذکور کے فاعل کا اثر نہیں بلکہ موت کو اگر وجودی کہا جائے تو اس کا موجد واجب تعالیٰ ہے اور عدمی ہے تو مؤثر

۲ قولہ وقد یکون للتاکید الخ اب مصنف رح مفعول مطلق کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم کو شروع کرتے ہیں۔ اور مطلب یہ کہ مفعول مطلق کبھی تاکید فعل کے لئے آتا ہے۔ یعنی جو معنی کہ فعل سے مستفاد ہوتے ہیں ان ہی پر مفعول مطلق دلالت کرتا ہے ان سے زائد کسی معنی پر دلالت نہیں کرتا اور کبھی بیان نوع کے لئے آتا ہے اور کبھی بیان عدد کے لئے ۱۲ ع

۳ قولہ مثل جلست جلوسًا یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ جو تاکید کے لئے ہے ۱۲ ۴ قولہ وجِلسۃً بکسر الجیم۔ یعنی بیٹھا میں ایک طرح کا بیٹھنا۔ یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ جو بیان نوع کیلئے ہے ۱۲ ۵ قولہ جَلسۃ بفتح الجیم۔ یعنی بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا۔ یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ جو بیان عدد کے لئے ہے ۱۲ ۷۷ ۶ قولہ فالاول لا یثنّٰی ولا یجمع یعنی جو مفعول مطلق کہ تاکید کے لئے آتا ہے وہ تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ ماہیت فعل پر دلالت کرتا ہے۔ اور ماہیت میں تعدد نہیں ۱۲ ۷ قولہ بخلاف اخویہ یعنی بخلاف اسکی دونوں نظیروں کے یعنی اس مفعول مطلق کے کہ بیان نوع اور بیان عدد کے لئے آتا ہے کہ وہ تثنیہ اور جمع ہو جاتا ہے جیسے جلست جلستین اور جلسات ۱۲ ۸ قولہ وقد یکون بغیر لفظہ یعنی کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ سے مغائر ہوتا ہے۔ خواہ یہ مغایرت باعتبار مادہ کے ہو جیسے قعدت جلوسًا یا باعتبار باب کے جیسے وتبتل الیہ تبتیلا۔ یا باب اور مادہ دونوں کے اعتبار سے جیسے فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ کہ یہاں ایجاس باب افعال سے بمعنی در دل افگندن ترس را کے ہے (کذا فی الصراح) لیکن باین ہمہ یہ ضرور ہے کہ مفعول مطلق باعتبار معنی کے کبھی اپنے فعل کے مغایر نہ ہو گا ورنہ اس کا مفعول مطلق ہونا صحیح نہ ہو گا ۱۲ محمد مشیت اللہ

تقریر مذکور وہ مصدر ہوگا۔ اور اس اعتبار سے اس کو مفعول مطلق کہنا درست ہو جائے گا۔ نیز کہہ سکتے ہیں کہ اس کی مصدریت باعتبار موصوف محذوف کے ہے ای قدمت قدوماً خیر مقدم ۱۲ ؎۲ قولہ وجوباً الخ اس کا عطف جوازاً پر ہے اور درحقیقت معنی میں واجباً کی ہوکر یہ مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے۔ ای یحذف حذفاً واجباً۔ نیز سماعاً بھی معنی میں سماعیاً کے ہوکر مفعول مطلق کی صفت ثانی ہے یعنی کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے اور وہ دو قسم پر ہے پہلی قسم سماعی کہ جس میں ناصب مفعول مطلق کے حذف پر کوئی قاعدہ اور ضابطہ مقرر نہیں کہ جس پر دوسرے مفعول ٭٭ کو قیاس کیا جا سکے بلکہ اس کا حذف محض سماع پر موقوف ہے۔ جیساکہ امثلہ مذکورہ میں ۱۲ ؎۳ قولہ نحو سقیاً۔ یہ اصل میں سقاک اللہ سقیاً تھا ۱۲ ؎۴ قولہ ورعیاً۔ یہ اصل میں رعاک اللہ رعیاً۔ تھا ۱۲ ؎۵ قولہ خیبۃً۔ یہ اصل میں خاب خیبۃً تھا ۱۲ ؎۶ قولہ وجدعاً۔ یہ اصل میں جدع جدعاً تھا۔ جدع لغت میں ناک کان کاٹنے کو کہتے ہیں ۱۲ ؎۷ قولہ وحمداً۔ یہ اصل میں حمدت حمداً تھا ۱۲ ؎۸ قولہ وشکراً۔ یہ اصل میں شکرت شکراً تھا ۱۲ ؎۹ قولہ وعجباً۔ یہ اصل میں عجبت عجباً تھا۔ پس مصادر مذکورہ میں افعالِ عاملہ کو از روے وجوب حذف کیا گیا ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ کلام عرب میں افعال عاملہ کا استعمال مصادر مذکورہ میں دیکھا نہیں گیا۔ اور یہی غرض سماعاً وجوب حذف سے ہے ۱۲ ؎۱۰ قولہ قیاساً فی مواضع الخ قیاساً کا عطف سماعاً پر ہے۔ اور یہ دوسری قسم ہے کہ جس میں مصادر کے افعال ناصبہ کا حذف قیاساً واجب ہے۔ یعنی چند قواعد اور ضوابط مقرر ہیں کہ جن پر دوسری اور جزئیات کو قیاس کر سکتے ہیں ۱۲ ؎۱۱ قولہ منہا ما وقع مثبتاً الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف کرنا واجب ہے موضع اس مفعول مطلق کا ہے کہ جہاں مفعول مطلق بعد نفی یا معنی نفی کے مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہوں کہ اس سے یہ مفعول مطلق خبر نہیں ہو سکتا پس قول مصنف ما وقع میں مضاف مقدر ہے ای موضع ما وقع۔ اس لئے کہ اگر مضاف مقدر نہ ہوگا تو حمل مفعول مطلق کا بعض مواضع پر لازم آئیگا اور وہ ناجائز ہے۔ پھر یہاں مثبت کی قید اس لئے ہے کہ اگر مفعول مطلق مثبت نہ ہو بلکہ منفی ہو تو اسوقت ناصب مفعول مطلق کا حذف واجب نہ ہوگا جیسے ما زید بسیر سیراً۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہ حصر نہیں پایا جاتا کہ جس کے قصد پر حذف واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نفی یا معنی نفی کے دخول کو اسم پر اس لئے مشروط کیا ہے کہ اگر نفی یا معنی نفی فعل پر داخل ہوں تو فعل کا حذف واجب نہ ہوگا۔ جیسے ما سرت الا سیراً دلیماتر سیراً اس لئے کہ اس صورت میں فعل مذکور ہے محذوف نہیں اسیطرح یہاں مفعول مطلق کیلئے یہ قید کہ وہ اس اسم سے خبر نہ ہو سکے اس لئے ہے کہ ما سیری الا سیر شدید خارج ہو جائے اس لئے کہ وہ اسوقت بنا بر خبریت کے مرفوع اور ما نحن فیہ سے خارج ہے ۱۲ محمد مشیت اللہ دیوبندی مدرس مدرسہ عالیہ

وَقَدْ ؎۱ یُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ جَوَازًا کَقَوْلِکَ
اللام للعہد ای الفعل الناصب للمفعول المطلق ۱۲

لِمَنْ قَدِمَ خَیْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا ؎۲ سَمَاعًا مِثْلُ سَقْیًا ؎۳
ای من سفرہ ۱۲

وَرَعْیًا ؎۴ وَخَیْبَۃً ؎۵ وَجَدْعًا ؎۶ وَحَمْدًا ؎۷ وَشُکْرًا ؎۸ وَعَجَبًا ؎۹ وَ
خبر مبتداء محذوف ای وذلک فی مواضع ۱۲
من تلک المواضع ۱۲

قِیَاسًا ؎۱۰ فِیْ مَوَاضِعَ مِنْهَا مَا ؎۱۱ وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْیٍ اَوْ
کما فی انما ۱۲
ای داخل ذلک النفی او معناہ ۱۲

مَعْنٰی نَفْیٍ دَاخِلٍ عَلٰی اِسْمٍ لَا یَکُوْنُ خَبَرًا عَنْہُ

؎۱ قولہ وقد یحذف الفعل الخ یعنی کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو بوقت قائم ہونے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کے حذف کر دیتے ہیں اور یہ حذف کرنا جائز ہے واجب نہیں۔ جیساکہ اس شخص کو جو سفر سے آئے خیر مقدم کہیں۔ ای قدمت قدوماً خیر مقدم۔ پس اول قدمت کو کہ ناصب مفعول مطلق ہے بقرینہ حال مخاطب کے حذف کیا۔ اس کے بعد قدوماً کو حذف کر کے اس کی صفت یعنی خیر مقدم کو اس کا قائم مقام کیا۔ اور اگر کوئی کہے کہ خیر اسم تفضیل ہے اصل میں اخیر تھا۔ بوجہ کثرت استعمال کے خلاف قیاس اس الف کو حذف کیا گیا ہے اور جب خیر اسم تفضیل ہے تو مفعول مطلق کیونکر ہوگا اس لئے کہ مفعول مطلق کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے۔ کما سیأتی انشاء اللہ تعالیٰ۔ جواب یہ ہے کہ اسم تفضیل جب کسی چیز کی صفت یا کسی چیز کی طرف مضاف ہو تو پیروی اس کے موصوف اور اسکی مضاف الیہ کی کرتے ہیں یعنی اس کے معنی بمعنی موصوف اور معنی مضاف الیہ کیطرف منقلب ہو جاتے ہیں۔ پس مثال مذکور میں چونکہ اسم تفضیل کی اضافت مقدم مصدر میمی کی طرف ہے لہذا حسب

دونوں میں مفعول مطلق ایسے اسم کے بعد واقع ہے کہ اس سے مفعول مطلق کا خبر بننا صحیح نہیں۔ نیز کہہ سکتے ہیں کہ باعث حذف فعل دونوں موضعوں میں ایک امر ہے یعنی قصد دوام واستمرار۔ پس بناءً علیہ ان دونوں کا ایک باب میں ذکر کرنا ہی مناسب معلوم ہوا ۱۲ ۲؎ قولہ نحو ما انت الا سیرًا الخ یہ ضابطہ اولیٰ کی مثال ہے اس لئے کہ سیرًا مذکور میں مفعول مطلق مثبت بعد نفی کے واقع ہے اور وہ نفی ایک ایسے اسم یعنی انت پر داخل ہے کہ سیرًا مفعول مطلق اس سے خبر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ وہ مصدر ہے مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوتا۔ مگر مجازًا۔ اور مجاز اور شئی ہے ۱۲ ۳؎ قولہ وما انت الا سیر البرید۔ یہ مثال بھی ضابطہ

اولیٰ کی ہے اور فرق دونوں مثالوں میں صرف اسقدر ہے کہ اول مثال مفعول مطلق نکرہ کی ہے اور دوسری مثال مفعول مطلق معرفہ کی۔ اور مقصد مصنف رح کا ضابطہ اولیٰ میں ان دونوں مثالوں کے ذکر کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ کبھی مفعول مطلق نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ ۱۲ ۴؎ قولہ انما انت سیرًا۔ یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ بعد معنی نفی کے واقع ہے اس لئے کہ انما معنی میں ما و الا کے ہے ۱۲ ۵؎ قولہ وزید سیرًا سیرًا ای یسیر سیرًا۔ یہ مثال اس مفعول مطلق کی ہے کہ مکرر واقع ہے ۱۲ ۶؎ قولہ ومنہا ما وقع تفصیلاً الخ یعنی منجملہ ان مواضع کے کہ جہاں ناصب مفعول مطلق کا حذف قیاسًا واجب ہے وہ موضع ہے کہ جس میں مفعول مطلق مضمون جملہ متقدمہ کی غرض اور فائدہ کا بیان واقع ہو۔ مضمون جملہ سے مراد وہ مصدر ہے کہ جو جملہ سے مفہوم ہوتا ہے اور فاعل۔ یا مفعول کی طرف مضاف ہے اور اثر مضمون جملہ سے اس کی غرض و غایت مراد ہے۔ جو کہ اس سے مطلوب و مقصود ہے۔ پس اس جگہ ناصب مفعول مطلق کا حذف کرنا واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اگر اس جگہ اس کو تفصیل کے موقع پر ذکر کریں گے تو چونکہ وہ اجمال میں مذکور ہے لہٰذا اس کا ذکر لغو اور

۱؎ او وقع مکرّرًا نحو ما انتَ ۲؎ اِلّا سیرًا ۳؎ وما انت الا سیرَ البریدِ ۴؎ وانّما انتَ سیرًا ۵؎ وزیدٌ سیرًا سیرًا ۶؎ ومنہا ما وقع تفصیلًا لاثرِ مضمون جُملۃٍ متقدّمۃٍ ۷؎ مثل فشُدّوا الوثاقَ فامّا منًّا بعدُ واِمّا فداءً

مثال النکرۃ ۱۲ — مثال المعرفۃ ۱۲ — مثال معنی النفی ۱۲ — مثال ما وقع مکررًا ۱۲ — ای موضع ۱۲ — ای من تلک المواضع ۱۲

۱؎ قولہ او وقع مکررًا۔ یعنی دوسرا موضع ان مواضع میں سے کہ جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف قیاسًا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق مکرر واقع ہو۔ اب اگر کوئی کہے کہ بعض جگہ میں مفعول مطلق مکرر ہوتا ہے اور باوجود اس کے اس کے ناصب کو حذف نہیں کیا جاتا جیسے قولہ تعالیٰ اذا دکت الارض دکًّا دکًّا۔ پس ثابت ہوا کہ قاعدہ مذکورہ صحیح نہیں۔ جواب یہ ہے کہ مفعول مطلق کے مکرر ہونے کی صورت میں اس کے فعل ناصب کو حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ مفعول مطلق بعد اسم کے موضع میں خبر کے واقع ہو اور خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھے اور آیت مذکورہ میں اگرچہ مفعول مطلق مکرر بعد اسم کے واقع ہے مگر اس اسم سابق سے موضع میں خبر کے نہیں اس لئے کہ اسم سابق الارض ہے جو کہ دکت فعل کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے مبتدا نہیں کہ خبر کا مقتضی ہو۔ پس یہاں وجوب حذف کی شرط نہیں پائی گئی۔ لہٰذا فعل کو ذکر کیا گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ ان دونوں موضعوں میں ناصب مفعول مطلق کا حذف کیوں واجب ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد موضع اول میں حصر سے اور موضع ثانی میں تکرار سے دوام واستمرار ہے اور فعل حدوث و تجدد پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر فعل کو محذوف نہ مانیں گے تو دوام اور استمرار فوت ہوجائے گا۔ اور اگر کوئی کہے کہ ان دونوں ضابطوں کو ایک جگہ بیان کرنے کی وجہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں ضابطوں میں اشتراک ہے اس لئے کہ

باطل ہوگا ۱۲ ۷؎ قولہ مثل فشدوا الوثاق الخ یہ ایک جملہ ہے اور اس کا مضمون شدّ وثاق ہے اور غرض شدّ وثاق سے یا منّ۔ یعنی مشرکین پر احسان کرنا ہے یا فداء۔ یعنی ان سے فدیہ لینا۔ پس جب جملہ متقدمہ اپنے مضمون پر دلالت کرتا ہے اور اس سے اسکی غایت یعنی مفعول مطلق کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے تو فعل کو حذف کیا جائیگا۔ پھر جب مفعول مطلق کو اس کا قائم مقام کیا گیا تو حذف واجب ہوگا۔ اور تقدیر آیت کی اس طرح پر ہوگی۔ فشدوا الوثاق فاما تمنون منا بعد شد الوثاق واما تفدون فداءً۔ یعنی جس وقت تم کفار کو گرفتار کرلو تو انکو بیڑیوں میں مضبوط باندھ لو اس کے بعد (تم کو اختیار ہے) یا تو ان پر احسان کرکے چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دو ۱۲

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيهِ[1] عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ
ای من تلک المواضع ۱۲ — ای موضع ۱۲ — صفت جملة ۱۲

عَلَى اسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهِ نَحْوُ مَرَرْتُ[2] فَاذَا لَهُ

صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ وَصُرَاخٌ صُرَاخَ[3] الثَّكْلَى وَمِنْهَا[4] مَا وَقَعَ
ای من تلک المواضع

مَضْمُونَ جُمْلَةٍ لَا مُحْتَمَلَ لَهَا غَيْرُهُ نَحْوُ لَهُ عَلَيَّ
ای تلک الجملة ۱۲

اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا وَيُسَمَّى[5] تَاكِيدًا لِنَفْسِهِ

لہ قولہ ومنہا ما وقع للتشبیہ الخ یعنی بعض ان مواضعوں میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف کرنا قیاساً واجب ہے وہ موضع ہے کہ جس میں مفعول مطلق کسی امر کی تشبیہ کے لئے واقع ہو دراں حالیکہ وہ مفعول مطلق کسی ایسے فعل پر دلالت کرے کہ جو افعال جوارح سے ہو یعنی آلات بدنی کا محتاج ہو۔ افعال قلب سے نہ ہو نیز وہ مفعول مطلق ایسے جملہ کے بعد واقع ہو کہ جو اس کے ہم معنی اسم اور صاحب اسم پر مشتمل ہے۔ پس اب یہاں تشبیہ کی قید سے مثل لزید صوت صوت حسن سے احتراز ہے۔ اس لئے کہ اس جگہ تشبیہ نہیں ہے۔ اور علاجا کی قید سے مثل لزید زہد زہد الصلحاء سے احتراز ہے۔ اس لئے کہ زہد افعال جوارح سے نہیں ہے۔ بلکہ افعال قلوب سے ہے۔ پھر بعد جملۃ کی قید سے۔ صوت زید صوت حمار خارج ہو جائیگا۔ اس لئے کہ صوت حمار جملہ کے بعد نہیں۔ بلکہ مفرد کے بعد ہے اور مشتملۃ علی اسم بمعناہ کی قید سے مثل مررت بزید فاذا لہ ضرب صوت حمار سے احتراز ہوگا۔ اور قولہ وصاحبہ کی قید سے مثل مررت بالبلد فاذا صوت صوت حمار خارج ہو جائے گا کما ہو الظاہر ۱۲ لہ قولہ مررت بزید فاذا لہ الخ پس مثال مذکور میں صوت حمار مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہے کہ زید کی آواز کو حمار کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے اور افعال جوارح سے ہے اس لئے کہ آواز عضو ظاہری یعنی حلقوم سے پیدا ہوتی ہے اور بعد جملہ یعنی لہ صوت کے واقع ہے اور یہ جملہ ایک ایسے اسم پر مشتمل ہے جو کہ مفعول مطلق کے ہم معنی ہے۔ یعنی صوت اور صاحب اسم یعنی ضمیر لہ پر مشتمل ہے پس اس مصدر کی فعل (یصوت) کو وجوباً حذف کر دیا گیا۔ اس لئے کہ اس کے معنی جملہ سابق سے مستفاد ہوئے ہیں۔ اور اس کا بیان یہ ہے کہ لہ نسبت الیٰ فاعل ما پر اور صوت مصدر معنی حدثی پر اور اذا۔ اقتران زمان پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اگر لفظ اذا نہ ہوتا تو زمانہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا۔ پس جب یہاں معنی فعل کے جملہ متقدمہ سے حاصل ہو جاتی ہیں تو اب اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہ ہوگی لہٰذا حذف واجب ہوگا ۱۲ لہ قولہ وصراخ صراخ الثکلی الخ ای مررت بہ فاذا لہ صراخ صراخ الثکلی۔ اس مثال میں صراخ الثکلی مفعول مطلق ہے اور اس سے پہلے یصرخ فعل محذوف ہے صراخ آواز کرنا اور ثکلی وہ عورت ہے کہ جس کا بچہ مر گیا ہو اور اس جگہ پر مصنف ؒ علام ایک ضابطہ کی دو مثال اس لئے لائے ہیں کہ مفعول مطلق اول میں مصدر تاویلی اور ثانی میں مصدر تحقیقی ہے۔ اور اول میں نکرہ کیطرف مضاف ہے اور ثانی میں معرفہ کیطرف اور مضاف الیہ اول کا غیر ذوی العقول سے اور ثانی کا ذوی العقول سے ہے ۱۲ لہ قولہ ومنہا ما وقع مضمون جملۃ الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے ناصب کا حذف قیاساً واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون یعنی خلاصہ اور ما حصل واقع ہو کہ اس میں مفعول مطلق کے معنی کے سوا دوسری معنی کا احتمال نہ ہو جیسے لہ علی الف درہم اعترافاً۔ اس میں اعترافاً مفعول مطلق ہے جو کہ لہ علی الف درہم کا خلاصہ اور ما حصل ہے اور وہ ایسا جملہ ہے کہ جس میں مفعول مطلق کے ماسوا کوئی دوسرا احتمال نہیں اس لئے کہ مقصود متکلم کا اس جملہ سے ایک ہزار درہم کا اقرار کرنا ہے۔ پس یہ جملہ اس حیثیت سے غیر اعتراف کو محتمل نہیں اگرچہ جملہ خبریہ ہونے کی حیثیت سے صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے اور چونکہ یہ جملہ اقرار ہے۔ لہٰذا قاضی کے سامنے اگر کوئی شخص لزید علی الف درہم کہے گا تو وہ اس اعتراف کی وجہ سے اس پر ہزار درہم کو واجب کر دیگی لہ قولہ ویسمی تاکیداً لنفسہ الخ یعنی مفعول مطلق کی اس قسم کو تاکیداً لنفسہ کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں تاکید الغیرہ ہے جو کہ آئندہ آئیگا۔ باقی رہا یہ امر کہ اس جگہ فعل کا حذف کیوں واجب ہے اوس کا جواب یہ ہے کہ جملہ متقدمہ چونکہ فعل پر دلالت ۶

۶ کرتا ہے لہٰذا فعل کو حذف کرکے مفعول مطلق کو اس کا قائم مقام کرتے ہیں ۱۲ محمد مشیت اللہ

مستفاد ہوتا ہے وہ متیقن ہے۔ کیونکہ لفظ حق حق پر ہی دلالت کرتا ہے۔ باطل پر نہیں کرتا۔ پس اول یعنی حق محتمل مؤکد اور ثانی یعنی حق متیقن مؤکد منہ ہے۔ اور دونوں کے درمیان اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے۔ اتحاد ذاتی اس لئے کہ دونوں حق ہیں۔ اور تغایر اعتباری اس لئے کہ مؤکد محتمل اور مؤکد منہ متیقن ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ دونوں میں تغایر اعتباری ہے تو اس تغایر کی وجہ سے اس کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں ورنہ در حقیقت تاکید لنفسہ ہے باقی رہی دلیل وجوب حذف فعل کی سو وہ یہ ہے کہ چونکہ یہاں قرینہ جملہ متقدمہ فعل کو حذف کرکے مفعول مطلق کو اس کا قائم مقام کیا گیا ہے لہذا حذف فعل کا واجب ہو گا ۱۲

ومنها^١ ما وقع مضمونَ جملةٍ لها محتملٌ غيرُه

ای من تلک المواضع ۱۲

نحو زيدٌ قائمٌ حقًّا ويسمّى^٢ تاكيدًا لغيرِه ومنها^١

ہذا المصدر ۱۲ — ای من تلک المواضع ۱۲

ما وقع مثنًّى مثل لبّيك وسعديك

ا؎ قولہ ومنہا ما وقع مضمون جملۃ لہا محتمل الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف کرنا قیاسًا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق اس جملہ کا خلاصہ اور ماحصل ہو کہ جس میں مفعول مطلق کے سوا کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے جیسے زید قائم حقًا ای اُحِق حَقًا۔ اس لئے کہ حقًا مفعول مطلق ہے اور وہ جملہ زید قائم کا ماحصل ہے اور اس جملہ میں غیر مفعول مطلق کا بھی احتمال ہے یعنی یہ کہ حق نہ ہو۔ بلکہ باطل ہو۔ اس لئے کہ زید قائم جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں صدق وکذب اور حق و باطل دونوں کا احتمال ہے ۱۲ ۲؎ قولہ ویسمی تاکیدًا لغیرہ الخ یعنی اس قسم کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ تاکید نفس شئی کی ہوتی ہے نہ کہ غیر شئی کی پس اس کو لغیرہ کہنا کیونکر صحیح ہو گا۔ جواب یہ ہے کہ لام قولہ لغیرہ میں دو احتمال رکھتا ہے یا تو تعلیلیہ ہو گا یا صلہ کے لئے اگر تعلیلیہ ہو تو اس کے معنی تاکید لاجل اندفاع الغیر کے ہیں یعنی تاکید دفع غیر کے لئے اور مطلب یہ کہ وہ اپنے نفس ہی کی تاکید کرتا ہے تاکہ غیر مندفع ہو جائے۔ پس یہ تاکید لنفسہ ہے۔ اور چونکہ لاجل اندفاع الغیر ہے اس لئے اس کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں۔ پس اس تقدیر پر کوئی اعتراض واقع نہ ہو گا۔ لیکن اگر لام کو صلہ کے لئے لیں تو اس صورت میں اعتراض مذکور وارد ہو گا۔ کیونکہ اس وقت اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ غیر کی تاکید کرتا ہے۔ پس اس وقت کوئی سوال کر سکتا ہے کہ تاکید تو نفس شئی کی ہوتی ہے نہ کہ غیر کی جواب یہ ہے کہ اسکو تاکید لغیرہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ درمیان مؤکد اور مؤکد منہ کے اتحاد ذاتی اور مغائرت اعتباری ہے اور وجہ یہ ہے کہ جملہ زید قائم سے جو حق سمجھا جاتا ہے وہ محتمل غیر متیقن ہے اس لئے کہ جملہ خبریہ حق و باطل دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ اور جو حق کہ قول مصنف رح حقًا سے

۳؎ قولہ ومنہا ما وقع مثنی الخ یعنی بعض ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کا حذف کرنا قیاسًا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق بصورت تثنیہ تکریر اور تکثیر کے لئے واقع ہو جیسے لبیک کہ اصل میں اَلَبّ لک البابین تھا یعنی کھڑا ہوتا ہوں میں آپ کی خدمت اور امتثال کے لئے بار بار کثرت سے کھڑا ہونا پس فعل کو حذف کرکے مصدر کو اس کے قائم مقام کیا پھر مصدر سے زوائد کو حذف کرکے ثلاثی مجرد میں لے گئے اس کے بعد لام حرف جر کو حذف کیا اور مصدر کو کاف ضمیر مفعول کی طرف مضاف کر دیا لبیک ہو گیا علیٰ ہذا القیاس سعدیک اصل میں اسعدک اسعادین تھا۔ ای اسعدک اسعادًا بعد اسعاد یعنی تیری تائید کرتا ہوں میں بار بار کثرت سے۔ پس اسمیں بھی لبیک کی طرح تصرفات کئے گئے ہیں۔ مگر دونوں میں فرق اسقدر ہے کہ اسعاد متعدی بنفسہ اور الباب متعدی بواسطہ لام کے ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ قاعدہ کی توضیح کے لئے صرف ایک مثال کافی تھی دو مثالوں کو مصنف رح نے کس وجہ سے ذکر کیا۔ جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے تنبیہ کرنا ہے اس امر پر کہ اول متعدی باللام ہے اور ثانی متعدی بنفسہ اور اگر کوئی کہے کہ اس ضابطہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مفعول مطلق صورت ... تثنیہ کے ہو گا تو اس کے ناصب کا حذف واجب ہو گا۔ حالانکہ بعض جگہ اس کے خلاف پایا جاتا ہے مفعول مطلق بصورت تثنیہ ہے اور حذف فعل کا واجب نہیں مثل قولہ تعالیٰ ثم ارجع البصر کرتین۔ میں۔ جواب یہ ہے کہ مفعول مطلق کے محض صورت تثنیہ میں ہونے سے حذف فعل کا واجب نہیں ہوتا۔ تا وقتیکہ وہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف نہ ہو۔ پس آیت کریمہ میں چونکہ مصدر فاعل یا مفعول کی طرف مضاف نہیں لہذا فعل کا حذف واجب نہ ہو گا۔ پھر ضابطہ مذکورہ میں یہ شرط کہ مفعول مطلق فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو اگرچہ صراحۃً کلام مصنف رح سے مستفاد نہیں ہوتی مگر چونکہ مثالوں سے سمجھی جاتی ہے لہذا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی لیکن

۴؎ نہ کہ وہ تعریف کا تتمہ ہے پس مثال کو قاعدہ کا متمم بنانا تکلف سے خالی نہ ہو گا ۱۲

مثال کو تعریف کا تتمہ بنانا تکلف سے خالی نہیں اس لئے کہ مثال قاعدہ کے تمام ہونے کے بعد اس کی وضاحت کیلئے ہے ۴

المفعول بهٖ هو ما وقع عليه فعل الفاعل نحو ضربتُ زيدًا وقد يتقدمُ على الفعل نحو زيدًا ضربتُ وقد يحذفُ الفعل لقيام قرينة جوازًا (اى حذفاً جائزاً) كقولك زيدًا لمن قال من اضربُ ووجوبًا (عطف على جوازاً) في اربعة مواضع الاول (منها) سماعي نحو امرأً ونفسهٗ وانتهوا خيرًا لكم واهلاً وسهلاً

۱؎ قولہ المفعول بہ الخ یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے کہ جس پر فعل فاعل کا واقع ہو۔ خواہ فعل مثبت ہو جیسے ضربت زیدًا یا منفی ہو جیسے لم اضرب زیدًا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مات زید میں زید فاعل ہے حالانکہ مفعول بہ کی تعریف اس پر صادق آتی ہے اس لئے کہ موت زید پر واقع ہے جواب یہ ہے کہ مراد وقوع فعل فاعل سے یہ ہے کہ فعل فاعل سے صادر ہو کر مفعول بہ پر واقع ہو اور یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ موت فاعل سے صادر ہو کر زید پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ زید کی روح کے پرواز کر جانے سے متحقق ہوئی (فافہم) قولہ ما وقع علیہ فعل الفاعل سے مفعول فیہ اور مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ خارج ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان میں سے کوئی مفعول ایسا نہیں کہ جس پر فعل فاعل کا واقع ہو۔ بلکہ یا تو اس میں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ فعل فاعل کا واقع ہے۔ نیز اسی قید سے مفعول مطلق بھی خارج ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ما وقع علیہ فعل الفاعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فعل فاعل اور ما وقع علیہ الفعل میں مغائرت ہونی چاہیے اس لئے کہ ایک شئی اپنے نفس پر واقع نہیں ہوتی۔ پس مفعول مطلق کہ عین فعل فاعل ہے۔ اس قید سے خارج ہو جائے گا۔ اور تعریف مفعول بہ کی جامع مانع ہو جائے گی ۱۲

۲؎ قولہ وقد یتقدم الخ یعنی مفعول بہ کبھی اپنے فعل عامل پر مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فعل عامل قوی ہے پس وہ ہر صورت میں عمل کرے گا۔ خواہ معمول مقدم ہو یا مؤخر پھر مفعول بہ کا فعل پر مقدم ہونا دو قسم پر ہے۔ کبھی تو جائز ہوتا ہے جیسے وجہ الحبیب اتمنی اور کبھی واجب ہوتا ہے۔ اور یہ اسوقت جب کہ مفعول بہ معنی استفہام یا شرط کو متضمن ہو۔ جیسے من رأیت اور من تکرم یکرمک ۱۲

۳؎ قولہ وقد یحذف الفعل الخ یعنی کبھی مفعول بہ کے فعل کو بوقت پائے جانے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کے حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص من اضرب کہے اور اس کے جواب میں زیدًا کہیں۔ اس لئے کہ سوال مذکور اس کے حذف پر قرینہ ہے یا جیسے کوئی شخص بقصد حج بیت اللہ جا رہا ہے اور اس سے مکہ کہیں۔ پس یہاں حج کے لئے جانا قرینہ حالیہ ہے اور اس کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ای ترید مکہ ۱۲

۴؎ قولہ ووجوبًا فی اربعۃ مواضع یعنی ناصب مفعول بہ کا حذف چار جگہ واجب ہے اور اگر کوئی کہے کہ ان مواضع اربعہ کے علاوہ بھی بہت سی جگہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ مفعول بہ کے ناصب کا حذف کرنا واجب ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ مواضع اربعہ کا ذکر کیا اور باقی کو چھوڑ دیا گیا جواب یہ ہے کہ مواضع اربعہ میں چونکہ مباحث بکثرت ہیں۔ لہذا مصنف رح نے ان کے بیان پر اکتفا کی اور باقی کو چھوڑ دیا۔ پھر دعوٰی حصر کا کیا نہیں کہ اعتراض واقع ہو ۱۲

۵؎ قولہ الاول سماعی یعنی ان مواضع اربعہ میں سے اول سماعی ہے جس میں قیاس کو دخل نہیں۔ بلکہ وہ مورد سماع پر موقوف ہے۔ جیسے قولہ امرأً ونفسہٗ یہ اصل اترک امرأً ونفسہٗ تھا یعنی مرد کو اور اس کے نفس کو چھوڑ اور اپنے ہاتھ اور زبان کو اس کے مارنے اور نصیحت کرنے سے روک لے۔ پس یہاں امرأً اترک کا مفعول بہ ہے۔ فعل کو حذف کر دیا گیا ۱۲

۶؎ قولہ وانتہوا خیرًا لکم یہ اصل میں انتہوا عن التثلیث واقصدوا خیرًا لکم تھا۔ یعنی تم تین خدا کہنے سے بچو۔ اور اپنے لئے خیر کا قصد کرو پس یہاں خیرًا مفعول بہ ہے اور اس سے پہلے اقصدوا فعل محذوف ہے ۱۲

۷؎ قولہ اہلاً وسہلاً ای اتیت اہلاً ووطیت سہلاً۔ یعنی تو اپنے اہل میں آیا اور تو نے نرم زمین کو روندا پس مثال مذکور میں مفعول بہ کے فعل کو سماعًا حذف کر دیا اور یہ حذف واجب ہے اہل عرب اہلاً وسہلاً اسوقت بولتے ہیں جب کوئی شخص سفر کر کے بطور مہمان کے وارد ہوتا ہے نیز جاننا چاہیے کہ لفظ اہل مقابلہ میں دو چیزوں کے آتا ہے ایک اجانب یعنی بیگانوں کے دوسرے خراب یعنی جائے ویرانہ کے پس بنا بر اول کی تقدیر کلام یہ ہو گی اتیت اہلاً لا اجانب یعنی نزدیک رشتہ داروں کے آیا نہ اجانب کے اور بنا بر ثانی کے اہل بمعنی ماہول ہو گا اور اس کے لئے موصوف مقدر کیا جائیگا یعنی لفظ مکان ای اتیت مکانًا ماہولاً مانوسًا لا خرابًا اور سہل بمعنی زمین نرم مقابل حزن یعنی درشت اور زمین ناہموار کے ہے ۱۲

ہے بواسطہ حرف کے مطلوب نہیں اور نائب مناب ادعو کی قید سے مثل لیقبل زیدٌ اسے احتراز ہے اس لئے کہ یہاں زید کا اقبال لام امر سے مطلوب ہے اور وہ ادعو کا قائم مقام نہیں ادعو کا قائم مقام یا اور آیا اور ہیا اور آی اور ہمزہ استفہام ہے (ترکیب) قولہ لفظا او تقدیرا۔ یہ چند ترکیبوں کا احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ وہ کان محذوف کی خبر ہو اور کان کی ضمیر حرف یا منادیٰ کیطرف راجع ہو ای لفظا کان الحرف او المنادیٰ او تقدیرا حرف ملفوظ کی مثال جیسے یا زید حرف مقدر کی مثال جیسے یوسف اعرض عن ہذا کہ اصل میں یا یوسف اعرض عن ہذا تھا۔ منادیٰ ملفوظ کی مثال جیسے یا زکریا اور منادیٰ مقدر کی مثال جیسے الا یا اسجدوا ای الا یا قوم اسجدوا اس میں قوم منادیٰ مقدر ہے دوسری ترکیب یہ ہے کہ وہ حرف یا منادیٰ سے حال ہو ای حال کون الحرف او المنادی فی اللفظ او التقدیر۔ غرض یہ دو ترکیبیں ہیں اور ان کے علاوہ اور ترکیبیں بھی ہوسکتی ہیں مگر چونکہ سب کا مآل ایک ہے لہذا ہم نے انہیں دونوں کے بیان پر اکتفا کیا اور باقی ترکیبوں کو چھوڑ دیا ۱۲ ؎ قولہ ویبنی علی ما یرفع بہ الخ یعنی منادیٰ جب مفرد معرفہ ہو تو وہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو اور معرفہ سے مراد عام ہے کہ قبل ندا کے معرفہ ہو جیسے یا زید یا بعد ندا کے جیسے یا رجل اور وجہ منادیٰ مفرد معرفہ کے مبنی ہونیکی یہ ہے کہ وہ کاف اسمی کے موقع میں واقع ہوتا ہے ادعوک۔ کاف اسمی کو کاف خطاب حرفیہ کیساتھ لفظاً و معنیً مشابہت ہے پس بوجہ مناسبت مبنی اصل کے منادیٰ مفرد معرفہ مبنی ہوگا اب اگر کوئی کہے کہ جب تمہیں منادیٰ مفرد معرفہ کو مبنی کرنا تھا تو سکون پر مبنی کرنا چاہئے تھا جو کہ بنا میں اصل ہے علامت رفع پر مبنی کرنے کی کیا وجہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ منادیٰ مفرد معرفہ بوجہ مشابہت کے مبنی ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل گذرا اور سکون اس مبنی کی علامت ہے جو کہ اصلی ہو پس سکون پر مبنی نہ ہوگا اور نہ علامت نصب اور جر پر اس لئے کہ علامت نصب پر مبنی کرنیکی حالت میں اس کا التباس اس منادیٰ کے ساتھ ہوگا جو یاء متکلم کیطرف مضاف ہے اور یاء متکلم کو الف سے بدل کر ماقبل الف کو فتحہ اور الف کو گرا دیا گیا ہو جیسے یا غلام اور علامت جر پر مبنی کرنے کی صورت میں

والثاني المنادى وهو المطلوب اقباله بحرف

من المواضع التي يجب حذف الناصب فيها ١٢

نائب مناب ادعو لفظا او تقديرا ويبنى على

ما يرفع به ان كان مفردا معرفة نحو يا زيد

ويا رجل ويا زيدان ويا زيدون

ؐ قولہ الثانی المنادی الخ یعنی دوسرا موضع ان مواضع اربعہ میں سے کہ جہاں مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے منادیٰ ہے اور وہ - وہ اسم ہے کہ جس کے متوجہ ہونے کو بذریعہ اس حرف کے کہ قائم مقام ادعو کا ہے طلب کیا جاوے۔ عام ازیں کہ وہ حرف لفظاً مذکور ہو یا تقدیراً منادیٰ کی اس تعریف میں قولہ المطلوب جنس ہے جو منادیٰ اور غیر منادیٰ دونوں کو شامل ہے اور اقبال کی قید اس میں احترازی ہے مندوب اس سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس کا اقبال مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پر اظہار تفجع اور گریہ کرنا مقصود ہوتا ہے پھر اقبال یعنی متوجہ کرنا دو قسم پر ہے ایک وجہی مثلاً کوئی شخص ہم سے پشت کئے کھڑا ہو اور ہم بذریعہ ندا کے اس کے چہرے کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیں۔ دوسرے قلبی اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص باوجودیکہ ہماری طرف منہ کئے کھڑا ہو مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ دل سے ہماری طرف متوجہ ہو۔ غرض اقبال کی یہ دو صورتیں ہیں اور دونوں حقیقی ہیں اور انکے مقابلہ میں ایک اقبال حکمی ہے اور وہ یہ کہ جس چیز میں متوجہ ہونیکی صلاحیت نہیں اسکو بمنزلہ اس چیز کے کریں کہ جس میں متوجہ ہونے کی صلاحیت ہے اور اس پر حرف ندا کو داخل کریں جیسے یا سماء و یا جبال پس یہاں سماء اور جبال کا حقیقۃً اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود نہیں بلکہ ان کا متوجہ کرنا حکماً مقصود ہے منادیٰ کی تعریف میں بحرف کی قید سے مثل ادعو زیدا سے احتراز ہے۔ اس لئے کہ اسمیں زید کا اقبال بذریعہ فعل کے مطلوب

یہ مثال اس منادی کی ہے جو کہ واؤ پر مبنی ہے ۱۲ محمد مشیت اللہ عفرلہ

اس منادیٰ کے ساتھ التباس ہوگا جو کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہے اور یاء کو حذف کر کے کسرہ ماقبل کو باقی رکھا گیا ہے جیسے یا رب پس جب یہ صورتیں التباس کی ہیں تو اب بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ اس کو علامت رفع پر مبنی کیا جائے باقی مصنف کا مبنی علی ما یرفع کہنا اور مبنی علی الضم نہ کہنا اسوجہ سے ہے کہ یہ حرف اور حرکت دونوں کو شامل ہو جائے ۱۲ ؎ قولہ مثل یا زید۔ یہ مثال اس منادی مفرد معرفہ کی ہے جو کہ ضمہ پر مبنی ہے اور قبل از ندا معرفہ ہے ۱۲ ؎ قولہ یا رجل یہ مثال اس منادی مفرد معرفہ کی ہے جو کہ ضمہ پر مبنی ہے اور بعد از ندا معرفہ ہے ۱۲ ؎ قولہ یا زیدان یہ مثال اس منادی کی ہے کہ الف پر مبنی ہے ۱۲ ؎ قولہ یا زیدون

منادیٰ سے بعید ہے پس جب لام نسبتہً یا کے عامل قوی اور قریب ہے لہذا اُسی کو عمل دیا جائیگا۔ اور منادیٰ مجرور ہوگا ۱۲ **ٹ قولہ** مثل یالزید یہ مثال منادیٰ مستغاث مجرور کی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اے زید تو مظلوم کی فریاد رسی کر۔ پس زید مستغاث ہے کہ اس سے فریاد رسی ہے اور مظلوم مستغاث لہٗ ہے کہ اس کے لئے فریاد چاہتے ہیں۔ اس مثال میں مستغاث مذکور ہے اور اس میں مستغاث لہٗ مذکور نہیں بلکہ محذوف ہے ۱۲ **ٹ قولہ** ویفتح لالحاق الفہا الخ یعنی جب منادیٰ کے آخر میں الف استغاثہ کا داخل ہوگا تو وہ فتحہ پر مبنی ہوگا اس لئے کہ الف اپنے ماقبل فتحہ چاہتا ہے لیکن جس وقت الف استغاثہ کا ہوگا لام استغاثہ کا داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ لام اپنے مدخول کو مجرور کرتا ہے اور الف اپنے ماقبل فتحہ کو چاہتا ہے پس دونوں کے اثر میں منافات ہے اور وہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ۱۲ **ٹ قولہ** مثل یازیداہ یہ مثال اس منادیٰ کی ہے کہ جس پر الف استغاثہ کا داخل ہے اور وقف کی وجہ سے اس کے آخر میں ہا کا الحاق کیا گیا ہے ۱۲

وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَلزَّيْدِ وَيُفْتَحُ
اي المنادى ۱۲

لِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا وَلَا لَامَ فِيْهِ نَحْوُ يَا زَيْدَاهُ وَ
الواو حالية ۱۲

يُنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ وَيَا طَالِعًا

جَبَلًا وَيَا رَجُلًا لِغَيْرِ مُعَيَّنٍ وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰى

ہ قولہ وینصب ماسواہما الخ یعنی منادیٰ مفرد معرفہ اور منادیٰ مستغاث کے ماسوا جتنی صورتیں ہیں ان میں بنا بر مفعولیت کے منادیٰ منصوب ہوتا ہے اور یہ کل چار صورتیں ہیں جو ماسوا منادیٰ مفرد معرفہ سے نکلتی ہیں۔ ایک یہ کہ منادیٰ مفرد نہ ہو بلکہ مضاف ہو۔ دوسری مشابہ مضاف ہو تیسرے معرفہ نہ ہو چوتھی نہ مفرد ہو نہ معرفہ ۱۲ **ہ قولہ** یا عبد اللہ یہ منادیٰ مضاف کی مثال ہے ۱۲ **ہ قولہ** یا طالعًا جبلًا۔ یہ مشابہ مضاف کی مثال ہے اس لئے کہ مشابہ مضاف اس اسم کو کہتے ہیں کہ اس کے معنی بدون انضمام مابعد کے تام نہ ہوں جیسا کہ مضاف اور مضاف الیہ کا حال ہے کہ مضاف بدون مضاف الیہ کے تمام نہیں ہوتا ۱۲ **ہ قولہ** یا رجلًا۔ یہ اس منادیٰ کی مثال ہے کہ جو معرفہ نہیں۔ پس رجلًا مثال مذکور میں اسوقت منصوب ہوگا جبکہ اس سے کسی غیر معین شخص کو آواز دی جائیگی جیسے کوئی نابینا کہے یا رجلًا خذ بیدی (فائدہ) جاننا چاہئے کہ قولہ لغیر معین رجل کو منصوب ہونیکی توقیت ہے تقیید نہیں اس لئے کہ توقیت کی صورت میں یہ معنی ہیں کہ رجل اسوقت منصوب ہوگا جبکہ غیر معین کی لئے بولا جائیگا۔ اور تقیید کی شکل میں یہ معنی ہیں کہ رجل کے منصوب ہونے کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ غیر معین پر محمول ہو دوسرے یہ کہ معین پر محمول ہو اور یہ معنی باطل ہیں اس لئے کہ رجل کے منصوب ہونے کی ہرگز ہرگز دو حالتیں نہیں بلکہ صرف ایک حالت ہے کہ غیر معین کیلئے ہو پس رجلًا منصوب ہونیکی حالت میں احتمال تعریف اور تعیین کا نہیں رکھتا جیسا کہ ظاہر ہے پس معلوم ہوا کہ قول مصنف لغیر معین تقیید کیلئے نہیں بلکہ توقیت کے لئے ہے فتامل فانہ دقیق۔ باقی رہی چوتھی قسم سو اس کی مثال یہ ہے یا حسنا وجہہ ظریفًا۔ کیونکہ یہاں نہ منادیٰ مفرد ہے نہ معرفہ مگر چونکہ یہ مثال مثال سابق یا طالعًا جبلًا سے حاصل ہو جاتی ہے لہذا مصنف رحمہ اللہ اس کے علیحدہ بیان کرنیکی حاجت نہیں سمجھی (محمد مشیت اللہ)

لے قولہ ویخفض بلام الاستغاثۃ الخ یعنی جب منادیٰ پر لام استغاثہ کا داخل ہوگا تو منادیٰ مجرور ہو جائیگا۔ استغاثہ کے معنی فریاد طلب کرنے کے ہیں اور لام استغاثہ وہ لام ہے کہ جو بوقت استغاثہ کے مستغاث پر داخل ہوتا ہے۔ یہ لام ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مکسور ہوگا تو اس کا التباس لام مکسور مستغاث لہٗ سے ہوگا جب کہ مستغاث کو حذف کر کے صرف مستغاث لہٗ کو باقی رکھا جائیگا جیسے یا للمظلوم کہ اصل میں یا لَلقوم للمظلوم تھا۔ اب اگر کوئی کہے کہ اس کا برعکس کیوں نہیں کیا گیا اگر لام مستغاث کو مکسور اور لام مستغاث لہٗ کو مفتوح کرتے اس صورت میں بھی التباس نہ تھا۔ جواب یہ ہے کہ مستغاث جگہ میں کاف ضمیر کے ہے اور ضمیر پر جب لام جارہ داخل ہوتا ہے تو وہ مفتوح ہوتا ہے جیسے لک لہذا یہ لام بھی مفتوح ہوگا بخلاف مستغاث لہٗ کے کہ وہ ضمیر کی جگہ میں واقع نہیں لہذا اس پر داخل ہونے والا لام مفتوح نہ ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ لام مستغاث مفتوح اور لام مستغاث لہٗ مکسور ہوتا ہے اس کا برعکس نہیں ہو سکتا پھر لام استغاثہ لام جارہ ہے لہذا جب وہ منادیٰ پر داخل ہوگا تو منادیٰ مجرور ہوگا۔ تفصیل مقام کی یہ ہے کہ اس وقت منادیٰ پر دو عامل مجتمع ہیں ایک یا دوسرے لام اور دونوں میں سے لام عامل بنفسہا اور منادیٰ کے قریب ہے یا میں دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی کیوں کہ وہ عامل بنفسہا نہیں باعتبار فعل کے عامل ہے اور بہ نسبت لام کے

المبنيُّ[۱] المفردةُ من التاكيدِ والصفةِ و

صفت ۱۲ — بالرفع صفة للتوابع ۱۲

عطفِ البيانِ والمعطوفِ بحرفِ الممتنعِ

موصوف ۱۲ — صفة لقوله المعطوف

دخولُ يا عليه تُرفعُ على لفظهٖ وتُنصبُ

خبر ۱۲

على محلّهٖ مثلُ يا زيدُ العاقلُ والعاقلُ

لہ قولہ المبنی۔ یہ منادیٰ کی صفت ہے اور المفردۃ توابع کی صفت ہے اور مراد مبنی سے مبنی علی الرفع ہے۔ اور مراد مفرد سے عام ہے حقیقی ہو یا حکمی۔ پھر یہاں منادیٰ مبنی کے ساتھ اس وجہ سے مقید ہے کہ یہ حکم منادیٰ معرب کے تابع کا نہیں۔ اس لئے کہ وہ صرف لفظ کے تابع ہوتا ہے۔ نیز مبنی سے مراد مبنی علی الرفع اس وجہ سے ہے کہ توابع مستغاث بالالف میں رفع جائز نہیں جیسے یازیداہ وعمراہ کہ اس جگہ عمرو کو مرفوع پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پھر توابع مفرد ہونے کے ساتھ اس وجہ سے مقید ہے کہ اگر تابع مفرد نہ ہو نہ حقیقۃً نہ حکماً تو لامحالہ مضاف باضافت معنوی ہوگا۔ اور اس صورت میں سوائے نصب کے اور کوئی اعراب جائز نہ ہوگا جیسے یازید ذاالمال باقی رہی مفرد میں یہ تعمیم کہ وہ حقیقی ہو یا حکمی۔ اس وجہ سے ہے کہ یہ حکم مضاف باضافت لفظی اور مشابہ مضاف کو بھی شامل ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ دونوں بھی جواز رفع ونصب میں مثل توابع مفرد کے ہیں جیسے یازید الحسن الوجہ والحسن الوجہ ویازید الحسن وجہہ والحسن وجہہ اور وجہ ان دونوں میں جواز رفع ونصب کی یہ ہے کہ اضافت لفظی اور مشابہ مضاف بتقدیر انفصال ہے پس یہ دونوں حکم میں مفرد کے ہوں گے اور ان دونوں میں مفرد کی طرح رفع اور نصب دونوں جائز ہوں گے ۱۲ لہ قولہ من التاکید والصفۃ الخ یہ توابع کا بیان ہے اور مقصود اس سے منادیٰ مبنی کے ان توابع مفردہ کا بیان کرنا ہے

جن میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور مطلب یہ کہ منادیٰ مبنی علی الضم کے وہ توابع کہ جو مفرد ہیں حقیقۃً یا حکماً عام از یں کہ وہ تابع تاکید ہو یا صفت یا عطف بیان یا ایسا معطوف ہو کہ جس پر حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے یعنی معرف باللام ہو۔ اس لئے کہ معرف باللام پر یا حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجتماع دو آلہ تعریف کا لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے پس ایسے توابع کا یہ حکم ہے کہ لفظ منادیٰ پر حمل کرتے ہوئے ان کو مرفوع پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ ان کا متبوع یعنی منادیٰ لفظاً مرفوع ہی اور مبنی ہونا عارضی ہے۔ پس وہ معرب کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے لہذا اس کا تابع لفظ کے تابع ہوگا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ توابع مذکورہ کو منادیٰ مبنی کے محل پر حمل کرتے ہوئے منصوب پڑھیں اس لئے کہ منادیٰ مبنی کی تابع کا حق یہ ہے کہ وہ محل متبوع کا تابع ہو پھر چونکہ متبوع اس جگہ بنا بر مفعولیت کے منصوب المحل ہے لہذا اس کے توابع بھی منصوب ہوں گے جیسے تاکید میں یاتیم۔ اجمعون واجمعین۔ اور صفت میں یازید العاقل والعاقلُ و عطف بیان میں یاغلام بشرٌ وبشراً اور اس معطوف میں کہ جس پر یار کا داخل ہونا ممتنع ہے یازید الحارث والحارث کہیں گے۔ مگر یہاں مصنفؒ نے تمام مثالوں کو ذکر نہیں کیا بلکہ فقط صفت کی مثال کو بیان کیا ہے اس لئے کہ وہ اکثر واشہر ہے پھر یہاں پر ایک سوال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ جب المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ سے مراد معرف باللام ہے تو چونکہ یہ معنی والمعطوف المعرف باللام کہنے سے بھی حاصل ہو جاتے ہیں لہذا مصنف نے اس مختصر عبارت کو چھوڑ کر اپنے کلام کو اس قدر کیوں دراز کیا۔ اور جواب یہ ہے کہ مصنفؒ اگر المعطوف المعرف باللام کہتے تو اس صورت میں توابع منادیٰ کے وہ بعض اقسام کہ جن کا اخراج مقصود ہے اس میں داخل ہو جاتے۔ مثلاً یا محمد واللہ کہ یہاں اگرچہ اللہ معرف باللام ہے لیکن یا کا دخول اس پر ممتنع نہیں۔ بلکہ یا اللہ کہتے ہیں پس اگر المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ نہ کہا جاتا تو یہ حکم ہر معطوف معرف باللام کو شامل ہو جاتا۔ حالانکہ مثال مذکور میں اللہ پر رفع متعین ہے رفع اور نصب دونوں اس میں جائز نہیں ۱۲ محمد مشیت اللہ دیوبندی مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ۔

[2] قولہ وابو العباس ان کان کالحسن فکالخلیل الخ یعنی ابو العباس کہتا ہے کہ اگر معطوف مذکور مثل الحسن کے ہو کہ اس سے لام کا حذف کرنا جائز ہو تو اس وقت میرے نزدیک خلیل کا قول مختار ہے اس لئے کہ لام دخول یا سے مانع تھا پس جب وہ معطوف مذکور سے دور ہو سکتا ہے تو اب اس کا حکم منادیٰ مستقل کا ہوگا اور اس میں رعایت منادیٰ مستقل کی کیجائے گی۔ پس رفع مختار ہوگا اور اگر معطوف مذکور مثل الحسن کے نہ ہو یعنی وہ ایسا معطوف ہو کہ لام کا حذف کرنا اس سے ناجائز ہو تو چونکہ یہ لام کلمہ کا جز ہو گیا ہے جیسے النجم اور الصعق میں کہ لام جزء کلمہ ہو گیا ہے لہذا اس صورت میں ابو عمرو کا قول مختار ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت اس کو منادیٰ مستقل کا حکم دینا ممتنع ہے پس تابع ہونیکا حکم دیا جائے گا

وَالْخَلِيلُ فِي الْمَعْطُوفِ يَخْتَارُ الرَّفْعَ وَ[1] أَبُو عَمْرٍو النَّصْبَ وَأَبُو الْعَبَّاسِ[2] إِنْ كَانَ كَالْحَسَنِ فَكَالْخَلِيلِ وَإِلَّا فَكَأَبِي عَمْرٍو

[illegible]

وَالْمُضَافَةُ[3] تُنْصَبُ

[1] قولہ والخلیل فی المعطوف الخ یعنی وہ معطوف بحرف کہ جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہے جب منادیٰ مبنی کا تابع ہوگا تو اس میں جمہور کے نزدیک رفع۔ نصب۔ دونوں جائز ہوں گی اور یہی مذہب خلیل ابن احمد اور ابو عمرو نحوی کا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان خلاف اختیار میں ہے خلیل ایسے معطوف میں رفع کو اختیار کرتا ہے اس لئے کہ معطوف بحرف حقیقت میں منادیٰ مستقل ہے پس مناسب یہ ہے کہ اس کو اسی حالت پر رکھا جائے کہ جو حرف ندا داخل ہونے کے بعد منادیٰ مستقل کی ہے مگر چونکہ وہ معرف باللام ہونیکی حیثیت سے حرف ندا داخل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا۔ اس میں پوری رعایت منادیٰ مستقل کی نہ کر سکیں گے۔ بلکہ بجائے مبنی علی الرفع ہونیکے اس کو معرب یعنی مرفوع پڑھیں گے۔ پس رفع مختار ہوگا تاکہ حتی الامکان رعایت منادیٰ مستقل کی ہو سکے اور ابو عمرو اس میں نصب کو اختیار کرتا ہے اس لئے کہ جب حرف ندا کی تقدیر معطوف معرف باللام پر ممتنع ہے تو اس کا منادیٰ مستقل ہونا ممتنع ہوگا پس اس میں فقط تابع ہونے کی حیثیت ہوگی اور چونکہ تابع مبنی کا اپنے متبوع کے محل کا تابع ہوتا ہے اور محل اس کا نصب ہے۔ لہذا النصب مختار ہوگا غرضیکہ خلیل ابن احمد اور ابو عمرو کے درمیان اختیار رفع و نصب میں نزاع ہے اور تیسرا شخص ابو العباس اس پر محاکمہ کرتا ہے جیسا کہ مصنف رح فرماتے ہیں ۱۲

تنبیہ۔ خلیل سے مراد خلیل ابن احمد سیبویہ کا استاذ ہے اور ابو عمرو سے مراد ابو عمرو بن العلاء نحوی قاری ہے جو خلیل سے مقدم ہے اور ابو العباس مبرد کی کنیت ہے۔ فائدہ۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ کونسی جگہ علم سے لام کا جدا کرنا صحیح ہے اور کونسی جگہ ممتنع ہے تو جاننا چاہئے کہ علم جب لام کیساتھ وضع نہ کیا گیا ہو تو لام کا داخل ہونا اس پر جائز ہوگا بشرطیکہ علم اپنی اصل میں صفت ہو جیسے الحسن یا مصدر ہو جیسے الفضل اور لام کا اس سے حذف کرنا بھی جائز ہوگا لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اس لئے بہت سے علم ایسے ہیں کہ باوجودیکہ لام کے ساتھ وضع نہیں کئے گئے ان پر لام کا داخل کرنا درست نہیں ہے جیسے محمد اور علی کہ المحمد اور العلی نہیں کہہ سکتے علی ہذا القیاس اگر علم ایسا اسم ہو کہ اس میں معنی جنسی ہوں اور ان معنی سے مدح یا ذم مقصود ہو جیسے الاسد اور الکلب تو اس سے بھی لام کا حذف کرنا جائز ہوگا۔ اور جب علم لام کیساتھ وضع کیا گیا ہو تو اس سے لام کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا جیسے النجم اور الصعق (دو ستاروں کے نام ہیں) اس لئے کہ اس صورت میں لام مثل بعض حروف کے ہے کذا فی عبد الغفور

[4] مثال جیسے یا زید ابا عبداللہ۔ لیکن معطوف بحرف معرف باللام مضاف نہ ہوگا ایسے لئے کہ دخول اللام کا مضاف پر ممتنع ہے ۱۲

[3] قولہ والمضافۃ الخ اس کا عطف المفردۃ پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب منادیٰ مبنی کے توابع مضاف ہوں گے تو صرف منصوب ہوں گے اس لئے کہ مضاف جب منادیٰ مستقل ہوتا ہے منصوب ہوتا ہے پس اس کا منصوب ہونا بوقت تابع ہونے منادیٰ کے بطریق اولیٰ ہوگا اس لئے کہ اسوقت اس پر حرف ندا داخل نہیں۔ تاکید کی مثال جیسے یا تیم کلہم۔ صفت کی مثال جیسے یا زید ذا المال۔ عطف بیان کی[4]

وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوفُ غَيْرَ مَا ذُكِرَ حُكْمُهُ حُكْمُ الْمُسْتَقِلِّ

(اى غير المعرفة — دخول يا عليه ١٢)

مُطْلَقًا وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوفُ بِابْنٍ اَوْ ابْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى

(سوار كانا مفردين او مضافين او نكرتين مختلفتين ١٢ — حال كون ذلك له ابن)

عَلَمٍ اٰخَرَ يُخْتَارُ فَتْحُهُ وَاِذَا نُوْدِيَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ

(شرط ١٢ — اى اذا اريد نداء ١٢)

قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا هٰذَا الرَّجُلُ وَ

(جزاء ١٢)

يَا اَيُّهٰذَا الرَّجُلُ

لہ قولہ والبدل الخ اس عبارت میں قولہ المعطوف مبتدا ہے اور قولہ غیر ماذکر یا تو اس کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے اور معطوف اپنی صفت یا بدل سے مل کر البدل پر معطوف ہے اور وہ مبتدا اول ہے اور حکمہ مبتدار ثانی اور حکم المستقل اس کی خبر ہے پھر جملہ اسمیہ مبتدار اول کی خبر ہے اور مطلب یہ ہے کہ بدل اور اس معطوف کا حکم کہ جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے منادیٰ مستقل کا سا حکم ہے اس لئے کہ بدل مقصود بالذکر ہے اور مبدل منہ توطیہ اور تمہید کے لئے لایا جاتا ہے پس حقیقت میں منادیٰ بدل ہے نہ کہ مبدل منہ۔ ایسے ہی وہ معطوف بحرف کہ جس پر یار کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہی حقیقت میں منادی مستقل ہے اس لئے کہ اس پر الف ولام نہیں جو کہ حرف ندا کے داخل ہونے سے مانع ہو۔ پس اس پر حرف ندا مقدر ہوگا۔ بہر حال بدل اور اس معطوف بحرف کا حکم جو کہ غیر معرف باللام ہے منادیٰ مستقل کا ہے اور یہ ہر حال میں ہے خواہ وہ مفرد ہوں یا مضاف یا شبہ مضاف یا نکرہ ہوں۔ بدل کی مثالیں جیسے یازید عمرو اور یا زید ع

اخاعمرو و یا زید طالعاً جبلاً۔ و یا زید رجلاً صالحاً۔ اور معطوف کی مثالیں یہ ہیں یا زید و عمرو اور یا زید و اخا عمرو اور یا زید و طالعاً جبلاً و یا زید و رجلاً صالحاً ١٢ ٢ہ قولہ والعلم الموصوف الخ یہ ضابطہ قانون سابق سے بطور استثناء کے ہے اس لئے کہ ماقبل مصنف رح نے فرمایا تھا کہ جب منادیٰ مفرد معرفہ ہوگا تو وہ ہر حال میں علامت رفع پر مبنی ہوگا۔ پس اب بطور استثناء کے فرماتے ہیں۔ کہ جب منادیٰ مفرد معرفہ علم ہو اور علم لفظ ابن کے ساتھ موصوف ہو اور لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو اس صورت میں علم اول کا فتحہ مختار ہے اور ضمہ بھی جائز ہے اس لئے کہ اس منادیٰ کا استعمال کلام عرب میں بکثرت ہے کہ جس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہیں پس کثرت استعمال کے سبب اس کے مناسب تخفیف ہے لہذا فتحہ دیا جو کہ اخف الحرکات ہے ١٢ ٣ہ قولہ اذا نودی المعرف باللام الخ یعنی جب معرف باللام کی ندار کا ارادہ کریں تو چونکہ اس وقت اس پر حرف ندا داخل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ دونوں دو آلہ تعریف کے ہیں اور دو آلہ تعریف کا اجتماع ناجائز ہے لہذا دونوں کے درمیان ایسے اسم مبہم کا فاصلہ لائیں گے جو ظاہر میں منادیٰ ہو اور معرف باللام اس کی صفت اور حقیقت میں یہ معرف باللام ہی منادیٰ ہے پھر یہ اسم مبہم یا تو ای ہے یا۔ اور ھار تنبیہ کو اس پر زیادہ کرتے ہیں جیسے ایہا الرجل اس لئے کہ ندا بھی تنبیہ ہے اور یا ہذا۔ اور اس کے اخوات ہیں جیسے یا ہذا الرجل اور یا ای اور ہذا دونوں کا مجموعہ ہے جیسے یا ایہذا الرجل اور نکتہ ای کو ہذا کے ساتھ ملانے میں یہ ہے کہ ای میں ابہام زیادہ اور ہذا میں کم ہے پس ہذا کو ای کے بعد لاتے ہیں تاکہ تعین بتدریج حاصل ہو جائے اور تکرار مبہم سے زیادتی شوق پیدا ہو جائے پھر یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کلام میں اذا نودی المعرف باللام شرط اور قیل الخ اس کی جزار ہے اور قاعدہ ہے کہ جزار شرط پر مرتب ہوتی ہے مگر یہ جزار ایسی ہی کہ شرط پر مرتب نہیں اس لئے کہ شرط عام ہے اور جزار خاص اور عام کو خاص لازم نہیں۔ تفصیل مقام کی یہ ہے کہ مصنف رح کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب معرف باللام کی ندار کا ارادہ کریں گے تو یا ایہا الرجل وغیرہ کہیں گے اور یہ باطل ہے اس لئے کہ مثلاً جب الکرام کی ندار کرتے ہیں تو یا ہٰولآء الکرام کہتے ہیں نہ کہ یا ایہا الرجل۔ جواب یہ ہے کہ قول مصنف تمثیل پر محمول ہے ای قیل مثلاً یا ایہا الرجل۔ پس اس سے مراد خاص نہیں کہ محذور لازم آئے ١٢

(محمد مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ)

باللام کی ندا بدون فاصلہ لائے ہوئے درمیان معرف باللام اور حرف ندار کے جائز نہیں۔ مگر باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ
یا اللہ میں معرف باللام کی ندار کی گئی ہے اور معرف باللام اور حرف ندار کے درمیان فاصلہ نہیں لایا گیا پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ
کلیہ نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اللہ کا لام عوض میں محذوف کے ہے اور کلمہ کے لئے لازم ہے کہ کبھی اس سے جدا نہیں پس یہ لام شدت
اتصال کی وجہ سے مثل جزر کلمہ کے ہے اور گویا یہ لام تعریف کا نہیں۔ پس یہاں پر اجتماع دو آلہ تعریف کا لازم نہیں آتا۔ اور
اس لام کا حرف ندار کے ساتھ جمع ہونا جائز ہے۔ پھر چونکہ دو امر یعنی لام کا عوض میں محذوف کے ہونا اور اس کا
کلمہ کے لئے لازم ہونا صرف اللہ ہی میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس قاعدہ کے ساتھ یا اللہ کو خاص کیا گیا بخلاف مثل النجم اور الصعق کے کہ اگرچہ ان دونوں میں لام لازم ہے۔ مگر عوض میں محذوف کے نہیں اور الناس میں اگرچہ عوض میں محذوف کے ہے اس لئے کہ اس کی اصل الاناس تھی مگر لام کلمہ کے لئے لازم نہیں اس لئے کہ وسعت کلام میں بھی ناس کہتے ہیں ۱۲ **۴ قولہ** ولک فی مثل یا تیم الخ مثل یا تیم تیم عدی سے ہر وہ ترکیب مراد ہے کہ جس میں منادی مفرد معرفہ صورۃً مکرر ہو اور ثانی کے بعد مضاف الیہ مذکور ہو۔ پس اس منادی میں ضمہ اور نصب دونوں جائز ہیں۔ ضمہ تو اس لئے کہ وہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے اور منادیٰ مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اور نصب اس لئے کہ وہ مثلاً عدی مذکور کیطرف مضاف ہے باقی رہا تیم ثانی وہ تیم اول کی تاکید لفظی ہے اور اگر کوئی کہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل ناجائز ہے لہذا یہ توجیہ ناجائز ہوگی جواب یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اجنبی کا فاصلہ ناجائز ہے۔ اور جب فاصلہ اجنبی کا نہ ہو تو جائز ہے پس چونکہ تیم ثانی اس جگہ تیم اول کی تاکید ہے اور ظاہر ہے کہ تاکید اور مؤکد دونوں ایک شی ہیں لہذا فاصلہ اجنبی کا نہ ہوا کہ اعتراض وارد ہو نیز کہہ سکتے ہیں کہ تیم اول عدی محذوف کیطرف مضاف ہے اور عدی مذکور اس حذف پر قرینہ ہے یعنی یہ اصل میں یا تیم عدی تیم عدی تھا۔ عدی اول کو حذف کر دیا گیا۔ پھر جاننا چاہیئے کہ تیم ثانی ہر حال میں منصوب ہوگا اس لئے کہ وہ یا تو منادیٰ مضاف کا تابع ہے یا خود تابع مضاف ہے اور یہ دونوں صورتیں نصب کی ہیں پورا شعر یہ ہے

والتزموا رفع الرجل[۱] لانه المقصود بالنداء[نحاۃ ۱۲] [ای الرجل]
وتوابعه[۲] لانها توابع معرب وقالوا[۳] یا اللہ
خاصۃً ولک[۴] فی مثل یا تیم تیم عدی الضم
والنصب والمضاف[۵] الی یاء المتکلم یجوز [اربعۃ اوجہ ۱۲]
فیه یا غلامی[۱۲ اسم ایم ابھر] ویا غلامیَ[۱۲ اسم ایم الجیم] ویا غلامِ[۱۲ اسم ایم ابھر] ویا غلاما[۱۲ اسم ایم اسم]

۱ قولہ والتزموا رفع الرجل الخ یہ جملہ بھی ماقبل سے مثل استثناء کے ہے اوپر گذر چکا ہے کہ منادیٰ مبنی مفرد معرفہ کی صفت میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں جیسے یا زید العاقل والعاقل پس اس قاعدہ سے استثناء کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب منادیٰ مبنی مفرد معرفہ کی صفت معرف باللام ہو اور منادیٰ موصوف ایہا یا ہذا یا ایہذا ہو تو اس صورت میں نحویوں نے صفت منادیٰ میں صرف رفع کو لازم کیا ہے۔ اور نصب کو جائز نہیں رکھا اس لئے کہ مثلاً یا ایہا الرجل میں مقصود رجل ہی ہے پس اس کے رفع کو لازم قرار دیا تاکہ حرکت اعرابیہ اس کے مقصود بالندار ہونے پر دلالت کرے ۱۲ **۲ قولہ** وتوابعہ الخ یہ جر کے ساتھ الرجل پر معطوف ہے اور مطلب یہ کہ توابع الرجل میں بھی نحویوں نے رفع کا التزام کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ توابع منادیٰ معرب کے ہیں اور جواز رفع ونصب کا منادیٰ مبنی کے توابع میں تھا نہ کہ منادیٰ معرب کے توابع میں ۱۲ **۳ قولہ** وقالوا یا اللہ الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقریر سوال کی یہ ہے کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ معرف

۶ بدل لینا جیسے یا غلاما ۱۲ محمد مشیت اللہ عفرلہ دیوبندی مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ۔

۵ یا تیم تیم عدی لا ابا لکم ۔ لا یلقینکم فی سوءۃ عمر۔ جب عمر تیمی نے جریر شاعر کی ہجو کا ارادہ کیا تو اس وقت جریر نے سارے قبیلہ عدی کو خطاب کرکے ڈرایا اور کہا ایسا نہ ہو کہ عمر میری ہجو کرکے تم کو برائی میں ڈالدے ۱۲ **۵ قولہ** والمضاف الی یاء المتکلم الخ یعنی جو منادیٰ کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔ اس میں چار صورتیں جائز ہیں۔ اول یاء کا فتحہ جیسے یا غلامیَ دوسرے اس کا سکون جیسے یا غلامی۔ تیسرے یاء کو حذف کرکے کسرہ پر اکتفا کرنا بشرطیکہ یاء کے ماقبل کسرہ ہو ورنہ یاء کا حذف جائز ہوگا جیسے کہ یا فتائی میں یاء کے ماقبل کسرہ نہ ہونے کے سبب یاء کا حذف جائز نہیں حذف یاء کی مثال جیسے یا غلامِ چوتھے یاء کو الف سے

وبالهاءِ وقفاً وقالوا یا ابی و یا امّی و یا ابتِ و یا امّتِ
فتحاً وکسراً وبالالف دون الیاء و یا ابن امّ و یا
ابن عمّ خاصّۃً مثل باب یا غلامی وقالوا یا ابن امّ
و یا ابن عمّ وترخیم المنادی جائزٌ وفی غیر ضرورۃ

بحذف الالف والاکتفاء بالفتح لکثرۃ الاستعمال وطول اللفظ وثقل التضعیف ۱۲

وھو حذفٌ فی آخرہٖ تخفیفاً وشرطہٗ ان لا یکون مضافاً

لہ قولہ بالہاء وقفاً: یعنی منادیٰ مضاف بیاء متکلم پر وجوہ اربعہ مذکورہ میں بحالت وقف ہاء داخل ہو جاتی ہے تاکہ وقف اور وصل میں فرق ہو جائے پس یا غلامیہ و یا غلامیہ و یا غلامہ و یا غلاماہ کہتے ہیں ۱۲ لہ قولہ وقالوا یا ابی و یا امی الخ یعنی عرب اپنے محاوروں میں علاوہ اُن وجوہ کے جو یا غلامی میں جائز ہیں ابی اور امی میں خاص کر ان کے کثیر الاستعمال ہونے کے سبب دو وجہ اور زائد جائز رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ یاء کو تاء سے بدل کر یا اَبَتَ یا اُمت کہتے ہیں تاء کو موافق حرکت یاء کے مفتوح یا مناسبت یاء کی وجہ سے مکسور پڑھتے ہیں۔ نیز تاء کے بعد الف کو زائد کر کے یا ابتا و یا اُمتا کہتے ہیں۔ اسوقت الف اور تاء دونوں عوض میں یاء کے ہوں گے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں اس لئے کہ جمع بین العوضین جائز ہے مگر چونکہ عوض اور معوض عنہ کا اجتماع ناجائز ہے اس لئے یاء کو زائد کر کے یا ابتی و یا امتی کہنا ناجائز ہوگا ۱۲۔ لہ قولہ و یا ابن امّ و یا ابن عمّ خاصۃ الخ یعنی خصوصاً یا ابن ام اور یا ابن عم میں باب غلامی کیطرح وجوہ اربعہ جائز ہیں اور ان وجوہ کے علاوہ بھی اہل عرب نے ان دونوں میں ایک

وجہ اور زائد کی ہے جو کہ مضاف بیاء متکلم میں شاذ ہے۔ وہ وجہ یہ ہے مصنف رح کہتے ہیں۔ وقالو یا ابن ام وابن عم۔ یعنی اہل عرب نے کثرت استعمال اور درازی لفظ۔ اور ثقل تضعیف کی وجہ سے الف کو حذف کر کے فتحہ میم پر اکتفاء کی ہے اور یا ابن ام اور یا ابن عم کو جائز رکھا ہے پھر ان دونوں کا اختصاص وجوہ اربعہ کے ساتھ باعتبار مضاف الیہ کے ہے نہ کہ مضاف کے۔ چنانچہ یا ابن اخ اور یا ابن خال میں وجوہ اربعہ ناجائز ہیں۔ اور یا بنت اُم اور یا بنت عم میں وجوہ اربعہ جاری کر سکتے ہیں ۱۲ لکہ قولہ وترخیم المنادیٰ جائز الخ مصنف رح یہاں سے ترخیم کو بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ خصائص ندا سے ہے اور مطلب یہ کہ ترخیم منادیٰ ہر حال میں جائز ہی خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو اور غیر منادیٰ میں بوقت ضرورت شعریہ کے جائز ہے نثر کلام میں جائز نہیں اس لئے کہ ندا تخفیف کا موضع ہے اور مقصود اس سے غیر ندا ہوتا ہے پس مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ہو ندا سے جلد فارغ ہو کر مقصود میں مشغول ہوں ۱۲ ھہ قولہ وھو حذف فی آخرہ ھو ضمیر مرفوع یا تو مطلق ترخیم کی طرف لوٹتی ہے یا ترخیم منادیٰ کی طرف اگر اس ضمیر کا مرجع ترخیم منادیٰ ہو تو ضمیر مجرور آخرہ میں منادیٰ کی طرف لوٹے گی اگر اس ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم ہو تو ضمیر مجرور آخرہ میں اس اسم کی طرف راجع ہوگی اور اسوقت یہ تعریف مطلق ترخیم کی ہوگی اور ترخیم منادیٰ کی تعریف اس کے ضمن میں حاصل ہوگی ۱۲ لہ قولہ وشرطہ الخ اب یہاں سے مصنف رح ترخیم منادیٰ کی شرطیں بیان کرتے ہیں۔ شرطہ کی ضمیر میں بھی باعتبار مرجع کے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ترخیم منادیٰ کیطرف راجع ہو دوسرے مطلق ترخیم کیطرف لیکن اس دوسری شکل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو شرطیں اس جگہ بیان کی جا رہی ہیں وہ ترخیم منادیٰ کی مطلق ترخیم کی نہیں۔ پس مطلق ترخیم اس ضمیر مجرور کا مرجع کیونکر بنے گی۔ جواب یہ ہے کہ یہاں عبارت محذوف ہے اصل عبارت یہ تھی (وشرطہ ای شرط الترخیم اذا کان واقعاً فی المنادیٰ الخ ۱۲ لکہ قولہ ان لا یکون مضافاً۔ یعنی ایک شرط یہ ہے کہ منادیٰ مضاف نہ ہو۔ اس لئے کہ مضاف و مضاف الیہ باعتبار معنی کے حکم میں کلمہ واحد کے ہیں یعنی جیسا کہ کلمہ واحدہ کے معنی بدون اس کے تمام اجزاء کے ملائے ہوئے تمام نہیں ہوتے ایسے مضاف کے معنی بدون مضاف الیہ کے ملائے ہوئے تمام نہیں ہوتے پس معنی کے اعتبار سے یہ دونوں ایک کلمہ ہیں لیکن لفظ کے اعتبار سے دو کلمے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ دونوں پر دو اعراب جاری ہوتے ہیں پس ترخیم کہ ہمیشہ آخر کلمہ سے ہوتی ہے یہاں نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کہ اعتبار معنی کا تو اس کو مقتضی ہے کہ آخر مضاف الیہ سے حذف کریں اور اعتبار لفظ کا اس کو چاہتا ہے کہ مضاف کے آخر سے حذف کریں پس درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے ترخیم کرنے میں تعارض لازم آتا ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ اذا تعارضا تساقطا۔ لہذا نہ ترخیم نہ مضاف سے ہوگی نہ مضاف الیہ سے ۱۲

وَلَا مُسْتَغَاثًا وَلَا جُمْلَةً وَيَكُوْنَ إِمَّا عَلَمًا زَائِدًا

اى شرط ان يكون المنادى ١٢

عَلٰى ثَلٰثَةِ أَحْرُفٍ وَإِمَّا بِتَاءِ التَّانِيْثِ فَإِنْ

كَانَ فِىْ اٰخِرِهٖ زِيَادَتَانِ فِىْ حُكْمِ الْوَاحِدَةِ كَاَسْمَآءَ

اسم كان ١٢

وَمَرْوَانَ اَوْ حَرْفٌ صَحِيْحٌ قَبْلَهٗ مَدَّةٌ وَهُوَ اَكْثَرُ

اى قبل ذلك الحرف ١٢ — جملة حالية ١٢

مِنْ اَرْبَعَةِ اَحْرُفٍ حُذِفَتَا وَاِنْ كَانَ مُرَكَّبًا حُذِفَ

الْاِسْمُ الْاَخِيْرُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَحَرْفٌ وَاحِدٌ

لہ قولہ ولا مستغاثا الخ یعنی ترخیم منادیٰ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ مستغاث نہ ہو اس لئے کہ منادیٰ مستغاث میں درازی صوت مقصود ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے آخر میں الف زیادہ کرتے ہیں لہٰذا ترخیم نہیں کر سکتے اس لئے کہ حذف بالترخیم اس کے منافی ہے ۱۲ ٢ہ قولہ ولا جملۃ الخ یعنی منادیٰ مرخم جملہ بھی نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ جملہ جس وقت علم ہوگا مبنی ہوگا۔ ورنہ قصہ غریبہ پر اس کی دلالت باقی نہیں رہے گی اور جب جملہ مبنی ہوا تو اسمیں ترخیم نہ کر سکیں گے ۱۲ ٣ہ قولہ ویکون اما علما زائدا ماقبل ترخیم کی جو شرائط مذکور ہوئیں وہ سب عدمی تھیں اب یہاں سے اس کی وجودی

شرطوں کا بیان ہے یعنی ترخیم منادیٰ کی شرط یہ ہے کہ منادیٰ علم ہو اور تین حرفوں سے زائد ہو اس لئے کہ علم کثیر الاستعمال ہے ترخیم کی وجہ سے اس کی تخفیف مناسب ہے۔ نیز بوجہ مشہور ہونے علم کے ماابقیٰ کی دلالت ماالقیٰ پر ہو سکتی ہے۔ رہا تین حرفوں سے زائد ہونا وہ اس لئے شرط ہے کہ ترخیم کے بعد اسم معرب اپنے اقل وزن یعنی تین حرفوں پر باقی رہیگا ۱۲ ٤ہ قولہ واما بتاء التانیث یعنی اگر منادیٰ علم نہ ہو تو اس کی ترخیم کیلئے شرط یہ ہے کہ تاء تانیث کے ساتھ متلبس ہو اگرچہ بعد حذف تاء کے دو حرف ہی باقی رہیں جیسے ثُبَۃ (گلہ گوسفند) اور قُلۃ (گلی ڈنڈا) اور وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں کلمہ کا دو حرف پر باقی رہنا ترخیم کی وجہ سے نہیں بلکہ باوجود تاء کے بھی یہ کلمہ تین حرفوں سے کم رہتا ہے اس لئے کہ تاء دوسرا کلمہ ہے پس اس کا اعتبار نہ ہوگا ۱۲ ٥ہ قولہ فان کان فی آخرہ الخ مصنف رح جبکہ شرائط ترخیم سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے مقدار محذوف کو بیان کرتے ہیں کہ ترخیم کے سبب کیا ہوگی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر منادیٰ کے آخر میں ایسے دو حرف زائد ہوں کہ جن کی زیادتی ایک ساتھ ہونے کے سبب حکم میں ایک حرف کے ہو جیسے اسماء اور مروان کہ دونوں میں دو دو حرف کی زیادتی ایک ساتھ ہوئی ہے یہ دوسری بات ہے کہ اسماء میں یہ زیادتی تانیث کے لئے اور مروان میں تذکیر کے لئے ہے تاہم دونوں میں جبکہ دو دو حرفوں کی زیادتی ایک ساتھ ہوئی ہے تو ترخیم کہتے وقت ہر ایک سے یہ دونوں حرف محذوف ہو جائیں گے اور یا اسم۔ یا مرو کہیں گے۔ اسی طرح اگر منادیٰ کے آخر میں حرف صحیح ہو اور ماقبل اس کے مدہ یعنی ایسا حرف علت ہو کہ جس کی ماقبل کی حرکت اس کے ہمجنس ہے پس اس صورت میں بھی ترخیم کرتے وقت آخر سے دو حرفوں کو حذف کر دیا جائیگا۔ بشرطیکہ اسم چار حرفوں سے زائد ہو جیسے عمارٌ و منصورٌ و مسکینٌ کہ ان میں سے ہر ایک میں ترخیم کے وقت دو حرف محذوف ہو جائیں گے ایک حرف صحیح دوسرا مدہ۔ اس لئے کہ اگر فقط حرف صحیح کو حذف کریں اور مدہ کو باقی رکھیں تو صُلْتُ علی الاسد وبلت عن النقد (شیر پر تو نے حملہ کیا اور بکری سے پیشاب کر دیا) کی مثل صادق آئے گی۔ پس لامحالہ حرف صحیح کے ساتھ مدہ زائدہ کو حذف کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اولیٰ بالحذف ہے۔ پھر اس جگہ چار حروف سے زیادہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ بعد حذف کرنے دو حرفوں کے کلمہ اقل ابنیۂ اسم معرب پر باقی رہے ۱۲ ٦ہ قولہ وان کان مرکبا الخ یعنی اگر منادیٰ مرخم مرکب ہو اور یہ ترکیب اسنادی اور اضافی نہ ہو تو اسم کے اخیر کو حذف کریں گے۔ اس لئے کہ مرکب حکم میں کلمۂ واحدہ کے ہے۔ پس اسم ثانی کو کہ بمنزلہ حرف اخیر کے ہے حذف کر دیا جائے گا ۱۲ ٧ہ قولہ وان کان غیر ذلک فحرف واحد یعنی جبکہ منادیٰ اقسام ثلثہ مذکورہ میں سے کوئی قسم نہ ہو تو اس وقت عند الترخیم ایک حرف محذوف ہوگا جیسے یا خالد کہ یہاں بوقت ترخیم دال کو حذف کر کے ع

ع یا خال کہتے ہیں (محمد مشیت اللہ عفرلہ)

اسس لئے کہ اس میں واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہے پس بقاعدۂ قال واؤ کو الف سے بدل لیں گے ۱۲ ۳ قولہ وقد استعملوا صیغۃ النداء الخ یعنی کبھی صیغہ ندا کو مندوب میں استعمال کرتے ہیں اور مراد صیغہ ندا سے اس جگہ یا ہے نہ کوئی دوسرا حرف ندا۔ اس لئے کہ تمام حروف ندا میں وہ زیادہ مشہور ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس ہی کو وسعت دیجائے کہ غیر منادیٰ میں بھی اس کا استعمال کیا جائے ۱۲ ۴ قولہ وہو المتفجع علیہ الخ یعنی مندوب وہ ہے کہ جس پر یا۔ یا۔ وا سے گریہ کیا جائے جیسے یازیداہ اور وازیداہ اور واویلاہ ۱۲ ۵ قولہ واختص فی بوا یعنی مندوب کا فقط ایک صیغہ ہے جو مندوب کے ساتھ خاص ہے منادیٰ میں اس کا استعمال نہیں ہوتا اور وہ لفظ وا ہے۔ اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مصنف رح نے اوّل تو یہ فرمایا کہ صیغہ ندا کو مندوب میں استعمال کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مندوب وا کے ساتھ مختص نہیں۔ پھر فرمایا کہ مندوب وا کے ساتھ مختص ہے۔ بدون وا کے نہیں پایا جاتا پس دونوں کلام میں تناقض ہے جواب یہ ہے کہ اصل تو بار اختصاص میں یہ ہے کہ وہ مختص بہ پر داخل ہو مگر کبھی مختص پر بھی داخل ہو جاتی ہے جیسے خصصت فلانا بالذکر کہ یہاں بار مختص پر داخل ہے اور یہ معنی ہیں کہ ذکر بدون فلاں کے نہیں پایا جاتا پس ہو سکتا ہے کہ قول مصنف واختص بوا میں بار مختص پر داخل ہو اور یہ معنی ہوں کہ وا بدون مندوب کے نہیں پایا جاتا اور یہ معنی نہ ہوں کہ مندوب بدون وا کے نہیں پایا جاتا۔ اس لئے کہ یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں جبکہ بار مختص بہ پر داخل ہو اور بار کا مختص بہ پر داخل ہونا اس جگہ ٹھیک نہیں ورنہ محذور لازم آجائیگا اور کلام مصنف عیب تناقض سے بری نہ ہوگا ۱۲ ۶ قولہ وحکمہ الخ یعنے مندوب کا حکم اعراب وبنار میں مثل حکم منادیٰ کے ہے یعنی جیسا کہ منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے ایسے ہی مندوب مفرد معرفہ بھی علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس ۱۲ ۷ قولہ ولک زیادۃ الالف الخ یعنے درازی صوت کے لئے مندوب کے آخر میں الف کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے اس لئے کہ ندبہ میں درازی صوت مطلوب ہوتی ہے اور الف کے بڑھانے سے درازی صوت حاصل ہو جاتی ہے ۱۲ ۸ قولہ فان خفت اللبس الخ یعنی جب مندوب کے آخر میں الف کے زیادہ کرنے سے التباس پیدا ہوتا ہو تو اُس وقت اُس کو اُس حرف سے بدل لیں گے کہ جو آخر مندوب کی حرکت کے مجانس ہے مثلاً جب ہم کسی مؤنث مخاطبہ کے غلام کا ندبہ کریں گے تو واغلامکیہ کہیں گے اس لئے کہ اس صورت میں اگر اس کے آخر میں الف زیادہ کریں گے واغلامکاہ ہوگا۔ اور اس سے مذکر مخاطب کے غلام کے ندبہ سے التباس پیدا ہو جائیگا پس لامحالہ الف کو کسرہ کاف کی مناسبت سے یار کیساتھ بدل لیں گے اور واغلامکیہ کہیں گے علیٰ ہذا القیاس جب ہم جمع مذکر مخاطب کے غلام کا ندبہ کرنا چاہیں تو واغلامکموہ کہیں گے اس لئے کہ اس صورت میں اگر الف کو زیادہ کریں گے واغلامکماہ کہیں گے تو تثنیہ مخاطب کے غلام کے ندبہ کے ساتھ التباس پیدا ہو جائیگا

وهو في حكمِ الثابتِ على الأكثرِ فيقال يا حارِ ويا ثمو ويا

(الموجود ۱۲ — بکسر الراء ۱۲)

كرو وقد يُجعل اسمًا برأسه فيقال يا حارُ ويا ثمِي ويا

(باثبات الواو ۱۲ — ای یعامل معہ معاملۃ الاسم المستقل ۱۲ — بضم المیم ۱۲)

كرا وقد استعملوا صيغةَ النداءِ في المندوبِ وهو

(ای العرب ۱۲)

المتفجَّعُ عليه بيا أو وا واختُصَّ بوا وحكمُه في الإعرابِ

(مبتدأ ۱۲)

والبناءِ حكمُ المنادى ولك زيادةُ الألفِ في آخره

(جائز لک ۱۲ — خبر ۱۲)

فإن خفتَ اللبسَ قلتَ واغلامكيه واغلامكموه

۱ قولہ وہو فی حکم الثابت الخ یعنی منادیٰ مرخم ترخیم کے بعد اکثر استعمال عرب میں حکم میں ثابت کے ہے یعنی گویا کہ محذوف اس کے آخر میں ہے پس محذوف سے پیشتر کا حرف ترخیم سے پہلے جس حالت پر تھا اُس ہی حالت پر باقی رہیگا۔ مثلاً یا حارث میں یا حار اور یا ثمود میں یا ثمو اور یا کروان میں یا کرو کہیں گے مزید کوئی تصرف نہ کریں گے۔
۲ قولہ وقد یجعل اسما براسہ الخ یعنی کبھی منادیٰ مرخم کو بمنزلہ اسم مستقل کے کرتے ہیں گویا کہ اس سے کوئی حرف محذوف نہیں ہوا۔ پس تعلیل وبنار میں اس کے ساتھ منادیٰ مستقل کا معاملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ یا حارث میں یا حارُ (بضم رار) کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے پس مبنی علی الضم ہوگا۔ اور یا ثمود میں یا ثمی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اسمار متمکنہ میں سے ایک اسم ہے اور اس کے آخر میں واؤ اور ماقبل اس کے ضمہ ہے پس بقاعدۂ صرفی واؤ کو یار سے بدلیں گے اور ضمہ کو کسرہ سے اسی طرح یا کروان میں یا کرا کہیں گے

وستقل کلمہ ہیں یہاں موصوف بدون صفت کے تمام ہو جاتا ہے۔ لہذا صفت کے آخر میں علامت مندوب کا الحاق درست نہوگا پس یونس کا قیاس مع الفارق ہے پھر دوسرا استدلال یونس نے اپنے دعوے پر یہ کیا کہ ایک اعرابی کے دو پیالے گم ہو گئے تھے اس نے واجمجمتیّ الشامیتیناہ (ہائے میرے شامی دو بڑے پیالے) کہا پس معلوم ہوا کہ علامت مندوب کا الحاق صفت کے آخر میں جائز ہے پس اس کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ اعرابی کا یہ قول شاذ اور لغت غیر فصیحہ ہے قابل احتجاج نہ ہوگا ۱۲ ۵ قولہ ویجوز حذف حرف النداء الخ یعنی بوقت قائم ہونے قرینہ کے حرف نداء کا منادے سے حذف کرنا جائز ہے مگر جب منادی اسم جنس ہو تو اس وقت حرف نداء کا حذف کرنا ناجائز ہے اور مراد اسم جنس سے یہ ہے کہ نداء سے پہلے نکرہ ہو عام اس سے کہ نداء سے معرفہ ہو گیا ہو جیسے یا رجلُ یا نکرہ ہی رہے جیسے یا رجلاً اور وجہ یہی کہ اسم جنس کی نداء مثل علم کے کثیر الاستعمال نہیں پس اگر اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کر دیں گے تو ذہن اس کے منادی ہونے کی طرف سبقت نہیں کریگا۔ ایسے ہی جب منادی اسم اشارہ ہو تو اس سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ قلت نداء میں مثل اسم جنس کے ہے اسی طرح جب منادی مستغاث اور مندوب ہوگا تو اس سے حرف نداء کو حذف نہ کیا جائیگا اس لئے کہ دونوں میں درازی آواز کی مطلوب ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے ۱۲ ۶ قولہ یوسف اعرض عن ہذا یہ اصل میں یا یوسف اعرض عن ہذا تھا یا حرف نداء محذوف ہو گیا اور قرینہ حذف کا یہ ہے کہ اگر یوسف سے پیشتر یا حرف نداء کو مقدر نہ مانیں گے تو یوسف مبتدا اور اعرض الخ اسکی خبر ہوگی حالانکہ اعرض عن ہذا خبر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ انشاء ہے اور انشاء کو بلا تاویل خبر بنانا درست نہیں پس معلوم ہوا کہ یوسف سے پہلے حرف نداء محذوف ہے ۱۲ ۷ قولہ وایہا الرجل وایہذا الرجل یہ دونوں اصل میں یا ایہا الرجل اور یا ایہذا الرجل تھے یا حرف نداء کو حذف کر دیا گیا اور قرینہ حذف کا یہ ہے کہ ایہا اور ایہذا کو اسی منادی پر لاتے ہیں جو کہ معرف باللام ہے تاکہ اجتماع دو آلہ تعریف کا لازم نہ آئے ورنہ اس کے ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہ ہوگی پس معلوم ہوا کہ ان سے پہلے حرف نداء محذوف ہے اور یہ منادی پر داخل ہیں ۱۲ ۸ قولہ وشذ اصبح لیل یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ مصنف رح کے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسم جنس سے حرف نداء کا حذف جائز نہیں اور کلام عرب سے اس کا خلاف ثابت ہے جیسا کہ امثلہ مذکورہ میں اسماء جنس سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے پس مصنف کے نزدیک اس کا کیا جواب ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان مثالوں میں حرف نداء کا حذف شاذ ہے قیاس کے مطابق نہیں قولہ اصبح لیل اصل میں اصبح یا لیل تھا یعنی اے رات تو صبح ہو جا اسکو امرء القیس کی زوجہ ام جندب نے

اسکو افصح الشعراء تسلیم کرتے ہوں مستبعد ہے کہ وہ اطفی السراج کے بجائے اقتلی السراج کہے

ولك الهاءُ في الوقف ولا يندبُ الا المعروفُ فلا يقالُ وارجلاه وامتنع وازيدُ الطويلاه خلافاً ليونسَ ويجوزُ حذفُ حرفِ النداءِ الا معَ اسمِ الجنسِ والاشارةِ والمستغاثِ والمندوبِ ونحو يوسفُ اعرِضْ عن هذا وايها الرجلُ وشذَّ اصبِحْ ليلُ

ضمیر راجع است بمندوبہ بعدم او تفجع باشد چہ مندوب بیکہ بر وجود او تفجع بود تعریف شرط نیست فیقال واحسیناہ وادیلاہ ۱۲ — ای الحاق الالف بصیغۃ المندوب ۱۲ — خالف خلافاً — بشرطیکہ اگر یا باشد زیرا کہ حذف باقی حروف نداء جائز شد ۱۲ — ای یا یوسف

۱ قولہ ولك الہاء الخ یعنی حالت وقف میں ان تمام مدات کے بعد ہا کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے ۱۲ ۲ قولہ ولا یندب الا المعروف یعنی ندبہ صرف معروف اور مشہور شخص کا ہوتا ہے مجہول اور غیر معروف شخص کا نہیں ہوتا اس لئے کہ سامعین مندوب کے معروف و مشہور ہونیکی صورت میں ندبہ کرنیوالے کو اس کے گریہ و بکا میں معذور خیال کریں گے مندوب کے مجہول اور غیر معروف ہونیکی صورت میں ندبہ کرنیوالے کا تمسخر اور مذاق اڑائیں گے ۱۲ ۳ قولہ فلا یقال وارجلاہ یعنی چونکہ ندبہ ہمیشہ معروف اور مشہور شخص کا ہوتا ہے لہذا وارجلاہ نہ کہا جائیگا ۱۲ ۴ قولہ وامتنع وازیدا لطویلاہ الخ یعنی جمہور کے نزدیک صفت کے آخر میں علامت مندوب کا الحاق ناجائز ہے بخلاف یونس کے کہ وہ اس کو جائز کہتا ہے اور یہ استدلال کرتا ہے کہ جب علامت مندوب کا الحاق مضاف الیہ کے آخر میں باوجود مضاف اور مضاف الیہ کے تغایر کے جائز ہے تو اس کا الحاق صفت کے آخر میں جو کہ عین موصوف ہے بطریق اولی جائز ہوگا اور جمہور کہتے ہیں کہ چونکہ مضاف بدون مضاف الیہ کے تمام نہیں ہوتا لہذا وہ دونوں بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں اور علامت مندوب کا الحاق مضاف الیہ کے آخر میں صحیح ہے بخلاف موصوف اور صفت کے کہ وہ دونوں

ستھم ۱۲ ۲ اے کمپیہ ۲ صفحہ ۱۲ ۳ الحجہ مکہ کمپیہ کہ صفحہ ۴ مستھم ۱۲ ۵ ۱۵ مسنحہ ۶ ۱۴ الحجہ بمبا ۱۲ ۷

کہ اس کے عامل کی تفسیر آگے آرہی ہے۔ شریطۃ اور شرط دونوں کے ایک معنی ہیں اور شریطۃ التفسیر میں اضافت بیانیہ ہے ای علی الشریطۃ
ہی التفسیر پھر عامل کا حذف اس جگہ پر اس لئے ضروری ہے کہ اگر حذف نہ کریں گے تو اجتماع مفسِّر اور مفسَّر لازم آئیگا۔ اور وہ علی الاتحاد فی
جائز نہیں ۱۲ ۵ قولہ وھو کل اسم الخ یہاں سے ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی تعریف کا بیان ہے یعنی ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر وہ
اسم ہے کہ جس کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ وہ اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا
ہو اور اگر اس فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کریں یعنی ضمیر اسم یا اس کے متعلق کو حذف کرکے فعل

وَافْتَدِ مَخْنُوْقُ[۱] وَاطْرِقْ كَرَا[۲] وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُنَادٰى[۳] لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا مِثْلُ اَلَا يَا اسْجُدُوْا (ای یا قوم اسجدوا) وَالثَّالِثُ[۴] مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَهُوَ[۵] كُلُّ اسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ (ای علی شریطۃ التفسیر) مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ

۱ قولہ وافتد مخنوق کہا جاتا ہے کہ سلیک بن سلکہ چت لیٹا ہوا سو رہا تھا ایک شخص اس کے پاس ہو کر گذرا۔ اور اس کا گلا گھونٹکر کہنے لگا۔ افتد مخنوق یعنی اے مخنوق (گلا گھونٹے ہوئے) اپنے مال سے کچھ مجھے دے تاکہ میں تجھکو چھوڑ دوں ۱۲ ۲ قولہ اطرق کرا ای اطرق یا کروان۔ یہ اصل میں ایک منتر ہے جب کروان پرندے کا شکار کرتے ہیں تو کہتے ہیں اطرق کرا۔ اطرق کرا۔ ان النعامۃ فی القری۔ یعنی اے کروان تو اپنے سر کو جھکائے تحقیق شتر مرغ جو تجھ سے بڑا ہے گاؤں میں ہے پس تو کب چھوٹ کر جا سکتا ہے کہتے ہیں کہ اس منتر کے پڑھے جانے کے بعد کروان اتر آتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ کروان مشابہ بط کی ایک پرندہ ہے جو رات کو نہیں سوتا پھر جاننا چاہئے کہ اطرق کرا میں دو شذوذ پائے جاتے ہیں ایک اسم جنس سے حرف ندا کا حذف کرنا دوسرے غیر علم کی ترخیم ۱۲ ۳ قولہ وقد یحذف المنادی الخ یعنی کبھی منادی کو بوقت پائے جانے قرینہ کے حذف کر دیتے ہیں جیسے الا یا اسجدوا ای الا یا قوم اسجدوا۔ پس یہاں قوم منادی کو حذف کر دیا گیا اور قرینہ اس حذف کا یہ ہے کہ یا حرف ندا فعل پر داخل ہے اور فعل پر حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے ۱۲ ۴ قولہ والثالث ما اضمر عاملہ الخ یعنی تیسرا موضع ان مواضع میں سے کہ جہاں مفعول بہ کے ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے یعنی وہ مفعول بہ کہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو ۱۲

یا شبہ فعل کا اس اسم کو معمول بنائیں تو وہ اس اسم کو نصب دیدے۔ ابا اضمر عاملہ الخ کی تعریف کے بعد اس کے فوائد قیود سنئے بعدہ فعل او شبہہ کہنے سے اس اسم سے احتراز ہے کہ جس کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں ہے جیسے ہذا زید و زید ابوک اور مشتغل عنہ بضمیرہ او متعلقہ کہنے سے اس اسم سے احتراز ہے کہ جس میں یہ فعل یا شبہ فعل عامل ہے جیسے زیدا ضربت اور اما السائل فلا تنہر اور لو سلط علیہ ہو او مناسبہ لنصبہ سے وہ اسم خارج ہے کہ جو بعد مسلط کرنے فعل یا شبہ فعل کے منصوب نہیں ہوتا جیسے زید ضرب اس لئے کہ اگر اس جگہ فعل کو مسلط کریں گے تو زید مفعول مالم یسم فاعلہ ہوگا اور اس پر نصب نہیں آئیگا پھر جاننا چاہئے کہ فعل یا شبہ فعل کا عدم عمل اس اسم میں صرف ضمیر اسم یا اس کے متعلق میں عمل کرنیکی وجہ سے ہو نہ کہ کسی اور وجہ سے پس وہ صورت اس سے خارج ہو جائے گی کہ جس میں سوائے اس وجہ کے کسی اور وجہ سے وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل نہیں کرتا جیسے زیدٌ ضربتہ کہ یہاں ضربتہ کا عدم عمل زید میں صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ضمیر زید میں عمل نہیں کرتا ہے بلکہ اس کا زید میں عمل نہ کرنا اس لئے ہے کہ زید مرفوع ہے اور اسمیں معنی ابتداء کے عامل ہیں ۱۲ فائدہ۔ اوپر گذر چکا ہے کہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر میں یہ شرط ہے کہ جو فعل یا شبہ فعل کہ اس اسم کے بعد واقع ہے وہ بوجہ اس اسم کی ضمیر یا اسکے متعلق میں عمل کرنیکے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور یہ کہ جب اس فعل یا شبہ

جب فعل یا شبہ فعل متعلق اسم میں عمل کرنیکی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرے تو اس جگہ بجز

فعل کو اس اسم پر مسلط کریں تو وہ اس کو نصب دیدے پس اس جگہ خواہ فعل کو اس اسم پر مقدم کریں یا شبہ فعل کو عقلاً بارہ صورتیں پیدا ہوتی ہیں اس لئے کہ جب فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کریگا تو اس صورت میں عین فعل کو مقدم کیا جائیگا یا اس کے مناسب مرادف کو یا اس کے مناسب لازم کو ایسے ہی جب شبہ فعل ضمیر اسم میں عمل کرنیکی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کریگا تو اسمیں بھی یہی تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں علی ہذا القیاس جب فعل یا شبہ فعل متعلق اسم میں عمل کرنیکی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو تو اس جگہ بھی ہر ایک کی یہی تین تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں اور مجموعہ ان تمام کا بارہ صورتیں ہیں لیکن ان میں سے چار صورتیں مفقود ہیں۔ اس لئے کہ ۱۲

ہے تو اسم مذکور مجرور ہوگا اور بدون غلام کے مقدم کریں تو مقصود فوت ہو جائیگا ۱۲ ؎ قولہ وزیدًا حبست علیہ یہ مثال اس فعل کی ہے کہ جو ضمیر اسم میں مشغول ہونیکی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کرتا اور جب اسم مذکور پر فعل مذکور کے مناسب لازم کو مسلط کریں گے تو وہ اس کو نصب دیدیگا۔ ای لابست زیدًا۔ اس لئے کہ زید پر کسی کا محبوس ہونا اس کی ملابست کو مستلزم ہے پھر یہاں عین فعل کی تسلیط سے نصب نہیں آسکتا اس لئے کہ اگر اس کو علیٰ کے ساتھ مقدم کریں گے تو وہ مجرور ہوگا اور بدون علیٰ کے مقدم کریں تو مفعول نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ضمیر حبست کی

اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے ۱۲

؎ قولہ ینصب بفعل یفسرہ الخ یعنی زیدًا امثلہ مذکورہ میں اس فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے کہ جس کی تفسیر مابعد کا فعل کر رہا ہے یعنی ضربت اور جاوزت اور اہنت اور لابست شبہ فعل کی مثالیں یہ ہیں زیدٌ انا ضاربہ اس میں عین شبہ فعل کی تقدیم سے نصب آتا ہے۔ ای انا ضارب زیدًا۔ اور زیدٌ انا مارٌ بہ یہاں مناسب بالترادف کی تقدیم سے نصب آتا ہے ای انا مجاوز زیدًا اور زیدًا انا ضارب غلامہ۔ اس میں مناسب باللزوم کی تقدیم سے نصب آئیگا۔ ای انا مہین زیدًا و زید انا محبوس علیہ۔ اس میں بھی مناسب باللزوم کی تقدیم سے نصب آتا ہے ای انا ملابس زیدًا پہلی تین مثالوں میں شبہ فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم کو اپنا معمول بنانے سے بے پرواہ ہے اور مثال چہارم میں متعلق اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کرتا ۱۲ ؎ قولہ ویختار الرفع الخ یہاں سے ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی فروع کثیرہ کا بیان ہے کہ ما اضمر عاملہ کی باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں ہیں خواہ وہ حقیقۃً ما اضمر عاملہ ہو یا بادی النظر میں اس پر ما اضمر عاملہ کی تعریف صادق آئے وہ پانچ صورتیں یہ ہیں (۱) اختیار رفع (۲) اختیار نصب (۳) وجوب رفع (۴) وجوب نصب (۵) تساوی رفع اور نصب۔ یاد رکھو کہ رفع کے مختار ہونیکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس اسم کا مرفوع ہونا بسبب ابتدا کے صحیح ہو اور رفع کے خلاف نصب کا

فاضربہ اس لئے کہ اسوقت رفع زید کی صورت میں طلب یعنی اضرب کا خبر ہونا لازم آئے گا

مثل زیدًا ضربتُہ وزیدًا مررتُ بہ وزیدًا ضربتُ غلامَہ وزیدًا حُبِستُ علیہ ینصب بفعلٍ مضمرٍ یفسّرہ ما بعدہ ای ضربتُ وجاوزتُ واہنتُ ولابستُ ویختار الرفع بالابتداء عند عدم قرینۃ خلافہ او عند وجود اقوی منہا (ای النصب) کامّا مع غیر الطلب واذا للمفاجاۃ

؎ قولہ نحو زیدًا ضربتہ۔ یہ اس فعل کی مثال ہے کہ جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کرتا اور جب اس فعل کو اس پر مسلط کریں تو یہ اس کو نصب دیدے گا جیسے ضربت زیدًا ۱۲ ؎ قولہ وزیدًا مررت بہ۔ یہ اس فعل کی مثال ہے کہ جو ضمیر اس میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کرتا۔ اور جب اس اسم پر فعل مذکور کے مناسب مرادف کو مسلط کریں گے تو وہ اس کو نصب دیدیگا جیسے جاوزت زیدًا۔ اس لئے کہ مررت بار کیساتھ متعدی ہونے کے بعد جاوزت کے معنی میں ہے لیکن جب ہم اس جگہ بعینہ فعل مذکور کو مسلط کریں تو اس اسم پر نصب نہ آئیگا۔ اس لئے کہ فعل مذکور کو مسلط کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو بار کے ساتھ اس کو مقدم کریں گے یا بدون بار کے اگر بار کے ساتھ مقدم کریں تو اسم پر بجائے نصب کے جر آئیگا اور بدون بار کے فعل مذکور لازم ہوگا مفعول کو نہیں چاہتا کہ نصب دے ۱۲ ؎ قولہ وزیدًا ضربت غلامہ۔ مثال اس فعل کی ہے کہ جو متعلق اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم سے بے پرواہ ہے اور جب فعل مذکور کے مناسب باللزوم کو اس پر مسلط کیا جائیگا تو وہ اس کو نصب دیدیگا۔ ای اہنت زیدًا۔ اس لئے کہ عرفاً ضرب غلام سے اہانت خواجہ لازم آتی ہے۔ پھر یہاں اگر عین فعل مذکور کو مسلط کریں گے تو نصب نہ آئیگا۔ اس لئے کہ اگر فعل کو غلام کیساتھ مقدم کریں

[illegible]

کوئی قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے جیسے زید ضربتہ دوسرے اگرچہ رفع اور نصب دونوں کا قرینہ پایا جاتا ہے لیکن رفع کا قرینہ مرجحہ نصب کے قرینہ مرجحہ سے اقوی ہو۔ اور یہ محل دو جگہ میں ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اما اسم مذکور پر داخل ہو اور وہ اسم ایسے فعل کیساتھ مقارن ہو کہ اسمیں طلب کی معنی نہیں پائے جاتے مطلب یہ کہ اما کے بعد جملہ انشائیہ نہو بلکہ جملہ خبریہ ہو جیسے ضربت زیدًا و اما عمرو فاکرمتہ پس اس جگہ جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر عمرو کے نصب کا قرینہ ہے اور کلمہ اما کا اس کے رفع کا قرینہ اور دونوں میں رفع کا قرینہ اقوی ہے اس لئے کہ اما کے بعد اکثر مبتدا واقع ہوتا ہے بخلاف عطف کے کہ وہ نصب کا اقوی قرینہ نہیں۔ اس لئے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر بھی بکثرت کلام عرب میں پایا جاتا ہے ۱۲

[illegible]

ہیں اور شرط کے لئے فعل مقدر ہوگا۔ اور جب فعل مقدر رہا تو نصب اولیٰ ہوگا۔ اور حیث کے بعد نصب کا مختار ہونا اس لئے ہے کہ اس کی مشابہت جملہ پر داخل ہونے اور معنی شرط میں اذا کے ساتھ ہے ۱۲ ؎۵ قولہ وفی الامر والنہی یعنی اسم مذکور جبکہ امر و نہی کے قبل واقع ہو جیسے زیداً اضربہ وزیداً لاتضربہ تو اس جگہ بھی نصب مختار ہوگا۔ اس لئے کہ اسم مذکور رفع کی صورت میں مبتدا ہوگا اور یہ امر و نہی اس کی خبر ہوں گے مگر چونکہ امر و نہی انشاء ہیں لہٰذا ان کے خبر ہونے کی حالت میں تاویل کی ضرورت ہوگی مثلاً جب زیدٌ اضربہ یا زیدٌ لاتضربہ کہیں گے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی زید مقول فی حقہ اضربہ یا زید مقول فی حقہ لاتضربہ اور ظاہر ہے کہ یہ تقدیر مستبعد ہے۔ پس نصب تقدیر فعل کے ساتھ اولیٰ ہوگا ۱۲ ؎۶ قولہ اذ ہی مواقع الفعل، ضمیر مرفوع منفصل ہی حرف نفی اور استفہام اور اذا شرطیہ اور حیث کی طرف راجع ہے یعنی یہ کلمات مذکورہ مواقع فعل کے ہیں یعنی ان کے بعد فعل کا واقع ہونا اولیٰ ہے پس اگر اسم مذکور نصب دیں تو فعل مقدر ہوتا ہے اور رفع دیں تو فعل مقدر نہیں ہوتا۔ لہٰذا نصب مختار ہوگا تاکہ حرف نفی اور استفہام وغیرہ کی رعایت ہوسکے ۱۲ ؎۷ قولہ عند خوف لبس المفسر الخ یعنی اور ایسے ہی نصب مختار ہے اس وقت جب کہ رفع پڑھنا صفت کے ساتھ التباس مفسر کا سبب ہو جیسے قولہ انا کل شیٔ خلقناہ بقدر کہ یہاں کل شیٔ کا نصب مختار ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے انا خلقنا کل شیٔ خلقناہ بقدر اور وجہ اختیار نصب کی یہ ہے کہ مقصود آیۃ کریمہ سے دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تمام موجودات کا پیدا کرنے والا ہے دوسرے یہ کہ تمام چیزیں انداز کیساتھ پیدا ہوئی ہیں پس اگر کل شیٔ کو نصب دیں گے تو ترکیب اسطرح ہوگی کہ خلقنا فعل اور کل شیٔ اس کا مفعول بہ اور بقدر اس کی متعلق ہے اب اس صورت میں ہر دو مقصود مذکور اس ترکیب سے حاصل ہو جاتے ہیں اور معنی یہ ہیں کہ ہم نے ہر چیز کو اندازہ کیساتھ پیدا کیا۔ اور اگر کل شیٔ کو رفع دیں تو اس وقت اسمیں دو ترکیبوں کا احتمال ہے ایک یہ کہ کل شیٔ مبتدا اور خلقناہ بقدر

وَيُخْتَارُ النَّصْبُ[۱] بِالْعَطْفِ عَلٰی جُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ لِلتَّنَاسُبِ وَ

بَعْدَ حَرْفِ[۲] النَّفْيِ وَ الْاِسْتِفْهَامِ[۳] وَ اِذَا الشَّرْطِيَّةِ[۴] وَ حَيْثُ وَ

نحو مازیدا ضربتہ ۱۲ — نحو زیدا ضربتہ ۱۲

فِي[۵] الْاَمْرِ وَ النَّهْيِ اِذْ هِيَ[۶] مَوَاقِعُ الْفِعْلِ وَ عِنْدَ[۷] خَوْفِ لَبْسِ

عطف علی قولہ فی الامر والنہی ۱۲

الْمُفَسِّرِ بِالصِّفَةِ مِثْلُ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

؎۱ قولہ ویختار النصب الخ یعنی اسم مذکور میں چند جگہ ایسی ہیں کہ جن میں نصب مختار ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس جملہ کا جس میں یہ اسم واقع ہے جملہ فعلیہ متقدمہ پر عطف ہو جیسے ضربت زیداً وعمراً اکرمتہ۔ پس اس صورت میں نصب مختار ہوگا تاکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہو جائے ۱۲ ؎۲ قولہ وبعد حرف النفی، یہ نصب کے مختار ہونیکا دوسرا موضع ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب اسم مذکور حرف نفی کے بعد واقع ہوگا تو اس میں نصب مختار ہوگا حرف نفی سے مراد ما و لا و ان نافیہ ہیں لم و لما و لن نہیں جیسے ما زیداً ضربتہ۔ اور اس جگہ جواز رفع کے ساتھ نصب اس لئے مختار ہے کہ نفی حقیقت میں مضمون فعل کی ہوتی ہے پس فعل کو اس چیز کے متصل کرنا اولیٰ ہے جو کہ مضمون فعل کی نفی کرتی ہے ۱۲ ؎۳ قولہ وحرف الاستفہام الخ یعنی نصب کے مختار ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے أزیداً ضربتہ۔ اس لئے کہ حرف استفہام کا داخل ہونا فعل پر اولیٰ ہے اور وجہ اس کی وہی ہے جو کہ حرف نفی میں گذری۔ پھر یہاں حرف استفہام اس لئے کہا کہ بعد اسم استفہام کے رفع مختار ہے اور خاص ہمزہ استفہام کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ یہ حکم ہل کو بھی شامل ہو جیسے ہل زیداً ضربتہ ۱۲ ؎۴ قولہ واذا الشرطیۃ وحیث، یعنی جبکہ اسم مذکور اذا شرطیہ یا حیث کے بعد واقع ہو تو ان دونوں صورتوں میں بھی نصب مختار ہوگا۔ اور وجہ یہ ہے کہ اذا شرطیہ مجازات زمانی پر دلالت کرتا ہے جیسے اذا زیداً تلقہ فاکرمہ یعنی جب تو زید سے ملاقات کرے تو اسکی تعظیم کر۔ اور حیث مجازات مکانی پر جیسے حیث زیداً تجدہ فاکرمہ یعنی جس جگہ تو زید کو پائے اس کا اکرام کر۔ پس اذا شرطیہ کا دخول فعل پر اولیٰ ہے کیونکہ اس میں معنی شرط کے ہیں

لہٰذا بخوف التباس نصب کو اختیار کیا تاکہ کارخانہ مقصود میں خلل انداز نہو جائے اب اگر کوئی

اسکی خبر ہو اس صورت میں بھی معنی درست ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اسوقت یہ معنی ہیں کہ ہم نے سب چیزوں کو انداز کے ساتھ پیدا کیا اور ظاہر ہے کہ یہ معنی وہی ہیں جو کہ نصب کی صورت میں ہیں۔ دوسرے یہ کہ کل شیٔ میں شیٔ موصوف اور خلقناہ اسکی صفت ہو اور موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا اور بقدر اسکی خبر ہو یہ ترکیب مقصود کے خلاف ہے اس لئے کہ اسوقت معنی یہ ہیں کہ ہم نے جس چیز کو پیدا کیا وہ اندازہ سے ہے پس وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہیں جیسا کہ فرقہ معتزلہ کہتا ہے کہ بندوں کے افعال اختیاریہ باری تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہیں نعوذ باللہ منہ بہرحال رفع کی صورت میں چونکہ اندیشہ ہے کہ مفسر کا صفت کے ساتھ التباس نہو جائے

بالصفۃ کہنا صحیح ہے ۱۲

کہ جو اسم کہ اس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہو کہ اگر اسکو یا اس کے مناسب یعنی مرادف یا لازم کو اس اسم پر مسلط کریں تو وہ اس اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب نہ دے سکے جیسا کہ مثال مذکور میں اگر مبین فعل کو بار کیساتھ مقدم کریں تو زید مجرور ہو گا اور بدون بار کے مقدم کریں تو وہ مفعول ہو کر منصوب ہو گا۔ اسی طرح اگر اس کے مناسب بالترادف یعنی اذہب کو اس پر مسلط کریں تب بھی اسم مذکور منصوب ہو گا۔ بلکہ اس پر بنا بر نائب فاعل ہونیکے رفع آئیگا پس معلوم ہوا کہ مثال مذکور ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر سے نہیں ہے اور اس جیسی ترکیب میں بنا بر ابتداء کے رفع واجب ہے ۱۲ سکہ قولہ وکذلک کل شئ فعلوہ فی الزبر یعنی اور ایسے ہی فعلوا کل شئ فی الزبر باب ما اضمر عاملہ سے نہیں ہے اور مراد اس سے ہر وہ اسم ہے کہ جو ما اضمر عاملہ کی صورت میں ہے اور اسکے بعد ایسا فعل ہے کہ اگر اسکو اس اسم پر مقدم کریں تو معنی فاسد ہو جاتے ہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ میں معنی یہ ہیں کہ تمام افعال بندوں کی نامۂ اعمال میں درج ہیں صغیرا و کبیر کوئی فعل ایسا نہیں کہ جس درج ہونے سے رہ گیا ہو اور ترکیب آیۂ شریفہ کی یہ ہے کہ کل شئ میں شئ موصوف اور فعلوا اسکی صفت موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا اور فی الزبر ثابت کے متعلق ہو کر اسکی خبر ہے پس اس صورت میں کوئی اشکال نہیں لیکن جب ہم کل شئ کو باب ما اضمر عاملہ سے کہیں اور اس کو منصوب پڑھیں تو اشکال ہوتا ہے تسلیط مذکور یہاں متحقق نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر فعلوا کو کل شئ پر مسلط کریں تو قولہ تعالیٰ فی الزبر دو ترکیبوں کا احتمال رکھتا ہے یا تو وہ فعلوا کیساتھ متعلق ہو گا یا شئ کی صفت ہو گا اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں پہلی صورت تو اس لئے کہ اس وقت یہ معنی ہیں کہ انھوں نے سب چیزوں کو نامۂ اعمال میں کیا ہے یعنی صحائف اعمال انکے افعال کا محل ہے اور اس صورت میں فساد معنی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ صحائف اعمال بندوں کے افعال کی جگہ نہیں بلکہ جو افعال بندے کرتے ہیں وہ نامۂ اعمال میں درج ہوتے ہیں۔ اور دوسری صورت اسلئے باطل ہے کہ اس تقدیر پر خلاف مقصود لازم آتا ہے کیونکہ مقصود تو یہ تھا کہ بندے جتنے افعال کرتے ہیں وہ سب نامہائے اعمال میں درج ہیں اور اس صورت میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ جو چیزیں صحائف اعمال میں ہیں ان سب کو بندوں نے کیا ہے پس یہ وہم ہوتا ہے کہ بعض افعال عباد ایسے بھی ممکن ہیں کہ جنکو صحائف اعمال میں درج نہ کیا ہو اور یہ باطل ہے فائدہ زبر بضمتین زبور بالفتح کی جمع ہے زبور بمعنی میں مزبور یعنی مکتوب کے ہے اس لئے کہ زبر کے معنی کتابت کے ہیں فائدہ اگرچہ یہ دونوں مثالیں تسلیط مذکور کے متحقق ہونیکی وجہ سے ما اضمر عاملہ سے خارج ہیں مگر یہاں بصراحت ان دونوں کو خارج کرنے کی وجہ یہ پیش آئی ہے کہ ازید ذہب بہ میں کوئی شخص یہ سوال کر سکتا تھا کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ ما اضمر عاملہ جب حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو اسمیں نصب مختار ہو گا حالانکہ یہاں نصب کا مختار ہونا تو درکنار رفع واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کوئی کہہ سکتا ہے کہ ماقبل گذر چکا ہے کہ اسم مذکور میں جب رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ ۱۲

نصب اور ثانی میں رفع مختار ہو اس لئے کہ یہاں تسلیط مذکور کی شرط متحقق نہیں ۱۲

ویستوی الامران فی مثل زیدٌ قام وعمروٌ اکرمتہٗ

ویجب النصب بعد حرف الشرط وحرف التحضیض

فی الاسم المذکور ۱۲

مثل ان زیداً ضربتہٗ ولیس ازیدٌ ذُہِبَ بہٖ من

فالرفعُ وکذلک کل شئٍ فعلوہُ فی الزبر

سلہ قولہ ویستوی الامران الخ یعنی اسم مذکور میں رفع اور نصب دونوں برابر ہیں مثل زید قائم وعمروا اکرمتہ میں اور مراد مثل سے ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں ما اضمر عاملہ کا عطف جملہ ذات الوجہین یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر ہو کہ اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے جیسے زید قام وعمروا اکرمتہ کہ یہاں اگر عمرو کو مرفوع پڑھیں تو یہ جملہ اسمیہ ہو جائیگا اور اس کا عطف جملہ اسمیہ کبری یعنی زید قام پر ہو گا اور اگر منصوب پڑھیں تو جملہ فعلیہ ہو گا اور اس کا عطف جملہ فعلیہ صغری یعنی قام پر ہو گا اور چونکہ یہ دونوں جہتیں عطف کی مساوی ہیں اور دونوں میں معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان تناسب کی رعایت ہے لہذا ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی اور رفع اور نصب دونوں برابر ہونگے ۱۲ سکہ قولہ ویجب النصب الخ یعنی اسم مذکور میں جبکہ وہ بعد حرف شرط اور حرف تحضیض کے واقع ہو نصب واجب ہو گا حرف شرط کی مثال جیسے ان زیدا ضربتہ ضربک اور مثال حرف تحضیض کی قولہ الا زیداً ضربتہ پھر حرف شرط سے یہاں مراد ان اور لو ہے اس لئے کہ اما اگرچہ حرف شرط ہے لیکن اس کا حکم غیر طلب کے ساتھ اختیار نصب کا پہلے گذر چکا ہے اور حروف تحضیض الا اور ہلا اور لولا اور لوما ہیں حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد نصب اس لئے واجب ہے کہ ان حروف کا دخول فعل پر واجب ہے لفظاً یا تقدیراً۔ اس لئے کہ حرف شرط تعلیق زمانی پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ صرف فعل کے ساتھ سمجھا جاتا ہے ایسی ہی حرف تحضیض تندیم وتوبیخ فی الماضی اور ترغیب اور تحضیض فی الاستقبال کیلئے وضع کیا گیا ہے اور ماضی اور مستقبل بجز فعل کے کسی اور سے مستفاد نہیں ہوتے ۱۲ سکہ قولہ ولیس ازید ذہب بہ منہ الخ یعنی یہ مثال باب ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر سے نہیں ہے اور مراد اس مثال سے یہ ہے

میں موصول ہے اور اسم فاعل اس کا صلہ۔ صلہ موصول کے ساتھ مل کر مبتدار متضمن معنی شرط کو ہے۔ اور مبتدار کی خبر مثل جزاء کے ہے اور جو فار کہ اس مبتدار کی خبر پر داخل ہوتی ہے وہ خبر کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لئے ہے۔ اس لئے کہ وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزار کا سبب ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ اس فار کا ما بعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا پس تسلیط مذکور ممتنع ہو گئی اور جب تسلیط ممتنع ہو گئی تو آیہ ما اضمر عاملہ سے نہ ہوگی اور رفع بنا بر ابتداء کے واجب ہوگا۔ اور سیبویہ کہتا ہے کہ آیۃ کریمہ دو جملے مستقل ہیں یعنی الزانیۃ مبتدأ ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای حکم الزانیۃ والزانی اور الزانی کا عطف الزانیۃ پر ہے اور خبر مبتدأ کی محذوف ہے ای حکم الزانیۃ والزانی فیما یتلی علیکم بعد اور فار اس حکم موعود کے بیان کرنے کیلئے جملہ ثانیہ میں لائی گئی ہے اور سببیت کیلئے ہے ای ان ثبت زناہما فاجلدوا۔ پس آیۃ کریمہ مستقل دو جملے ہیں اور اس وقت تسلیط مذکور ممتنع ہوگی اس لئے کہ ایک جملہ کا جزء دوسرے جملے کے جزء میں عمل نہیں کرتا پس جب تسلیط مذکور ممتنع ہوگئی تو آیۃ مذکورہ باب ما اضمر عاملہ سے نہ ہوگی لہذا معلوم ہوا کہ نہ تو نحویوں کے قاعدہ میں کوئی نقص ہے اور نہ قرار کا اتفاق غلطی پر ہے ۱۲

وَنَحْوُ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ الفاءُ بمعنى الشرطِ عند المبرّدِ وجُملتان عند سيبويهِ والّا فالمُختارُ النصبُ

؎ قولہ ونحو الزانیۃ والزانی الخ یہاں واؤ عاطفہ ہے اور کل شیٔ فعلوہ پر اس کا عطف ہے۔ پس اس وقت تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ وکذا نحو الزانیۃ والزانی الخ اور جملہ الفار بمعنی الشرط تعلیل ہے۔ وقولہ جملتان مبتدار محذوف کی خبر ہے۔ ای ہذہ الآیۃ جملتان اور یہ جملہ بھی دوسری تعلیل ہے۔ جس کا تعلیل اول پر عطف ہے تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ یہ جملہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ فعل مفسر جب امر ہوگا تو ما اضمر عاملہ میں نصب مختار ہوگا پس آیۃ کریمہ میں چونکہ فعل مفسر امر ہے اور ما اضمر عاملہ اس سے قبل واقع ہے لہذا نصب مختار ہونا چاہئے تھا۔ کما مر۔ حالانکہ قرار سبعہ رفع پر متفق ہیں پس ضروری ہے کہ یا تو مصنف رح کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہو یا اتفاق قرار کا غلط ہو لیکن قرار کا اتفاق غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ قرار سبعہ نے جس پر اتفاق کیا ہے وہ قرآن ہے اور قرآن شائبہ اغلاط سے محفوظ ہے۔ پس لامحالہ یہ قاعدہ ہی غلط ہوگا۔ غرض یہ ایک اشکال ہے کہ جس سے ڈر کر نحویوں نے مختلف جواب دیئے ہیں۔ مبرد کہتا ہے کہ فاجلدوا میں فار بمعنی شرط یعنی فار جزار ہے جو کہ اپنے مدخول کو شرط سے ربط دینے کیلئے آتی ہے اور مطلب یہ کہ الف ولام الزانیۃ والزانی

؎ قولہ والا فالمختار النصب یعنی جب فار بمعنی شرط نہ ہو اور نہ آیت دو جملے ہوں تو آیت قاعدہ مسطورہ کے تحت میں داخل ہو جائیگی اور اس وقت نصب مختار ہوگا لیکن اس وقت اختیار نصب کا باطل ہے۔ اس لئے کہ قرار سبعہ نے رفع پر اتفاق کیا ہے پس ناچار اس فار کو بمعنی شرط کہا جائے گا یا آیت کو دو جملوں پر محمول کیا جائیگا تاکہ رفع معتبر ہو جائے۔ ترکیب قیاس اس طرح ہوگی ان لم تکن الفار بمعنی الشرط عند المبرد ولم تکن الآیۃ جملتین عند سیبویہ فالمختار النصب لکن النصب لیس بمختار لاتفاق القرار السبعۃ علی الرفع فلا بد ان تکون الفار بمعنی الشرط عند المبرد وتکون الآیۃ جملتین عند سیبویہ ۱۲ محمد مشیت اللہ عفرلہ دیوبندی مدرس مدرسہ

۲۰ ہو پس بقاعدہ مذکورہ بالا یہاں بھی معطوف علیہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی اور جب معطوف علیہ میں ضمیر ہوئی تو معطوف میں بھی ایک ضمیر ہونی چاہئے جو موصوف کی طرف عائد ہو تاکہ معطوف اور معطوف علیہ میں تناسب باقی رہے اور دونوں کا ایک حکم ہو۔ حالانکہ یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ معطوف یعنی قولہ اوذکر المحذر منہ میں کوئی ایسی ضمیر نہیں جو موصوف کیطرف عائد ہو۔ پس معطوف اور معطوف علیہ میں رعایت تناسب کی نہ ہوئی اور دونوں کا ایک حکم نہ ہوا۔ لہٰذا عطف کیونکر صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ معطوف میں عائد ہونا چاہئے تھا لیکن عائد کا فقط ضمیر میں منحصر ہونا ہم کو تسلیم نہیں بلکہ مظہر کے موقع میں مضمر کا آنا بھی عائد ہے پس معطوف مذکور عائد سے خالی نہیں کہ عطف مذکور صحیح نہ ہو ۱۲

الرابع[۱] التحذير[۲] وهو معمول بتقدير اتق تحذيرًا مما بعده او ذكر المحذر منه[۳] مكررًا مثل اياك[۴] والاسد واياك وان تحذف والطريق[۵] الطريق وتقول اياك من الاسد ومن ان تحذف

ل قولہ الرابع التحذیر یعنی جن مواضع میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبًا حذف کیا جاتا ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے اور باعث وجوب حذف کا اس جگہ تنگی مقام اور قلت فرصت ہے ۱۲ ۲ قولہ وہو معمول بتقدیر اتق الخ تحذیر کے معنی لغت میں ڈرانے کے ہیں جسکو ڈرایا جائے وہ محذر اور جس سے ڈرایا جائے وہ محذر منہ ہے اور اصطلاح نحاۃ میں تحذیر وہ اسم ہے جو بنابر مفعولیت اتق مقدر یا بَعِّد مقدر کا معمول ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ اتق مقدر کی وجہ سے منصوب ہو اور اس کو مابعد سے ڈرایا جائے دوسرے وہ کہ اتق مقدر کی وجہ سے منصوب ہو لیکن وہ محذر منہ ہو جس کو مکرر کیا گیا ہے پس تحذیر کی قسم اول اپنے مابعد سے محذر ہے اور قسم ثانی محذر منہ ہے جس کو مکرر کیا گیا ہے اور یہ دونوں قسمیں اس امر میں شریک ہیں کہ دونوں اتق مقدر کی وجہ سے منصوب ہوتی ہیں پھر عامل قولہ تحذیرًا کا یا تو محذِّر فعل محذوف ہے۔ ای حَذِّرْ ذلک المعمول تحذیرًا یا ذکر فعل محذوف ہے ای ذکر ذلک المعمول لاجل تحذیرہ۔ پس تحذیرًا پہلی صورت میں مفعول مطلق اور دوسری صورت میں مفعول لہ ہے اور یہی قریب الی القیاس۔ قولہ او ذکر المحذر منہ کا عطف ذکر یا حذر مقدر پر ہے اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ قولہ تحذیرًا مما بعدہٗ اپنے فعل مقدر کے ساتھ مل کر معمول کی صفت ہے اور فعل مقدر میں ایک ضمیر ہے جو معمول موصوف کی طرف عائد ہے اس لئے کہ جملہ جب صفت ہوتا ہے تو اس میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو کہ موصوف کی طرف لوٹتی ہے تاکہ صفت اور موصوف کے درمیان ارتباط حاصل ۱۲

کیطرف اشارہ کیا ہے یعنی جس طرح پر تحذیر کی نوع اول کی دو قسموں میں محذر منہ کو واؤ مذکور کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح من مذکور کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے ۱۲ محمد مشیت اللہ غفرلہ دیوبندی مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ۔

۳ قولہ مثل ایاک والاسد یہ تحذیر کی نوع اول کی مثال ہے اصل میں بعدک والاسد تھا اول لفظ نفس کو زیادہ کیا گیا اور بعد نفسک والاسد کہا گیا اسلئے کہ ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول کا اتصال معًا فعل کیساتھ جبکہ ان دونوں سے مراد شئی واحد ہو جائز نہیں مگر افعال قلوب میں جائز ہے جیسے علمتنی پس جب لفظ نفس زیادہ ہوا تو اب مفعول اسم ظاہر ہوگا اور محذور لازم نہ آئے گا۔ پھر جب تنگی مقام کی وجہ سے فعل کو حذف کیا گیا تو اس کیساتھ ضمیر فاعل کو بھی حذف کیا گیا اور لفظ نفس کو بھی اس لئے کہ اب اسکی ضرورت باقی نہ رہی اور ضمیر متصل کو منفصل سے بدلا پس ایاک والاسد ہو گیا ۱۲ ۴ قولہ وایاک وان تحذف یعنی بچا تو اپنے آپ کو لکڑی سے خرگوش کو مارنے سے اور لکڑی سے خرگوش کے مارنے کو اپنے آپ سے بچا۔ اور یہ بھی تحذیر کی نوع اول کی مثال ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ مثال اول میں محذر منہ اسم تحقیقی ہے اور مثال ثانی میں محذر منہ اسم تاویلی ہے حذف لغت میں لکڑی سے خرگوش کے مارنے کو کہتے ہیں ۱۲ ۵ قولہ والطریق الطریق الخ یہ تحذیر کی قسم ثانی کی مثال ہے اس میں الطریق محذر منہ مکرر ہے ای اتق الطریق یعنی بچ تو اس راستہ سے کہ جس میں آفت ہی جاننا چاہئے کہ قیاس عقلی اس کو مقتضی ہے کہ استعمال محذر منہ کا آٹھ صورتوں پر ہو اس لئے کہ محذر منہ یا تو اسم تحقیقی ہوگا یا اسم تاویلی اور استعمال ان دونوں کا یا من کے ساتھ ہوگا یا واؤ کے ساتھ پس یہ چار صورتیں ہیں جو کہ دو کو دو میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔ پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہیں اس لئے کہ واؤ اور من دو حال سے خالی نہیں مذکور ہوں گے یا محذوف غرض کہ ان دونوں صورتوں کو مذکورہ بالا چار صورتوں میں ضرب دینے سے آٹھ صورتیں ہوتی ہیں اور ان میں سے تین صورتیں ایسی ہیں کہ جن کا وجود خارج میں نہیں اس لئے کہ واؤ محذر منہ سے کبھی محذوف نہ ہوگا خواہ محذر منہ اسم تحقیقی ہو یا تاویلی ایسے ہی من محذر منہ سے جب کہ وہ اسم تحقیقی ہے کبھی محذوف نہ ہوگا بخلاف اسم تاویلی کے کہ اس سے من کا ۱۲

سو وہ یہ ہیں کہ قولہ ما فعل فیہ فعل۔ تمام اسمائے زمان و مکان کو شامل ہے۔ اس لئے کہ کوئی زمان یا مکان ایسا نہیں کہ جس میں کوئی نہ کوئی فعل نہ کیا گیا ہو۔ خواہ فعل کو ذکر کریں یا نہ کریں۔ پھر مذکور کی قید سے وہ زمان یا مکان خارج ہو جاتا ہے کہ جس میں وہ فعل ذکر کیا گیا ہے کہ جو مذکور نہیں جیسے یوم الجمعۃ یوم طیب۔ اور اگر کوئی کہے کہ مفعول فیہ کی یہ تعریف بعض مفعول بہ پر صادق آتی ہے۔ لہذا التعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں ہوئی۔ جیسے شہدت یوم الجمعۃ میں یوم الجمعۃ مفعول بہ ہے اور اس پر مفعول فیہ کی تعریف ما فعل فیہ فعل مذکور صادق آتی ہے۔ کیونکہ شہود نہیں ہوگا مگر یوم جمعہ میں۔ جواب یہ ہے کہ اکثر تعریفات میں قید حیثیت کی معتبر ہوتی ہے۔ پس گویا کہ مصنف رح نے اس جگہ یہ کہا المفعول فیہ ما فعل فیہ فعل مذکور من حیث انہ فعل فیہ فعل مذکور۔ پس جب قید حیثیت کی معتبر ہوئی تو اب مثال مذکور تعریف مفعول فیہ سے خارج ہو جائے گی اس لئے کہ یوم جمعہ کا ذکر شہدت یوم الجمعۃ میں اس حیثیت سے نہیں کہ فعل مذکور یعنی شہود اس میں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا ذکر اس حیثیت سے ہے کہ فعل مذکور یعنی شہود اس پر واقع ہے۔ پس شہدت یوم الجمعۃ کے معنی یہ ہیں کہ میں حاضر ہوا اور میں نے روز جمعہ کو پایا۔ نہ یہ کہ میں نے ایک چیز کو روز جمعہ میں پایا ۱۲ ۲۲

٤ قولہ من زمان او مکان یہ ما موصولہ یا موصوفہ کا بیان ہے اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں اور دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ یعنی ہر وہ زمان و مکان کہ جس میں فعل مذکور کیا جائے اس کو مفعول فیہ کہتے ہیں خواہ اس میں فی ملفوظ ہو یا مقدر اگر فی ملفوظ ہو تو مفعول فیہ مجرور ہوگا اور مقدر ہو تو منصوب ہوگا۔ اور یہ درحقیقت اصطلاح قوم کے خلاف ہے اس لئے کہ نحویوں کے نزدیک مفعول فیہ وہ مکان یا زمان ہے کہ جو تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہوتا ہے اور وہ زمان و مکان کہ جس میں فی ملفوظ ہو اس کو مفعول فیہ نہیں کہتے بلکہ وہ بواسطہ حرف جر کے مفعول بہ ہے پس معلوم ہوا کہ مصنف رح نے اس مقام پر جمہور کی مخالفت کی ہے ۱۲ ٥ قولہ وشرط نصبہ تقدیر فی یعنی مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو۔ اس لئے کہ اگر فی ملفوظ ہوگا تو وہ مجرور ہوگا ۱۲ ٦ قولہ وظروف الزمان کلہا الخ یعنی جمیع ظروف زمان مبہم ہوں یا محدود تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔ اس لئے کہ زمان مبہم مفہوم فعل کا جز ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب جز فعل کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کرتے ہیں تو وہ بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہوتا ہے جیسے مفعول مطلق لہذا ظرف زمان مبہم بھی تقدیر فی کو قبول کریگا۔ اور زمان محدود کو زمان مبہم پر محمول کرتے ہیں اس لئے کہ دونوں ذات یعنی زمانیت میں ٤۔

وإياك[1] أن تحذف بتقدير من ولا تقول[2] إياك الأسد

تقول ١٢ — اي بعد نفسك من ان تحذف ١٢ — بتقدير من ١٢

لامتناع تقدير من المفعول[3] فيه هو ما فعل فيه

فعل مذكور[4] من زمان او مكان وشرط[5] نصبه تقدير

اي تقدير في

في وظروف[6] الزمان كلها تقبل ذلك وظروف

۱ قولہ وایاک ان تحذف الخ یعنی نوع اول کی قسم ثانی میں محذر منہ کو بتقدیر من ذکر کرنا بھی جائز ہے۔ پس وایاک ان تحذف اصل میں ایاک من ان تحذف تھا من حرف جر کو حذف کر دیا گیا۔ اس لئے کہ حرف جر کا حذف کرنا اَن اور اَنّ سے تخفیف کے لئے جائز ہے
۲ قولہ ولا تقول ایاک الاسد الخ یعنی من کو مقدر کرکے ایاک الاسد کہنا جائز نہیں اس لئے کہ من کا حذف اسم صریح سے ناجائز ہے اور اگر کوئی کہے کہ ہم اس مثال میں واؤ عاطفہ کو مقدر مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اصل میں ایاک والاسد تھا۔ تو یہ جواب ہے کہ حذف واؤ عاطفہ کا اور بھی قبیح ہے۔ اس لئے کہ واؤ کا حذف بالکل ثابت نہیں۔ بخلاف حرف جر کے کہ اس کا حذف اَن اور اَنّ سے قیاسی اور ان کے غیر سے شاذ کثیر ہے ۱۲
۳ قولہ المفعول فیہ الخ یعنی تیسرا مفعول پانچ مفعولوں میں سے مفعول فیہ ہے اور وہ وہ زمانہ یا مکان ہے کہ جس میں فعل مذکور یعنی حدث کیا گیا ہو۔ پس فعل سے مراد فعل لغوی یعنی حدث ہے۔ اور مذکور سے مراد عام ہے تضمنی ہو کہ ضمن میں فعل ملفوظ یا مقدر کے واقع ہو یا ضمن میں شبہ فعل ملفوظ یا مقدر کے ہو جیسا کہ صمت یوم الجمعۃ میں صوم تضمناً صمت میں مذکور ہے۔ یا التزامی ہو جبکہ کوئی عامل ایسا پایا جائے کہ حدث پر التزاماً دلالت کرتا ہے یا مطابقی ہو۔ اور یہ اس جگہ کہ عامل مصدر ہو جیسے اعجبنی جلوسک امام زید باقی فوائد قیود

٤ شریک ہیں ۱۲ محمد مشیت اللہ عفرلہ دیوبندی مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ

ے قولہ ولفظ مکان الخ یعنی لفظ مکان کو جہات ستہ پر محمول کیا ہے بوجہ کثرت استعمال کے نہ کہ بسبب ابہام کے اس لئے
کہ کثرت استعمال مقتضی تخفیف ہے اور تخفیف تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہونے میں ہے ۱۲ ے قولہ وما بعد دخلت علی الاصح
یعنی ایسے ہی دخلت کے مابعد کو اس کے کثیر الاستعمال ہونے کی وجہ سے مکان مبہم پر حمل کرتے ہیں اگرچہ وہ معین اور محدود ہی
ہو۔ اور یہ یعنی اس کا مکان مبہم پر حمل کرنا مذہب اصح پر ہے اور مراد دخلت سے وہ فعل ہے کہ اس کا مفعول فیہ مفعول بہ کی مشابہ
ہو۔ پھر قید علی الاصح کی یہاں پر اس لئے ہے کہ بعض نحوی اس طرف گئے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہے اس لئے
کہ فعل متعدی جس طرح کہ بدون
مفعول بہ کے تمام نہیں ہوتا
اسی طرح دخول کے معنے بھی
بدون اس کے مابعد کے ملائے
تمام نہیں ہوتے پس معلوم ہوا
کہ مابعد دخلت کا مفعول بہ ہے
مفعول فیہ نہیں۔ بخلاف جمہور
کے کہ وہ مابعد دخلت کو مفعول
فیہ کہتے ہیں اور یہ دلیل پیش
کرتے ہیں کہ یہ وہ مصدر کہ جو فعول
کے وزن پر ہو اکثر لازم ہوتا ہے
پس دخول بھی لازم ہوگا اور اس
کے لئے مفعول بہ درکار نہ ہوگا
دوسرے اگر دخول کے فعل لازم
ہونے سے بھی قطع نظر کی جائے
تب بھی مابعد دخلت کا مفعول بہ
نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ ہم
دیکھتے ہیں کہ جب مفعول بہ پر فی
کو داخل کرتے ہیں تو معنی فاسد
ہو جاتے ہیں۔ جیسے ضربت
زیداً میں اگر مفعول بہ پر لفظ
فی داخل کرکے ضربت فی زید
کہیں تو معنی درست نہ ہونگے
بخلاف مابعد دخلت کے کہ یہاں
بعد دخول فی کے معنی صحیح
ہوجاتے ہیں جیساکہ دخلت
الدار میں اگر دخلت فی الدار کہیں
تو یہ صحیح ہے۔ پس ثابت ہوا کہ
دخلت کا مابعد مفعول فیہ ہے نہ
کہ مفعول بہ ۱۲ ے قولہ وینصب
بعامل مضمر الخ یعنی مفعول فیہ بلا
شرط تفسیر عامل مضمر سے منصوب
ہوتا ہے۔ جیسے کوئی کہے متیٰ سرت

المکانِ اِنْ کانَ مُبهمًا قبلَ ذٰلکَ والّا فلا وفُسِّرَ

المُبهمُ بالجهاتِ السِّتِّ وحُمِلَ علیهِ عندَ ولَدٰی

اى على ظرف المكان المبهم ١٢

وشِبهُهما لابهامهما ولفظُ مکانٍ لِکثرتهٖ و

وهو دون وسوى ١٢ — اى حمل عليه ١٢

ما بعدَ دخلتُ علی الاصحِّ ویُنصَبُ بعاملٍ

مُضمرٍ وعلی شریطةِ التفسیر

ے قولہ وظرف المکان ان کان مبہمًا الخ یعنی مکان اگر مبہم ہوگا تو زمان مبہم پر
حمل کرتے ہوئے اس کا منصوب ہونا تقدیر فی کے ساتھ صحیح ہوگا اس لئے کہ دونوں وصف
ابہام میں شریک ہیں جیسے جلست خلفک اور مکان محدود ہو تو تقدیر فی کے ساتھ اس کا
منصوب ہونا درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا اشتراک زمان مبہم کے ساتھ بالکل نہیں نہ
ذات میں اور نہ صفت میں جیسے جلست فی المسجد ۱۲ ے قولہ وفسر المبہم الخ جب مصنف
نے کہا کہ مکان مبہم تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہوتا ہے تو اب مکان مبہم کو بتانا ضروری ہوا
تاکہ مبتدیوں کی حیرت زائل ہوجائے پس فرمایا کہ جہات ستہ کو مکان مبہم کہتے ہیں۔ جہات
ستہ یہ ہیں آگے۔ پیچھے۔ دائیں۔ بائیں۔ اوپر۔ نیچے۔ ان کی کوئی حد اور نہایت نہیں ۱۲ ے
قولہ وحمل علیہ عند ولدی الخ یعنی مبہمات مذکورہ پر عند اور لدی اور ان دونوں کے
مشابہ دون اور سوا کو محمول کیا گیا ہے اس لئے کہ ان میں ایک قسم کا ابہام ہے ۱۲ ؁

اور اس کے جواب میں یوم الجمعة کہیں ای سرت یوم الجمعة ے قولہ وعلی شریطة التفسیر۔ یہ بلا شریطة التفسیر پر معطوف
ہے اور معطوف علیہ اس جگہ بقرینہ مقام محذوف ہے اور مطلب یہ کہ مفعول فیہ عامل مقدر سے بشرط تفسیر منصوب ہوجاتا ہے
جیسے یوم الجمعة صمت فیہ ای صمت یوم الجمعة صمت فیہ اور یہاں پر بھی وہی پانچ صورتیں جو مفعول بہ میں مذکور ہیں متصور ہوتی ہیں
(۱) اختیار رفع جیسے یوم الجمعة صمت فیہ (۲) اختیار نصب جیسے ایوم الجمعة صمت فیہ (۳) وجوب رفع جیسے ایوم الجمعة صمت فیہ (۴) وجوب
نصب جیسے ان یوم الجمعة صمت فیہ (۵) تساوی الطرفین جیسے زید صام ویوم الجمعة صمت فیہ ۱۲ مش

۵۲ ۵۱

المفعولُ لهُ۱ هو ما فُعِلَ لاجلهِ فعلٌ مذكورٌ مثل

مفعول مالم یسم فاعلہ ۱۲ — ای ہو موصولۃ او موصوفۃ

ضربتهُ تاديبًا۲ وقعدتُ۳ عن الحربِ جُبنًا خلافًا۴

للزجّاج فانّهُ عندهُ مصدرٌ وشرطُ۵ نصبهِ

ای ہذا القسم من المنصوب ۱۲ — ای مفعول مطلق ۱۲ — مبتدا ۱۲

تقديرُ اللامِ وانّما۶ يجوزُ حذفُها اذا كانَ فعلًا

خبر ۱۲ — ای حذف اللام

لفاعلِ الفعلِ المعلّلِ بهٖ ومقارنًا لهٗ في الوجودِ

مضاف ۱۲ — موصوف ۱۲ — عطف علیٰ فعلا ۱۲

۱؎ قولہ المفعول لہ الخ یعنی مفعول لہ وہ ہے کہ جس کے حاصل کرنے یا اس کے پائے جانے کے سبب فعل مذکور کیا گیا ہو۔ فعل سے مراد فعل لغوی ہے اور تعریف میں قولہ ما جنس ہے جو کہ تمام مفاعیل کو شامل ہے اور قولہ فعل لاجلہ الخ فصل ہے کہ اس سے تمام مفاعیل خارج ہو جاتے ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ بعض اوقات مفعول لہ کے فعل کو ذکر نہیں کیا جاتا جیسا کہ تادیبًا۔ اس آدمی کے جواب میں کہیں کہ جس نے لم ضربت زیدًا۔ کہا پس یہ تعریف تمام افراد مفعول لہ کو شامل نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ مذکور سے مراد عام ہے حقیقۃً مذکور ہو یا حکمًا پس مثال مذکور میں فعل اگرچہ حقیقۃً مذکور نہیں مگر حکمًا مذکور ہے ۱۲ ۲؎ قولہ مثل ضربتہ تادیبًا۔ یہ مثال اس مفعول لہ کی ہے کہ جس کے حاصل کرنے کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہے اس لئے کہ تادیب ضرب سے حاصل ہوتی ہے اور اس پر مرتب ہے ۱۲ ۳؎ قولہ وقعدت عن الحرب جبنًا یہ مثال اس مفعول لہ کی ہے کہ جس کے پائے جانے کے سبب فعل مذکور

کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ متکلم سے قعود بسبب اس کی بزدلی اور خوف کے ہوا ہے ۱۲ ۴؎ قولہ خلافًا للزجاج الخ یعنی جمہور کے نزدیک مفعول لہ معمول مستقل ہے اور زجاج کے نزدیک وہ معمول مستقل نہیں بلکہ غیر لفظ فعل سے مفعول مطلق ہے۔ پس زجاج کے نزدیک ضربتہ تادیبًا کے معنی ادبتہ بالضرب تادیبًا کے ہیں نیز قعدت عن الحرب جبنًا کے معنی جبنت فی القعود عن الحرب جبنًا کے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو زجاج کا یہ قول صحیح نہیں۔ اس لئے کہ تاویل کرکے ایک نوع کو دوسری نوع میں داخل کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول عین ثانی ہو جائے ورنہ تاویل سے حال بھی مفعول فیہ ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مثلاً جاء زید راکبًا کو تاویل کرکے معنی میں جاء زید فی وقت الرکوب کے کہہ سکتے ہیں ۱۲ ۵؎ قولہ وشرط نصبہ الخ یعنی مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو اس لئے کہ اگر لام مذکور ہو گا تو وہ مجرور ہو گا۔ مصنف رح کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک مفعول لہ اس چیز کا نام ہے کہ جس کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو خواہ لام اس میں مذکور ہو یا مقدر البتہ اس کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو اور یہ بھی خلاف اصطلاح قوم کے ہے۔ اس لئے کہ وہ مذکور اللام کو مفعول لہ نہیں کہتے ۱۲ ۶؎ قولہ وانما یجوز حذفہا الخ یعنی مفعول لہ کے لام کا حذف دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ وہ فعل معلل بہ کے فاعل کا اثر ہو۔ یعنی فاعل فعل معلل بہ کا اور فاعل مفعول لہ کا ایک شئی ہو۔ دوسرے مفعول لہ وجود میں فعل معلل بہ کا مقارن ہو۔ یعنی زمانہ وجود فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا متحد ہو۔ اب اگر کوئی کہے کہ مصنف رح نے انما یجوز حذفہا کہا صرف انما یجوز نہ کہا حالانکہ اس میں اختصار تھا۔ اس لئے کہ یجوز کی ضمیر کو تقدیر لام کی طرف راجع کرنے سے مطلب صحیح ہو جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ صرف انما یجوز کہنا کافی نہ تھا۔ اس لئے کہ تقدیر اسقاط عن اللفظ اور ابقاء فی النیۃ سے عبارت ہے اور حذف مجرد اسقاط عن اللفظ کو کہتے ہیں خواہ نیت میں باقی رہے یا نہ رہے۔ پس اگر اس جگہ لفظ حذفہا کو زیادہ نہ کرتے اور ضمیر یجوز کو تقدیر لام کی طرف راجع کرتے تو یہ وہم ہوتا کہ لام کے نیت میں باقی رہنے کے لئے یہ شرط ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں اس لئے کہ ابقاء فی النیۃ اپنی اصل پر ہے اس کے لئے شرط کی حاجت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مصنف رح کا یہ کلام بلا ضرورت طویل نہیں ہوا

(بقیہ صفحہ ۶۸ پر ملاحظہ فرمائیے)

المفعولُ مَعَهٗ هو مذکورٌ بعدَ الواوِ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُولِ فِعلٍ لفظًا اَوْ مَعْنًى

مبتدا ۱۲ — ای کان الفعل لفظا ۱۲

اور ہے اور مفعول لہ یعنی اصلاح بدن کا اور ہے۔ پس شرط اقتران زمان کی متحقق نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ شربت الدواء اصلاحا للبدن بمعنی شربت الدواء ارادۃ اصلاح البدن ہے۔ پس اس وقت زمانہ ارادہ اصلاح بدن اور شرب دوار کا ایک ہے اور دونوں میں اقتران زمان متحقق ہے۔ لہذا اب کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا ۱۲ لہ قولہ المفعول معہ یعنی مفعول معہ وہ اسم ہے کہ جس کی مصاحبت سے فعل کیا گیا ہو خواہ یہ مصاحبت فاعل کے ساتھ ہو یا مفعول کے ساتھ اب اگر کوئی کہے کہ کلمہ معہ کا قولہ المفعول کے لئے مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ اس لئے کہ الف ولام معنی میں الذی کے ہے اور مفعول بمعنی فعل پس لفظ معہ کو مرفوع ہونا چاہئے تھا نہ کہ منصوب۔ جواب یہ ہے کہ بعض نحویوں نے اس کو جائز رکھا ہے کہ جب فعل کی اسناد لازم النصب کی طرف ہو تو اس کو منصوب ہی باقی رکھا جائے۔ تاکہ اکثر احوال کے ساتھ اس کی موافقت ہو جائے

ؔ قولہ ہو المذکور بعد الواو لمصاحبۃ الخ لام لمصاحبۃ میں مذکور کے متعلق ہے اور یہ معنی ہیں کہ مفعول معہ وہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد واقع ہو بوجہ مصاحبت معمول فعل کے خواہ وہ معمول فاعل ہو جیسے استوی الماء والخشبۃ یعنی پانی لکڑی کے ساتھ بلندی میں برابر ہو گیا۔ یا وہ مفعول ہو جیسے کفاک وزیدا درہم۔ اور خواہ وہ فعل لفظی ہو یا معنوی فعل لفظی کی مثال ماقبل مذکور ہو چکی ہے اور فعل معنوی کی مثال مالک وزیدا ہے ای ماتصنع وزیدا یعنی تو زید کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ تنبیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ جو اسم واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہو وہ مفعول معہ ہو جیسے کل رجل وضیعۃ میں واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہے اور مفعول معہ نہیں۔ اس لئے کہ مفعول معہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ معمول فعل کے ساتھ زمان واحد میں مصاحب ہو جیسے سرت وزیدا یا مکان واحد میں مصاحب ہو جیسے لو ترکت الناقۃ وفصیلہا لرضعہا ۱۲

(بقیہ صفحہ ٦٧ یہ ہے) بلکہ اس کی حاجت بھی پھر تعریف مفعول لہ میں قیود مذکورہ کی فوائد یہ ہیں کہ اذا کان فعلاً ای اثراً کہنے سے وہ چیز خارج ہو گئی جو کہ اثر نہیں بلکہ عین یعنی موجود فی الخارج ہے جیسے جئتک للسمن اور فعلاً لفاعل الفعل المعلل بہ کہنے سے وہ شئی خارج ہو گئی جو کہ فعل معلل بہ کے فاعل کا اثر نہیں بلکہ غیر فاعل فعل معلل بہ کا اثر ہے جیسے جئتک لاکرامک ایای جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہاں فاعل جئت کا متکلم اور فاعل اکرام کا مخاطب ہے اور جب مقارنا فی الوجود کہا تو اس سے وہ مفعول لہ خارج ہو جائیگا جو کہ فعل معلل بہ کے ساتھ زمانہ میں شریک نہیں جیسے اکرمتک الیوم لوعدی بذلک امس اس لئے کہ زمانہ فعل معلل بہ یعنی اکرمت کا آج کا دن اور زمانہ مفعول کا کل گذشتہ ہے پھر فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا اشتراک زمانی تین قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو جیسے ضربتہ تادیبا زمانہ تادیب اور ضرب کا ایک ہے اور ان دونوں کے درمیان حقیقت میں تغایر نہیں دوسرے یہ کہ فعل معلل بہ کا کل زمانہ مفعول لہ کے بعض زمانہ کے ساتھ متحد ہو جیسے قعدت عن الحرب جبناً کہ زمانہ قعود کا مفعول لہ کے بعض زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ کل زمانہ مفعول لہ کا فعل معلل بہ کے بعض زمانہ کے ساتھ متحد ہو جیسے شہدت الحرب ایقاعاً للصلح بین الفریقین۔ اس لئے کہ ایقاع صلح کا زمانہ لڑائی میں حاضر ہونے کے زمانہ کا بعض ہے۔ پس اس مثال میں مفعول لہ کا کل زمانہ فعل معلل بہ کے بعض زمانہ کے ساتھ متحد ہے فافہم (فائدہ) مفعول لہ کے منصوب ہونے کی یہ دو شرطیں یعنی فاعل فعل معلل بہ اور مفعول لہ کے زمانہ کا ایک ہونا اور دونوں کا وجود زمان میں ایک دوسرے کے مقارن ہونا اس لئے ہیں کہ ان دو شرطوں کی وجہ سے مفعول لہ کی مفعول مطلق کے ساتھ مشابہت ہو جائے۔ پس جس طرح مفعول مطلق کا تعلق فعل کے ساتھ بلا واسطہ ہے اسیطرح مفعول لہ کا تعلق بھی فعل کے ساتھ بلا واسطہ ہو جائے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ شربت الدواء اصلاحاً للبدن میں اصلاحاً مفعول لہ ہے اور زمانہ فعل معلل بہ یعنی شرب دوا کا

محمد مشیت اللہ غفرلہ دیوبندی مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ

امکان خاص بمعنی سلب ضرورت طرفین ہے۔ اور یہ معنی ہیں کہ عطف اور نصب اس جگہ پر جائز ہیں کہ عطف کرنا اور نہ کرنا دونوں ضروری نہ ہوں۔ اور اس کے مقابلہ میں والاتعین النصب سے جو عدم جواز مفہوم ہوتا ہے وہ معنی میں امتناع کے ہے۔ اس لئے کہ لفظ الّا سے امکان خاص کی نفی ہے جیسا کہ گذرا۔ اور امکان خاص کی نفی میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جانب مخالف کا ثبوت ضروری ہو یعنی عطف ممتنع ہو۔ دوسرے یہ کہ جانب موافق کا ثبوت ضروری ہو یعنی عطف واجب ہو۔ بر تقدیر ثانی جزا شرط پر مرتب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ جب عطف واجب ہوگا

فان کانَ الفعلُ لفظًا وجاز العطفُ فالوجهانِ[١]
(شرط١٢ — عطف على الشرط١٢ — اى جائزان١٢)

مِثلُ جئتُ انا وزیدٌ وزیدًا والّا تعیّنَ النصبُ[٢] مِثلُ

جئتُ وزیدًا وان کانَ معنًى وجاز العطفُ تعیّنَ[٣]
(شرط١٢ — جزاء١٢)

العطفُ نحو ما لزیدٍ وعمرٍو والّا تعیّنَ النصبُ[٤] مثل

مالَكَ وزیدًا وما شانُكَ وعمرًا لانّ المعنٰى[٥] ما تصنع

ا؎ قوله فان کان الفعل لفظًا الخ یعنی اگر فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف اس کے ماقبل پر جائز ہو تو اس وقت مفعول معہ میں دو وجہ ہیں۔ عطف کرنا بھی جائز ہے اور بنابر مفعولیت کے نصب دینا بھی جائز ہے جیسے قولہ جئت انا وزیدٌ وزیدًا کہ اس جگہ واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل اَنا کے ساتھ کی گئی ہے۔ پس عطف جائز ہوگا۔ اور بنابر عطف کے زید پر رفع پڑھا جائے گا اور نصب دینا بھی جائز ہوگا۔ اس لئے کہ وہ مفعول معہ ہے ١٢ ٢؎ قوله والاتعین النصب الخ یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب بنابر مفعولیت کے متعین ہو جائے گا جیسے قولہ جئت وزیدًا۔ اس لئے کہ اس جگہ ضمیر متصل کی تاکید منفصل نہ آنے کی وجہ سے عطف ممتنع ہے۔ لہذا سوائے نصب کے اور کوئی صورت نہیں پس نصب واجب ہوگا ١٢ (فائدہ) قول مصنف رح جاز العطف میں جواز سے مراد

تو نصب متعین نہ ہوگا۔ پس لامحالہ کہنا پڑے گا کہ لفظ الّا سے جو عدم جواز مفہوم ہوتا ہے اس سے مراد امتناع ہے تاکہ محذور لازم نہ آئے فتامل فانہ دقیق ١٢ ٣؎ قوله وان کان الفعل معنی الخ اور اگر فعل معنوی ہو یعنی ایسا امر ہو کہ جو لفظ سے مستنبط ہوتا ہو اور عطف جائز ہو یعنی ممتنع نہ ہو۔ یہاں جواز بمعنی امکان عام ہے خواہ عطف واجب ہو یا نہ ہو تو اس صورت میں عطف متعین ہوگا جیسے قولہ ما لزید وعمرو اسلئے کہ اسمیں فعل معنوی ہے اور عطف امر ظاہر ہے پس یہ نہ ہوگا کہ امر ظاہر کو چھوڑ کر امر ضعیف خفی کو اختیار کریں لہذا عطف متعین ہوگا ١٢ ٤؎ قوله والاتعین النصب الخ یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو اس صورت میں نصب متعین ہو جائیگا اس لئے کہ یہاں سوائے نصب کے اور کوئی صورت نہیں جیسے مالک وزیدًا و

ما شانک وعمرًا کہ ان دونوں مثالوں میں عطف ممتنع ہے اور وجہ امتناع عطف یہ ہے کہ اگر ضمیر مجرور پر عطف کریں تو ضمیر مجرور پر بدون اعادہ جار کے عطف لازم آئیگا اور وہ جائز نہیں۔ اسی طرح عمرو کا عطف اگر شانک میں شان پر کریں تو یہ بھی جائز نہیں۔ کیونکہ اسوقت خلاف مقصود لازم آئیگا۔ مقصود دونوں کی شان سے سوال کرنا ہے نہ کہ ایک کی شان اور دوسرے کی ذات سے یہاں پر مصنف رح دو مثالیں اس لئے لائے ہیں کہ پہلی مثال مجرور بحرف جر کی ہے اور دوسری مثال مجرور باضافت اور دونوں میں عطف جائز نہ ہونے کی وجہ سے نصب متعین ہے ١٢ ٥؎ قوله لان المعنی ما تصنع الخ یہ امثلہ مذکورہ میں فعل کے معنوی ۲۶

نہیں فرمایا۔ اور اگر کوئی کہے کہ حال کی تعریف میں لفظ اَوْ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حال صرف فاعل یا مفعول سے ہوتا ہے دونوں سی نہیں ہوتا حالانکہ وہ کبھی فاعل اور مفعول دونوں سے ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمروًا راکبین۔ جواب یہ ہے کہ یہ تردید علی سبیل منع الخلو ہے نہ کہ علی سبیل منع الجمع۔ اور مطلب یہ کہ حال بیان ہیئت فاعل ومفعول بہ سے خالی نہ ہوگا خواہ ایک کی ہیئت بیان کرے یا دونوں کی پس اب یہ تعریف اس صورت کو بھی شامل ہوگی کہ حال فاعل اور مفعول بہ دونوں کی ہیئت بیان کرے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ حال کبھی مفعول مطلق اور مفعول معہ اور مضاف الیہ سے بھی ہوتا ہے جیسے ضربت الضرب شدیدًا اور جاءنی زید وعمروًا راکبًا۔ اور قولہ تعالیٰ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ پس فاعل و مفعول کی تخصیص نہ ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ اس جگہ فاعل ومفعول بہ سے مراد عام ہے حقیقی ہوں یا حکمی۔ اب مفعول مطلق اگرچہ حقیقۃً مفعول بہ نہیں حکمًا مفعول بہ ہے۔ اس لئے کہ ضربت ضربًا شدیدًا کے معنی احدثت الضرب شدیدًا کے ہیں۔ اور یہی حال مفعول معہ کا ہے اگر وہ فاعل کے مصاحب ہو تو حکمًا فاعل اور مفعول بہ کے مصاحب ہو تو وہ حکمًا مفعول بہ ہے۔ اسی طرح مضاف الیہ کو سمجھو کہ مضاف الیہ سے حال اس وقت ہوگا جب کہ مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو اور مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کرنا صحیح ہو۔ جیساکہ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ میں مضاف مفعول بہ ہے اور مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کرنا صحیح ہے چنانچہ بل نتبع ابراہیم حنیفا کہہ سکتے ہیں۔ پس گویا کہ اس صورت میں ذوالحال فاعل یا مفعول بہ ہے اور جب تعریف مذکور میں بجائے لفظ یبین کے یُبَیِّن بصیغہ ماضی معلوم یا تبیین بصیغہ مضارع مجہول پڑھا جائے اور بہ اس کے متعلق کیا جائے تو اس وقت مفعول مطلق اور مفعول معہ سے حال اس میں داخل ہو جائیگا اور اس قدر تعمیم کی حاجت نہ ہوگی لیکن مضاف الیہ سے حال کے لئے اب بھی اس تعمیم کی ضرورت ہوگی جو ماقبل مذکور ہوئی ۱۲ ؎۳ قولہ ضربت زیدًا قائمًا یہ مثال فاعل لفظی اور مفعول لفظی دونوں سے حال واقع ہونے کی ہو سکتی ہے اس لئے کہ فاعل لفظی اور مفعول لفظی سے مراد یہ ہے کہ فاعلیت فاعل کی اور مفعولیت مفعول کی لفظ کلام سے سمجھی جائے خارج از لفظ کسی امر کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ پس اگر قائمًا کو ضمیر متکلم سے حال کہیں تو یہ حال فاعل لفظی سے ہو جائے گا۔ اور یہ معنی ہوں گے کہ میں نے زید کو کھڑے ہونیکی حالت میں مارا۔ اور اگر قائمًا کو زیدًا سے حال کہیں تو یہ مفعول لفظی سے حال ہو جائیگا۔ اور یہ معنی ہوں گے کہ میں نے زید کو اس کے کھڑے ہونیکی حالت میں مارا۔ اور ظاہر ہے کہ مثال مذکور میں فاعلیت متکلم کی اور مفعولیت زید کی لفظ کلام سے سمجھی جاتی ہے ۱۲ ؎۴ قولہ وزیدٌ فی الدار قائمًا الخ یہ مثال بھی ع

؎۱ ہوئی نہ باعتبار معنی خارج از لفظ کے ۱۲ بندہ محمد مشیت اللہ عفرلہ

اَلْحَالُ؎۱ مَا یُبَیِّنُ؎۲ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ بِهٖ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا؎۳ وَزَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا؎۴

؎۱ قولہ الحال حال لغت میں حال الشئ یحول بمعنی برگشتن تبدیل پذیرفتن سے ماخوذ ہے۔ اور حال اصطلاحی کو بھی حال اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اکثر اوقات انقلاب اور تغیر سے خالی نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ عبدالغفور۔ ؎۲ قولہ ما یبین ہیئۃ الفاعل الخ یعنی نحویوں کی اصطلاح میں حال وہ چیز ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی وہ ہیئت بیان کرے کہ جو بوقت صدور فعل یا بوقت وقوع فعل کے پائی جاتی ہے۔ پھر فاعل ومفعول بہ عام ہیں خواہ لفظی ہوں یا معنوی۔ اس تعریف میں قولہ ما جنس ہے تمام اسماء کو شامل ہے اور لفظ ہیئت سے تمیز خارج ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ ذات کو بیان کرتی ہے نہ کہ صفت کو جیسے اعطیتہ عشرین درہمًا کہ اس جگہ درہم۔ بعینہ عشرون ہے۔ پھر ہیئت کی فاعل اور مفعول بہ کیطرف اضافت کردینے سے وہ چیز خارج ہو جائیگی جو کہ غیر فاعل ومفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرتی ہے جیسے زید العالم اخوک میں العالم مبتدار کی صفت ہے اور اس کی ہیئت کو بیان کرتی ہے نہ فاعل اور مفعول کی ہیئت کو پس اس قید سے مبتدار کی صفت سے احتراز ہو جائیگا۔ لیکن بایں ہمہ فاعل ومفعول کی صفات ابھی تک تعریف حال میں داخل ہیں انکی اخراج کیلئے مناسب یہ ہے کہ قید حیثیت کا اعتبار کیا جائے اور کہا جائے کہ حال وہ ہے کہ جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو اس حیثیت سے بیان کرے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ ہے پس اس وقت فاعل ومفعول بہ کی صفات بھی تعریف حال سے خارج ہو جائیں گی اس لئے کہ وہ فاعل ومفعول بہ کی ہیئت پر مطلقًا دلالت کرتی ہیں اس حیثیت سے دلالت نہیں کرتیں کہ وہ فاعل ہے یا مفعول بہ۔ اور وجہ یہ کہ صفت ہمیشہ اسی معنی پر دلالت کرتی ہے کہ جو متبوع میں پائے جاتے ہیں اس میں یہ حیثیت ملحوظ نہیں ہوتی کہ وہ متبوع فاعل ہے یا مفعول بہ اور یہی وجہ ہے کہ جاءنی زید العاقل میں زید کا صفت عاقل کے ساتھ اتصاف ہر حالت میں ہے خواہ جاء کو ذکر کریں یا نہ کریں بخلاف حال کے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت پر مطلقًا دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ اس میں فاعلیت ومفعولیت کی حیثیت معتبر ہے۔ پھر حیثیت کی یہ قید اگرچہ کلام مصنف رح میں مذکور نہیں۔ مگر چونکہ تعریفات میں اکثر حیثیت کی قید معتبر ہوتی ہے لہذا شہرت پر اعتماد کرکے مصنف علام نے اس کو ذکر

وهذا[1] زيدٌ قائمًا وعاملها[2] الفعلُ او شبهُه او معناه
وشرطها[3] ان تكون نكرةً وصاحبها[4] معرفةً غالبًا و
مبتدا ۱۲
ارسلها[5] العراكَ ومررتُ به وحدَه ونحوه متأوَّلٌ

لہ قوله وہذا زید قائما یہ مثال مفعول بہ معنوی سے حال واقع ہونیکی ہے فاعل اور مفعول بہ معنوی سے مراد یہ ہے کہ فاعلیت فاعل کی اور مفعولیت مفعول کی منطوق کلام سے نہیں سمجھی جاتی بلکہ فحوائے کلام سے سمجھی جاتی ہے جیساکہ اس جگہ مفعولیت زید کی باعتبار لفظ اور منطوق کلام کے نہیں سمجھی جاتی بلکہ باعتبار معنی اشارہ اور تنبیہ کے مفہوم ہوتی ہے جو لفظ ہذا سے سمجھے جاتے ہیں پس اس وقت تقدیر کلام یہ ہوگی۔ اُشیر الی زید وانبہ زیدا حال کو نہ قائما۔ بہرحال اگرچہ مطلق تنبیہ اور مطلق اشارہ لفظ ہذا سے منطوق ہے۔ مگر یہ اشارہ اور تنبیہ جوکہ متکلم کی طرف منسوب ہے فحوائے کلام ہی سے مفہوم ہوتی ہے۔ الغرض یہ مثال مفعول معنوی سے حال واقع ہونے کی ہے نہ لفظی سے ۱۲ ؎ قوله وعاملها الخ یعنی حال کا عامل کبھی تو فعل ہوتا ہے ملفوظ یا مقدر جیسے جاء نی زید راکبا وزید فی الدار قائما۔ اور کبھی شبہ فعل ہوتا ہے جو عمل فعل کا کرتا ہے اور فعل نہیں ہوتا۔ جیسے زید ذاہب راکبا۔ اور کبھی معنی فعل ہوتے ہیں بدون تصریح فعل اور تقدیر فعل کے جیسے ہذا زید قائما۔ کہ اس مثال میں عامل فعل کے معنی ہیں جو کہ فحوائے کلام سے مستنبط ہوتے ہیں نہ فعل ملفوظ ہے اور نہ مقدر ہے ۱۲ ؎ قوله وشرطها الخ یعنی حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ اسلئے کہ معنی حدثی مقید ذوالحال اسکی قید ہے پس اگر حال معرفہ ہوگا تو فوقیت قید کی مقید پر لازم آئیگی اور یہ امر نہایت مذموم ہے ۱۲ ؎ قوله وصاحبها الخ یعنی ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اسلئے کہ وہ حقیقت میں محکوم علیہ ہے اور اصل محکوم علیہ میں تعریف ہے۔ لہٰذا وہ معرفہ ہوگا لیکن کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے جیساکہ لفظ غالبًا سے معلوم ہوتا ہے پھر مصنف رح کا قول غالبًا اسکے قول معرفہ کے متعلق نہیں ہوسکتا ورنہ کلام مصنف میں تناقض پیدا ہو جائیگا۔ اسلئے کہ اشتراط کا تو اقتضایہ ہے کہ ذوالحال ہر جگہ معرفہ ہو اور قولہ غالبًا کا اقتضایہ ہے کہ ہر جگہ معرفہ نہو بلکہ اکثر جگہ معرفہ ہو بعض جگہ نکرہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہ معنی شرطیت کے منافی ہیں پس اگر منافات سے بچنے کیلئے ہم قولہ غالبًا کو اشتراط کے متعلق کریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت کلام کے یہ معنی ہوں گے کہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط اکثر مواد میں ہے نہ کہ بعض مواد میں۔ پس اب محذور مذکور لازم نہ آئیگا۔ نیز ہو سکتا ہے کہ قولہ صاحبہا معرفۃ مبتدا و خبر ہو کر قولہ وشرطہا ان تکون نکرۃ پر معطوف ہو اب اس صورت میں قولہ غالبًا کا تعلق قولہ معرفۃ سے بھی ہو جائیگا۔ اور اعتراض مذکور لازم نہ آئیگا۔ اس لئے کہ اسوقت کلام کے یہ معنی ہیں کہ حال کے لئے نکرہ ہونا شرط ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے ۱۲ ؎ قوله وارسلها العراک الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حال کے لئے نکرہ ہونا شرط ہے۔ پس شرط مذکور کا اقتضایہ ہے کہ حال معرفہ نہ ہو حالانکہ چند مواضع ایسے ہیں کہ جنمیں حال معرفہ واقع ہوتا ہے جیسے ارسلہا العراک اور مررت بہ وحدہٗ اور فعلت جہدک۔ پس حال کے نکرہ ہونے کی شرط کیونکر درست ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ یہ سب متاوّل ہیں یعنی ان میں تاویل کرلی گئی ہے مصنف رح کا یہ قول دو جواب پر مشتمل ہے جنمیں سے ایک تسلیمی اور دوسرا انکاری ہے جواب تسلیمی یہ ہے کہ مثلاً وارسلہا العراک میں الف ولام زائد ہے اور العراک بمعنی معترک ہے ایسے ہی مررت بہ وحدہٗ میں وحدہٗ معنی میں متوحدًا نکرہ کے ہے۔ اور ایسے ہی فعلت جہدک میں جہدک معنی میں مجتہدًا نکرہ کے ہے پس ان مثالوں میں حال اگرچہ صورت میں معرفہ کے ہے لیکن حقیقت میں نکرہ ہے اور جواب انکاری یہ ہے کہ العراک اور وحدہ اور جہدک اپنے اپنے فعل محذوف کے مفعول مطلق ہیں۔ ای تعترک العراک ویتفرد وحدہ ای انفرادہٗ وتجتہد جہدک حال نہیں ہیں بلکہ حال جملہ فعلیہ ہے جس میں یہ مفعول مطلق واقع ہیں اور چونکہ جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے اس لئے اب کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ (فائدہ) جاننا چاہئے کہ قولہ وارسلہا العراک الخ لبید شاعر کے شعر کا ایک جزء ہے پورا شعر اس طرح ہے۔ وارسلہا العراک ولم یذدہا۔ ولم یشفق علی نغص الدخال حاصل شعر کا یہ ہے کہ ایک دن لبید شاعر نے پہاڑ پر سے حمار وحش نر اور اسکی مادینوں کو دیکھا کہ حمار وحش نے اپنی مادینوں کو پانی پینے کے لئے چھوڑا اور خود ان کی نگہبانی کے لئے ایک طرف۔ کھڑا ہو گیا کہ کوئی شکاری ان کا شکار نہ کرے۔ پس یہ دیکھکر لبید شاعر نے کہا۔ وارسلہا العراک الخ۔ یعنی حمار وحش نے اپنی مادینوں کو ایک ساتھ چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور نہ اس امر کا خوف کیا کہ وہ اجتماع کی وجہ سے پوری طرح سیراب نہ ہو سکینگی۔

(محمد مشیت اللہ غفرلہ)

فَاِنْ كَانَ[1] صَاحِبُهَا نَكِرَةً وَجَبَ تَقْدِيمُهَا وَلَا يَتَقَدَّمُ[2] عَلَى الْعَامِلِ الْمَعْنَوِيِّ بِخِلَافِ الظُّرُوفِ وَلَا[3] عَلَى الْمَجْرُورِ عَلَى الْاَصَحِّ وَكُلُّ مَا دَلَّ[4] عَلَى هَيْئَةٍ صَحَّ اَنْ يَّقَعَ حَالًا

[1] قوله فان كان صاحبها نكرة الخ یعنی جب ذوالحال نکرہ ہو تو تقدیم حال کی ذوالحال پر واجب ہوگی۔ ورنہ ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت کیساتھ التباس ہوگا جیسے رأیت رجلاً راکباً کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ راکباً رجلاً کی صفت ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حال واقع ہو۔ پس اسوقت حال کو ذوالحال پر مقدم کریں گے تاکہ حال کا صفت کے ساتھ التباس نہ ہو۔ اس لئے کہ صفت اپنے موصوف پر کبھی مقدم نہیں ہوتی۔ بخلاف حال کے کہ وہ ذوالحال پر مقدم ہو سکتا ہے پس جب حال کو ذوالحال پر مقدم کریں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ حال ہے صفت نہیں۔ پھر ذوالحال کے منصوب ہونے کی حالت میں جب بخوف التباس حال کو ذوالحال پر مقدم کیا گیا تو دیگر مواضع میں بھی طرداً للباب مقدم کیا گیا ۱۲ [2] قوله ولا یتقدم علی العامل الخ یعنی حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عامل معنوی عامل ضعیف ہے پس وہ بوجہ اپنے ضعف عمل کے اپنے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا بخلاف ظرف کے کہ وہ عامل معنوی پر مقدم ہو سکتا ہے اس لئے کہ ظرف میں وسعت زیادہ ہے ۱۲ [3] قوله ولا علی المجرور الخ یعنی حال اپنے ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہو سکتا خواہ وہ مجرور باضافت ہو یا مجرور بحرف جر لیکن اگر مجرور باضافت ہو تو حال کی تقدیم اسپر بالاتفاق ممنوع ہے اس لئے کہ حال وجود میں ذوالحال کا تابع اور فرع ہے۔ پس جس طرح کہ مضاف الیہ کا تقدم مضاف پر ناجائز ہے اسی طرح تابع مضاف الیہ کا تقدم بھی مضاف پر ناجائز ہوگا۔ اور اگر حال کو صرف مضاف الیہ پر مقدم کریں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے اور اگر ذوالحال مجرور بحرف جر ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنے

میں اختلاف ہے۔ اکثر نحوی تقدیم مذکور کو ناجائز کہتے ہیں۔ چنانچہ یہی مذہب مصنف رح کا ہے۔ اور اسی وجہ سے علی الاصح کہا۔ ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ مجرور جار پر مقدم نہیں ہوتا۔ پس متعلق مجرور بھی بطریق اولیٰ جار پر مقدم نہ ہوگا۔ اور جو لوگ کہ تقدیم مذکور کو جائز کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ حرف جر تعدیہ میں عین تفعیل اور ہمزہ افعال کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے یعنی جس طرح پر باب تفعیل میں کبھی عین کی تضعیف اور باب افعال میں کبھی ہمزہ فعل لازم کو متعدی کرنے کے لئے ہوتا ہے اسی طرح حرف جر سے بھی کبھی فعل لازم کو متعدی کیا جاتا ہے۔ پس گویا حرف جر تمام فعل اور اس کے بعض حروف سے ہے اور اس اعتبار سے مثلاً ذہبت راکبۃً بہند اذہبت راکبۃً ہنداً کے مرادف ہے۔ پس حال کی تقدیم ذوالحال پر ناجائز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ مجرور حقیقت میں مجرور نہیں بلکہ حرف جر اجزاء فعل سے ہے پھر جاننا چاہئے کہ ان بعض نحویوں کی جانب سے اہل مذہب اصح پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس میں کافۃ حال ہے جو مجرور بحرف جر یعنی للناس سے حال واقع ہے اور اس پر مقدم ہے۔ پس تقدیم مذکور ناجائز نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ کافۃ اس جگہ لفظ ناس سے حال نہیں بلکہ کاف خطاب سے حال ہے اور لفظ تا کافۃ میں مبالغہ کیلئے ہے یا یہ کہ کافۃ سرے سے حال ہی نہیں بلکہ وہ مفعول مطلق ہے۔ ای رسالۃ کافۃ ہکذا قیل۔ فافهم ۱۲ [4] قوله وكل مادل الخ یعنی جو اسم کہ ہیئت پر دلالت کرے خواہ جامد ہو یا مشتق وہ حال ہو سکتا ہے مصنف رح کا مقصود اس سے ان بعض نحاۃ پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حال کے لئے مشتق یا معنی میں مشتق کے ہونا شرط ہے چنانچہ فرمایا کہ حال کے لئے مشتق ہونا ضروری نہیں اور یہ ضروری ہے کہ جس جگہ جامد حال واقع ہو اس کو بتاویل مشتق کیا جائے اس لئے کہ مقصود حال سے بیان ہیئت ہے پس اگر جامد سے بیان ہیئت ہو جائے تو اس کو بتاویل مشتق کرنیکی کیا ضرورت ہے ۱۲ ۲ ۲ ۲

(محمد مشیت اللہ دیوبندی غفرلہ مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ)

مؤخر ہوگا۔ اس لئے کہ رطبیت ہذا کے ساتھ اس حیثیت سے متعلق ہے کہ وہ مفضل علیہ ہے اور چونکہ مفضل علیہ من تفضیلی سے مؤخر ہوتا ہے لہذا اس کا مفضل علیہ ہونا باعتبار ضمیر منہ کے ہوگا اور لامحالہ مفضل علیہ یعنی رطبًا کا اتصال ضمیر منہ کیساتھ واجب ہوگا اور بعض نحوی جو یہ کہتے ہیں کہ بسرًا میں عامل ہذا کے معنی ہیں ای اشیر الیہ حال کونہ بسرًا یہ قول صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اشارہ اس وقت ہو جب کہ خرمے خشک ہوں گدرے نہ ہوں۔ پس یہ اشارہ بسریت کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ذات تمر حالت بسریت میں حالت رطبیت سے اطیب ہے۔ عام ازیں کہ اشارہ اور تکلم اسوقت ہو جبکہ وہ بسر (گدرے) ہیں یا اسوقت جبکہ رطب (پختہ کھجوریں) ہیں یا اس وقت جب کہ وہ تمر خشک (چھوارے) ہیں۔ فافہم واحفظ ۱۲

مثلُ ہٰذا بُسرًا اطیبُ منہ رطبًا وقد تکونُ

بسرًا اور رطبًا فی قولہم ۱۲ ہو ما بقی فیہ حموضۃ ۱۲ الحال ۱۲

جملۃً خبریۃً فالاسمیۃ بالواو والضمیر او بالواو

بالجملۃ ۱۲ ای وحدہ ۱۲

او بالضمیر علیٰ ضعفٍ

لہ قولہ مثل ہذا بسرًا الخ ہذا البسر اطیب منہ رطبًا میں بسرًا اور رطبًا اسم جامد حال واقع ہیں اس لئے کہ بسرًا صفت بسریت (گدراپن) اور رطبًا صفت رطبیت (پختہ پن) پر دلالت کرتا ہے پس اس جگہ بسر کو بتاویل مبسر اور رطب کو بتاویل مرطب کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسی طرح دونوں جامد حال ہیں۔ پھر رطبًا میں تو عامل سب کے نزدیک اطیب ہے اور بسرًا میں بھی محققین کے نزدیک یہ ہی عامل ہے۔ لیکن ان لوگوں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اس پر اس کا معمول مقدم نہیں ہوسکتا پس کیا وجہ کہ یہاں بسرًا کو اس کے عامل پر مقدم کیا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ نحویوں کے نزدیک یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب شئی واحد کیساتھ دو حال دو اعتبار مختلف سے متعلق ہوں تو ہر ایک کا اپنے متعلق کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں اعتباروں میں اشتباہ نہ رہے۔ پس مثال مذکور میں چونکہ بسریت مشار الیہ بہذا کے ساتھ اس حیثیت سے متعلق ہے کہ وہ مفضل ہے لہذا ضروری ہے کہ بسرًا کو ہذا کے ساتھ متصل کریں تاکہ وہ من تفضیلی پر مقدم ہو جائے اس لئے کہ مفضل من تفضیلی پر مقدم ہوتا ہے اور مفضل علیہ مؤخر۔ جیسا کہ الشمس انور من القمر میں شمس مفضل اور قمر مفضل علیہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ بسریت مشار الیہ بہذا کے ساتھ مفضل ہونے کی حیثیت سے اسوقت معتبر ہوگی جب کہ اطیب میں اس کی ضمیر لائی جائے گی اس سے پہلے اس کو مفضل کہنا باطل ہے اس لئے کہ مفضل اسم تفضیل کا مدخول ہے نہ کوئی اور چیز۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ ضمیر بہ نسبت اسم ظاہر کے کالعدم ہے لہذا اسم ظاہر کو قائم مقام ضمیر کا کرکے اسم ظاہر کے ساتھ مفضل کے اتصال کو واجب کیا گیا اور بسریت کو اس کے ساتھ مفضل ہونے کی حیثیت سے متعلق کیا گیا پس بسرًا کا اتصال ہذا کے ساتھ ہوگا۔ اور من تفضیلی پر اس کا تقدم ہوگا۔ بخلاف رطبًا کے کہ وہ ہذا سے

۲ہ قولہ وقد تکون جملۃ خبریۃ یعنی حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے پس لفظ قد سے اس کی تقلیل کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ حال مثل خبر مبتداء کے ہے اور اصل خبر میں افراد ہے۔ پس حال میں بھی افراد اصل ہوگا۔ باقی رہا جملہ انشائیہ سو وہ حال نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اوپر مذکور ہوا کہ حال ذوالحال سے بمنزلہ خبر کے ہے اور خبر محکوم بہ ہوتی ہے پس حال بمنزلہ محکوم بہ کے ہوگا اور ظاہر ہے کہ جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں ہوسکتا ہے مگر بتاویل پس وہ حال نہ ہوگا۔ پھر جملہ چونکہ افادہ میں مستقل ہے لہذا وہ دوسری شئی کے ساتھ ارتباط کو مقتضی نہیں۔ بخلاف حال کے کہ وہ ذوالحال کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے پس حال جملہ ہوگا تو لامحالہ رابطہ اسمیں ضروری ہوگا اور وہ رابطہ ضمیر او واؤ ہے ۱۲ ۳ہ قولہ فالاسمیۃ الخ یعنی جملہ اسمیہ اگر حال واقع ہو تو اس میں یا تو واؤ اور ضمیر دونوں لائیں گے اس لئے کہ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی ہے لہذا اس کو ذوالحال کیساتھ ربط دینے والا رابطہ بھی زیادہ قوی ہونا چاہئے جیسے جئت و انا راکب ۱۲ ۴ہ قولہ او بالواو یعنی یا رابطہ جملہ اسمیہ حالیہ میں صرف واؤ ہوگا۔ اس لئے کہ واؤ اول امر میں ربط پر دلالت کرتا ہے لہذا اس پر اکتفا کیا جائیگا جیسے کنت نبیًا وآدم بین الماء والطین ۱۲ ۵ہ قولہ او بالضمیر الخ یعنی یا جملہ اسمیہ حالیہ میں رابط صرف ضمیر ہوگی۔ لیکن صرف ضمیر سے متلبس ہوکر جملہ اسمیہ کا حال واقع ہونا ضعیف ہے اس لئے کہ ضمیر کے لئے لازم نہیں ہے کہ وہ مثل واؤ کے ابتداء میں واقع ہو پس وہ ربط پر اول امر میں دلالت نہیں کرتی جیسے کلمتہ فوہ الی فی ۱۲ محمد مشیت اللہ غفرلہ دیوبندی

والمضارعُ المثبتُ بالضميرِ وحدهٗ[1] وما سواهما[2]

نحو جاءنی زید یضرب ۱۲

بالواوِ والضميرِ او باحدهما ولا بدّ[3] في الماضي المثبت

من قد ظاهرةً او مقدرةً ويجوز[4] حذفُ العامل

ای عامل الحال ۱۲

كقولك للمسافر راشداً مهدياً ويجب[5] في المؤكدة

ای لمن یرید السفر ۱۲ — الحال ۱۲

مثل زيدٌ ابوكَ عطوفاً ای احقّهٗ

سلہ قولہ والمضارع المثبت الخ یعنی اگر فعل مضارع مثبت حال ہو تو اس وقت اس میں تنہا ضمیر ربط کے لئے کافی ہوگی اس لئے مضارع مثبت اسم فاعل کے مشابہ ہے اور اسم فاعل میں ربط کیلئے ضمیر ہی کافی ہے۔ پس اس کے مشابہ میں بھی ضمیر کافی ہوگی لیکن فعل مضارع کا حال ہونا اس وقت صحیح ہوگا جبکہ وہ حرف استقبال یعنی سین اور لن سے خالی ہو ۱۲ سلہ قولہ ماسواہما الخ یعنی ہر وہ جملہ کہ ان دونوں جملوں کے علاوہ ہو خواہ وہ مضارع منفی ہو یا ماضی مثبت یا ماضی منفی تو اسوقت تینوں صورتیں جائز ہیں یا تو واؤ اور ضمیر دونوں ربط کے لئے لائیں گے یا ان میں سے کسی ایک پر اکتفاء کریں گے اور اس صورت میں ضمیر پر اکتفاء کرنے میں کسی قسم کا ضعف نہیں۔ اس لئے کہ جملہ فعلیہ کا استقلال مثل جملہ اسمیہ کے نہیں ہے مضارع منفی کی مثالیں جیسے جاءنی زید وما یتکلم غلامہ اور جاءنی زید ما یتکلم غلامہ اور جاءنی زید وما یتکلم عمرو۔ ماضی مثبت کی مثالیں جیسے جاءنی زید وقد خرج غلامہ اور جاءنی زید قد خرج غلامہ اور جاءنی زید وقد خرج عمرو۔ ماضی منفی کی مثالیں جیسے جاءنی زید وما خرج غلامہ اور جاءنی زید ما خرج غلامہ اور جاءنی زید وما خرج عمرو ۱۲ سلہ قولہ ولابد فی الماضی المثبت الخ یعنی ماضی مثبت پر جب کہ وہ حال واقع ہو لفظ قد کا داخل ہونا ضروری ہے خواہ قد لفظوں میں موجود ہو یا مقدر ہو اس لئے کہ ماضی زمانہ گذشتہ کی خبر دیتی ہے اور حال وہ ہے کہ جو زمانہ موجودہ پر دلالت کرے۔ پس لامحالہ ماضی پر جبکہ وہ حال واقع ہو قد کو داخل کردیتے ہیں تاکہ ماضی کو حال کے نزدیک کردے۔ صورۃً اور مجازاً نہ کہ حقیقۃً اس لئے کہ قد حقیقت میں زمانہ ماضی کو زمانہ حال لغوی کے جو کہ زمانہ تکلم ہے نزدیک کرتا ہے۔ نہ کہ زمانہ حال اصطلاحی کے کہ وہ زمانہ صدور فعل کا ہے مثال قد کی کہ لفظوں میں ظاہر ہو جیسے جاءنی قد رکب غلامہ اور مثال قد مقدرہ کی جیسے قولہ تعالیٰ او جاءکم حصرت صدورہم ای قد حصرت اور یہ قول سیبویہ اور مبرد کے خلاف ہے اس لئے کہ قد کا حذف ان کے نزدیک جائز نہیں۔ پس وہ کہتے ہیں کہ حصرت صدورہم حال نہیں بلکہ حال سیبویہ کی نزدیک محذوف ہے اور جملہ حال محذوف کی صفت ہے جاؤکم قوماً حصرت صدورہم اور مبرد کہتا ہے کہ حصرت صدورہم جملہ دعائیہ ہے۔ باقی رہا آیت کا ترجمہ تو وہ حال کہنے کی صورت میں تو یہ ہوگا وہ جماعت تمہارے قتل کے لئے اس حال میں آئی کہ وہ تنگدل تھی۔ اور دعا سمجھنے کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ جماعت تمہارے قتل کے لئے آئی دل اس قوم کے تنگ ہوجیو ۱۲ سلہ قولہ ویجوز حذف العامل الخ اور حال کے عامل کا حذف کرنا جائز ہے جبکہ اس کے حذف پر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو۔ جیساکہ کوئی شخص سفر کا ارادہ کرے اس کو راشداً مہدیاً کہیں اس مثال میں راشداً حال ہے اور اس سے پہلے لفظ سر محذوف ہے۔ جس کو بقرینہ حال مخاطب کے حذف کردیا گیا ہے ای سر راشداً مہدیاً اور قولہ مہدیاً یا تو راشداً کی صفت ہے یا حال بعد حال ہے۔ قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے راکباً اس شخص کے جواب میں کہیں کہ جس نے کہا کیف جئت ای جئت راکباً پس جئت کو بقرینہ سوال مذکور کے حذف کردیا گیا ہے ۱۲ سلہ قولہ ویجب فی المؤکدۃ الخ یعنی حال مؤکدہ میں عامل کا حذف کرنا واجب ہے اور حال مؤکدہ وہ ہے جو اپنے ذوالحال سے غالباً جدا نہ ہو۔ جیسے قولہ زید ابوک عطوفاً ای احقہ یہاں عطوفاً حال مؤکدہ ہے۔ اس لئے کہ عطوفت اور مہربانی اغلب یہ ہے کہ باپ سے جدا نہیں ہوتی پس اس سے پہلے احقہ فعل محذوف ہے اور اس کا حذف کرنا واجب ہے ۱۲

محمد مشیت اللہ عفرلہ

وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ مُقَرِّرَةً لِمَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ اِسْمِيَّةٍ

مبتدا، خبر ۱۲، صفة للجملة

اَلتَّمِيْزُ مَا يَرْفَعُ الْاِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ عَنْ ذَاتٍ

موصوفة او موصولة ۱۲، موصوف ۱۲

مَذْكُوْرَةٍ اَوْ مُقَدَّرَةٍ

صفت ۱۲

لہ قولہ وشرطہا ان تکون مقررۃ الخ یعنی عامل حال مؤکدہ کے وجوب حذف کی شرط یہ ہے کہ وہ حال مؤکدہ مضمون جملہ اسمیہ کا ثابت کرنے والا ہو پس اس قید سے وہ حال خارج ہو جائیگا جو کہ جملہ کے بعض اجزاء کی تقریر کرتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ انا ارسلناک للناس رسولا میں رسولاً حال ہے اور صرف رسالت کی تقریر کرتا ہے۔ پس اس مثال میں عامل کا حذف واجب ہو گا۔ نیز جملہ اسمیہ کی قید سے وہ حال مؤکدہ خارج ہو جائیگا۔ جو کہ جملہ فعلیہ کی تقریر کرتا ہے جیسے انا انزلناہ قرآناً عربیاً۔ پھر عامل حال مؤکدہ کے وجوب حذف کیلئے ایک دوسری قید کا اضافہ کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ جملہ اسمیہ ایسے دو اسموں سے مرکب نہ ہو کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی حال میں عمل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو ورنہ مذکور عمل کرے گا اور حذف عامل واجب نہ ہوگا۔ جیسے اللہ شاہد قائماً بالقسط۔ الغرض بعد تحقق ہونے شرط مذکور کے حال مؤکدہ کے عامل کا حذف کرنا واجب ہے اور یہ اس لئے کہ جملہ سابقہ عامل محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً زید ابوک عطوفاً میں متکلم کا مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ زید مخاطب کا باپ ہے اور اس پر شفقت کرنے والا ہے مخاطب کو صرف ابوہ زید کی خبر دینا نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جملہ سابقہ اُحِقُّہ پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اَحِقُّہ کو حذف کیا بخلاف اس حال مؤکدہ کے جو مضمون جملہ فعلیہ کی تقریر کرتا ہے کہ وہاں عامل حال کا حذف کرنا واجب نہیں۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا جملہ اسمیہ نہیں جو کہ قائم مقام فعل کے ہو جاتے ۱۲

لہ قولہ التمیز الخ یعنی تمیز وہ اسم ہے جو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے اس ابہام کو دور کرے جو کہ اس کے معنی موضوع لہ میں راسخ ہو چکا ہے۔ پس تعریف مذکور میں قولہ ما جنس ہے تمام اسماء کو شامل ہے اور قولہ یرفع الابہام بدل کو خارج کرتا ہے۔ اسلئے کہ بدل مبدل منہ سے ابہام کو رفع کرنے کیلئے نہیں ہوتا بلکہ مبدل منہ حکم میں متروک کے ہے اور بدل مقصود ہوتا ہے پس بدل ترک مبہم اور ایراد معین کے لئے ہے نہ کہ کسی چیز سے رفع

ابہام کے لئے۔ پھر قولہ المستقر کے یہ معنی ہیں کہ وہ ابہام معنی موضوع لہ میں اس حیثیت سے کہ وہ موضوع لہ ہے راسخ اور قرار پکڑ گیا ہو اور یہ معنی اس لئے ہیں کہ مستقر اگرچہ لغت میں بمعنی ثابت ہے لیکن وہ مطلق ہے اور مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور فرد کامل ابہام وضعی ہے یہاں وہی مراد ہوگا مصنف کے قول المستقر سے تین چیزیں خارج ہوتی ہیں۔ ایک لفظ مشترک کی صفت جیسے رأیت عیناً جاریۃً۔ اس لئے کہ کلمہ جاریہ کا لفظ عین سے ابہام کو رفع کرتا ہے۔ اور یہ ابہام لفظ عین کی وضع میں نہیں بلکہ استعمال میں باعتبار تعدد موضوع لہ کے پیدا ہوا ہے دوسرے صفت مبہم کی جیسے ہذا الرجل اس لئے کہ ہذا اصلاً یا تو مفہوم کلی کے لئے وضع کیا گیا ہے بشرط استعمالہ فی الجزئیات۔ اور اس وقت ظاہر ہے کہ مفہوم کلی میں کوئی ابہام نہیں بلکہ ابہام از راہ تعدد مستعمل فیہ پیدا ہوا ہے اور یا یہ کہ تحت الکلی جتنی جزئیات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور ظاہر ہے کہ ہر جزئی میں از راہ وضع کے ابہام نہیں بلکہ ابہام ہذا میں بسبب تعدد موضوع لہ کے پیدا ہوا ہے پس ہذا کی صفت الرجل اگرچہ اس سے ابہام کو دور کرتی ہے لیکن چونکہ یہ ابہام وضعی نہیں لہذا وہ تمیز سے خارج ہو جائے گی تیسرے عطف بیان جیسے قولک ابو حفص عمر۔ اس لئے کہ ہر ایک ابو حفص اور عمر سے شخص معین کیلئے وضع کیا گیا ہے پس دونوں میں سے کسی میں ابہام نہیں۔ لیکن چونکہ وہ عمر کے نام سے زیادہ مشہور ہیں لہذا ابو حفص میں بوجہ عدم شہرت کے خفا ہے اور یہ خفا عمر کہنے سے زائل ہو جاتا ہے پس عمر عطف بیان ہے نہ کہ تمیز اس لئے کہ تمیز کے لئے ممیز میں ابہام وضعی ہونا چاہئے اور یہ ابہام وضعی نہیں ہے اور قولہ عن ذات الخ نعت اور حال سے احتراز ہے اس لئے کہ یہ دونوں اس ابہام کو دور کرتے ہیں۔ جو وصف مستقر میں ہوتا ہے ابہام ذات کو دور نہیں کرتے پھر جاننا چاہئے کہ قولہ مذکورۃ او مقدرۃ۔ قولہ ذات کی صفت ہے اور اس میں تمیز کی دو قسموں کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ایک تمیز تو وہ ہے جو ذات مذکورہ سے ابہام مستقر کو دور کرتی ہے جیسے رطل زیتاً۔ دوسرے وہ کہ ذات مقدرہ سے ابہام مستقر کو دور کرتی ہے جیسے طاب زید نفساً۔ اس لئے کہ وہ قوۃ میں طاب شئی منسوب الی زید کے ہے اور نفساً تمیز ہے جو شئی سے ابہام کو رفع کرتی ہے ۱۲

ا قولہ فالاول الخ یعنی تمیز کی قسم اول جو کہ ابہام کو ذات مذکورہ سے دور کرتی ہے وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے مفرد سے مراد یہ ہے کہ جملہ اور شبہ جملہ نہ ہو۔ اور مقدار اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس سے اشیاء کا اندازہ کیا جائے۔ جیسے عدد۔ کیل۔ وزن۔ مساحت وغیرہ ۱۲ ۲ قولہ اما فی عدد الخ یعنی مفرد مقدار یا تو ضمن میں عدد کے پائی جائے گی جیسے عشرون درہما۔ اس لئے کہ عشرون عدد مبہم ہے کہ اس کا مصداق معلوم نہیں کہ کونسی چیز ہے درہم یا دینار یا ان کے غیر۔ پس جب درہما کہا تو تمام محتملات سے امتیاز ہو گیا۔ اور اگر کوئی کہے کہ عشرون عدد معین کے لئے وضع کیا گیا ہے بیس سے کم اور زیادہ پر اس کا اطلاق نہیں آتا۔ پس اس میں ابہام وضعی نہ ہوا۔ اور جواب یہ ہے کہ عدد سے مقصود معدود ہے پس جب معدود میں ابہام ہوا تو گویا عدد میں بھی ابہام ہوا ۱۲۔ ۳ قولہ وسیاتی یعنی تمیز عدد کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ باب اسماء عدد میں آئیگا ۱۲ ۴ قولہ واما فی غیرہ یعنی یا وہ مفرد مقدار غیر عدد کے ضمن میں متحقق ہوگی جیسے رطل زیتا۔ ومنوان سمنا وعلی التمرۃ مثلہا زبدا۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمیز غیر عدد کی صرف ایک مثال کافی تھی مصنف رح نے اس قدر مثالوں کو کیوں ذکر کیا۔ جواب یہ ہے کہ تمیز کا عامل اسم تام ہوتا ہے۔ پس مصنف رح نے چاہا کہ بذریعہ مثالوں کے اسم تام کی تمام صورتوں کو ذکر کریں۔ چنانچہ اسم یا تنوین سے تام ہوتا ہے۔ یا نون تثنیہ سے یا نون جمع سے۔ یا اضافت سے جیسا کہ امثلہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور اگر کوئی کہے کہ الف ولام سے بھی تو اسم تام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمامی اسم سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے وہ کسی دوسری چیز کی طرف مضاف نہ ہو سکتا ہو۔ پس جب کہ الف ولام کیساتھ بھی اسم مستحیل الاضافت ہے تو الف ولام سے بھی اسم تام ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ یہاں وہ اسم تام مراد ہے جو کہ ناصب تمیز ہو معرف باللام چونکہ ناصب نہیں لہذا وہ خارج ہے۔ تفصیل مقام کی یہ ہے کہ اسم جب ان اشیاء کے ذریعہ سے تام ہوگا تو اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ہو جائے گی۔ پس جس طرح فعل اپنے فاعل سے تام ہوتا ہے اسی طرح یہ اسم بھی اشیاء مذکورۃ الصدر میں سے کسی ایک کے ذریعہ تام ہوتا ہے۔ لہذا یہ اشیاء تو بمنزلہ فاعل کے اور تمیز بمنزلہ مفعول کے ہوئی اور جس طرح پر کہ فعل و فاعل کے بعد اسم منصوب ہوتا ہے اسی طرح تمیز بھی منصوب ہوگی اور ناصب وہ اسم تام ہوگا۔ بخلاف معرف باللام کے کہ اس میں چونکہ الف ولام اول میں ہے اور ظاہر ہے کہ فاعل فعل کا ہمیشہ بعد میں ہوتا ہے۔ پس معرف باللام کی مشابہت فعل کے ساتھ نہ ہوگی۔ لہذا اس جگہ تمامی اسم میں الف ولام کا اعتبار نہ کیا جاویگا۔ اور معرف باللام کے بعد جو اسم ہوگا وہ منصوب نہ ہوگا ۱۲ ۵ قولہ فیفرد الخ یعنی جب تمیز جنس ہو تو اس کو مفرد لاتے ہیں اگرچہ اسم تام مثنیٰ یا مجموع ہو۔ اور

فَالْاَوَّلُ[1] عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ غَالِبًا اَمَّا[2] فِيْ عَدَدٍ

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

نَحْوُ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَسَيَاْتِيْ[3] وَاِمَّا[4] فِيْ غَيْرِهٖ

تمیز ۱۲

نَحْوُ رِطْلٌ زَيْتًا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا

اسم مبہم ۱۲ — تمیز ۱۲ — مثال الکیل ۱۲ — تمیز ۱۲

وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا فَيُفْرَدُ[5] اِنْ كَانَ جِنْسًا

تمیز ۱۲ — جزا مقدم ۱۲ — خبر کان ۱۲

مراد جنس سے یہ ہے کہ متشابہ الاجزاء ہو۔ یعنی کل کے ساتھ اس کے اجزاء تمام میں شریک ہوں اور بغیر تاء کے اس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہو۔ نیز اطلاق کل کا جز پر صحیح ہو پس اس صورت میں حاجت تثنیہ اور جمع کے لانے کی نہ ہوگی جیسے ماء اور تمر بخلاف رجل اور فرس کے کہ یہ اسم جنس ہیں۔ اس لئے کہ اسم جنس وہ ہے کہ قلیل پر بولا جائے اور کثیر پر اطلاق نہ کیا جائے۔ مگر علی سبیل البدلیت ۱۲

الا ان یقصد الانواع[1] و یجمع[2] فی غیرہ[3] ثم ان

(ای تمیز ۱۲)

کان بتنوین او بنون التثنیۃ جازت الاضافۃ و

(فلا یجوز الاضافۃ - ای لیس بکیل او عدد او وزن او مقیاس ۱۲)

الا فلا[4] و عن غیر مقدار مثل خاتم حدیدا والخفض[5]

ای وان لم یکن تنوین او بنون التثنیۃ ۱۲

(ای الرفع الابہام عن نسبۃ فی جملۃ)

اکثر والثانی[6] عن نسبۃ فی جملۃ او ما ضاھاھا

ای ما یرفع الابہام عن ذات مقدرۃ ۱۲

---

[1] قولہ الا ان یقصد الانواع یعنی جب جنس سے دو نوع یا چند نوع کا بیان کرنا مقصود ہو تو اس صورت میں حسب مراد اس کو تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔ اس لئے کہ جنس انواع مختلفہ پر دلالت نہیں کرتی۔ پس قصد انواع کی صورت میں اس کو تثنیہ اور جمع لائیں گے جیسے طاب زید جلستین ۱۲ [2] قولہ و یجمع فی غیرہ یعنی تمیز کے غیر جنس ہونے کی صورت میں اس کو موافق اسم تام کے تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔ اس لئے کہ جب اس کا اطلاق قلیل و کثیر پر صحیح نہ ہوا تو ضروری ہے کہ تثنیہ اور جمع موافق مقصود کے لائیں جیسے عندی عدل ثوبین او اثوابا ۱۲ [3] قولہ ثم ان کان بتنوین الخ یعنی اگر مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ تام ہو تو اس وقت اس کی اضافت تمیز کی طرف تخفیف کی وجہ سے جائز ہے اور یہ اضافت بیانیہ ہوگی اور اگر مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ تام نہ ہو بلکہ نون جمع یا اضافت کے ساتھ ہو تو اب اس کی اضافت جائز نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اگر مضاف کو تمیز کی طرف مضاف کریں گے تو دو صورتیں ہیں۔ پہلی اضافت جاتی رہے گی یا باقی رہے گی۔ اگر جاتی رہے تو یہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں ابطال عمل اور خلاف مفروض لازم آتا ہے۔ اور اضافت اولی باقی رہے تو یہ بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ مضاف کی اضافت جائز نہیں۔ نیز دو بارہ اضافت کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ اسم تام اسم تام نہ رہے۔ اس لئے کہ اسم تام کے تو یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی حالت پر ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے اضافت جائز نہ ہو جب اس کی اضافت ہوگی تو وہ اسم تام نہ رہا۔ باقی رہا نون جمع سو اس کی اضافت بخوف التباس جائز نہیں۔ اس لئے کہ وہ باتفاق غیر ممیز کی طرف بھی مضاف ہو جاتا ہے۔ جیسے عشریک و عشری رمضان۔ پس اگر اس کی اضافت تمیز کی طرف کریں گے تو بعض صورتوں میں تمیز کا التباس غیر تمیز کے ساتھ لازم آئے گا۔ اس لئے کہ مثلاً بوقت اضافت عشرین کے رمضان کی طرف یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ بیس دن رمضان کے مراد ہیں کہ اضافت تمیز کی ہو۔ یا بیسواں دن رمضان کا مراد ہے کہ اضافت غیر تمیز کی طرف ہو۔ اور جب بعض صورتوں میں التباس ہوا تو نحویوں نے اضافت کو غیر صورت التباس میں بھی نا جائز کہا مگر بقلت ۱۲ [4] قولہ و عن غیر مقدار الخ اس کا عطف مقدار پر ہے یعنی تمیز جیسا کہ مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے ایسے ہی مفرد غیر مقدار سے بھی رفع ابہام کرتی ہے اور مراد غیر مقدار سے یہ ہے کہ نہ عدد ہو اور نہ وزن اور نہ ذراع اور نہ کیل اور نہ مقیاس ۱۲ [5] قولہ والخفض اکثر یعنی مفرد غیر مقدار کی تمیز کو جر دینا اکثر ہے اس لئے کہ تمیز سے مقصود رفع ابہام ہے اور وہ خفض یعنی جر کی صورت میں تخفیف کیساتھ حاصل ہو جاتا ہے ۱۲ [6] قولہ والثانی عن نسبۃ الخ یعنی دوسری قسم تمیز کی وہ ہے جو ابہام کو اس نسبت سے دور کرتی ہے جو جملہ اور شبہ جملہ میں ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ مصنف رح کے کلام میں تعارض ہے۔ اس لئے کہ ما قبل گذر چکا ہے کہ قسم ثانی وہ ہے جو ابہام کو ذات مقدرہ سے دور کرتی ہے اور یہاں ذات کا ذکر نہیں نسبت کا ذکر ہے۔ اور وہ ایک امر معنوی ہے۔ ذات نہیں۔ لہذا مناسب یہ تھا کہ مصنف علام اس جگہ عن ذات مقدرۃ فی نسبۃ فی جملۃ کہتے تاکہ تعارض لازم نہ آتا۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ ظرف نسبت میں ابہام کا ہونا ابہام فی النسبۃ کو مستلزم ہے۔ اور نسبت سے ابہام کا دور کرنا ظرف نسبت سے ابہام کا دور کرنا ہے لہذا اس جگہ مصنف رح نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف عن نسبۃ کہدیا۔ تاکہ ضمن میں اس کے ایک دوسرا فائدہ حاصل ہو جائے۔ وہ یہ کہ درحقیقت قسم اول اور قسم ثانی کے مابین تقابل صرف نسبت سے ہے نہ کہ باعتبار ذکر ذات اور عدم ذکر ذات کے۔ اس لئے کہ کبھی قسم اول میں بھی ذات کو ذکر نہیں کرتے جیسے۔ نعم رجلا۔ اس لئے کہ اس جگہ رجلا ابہام کو ذات مقدرہ سے دور کرتا ہے اور وہ ضمیر ہے۔ نعم میں۔ پس معلوم ہوا کہ تمیز کی دونوں قسموں میں ذات مذکورہ اور مقدرہ کا فرق نہیں بلکہ فرق یہ ہے۔ کہ اول میں تو رفع ابہام غیر نسبت سے اور ثانی میں نسبت سے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

جیسے طاب زید علماً۔ اس لئے کہ ابوۃ اور علم گو زید کی صفت ہو سکتی ہیں مگر ابوۃ میں تو احتمال غیر ہے کہ کسی اور کی بھی صفت ہو اور علم میں احتمال غیر کا نہیں اور بر تقدیر ثانی جبکہ تمیز کو منتصب عنہ کی صفت بنانا جائز نہ ہو اس میں شقوق جاری نہ ہوں گی جیسے طاب زید داراً۔ اس لئے کہ دار نہ تو منتصب عنہ پر محمول ہے اور نہ اس کی صفت ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس شبہ جملہ میں بھی یہی پانچ صورتیں متصور ہوتی ہیں۔ لیکن مصنف رح نے بطور اختصار نسبت جملہ میں صرف نفس کو ذکر کیا اور باقی اقسام اربعہ کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ اقسام شبہ جملہ کی مثالوں سے معلوم ہوتی ہیں اور شبہ جملہ میں اقسام اربعہ کو ذکر کیا۔ اور نفس کو چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ نفس اشہر تمیزات ہے ۱۲ش

۵ قولہ او فی اضافۃ یہ قولہ فی جملۃ او ما ضاہاہا پر معطوف ہے ۱۲

۶ قولہ مثل یعجبنی طیبہ الخ یہ چند مثالیں اس تمیز کی ہیں جو کہ نسبت اضافیہ سے ابہام کو دور کرتی ہیں لیکن یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ مصنف نے تمیز کی دونوں قسموں کی مثالوں کے بعد للہ درہ فارساً کو ذکر کیا نہ تو قسم اول کی مثالوں میں اس کو درج کیا اور نہ قسم ثانی کی مثالوں میں جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود ان بعض نحاۃ پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ تمیز کے لئے یہ شرط ہے کہ جامد ہو حتی کہ اگر کوئی اسم مشتق بصورت تمیز دیکھا جائے گا۔ تو وہ تمیز نہ ہوگا بلکہ حال ہوگا۔ پس مصنف رح اس کا رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمیز سے مقصود رفع ابہام ہے۔ پس اگر یہ مشتق سے حاصل ہو تو وہ بھی تمیز ہوگا۔ تمیز کے لئے جامد ہونا شرط نہیں۔ نیز مصنف اس مثال کو علیحدہ لاکر اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بعض نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ اگر تمیز ضمیر سے واقع ہو تو قسم اول سے ہوگی یعنی ذات مذکورہ سے جیساکہ صاحب مفصل نے اس مثال کو ذیل میں قسم اول کے ذکر کیا اور مصنف کے نزدیک اس میں تفصیل ہے اگر مرجع ضمیر کا معلوم ہے تو یہ تمیز ذات مقدر سے ہوگی۔ اس لئے کہ اس وقت حقیقت میں مرجع ممیز ہے اور وہ اس جگہ مذکور نہیں اور اگر ضمیر کا مرجع معلوم نہ ہو تو اسوقت تمیز ذات مذکورہ سے ہوگی اس لئے کہ اس حالت میں ضمیر مبہم ہے اور وہ مذکور ہے اور اسی سے تمیز واقع ہے ۱۲ مش

نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا وَزَيْدٌ طَيِّبٌ اَبًا وَاُبُوَّةً وَدَارًا

مثال الجملۃ ۱۲ — مثال لما یشبہ الجملۃ ۱۲

وَعِلْمًا اَوْ فِي اِضَافَةٍ مِثْلُ يُعْجِبُنِي طِيبُهُ اَبًا وَ

عطف علیٰ قولہ فی جملۃ ۱۲

اُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا

۱ قولہ نحو طاب زید نفساً اگر کوئی کہے کہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ مصنف رح نے یہ مثال اس ذات مقدرہ کی دی ہے جو کہ جملہ میں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ مثال اس کی نہیں۔ اس لئے کہ ممیز اس جگہ مذکور ہے اور وہ زید ہے۔ جواب یہ ہے کہ ممیز اس مثال میں محذوف ہے اور وہ لفظ شئی ہے۔ اس لئے کہ یہ اصل میں طاب شئی منسوب الیٰ زید تھا۔ شئی کو حذف کرکے زید کو اس کے بجائے رکھدیا گیا۔ اس لئے کہ زید عین شئی ہے۔ پس یہ مثال ذات مقدرہ کی ہوگی پھر اگر کوئی کہے کہ اب بھی مثال اور ممثل لہ میں مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ ممثل لہ یہ ہے کہ تمیز رفع ابہام نسبت جملہ سے کرے اور اس مثال میں رفع ابہام مسند الیہ سے ہے نہ کہ نسبت سے پس مثال و ممثل لہ میں مطابقت نہ ہوئی اور اس کا جواب بھی وہی دیا جائے گا جو کہ ماقبل مذکور ہوا کہ ابہام طرف نسبۃ میں ابہام فی النسبۃ کو مستلزم ہے۔ پس مثال مذکور میں جس طرح رفع ابہام مسند الیہ سے ہے اس کے ساتھ ساتھ نسبت سے بھی ہے ۱۲

۲ قولہ وزید طیب الخ ان مثالوں میں تمیز نسبت شبہ جملہ سے ابہام کو دور کرتی ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس جگہ مصنف رح نے کثرت سے کیوں مثالیں بیان کی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہاں تکثیر امثلہ سے مصنف رح اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تمیز کی باعتبار منتصب عنہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ اس لئے کہ تمیز یا تو منتصب عنہ پر بالذات محمول ہوگی یا نہ ہوگی اور بر تقدیر اول احتمال غیر کا رکھیگی یا نہیں۔ ثانی کی مثال جیسے طاب زید نفساً۔ اس لئے کہ نفس زید کیساتھ خاص ہے غیر کا احتمال نہیں رکھتا اور اس پر بالذات محمول ہے۔ اور اول کی مثال جیسے طاب زید اباً۔ اس لئے کہ ابا زید پر بالذات محمول ہے اور غیر زید کا بھی احتمال رکھتا ہے اور بر تقدیر ثانی جبکہ تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو دو صورتیں ہیں یا تو تمیز کو منتصب عنہ کی صفت بنانا جائز ہوگا یا نہیں۔ اور بر تقدیر اول احتمال غیر کا رکھیگی یا نہیں اول کی مثال جیسے طاب زید ابوۃ اور ثانی کی مثال

ثُمَّ اِنْ کَانَ اسمًا یَصِحُّ جَعْلُهٗ لِمَا انْتَصَبَ عَنْهُ جَازَ اَنْ یَکُوْنَ لَهٗ وَلِمُتَعَلِّقِهٖ وَاِلَّا فَهُوَ لِمُتَعَلِّقِهٖ فَیُطَابِقُ فِیْهِمَا مَا قُصِدَ اِلَّا اِذَا کَانَ جِنْسًا اِلَّا اَنْ یُقْصَدَ الْاَنْوَاعُ وَاِنْ کَانَتْ صِفَةً کَانَتْ لَهٗ وَطِبْقَهٗ وَاحْتَمَلَتِ الْحَالَ وَلَا یَتَقَدَّمُ التَّمْیِیْزُ عَلٰی عَامِلِهٖ وَالْاَصَحُّ اَنْ لَّا یَتَقَدَّمَ عَلَی الْفِعْلِ

(حواشی بین السطور: ای التمیز عن النسبۃ ۱۲ — غیر صفۃ ۱۲ — ای جاز ان یکون لما انتصب عنہ وجاز ان یکون لمتعلقہ ۱۲ — ای لمتعلق ما انتصب عنہ ۱۲ — التمیز ۱۲ — ای فی الصورتین — تلک الصفۃ ۱۲ — ای اصح المذاہب ۱۲)

لہ قولہ ثم ان کان اسمًا الخ یعنی اگر تمیز ایسا اسم غیر صفت ہو کہ جس کا حمل کرنا منتصب عنہ پر صحیح ہو یا وہ منتصب عنہ کی صفت ہو سکتا ہو تو اس صورت میں کبھی تو منتصب عنہ کے لئے کریں گے اور کبھی متعلق منتصب عنہ کے لئے۔ غرض دونوں امر جائز ہیں۔ لیکن اس عبارت میں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ قولہ ان کان اسمًا الی قولہ لہ ولمتعلقہ۔ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ ہے۔ نہ کہ اتفاقیہ۔ اس لئے کہ قضیہ اتفاقیہ دلائل اور دعاوی میں معتبر نہیں اور یہ امر اپنے موقع پر منطق میں واضح ہو چکا ہے کہ قضیہ شرطیہ لزومیہ وہ ہے کہ اس کا مقدم تالی کو مستلزم ہو جیسا کہ ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود میں طلوع شمس وجود نہار کو مستلزم ہے پس بنائً علیہ لازم ہے کہ جس جگہ تمیز کا حمل کرنا منتصب عنہ پر ہو سکتا ہو یا منتصب عنہ اتصاف تمیز کے ساتھ جائز ہو تو وہاں تمیز کا کبھی تو منتصب عنہ کے لئے ہونا اور کبھی اس کے متعلق کے لئے ہونا واجب ہو گا۔ حالانکہ بعض مقام ایسے ہیں کہ انمیں حمل واتصاف مذکور جائز ہے مگر تمیز صرف منتصب عنہ کے لئے ہے متعلق منتصب عنہ کیلئے نہیں جیسے طاب زید نفسًا وعلمًا جواب یہ ہے کہ کلام مصنف رح میں لفظ یصح بمعنی یمکن ہے پھر امکان دو قسم پر ہے امکان خاص اور امکان عام۔ اور مراد اس جگہ امکان سے امکان خاص ہے جسمیں جانب موافق ومخالف دونوں سے سلب ضرورت ہوتا ہے پس اسوقت قولہ یصح جعلہ لما انتصب عنہ کے یہ معنی ہوں گے کہ تمیز کو منتصب عنہ پر حمل کرنا اور اس کو منتصب عنہ کی صفت بنانا ضروری ہو اور نہ عدم حمل اور عدم اتصاف ضروری ہو یعنی تمیز کو منتصب عنہ کے لئے کرنا اور نہ کرنا دونوں میں سے کوئی ضروری نہ ہو پس اب سلب ضرورت جعل سے وہ صورت خارج ہو جائے گی کہ جسمیں تمیز کو منتصب کے لئے کرنا واجب ہے جیسے طاب زید نفسًا وعلمًا۔ اور سلب ضرورت عدم جعل سے وہ صورت خارج ہو گی کہ جس میں عدم فعل واجب ہے جیسے طاب زید دارًا پس اس وقت قضیہ شرطیہ کے حکم میں صرف ابًا اور ابوۃً باقی ہیں۔ اور یہ دونوں ایسی تمیز ہیں کہ منتصب عنہ اور متعلق منتصب عنہ دونوں سے ہو سکتی ہے ۱۲ ٢ قولہ والافہو لمتعلقہ یعنی اگر تمیز کا منتصب عنہ پر حمل کرنا یا تمیز کو اسکی صفت بنانا صحیح نہ ہو تو وہ تمیز علی الخصوص متعلق منتصب عنہ کیلئے ہو گی جیسے طاب زید دارًا۔ پس اس میں دارًا تمیز ہے اور وہ متعلق زید ہے بمعنی زید نہیں ۱۲ ٣ قولہ فیطابق فیہما الخ یعنی تمیز ہر حال میں خواہ منتصب عنہ کے لئے ہو یا صرف متعلق منتصب عنہ کیلئے۔ موافق مقصود کے تثنیہ اور جمع لائی جائے ۱۲ ٤ قولہ الا اذا کان جنسًا الخ مگر جب تمیز جنس ہو تو مفرد لائی جائیگی۔ اس لئے کہ اس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوتا ہے پس مفرد سے مقصود تام ہو جائیگا تثنیہ اور جمع لانیکی حاجت نہ ہو گی۔ ہاں تمیز کے جنس ہونے کی صورت میں اگر انواع کا قصد ہو تو موافق مراد کے اسکو تثنیہ اور جمع لایا جائیگا جیسے طاب الزیدان علمین اس صورت میں جب کہ یہ مقصود ہو کہ ایک زید علم کی ایک نوع کیوجہ سے اچھا ہے اور دوسرا زید دوسری نوع علم کی وجہ سے اچھا ہے ۱۲

٥ قولہ وان کان صفۃ الخ یعنی اگر تمیز صفت ہو تو اس وقت وہ خاص منتصب عنہ کے لئے ہو گی اس لئے کہ صفت کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور مذکور موصوفیت کے ساتھ اولیٰ ہے ۱۲ ٦ قولہ وطبقہ یہ واؤ بمعنی مع ہے اور طبق مصدر ہے بمعنی مطابقت یعنی یہ صفت موافق منتصب عنہ کے ہوگی افراد وتثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث میں۔ اس لئے کہ درمیان موصوف وصفت کے تطابق ضروری ہے اور وجہ یہ ہے کہ صفت میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو موصوف کی طرف لوٹتی ہے اور ضمیر کا اپنے مرجع کیساتھ مطابق ہونا ضروری ہے ۱۲ ٧ قولہ واحتملت الحال۔۔ یعنی صفت مذکورہ میں حال کا بھی احتمال ہے لیکن حال نہ ہو گی بوجہ فساد معنی مقصود کے ۱۲ ٨ قولہ ولا یتقدم التمیز الخ یعنی تمیز اپنے عامل پر مقدم نہ ہو گی اس لئے کہ اوپر گذر چکا ہے کہ اس کا عامل اسم تام ہوتا ہے اور وہ عامل ضعیف ہے پس اگر اس کا معمول اس پر مقدم ہو گا تو وہ عمل نہ کر سکے گا۔ لیکن اس تقریر سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا عامل فعل ہو گا تو چونکہ وہ عامل قوی ہے لہذا تمیز اسپر مقدم ہو جائے گی۔ پس اس وہم کے دفع کرنے کے لئے مصنف رح فرماتے ہیں والاصح الخ یعنی اصح

ہوتی ہے لہٰذا مصنف رحؒ نے اس کے علیحدہ ذکر کرنے کی حاجت نہ سمجھی ۱۲ ؎۳ قولہ فالمتصل الخ یعنی مستثنیٰ متصل وہ ہے کہ جو الا یا اس کے اخوات کے ذریعہ شئی متعدد سے نکالا گیا ہو خواہ وہ شئی متعدد یعنی مستثنیٰ منہ ملفوظ ہو یا مقدر۔ مثال مستثنیٰ منہ ملفوظ کی جیسے جاءنی القوم الا زیدًا اور مثال مستثنیٰ منہ مقدر کی جیسے ماجاءنی الا زیدًا۔ اب اگر کوئی کہے کہ قولہ ہو المخرج سے کیا مراد ہے شمول متعدد سے مستثنیٰ کو خارج کرنا یا حکم متعدد سے۔ پہلی صورت قابل تسلیم نہیں۔ اس لئے کہ متعدد بعد استثناء کے بھی مستثنیٰ کو شامل ہوتا ہے اور نہ دوسری صورت قابل تسلیم ہے اس لئے کہ اس کے تسلیم کرنے میں تناقض لازم آتا ہے کیونکہ اخراج فرع ہے دخول کی۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

کہ مستثنیٰ حکم متعدد میں داخل بھی ہو اور خارج بھی۔ جواب یہ ہے کہ مصنف رحؒ کے قول ہو المخرج عن متعدد کے معنی مجازًا منع دخولہ فی المتعدد بالا واخواتہا کے ہیں۔ پس اب کوئی محذور لازم نہیں آتا ۱۲ ؎۴ قولہ والمنقطع الخ یعنی مستثنیٰ منقطع وہ ہے کہ جو الا واخوات الا کے بعد مذکور ہو اور متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اس لئے کہ استثناء منقطع میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا۔ جیسے ماجاءنی احد الا حمارًا میں ظاہر ہے۔ حمار جنس احد سے نہیں ۱۲ ؎۵ قولہ وہو منصوب اب مستثنیٰ کی دو قسموں کے بیان کرنے کے بعد اعراب مستثنیٰ کو بیان کرتے ہیں کہ پانچ جگہ ایسی ہیں کہ جن میں مستثنیٰ وجوبًا منصوب ہوتا ہے ۱۲ ؎۶ قولہ اذا کان الخ یعنی جب مستثنیٰ کلام موجب میں الا غیر صفتی کے بعد واقع ہو تو مستثنیٰ وجوبًا منصوب ہوگا۔ کلام موجب سے مراد یہ ہے ایسا کلام ہو کہ جس میں نفی اور نہی اور استفہام نہ ہو جیسے جاءنی القوم الا زیدًا۔ اور وجہ اسوقت مستثنیٰ کے وجوبًا منصوب ہونے کی یہ ہے کہ اس جگہ مستثنیٰ میں بدل ہونیکا احتمال نہیں لہٰذا بجز منصوب ہونیکے اسمیں کوئی صورت نہیں والتفصیل فی الرضی فطالعہ ان شئت۔ پھر جاننا چاہئے کہ یہاں پر بعد الا کہنے سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے کہ جسمیں مستثنیٰ غیر اور سوی کے بعد واقع ہے اس لئے کہ اسوقت یہ مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ اسی طرح الا کے بعد غیر الصفۃ کی قید لگانے سے مقصود یہ ہے کہ الا کی دو قسمیں ہیں ایک استثنائی دوسرے صفتی۔ اور یہ حکم الا غیر صفتی کا ہی

نہیں تو وہ وجوبًا منصوب ہوگا۔ اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ مستثنیٰ منقطع بنابر بدلیت کے مرفوع ہوگا

خلافًا للمازنیؒ والمبردؒ ؎۱ المستثنٰی ؎۲ متصلٌ ومنقطعٌ

ایضاً ۱۲

فالمتصلّ ؎۳ ھو المخرج عن متعددٍ لفظًا او تقدیرًا بالّا

واخواتھا والمنقطع ؎۴ المذکور بعدھا غیر مخرجٍ وھو ؎۵

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — عن متعدد ۱۲

منصوبٌ اذا کان ؎۶ بعد الّا غیر الصفۃ فی کلامٍ

ای کلام لیکون ورد نفی و نہی و استفہام

موجبٍ او مقدّمًا ؎۷ علی المستثنٰی منہ او منقطعًا ؎۸ فی الاکثر

؎۱ قولہ خلافًا للمازنی والمبرد یعنی بخلاف مازنی اور مبرد کے کہ وہ اس دوسری صورت میں جبکہ عامل فعل ہو تمیز کی تقدیم کو فعل پر جائز رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اگرچہ معنًی عامل ہے مگر منصوب ہونے کی وجہ سے اس کی فاعلیت باقی نہیں رہی۔ پس وہ مثل فضلہ کے ہے دوسرے فعل عامل قوی ہے وہ اپنی قوت عمل کی وجہ سے مقدم اور موخر دونوں میں عمل کر سکتا ہے ۱۲ ؎۲ قولہ المستثنیٰ الخ یعنی مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع اور اگر کوئی کہے کہ مستثنیٰ کی تعریف سے پہلے اس کی تقسیم کو شروع کر دینے سے تقسیم مجہول کی لازم آتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقسیم مجہول کی نہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ مخاطب مستثنیٰ کو نہیں جانتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متکلم بھی نہ جانتا ہو۔ اس لئے کہ متکلم کے عدم بیان سے اس کے عدم علم پر دلیل نہیں ہو سکتی زیادہ سے زیادہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جب متکلم جانتا تھا تو پھر بیان کیوں نہیں کیا۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ مستثنیٰ کی دو قسموں کی تعریف سے مستثنیٰ کی تعریف معلوم

اس لئے کہ الا صفتی کے بعد جو اسم واقع ہوگا وہ مستثنیٰ میں داخل نہ ہوگا اور اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہوگا جیسا کہ لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا میں اللہ مستثنیٰ ہے اور اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہو ۱۲ ؎۷ قولہ او مقدمًا الخ یہ قولہ بعد الا پر معطوف ہے اور مطلب یہ کہ جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو خواہ کلام موجب ہو یا غیر موجب تو اسوقت مستثنیٰ وجوبًا منصوب ہوگا جیسے جاءنی الا زیدًا القوم اور ماجاءنی الا زیدًا احد۔ یہ اس لئے کہ اس جگہ پر بھی بدل کا احتمال نہیں کیونکہ بدل مبدل منہ پر مقدم نہیں ہوتا ۱۲ ؎۸ قولہ او منقطعًا فی الاکثر الخ یعنی مستثنیٰ کا منصوب ہونا اس صورت میں بھی واجب ہے کہ مستثنیٰ منقطع الا کے بعد واقع ہو جیسے ما فی الدار احد الا حمارًا۔ اور یہ اکثر نحویوں کا ع

محلہ اس ... جیسے ماجاءنی القوم الا حمارًا ... محمد شفیع اللہ غفرلہ دیوبندی

لفظ قد نہیں لائے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ خلا اس جگہ موقع میں حرف استثناء کے واقع ہے لہٰذا اس کی فعلیت میں ضعف پیدا ہوگیا ہے پس اس پر قد کو داخل نہیں کریں گے۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خلا معنی میں خالیًا کے ہو کر حال واقع ہے واللہ اعلم ۱۲ [2] قولہ او ما خلا الخ جیسے جارنی القوم ماخلا زیدًا۔ پس ماخلا بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے اور مضاف اس کا محذوف ہے اور وہ وقت ہے ای وقت خلوز یدپس اس وقت ماخلا جارنی القوم کا مفعول فیہ ہوگا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ماخلا بتاویل مصدر ہو کر معنی میں اسم فاعل کے ہے ای جارنی القوم خالیًا مجیئہم من زید۔ پس ماخلا اس وقت حال ہوگا ۱۲ [3] قولہ لیس ولا یکون ۔ یعنی جسطرح مابعد ماخلا و ماعدا میں مستثنی پر نصب واجب ہے اسیطرح لیس اور لا یکون کے بعد بھی مستثنی پر نصب واجب ہوگا اس لئے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ سے ہیں جو خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کا اسم ضمیر ہے جو فعل مذکور کے اسم فاعل کیطرف لوٹتی ہے اور یہ دونوں ترکیب میں بنابر حالیت کے محل نصب میں ہیں ۱۲ [4] قولہ ویجوز فیہ النصب الخ یعنی مستثنی میں نصب بنابر استثناء کے جائز ہے اور بدل مستثنی منہ سے مختار ہے بشرطیکہ مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ بھی مذکور ہو جیسے قولہ تعالی ما فعلوہ الا قلیلٌ والا قلیلاً۔ پس مثال مذکور میں اگرچہ الا قلیلاً کو بنابر استثناء کے منصوب پڑھنا جائز ہے لیکن قلیل فعلوا کی ضمیر سے بدل بعض قرار دیکر مرفوع پڑھنا اولی اور مختار ہے۔ پھر بدل کے مختار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بدل ہونے کی صورت میں اس کا اعراب بالاصالت ہوگا۔ اس لئے کہ بدل حکم میں تکرار عامل کے ہے۔ بخلاف مستثنی کے کہ نصب اس میں مشابہت مفعول کی وجہ سے ہے ۱۲ [5] قولہ ویعرب علی حسب العوامل الخ یعنی مستثنی کو موافق اقتضاء عوامل کے اعراب دیا جاتا ہے جبکہ مستثنی منہ کلام میں مذکور نہ ہو اور حال یہ ہے کہ مستثنی کلام غیر موجب میں واقع ہو اور کلام غیر موجب میں ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ کلام معنی صحیح کا فائدہ دے اور اگر کوئی یہ کہے کہ صورت مذکورہ میں اعراب علی حسب العوامل کی دلیل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مستثنی منہ مذکور نہ ہوگا تو فعل اپنے معمول یعنی مستثنی منہ کے نہ پائے جانے کیوجہ سے غیر عامل باقی رہیگا۔ پس جسوقت وہ اپنے سامنے کسی چیز کو دیکھیگا یقینًا اسمیں عمل کرے گا۔ مگر الا کہ اسمیں عمل نہ کرسکے گا۔ اس لئے کہ وہ حرف ہے پس لا محالہ مابعد الا میں عمل کرے گا اور اس کا اعراب علی حسب العوامل ہوگا ۱۲ [6] قولہ ما ضربنی الا زید۔ الخ یعنی مجھکو زید کے سوا کسی نے نہیں مارا یہ معنی صحیح ہیں۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ متکلم کو سوائے زید کے کوئی اور نہ مارے۔ بخلاف ضربنی الا زید کے کہ یہ معنی درست نہیں اس لئے کہ سوائے زید کے متکلم کو تمام افراد انسانی کا مارنا ممکن نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ تمام افراد انسان کا اس جگہ اکٹھا ہونا کہ جہاں متکلم ہو ممتنع ہے ۱۲

أو[1] كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا فِي الْأَكْثَرِ وَمَا خَلَا[2] وَمَا عَدَا

وَلَيْسَ[3] وَلَا يَكُونُ وَيَجُوزُ[4] فِيهِ النَّصْبُ وَيُخْتَارُ الْبَدَلُ

أي المستثنى ١٢ — على الاستثناء ١٢

فِي مَا بَعْدَ إِلَّا فِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوجَبٍ وَذُكِرَ الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ

احتراز عن الموجب ١٢

قوله تعالى: مِثْلُ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ وَإِلَّا قَلِيلًا وَيُعْرَبُ عَلَى[5] حَسَبِ

بالرفع على البدل ١٢ — بالنصب على الاستثناء ١٢

الْعَوَامِلِ إِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ غَيْرَ مَذْكُورٍ وَهُوَ

خبران ١٢ — مبتدأ ١٢

فِي غَيْرِ الْمُوجَبِ لِيُفِيدَ مِثْلُ مَا ضَرَبَنِي إِلَّا[6] زَيْدٌ

[1] قولہ او کان بعد خلا الخ بعض نحاۃ کے نزدیک خلا اور عدا حروف جر سے ہیں۔ پس مستثنی ان دونوں کے بعد مجرور ہوگا۔ اور اکثر نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں حرف جر سے نہیں ہیں اس لئے کہ ان پر ما مصدریہ داخل ہوتا ہے اور ما مصدریہ کا دخول فعل پر ہوتا ہے۔ پس یہ دونوں فعل ہیں اور ضمیر فاعل سے ملکر اپنے مابعد کو بنابر مفعولیت کے نصب دیتے ہیں جیسے جارنی القوم خلا زیدًا پس خلا میں ایک ضمیر ہے جو مجی کیطرف کہ لفظ جار سے مفہوم ہوتا ہے لوٹتی ہے ای جارنی القوم حال انہ خلا مجیئہم زیدًا۔ غرض کہ خلا زیدًا سابق سے حال واقع ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہوتا ہے تو اس میں قد ضروری ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ یہاں

لـه قوله الا ان یستقیم المعنی الخ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ مستثنیٰ کا اعراب علی حسب العوامل کلام غیر موجب میں ہوتا ہے۔ اب مصنف رح اس سے استثناء کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کلام موجب میں بھی اگر بوقت محذوف ہونے مستثنیٰ منہ کے معنی صحیح ہو جائیں تو اس وقت کلام موجب میں بھی مستثنیٰ کا اعراب علی حسب العوامل ہو گا جیسے قوله قرأت الایوم کذا۔ اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے ان تمام ایام میں پڑھا۔ جو میرے اور مخاطب کے درمیان معلوم ہیں مگر فلاں یوم میں نہیں پڑھا پس چونکہ اس صورت میں معنی درست ہو گئے لہذا یہاں کلام موجب میں بھی مستثنیٰ پر اعراب علی حسب العوامل ہے اور اگر کوئی کہے کہ جسطرح پر مثال مذکور میں ایام سے ایام معلومہ مراد ہیں اسی طرح ہو سکتا ہے کہ مثلاً ضربنی الا زید میں بھی مراد ضربنی اناس قربۃ الا زید ہو پس اس جگہ بھی معنی مستقیم ہو جائیں گے جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے مثل قرأت الایوم کذا میں تو ایام معلومہ کے مراد ہونے کا قرینہ پایا جاتا ہے اور مثل ضربنی الا زید میں اناس قریہ کے مارنے کا قرینہ نہیں پایا جاتا ۱۲ ـــه قوله ومن ثم لم یجز الخ یعنی اسی وجہ سے کہ مستثنیٰ منہ کا حذف کلام موجب میں اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ معنی مستقیم نہ ہوں اس لئے ما زال زید الا عالماً ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ ما زال میں معنی اثبات کے ہیں کیونکہ زال میں معنی نفی کے ہیں نفی پر نفی داخل ہونے سے اثبات ہو گیا اور یہ معنی ہو گئے کہ زید صفت علم کے سوا تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ موصوف رہا اور ظاہر ہے کہ یہ معنی درست نہیں اس لئے کہ زید کو لئے تمام صفات متضادہ اور غیر متضادہ ممکنہ اور غیر ممکنہ کا ثابت ہونا محال ہے ۱۲ ـــه قوله واذا تعذر البدل الخ یعنی جن صورتوں میں بدل پڑھنا مختار ہے اگر لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے بدل دشوار ہو تو محل مستثنیٰ منہ پر حمل کر کے بدل پڑھیں گے تاکہ بقدر امکان مختار پر عمل ہو سکے جیسے قوله ما جاءنی من احد الا زید اور لا احد فیہا الا عمرو اور ما زید شیئاً الا شیئی لا یعبأ به۔ تیسری مثال میں لا یعبأ به مستثنیٰ کی صفت ہے اور وجہ اس صفت کے لانے کی یہ ہے کہ استثناء شی عن نفسہ لازم نہ آئے بلکہ مستثنیٰ منہ عام اور مستثنیٰ خاص ہو کر استثناء خاص کا عام سے ہو جائے جو کہ کلام عرب میں شائع ذائع ہے ۱۲ ـــه قوله لان من لا تزاد الخ یعنی مثال اول میں مستثنیٰ کو لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے بدل قرار دینا اس وجہ سے متعذر ہے کہ اگر زید کو لفظ احد پر محمول کریں گے تو من اس کے اول میں زیادہ ہو گا۔ اس لئے کہ بدل حکم میں تکرار عامل کے ہے جیسا کہ گذرا اور من کی زیادتی زید کے اول میں ہو نہیں سکتی۔ اس لئے کہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زیادہ نہیں ہوتا اور یہاں مثال مذکور میں نفی الا کی وجہ سے منتقض ہو کر اس کا ما بعد کلام مثبت ہو گیا ہے پس جب مستثنیٰ کا حمل لفظ احد پر ممکن نہ ہوا تو اس کے محل پر ہو گا اور وہ رفع ہے بنا بر فاعلیت کے اس لئے کہ احد حقیقت میں فاعل فعل کا ہے ۱۲ ـــه قوله وما ولا لا تقدران الخ یعنی لفظ مستثنیٰ منہ پر تعذر حمل کی وجہ مثال ثانی و ثالث میں یہ ہے کہ اگر لفظ پر حمل کریں گے تو مثال ثانی میں لا کو عمرو پر اور مثال ثالث میں ما کو شیئی پر بر سبیل عمل مقدر کریں گے جیسا کہ بدل میں ہوتا ہے اور یہ تقدیر یہاں ممکن نہیں۔ اس لئے کہ لا نفی جنس اور مشابہ بلیس معنی نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی دونوں صورتوں میں الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے پس ضروری ہے کہ حملاً علی المحل دونوں کو مرفوع پڑھیں اس لئے کہ احد مثال ثانی میں بنا بر ابتداء کے اور شیئی مثال ثالث میں بنا بر خبریت کے محل رفع میں ہے پس مستثنیٰ ان دونوں مثالوں میں بھی محل مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے مرفوع ہو گا ۱۲

(بندہ محمد مشیت اللہ غفرلہ)

لـه

اِلَّا اَنْ یَّسْتَقِیْمَ الْمَعْنٰی مِثْلُ قَرَأْتُ اِلَّا یَوْمَ کَذَا وَ
(استثناء من قوله فی کلام غیر موجب ۱۲)

ـــه مِنْ ثَمَّ لَمْ یَجُزْ مَا زَالَ زَیْدٌ اِلَّا عَالِمًا وَاِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ
(فعل ناقص ۱۲ — خبر ما زال ۱۲ — شرط ۱۲)

عَلَی اللَّفْظِ فَعَلَی الْمَوْضِعِ مِثْلُ مَا جَاءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا
(زائده ۱۲)

زَیْدٌ وَلَا اَحَدَ فِیْهَا اِلَّا عَمْرٌو وَمَا زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْءٌ لَا یُعْبَأُ
(نکره موصوفه ۱۲)

بِهٖ لِاَنَّ مِنْ لَا تُزَادُ بَعْدَ الْاِثْبَاتِ وَمَا وَلَا لَا تُقَدَّرَانِ
(مبتدا ۱۲ — خبره فعل ۱۲)

عَامِلَتَیْنِ بَعْدَهٗ لِاَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلنَّفْیِ وَقَدِ انْتَقَضَ النَّفْیُ بِاِلَّا

کتبہ شمس العارفین میرٹھی۔

ل قوله بخلاف لیس زید شیئاً الا شیئاً الخ یعنی بدل اس جگہ لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے جائز ہے اس لئے کہ لیس کا عمل فعلیت کیوجہ سے ہے نہ کہ معنی نفی کیوجہ سے۔ پس اگر الا کی وجہ سے مابعد الا میں نفی ٹوٹ گئی تو اس سے اسکے عمل میں کوئی فتور پیدا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا عمل فعلیت کیوجہ سے ہے اور وہ باقی ہے ١٢ ٢ قوله ومن ثم جاز الخ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ لیس کا عمل تو فعلیت کی وجہ سے ہے اور ما کا عمل نفی کی وجہ سے ہے۔ تو اب ترکیب لیس زیدٌ الا قائماً جائز ہو جائیگی اس لئے کہ اگرچہ اس میں معنی نفی کے الا کیوجہ سے باطل ہو گئے ہیں لیکن فعلیت باقی ہے پس کلمہ لیس کا قائماً میں عمل کر سکتا ہے بخلاف ما زید الا قائماً کے کہ یہ ترکیب ناجائز ہے۔ اس لئے کہ کلمہ ما کا نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے پس جب معنی نفی کے الا کیوجہ سے منتقض ہو گئے تو کلمہ ما کا قائماً کو نصب نہ دیگا ١٢ ٣ قوله ومخفوض بعد غیر الخ یعنی مستثنیٰ جب بعد غیر اور بعد سویٰ (بالقصر والکسر والضم اور بعد سوائ (بالکسر وبالفتح) کے واقع ہوتا ہے تو اضافت کے ساتھ مجرور ہوتا ہے اور اکثر نحویوں کے نزدیک مستثنیٰ حاشا کے بعد بھی مجرور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ حرف جر ہے اور بعض نحوی مستثنیٰ کو حاشا کے بعد بنا بر مفعولیت کے نصب دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حاشا فعل متعدی ہے اور ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اور معنی یہ ہیں کہ مستثنیٰ اس چیز سے پاک ہے جو مستثنیٰ منہ کیطرف منسوب ہے جیسے ضرب القوم عمرواً حاشا زیداً ای براہ اللہ سبحانہ عن ضرب عمرو یعنی خدا تعالیٰ نے اسکو عمرو کے مارنے سے پاک رکھا ١٢ ٤ قوله واعراب غیر الخ یعنی لفظ غیر کا اعراب باب استثناء میں نہ کہ صفت میں مثل اعراب مستثنیٰ بالا کے ہے اس تفصیل پر کہ سابقاً مذکور ہوئی اس لئے کہ لفظ غیر نے جب اپنے مابعد کو اضافت کیساتھ مجرور کر دیا تو گویا اس کے اعراب کو خود قبول کر لیا۔ اور یہ قید کہ غیر باب صفت میں نہ ہو اسلئے لگائی ہے کہ صفت اعراب موصوف کیساتھ معرب ہوتی ہے ١٢ ٥ قوله وغیر صفة الخ یعنی اصل کلمہ غیر میں یہ ہے کہ صفت واقع ہو جیسے جاءنی رجل غیر زید۔ اور اس طرح پر اس کا استعمال کلام میں بہت ہے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کلمہ غیر کو الا پر محمول کر کے استثناء میں اس کا استعمال کرتے ہیں جیسے جاءنی القوم غیر زید کہ یہاں صفت متعذر ہے اس لئے کہ موصوف اور صفت کے مابین تعریف اور تنکیر میں مطابقت شرط ہے اور اس جگہ قوم معرفہ اور غیر اگرچہ معرفہ کی طرف مضاف ہے مگر توغل ابہام کی وجہ سے نکرہ ہے بخلاف الا کے کہ اسمیں اصل یہ ہے کہ استثناء میں مستعمل ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ الا کو غیر پر محمول کر کے صفت بنا دیتے ہیں۔ پھر یہ حمل الا کا غیر پر صفت میں اسوقت ہوگا جبکہ الا ایسی جمع کے بعد ہو جو منکور یعنی نکرہ ہو اور غیر محصور ہو یعنی افراد اس کے شمار کئے ہوئے معین نہ ہوں جیسے جاءنی رجال الا زید۔ پس مثال مذکور میں اِلّا کا حمل غیر صفتی پر اسوجہ سے ہے کہ اس جگہ استثناء متعذر ہے نہ متصل ہو سکتا ہے اور نہ منقطع۔ اس لئے کہ استثناء متصل میں مستثنیٰ کا دخول مستثنیٰ منہ میں یقینی ہوتا ہے اور استثناء منقطع میں مستثنیٰ کا خروج مستثنیٰ منہ سے قطعی ہوتا ہے۔ اور یہاں اس مثال میں ممکن ہے کہ زید جماعت رجال میں داخل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ داخل ہو لہٰذا اس جگہ استثناء کی دونوں قسموں میں سے کوئی قسم بھی متصور نہیں ہو سکتی بخلاف جاءنی الرجال الا زید کے کہ اسمیں الرجال معرف

بخلافِ[1] لیسَ زیدٌ شیئاً الّا شیئاً لانّها عملت للفعلیّة

ای لیس ١٢ — ای لکونها فعلا ١٢

فلا اثر فیها لنقضِ معنی النفی لبقاء الامر العاملة هی

ای فی عمل لیس ١٢

رجلاً ومن ثَمّ[2] جاز لیس زیدٌ الّا قائماً وامتنع ما زیدٌ الّا

قائماً ومخفوضٌ[3] بعد غیرٍ وسِوی وسُوی وسواءٍ وبعد حاشا

عطف علی قوله وهو منصوب ١٢ — بکسر السین وکسرها مع المد ١٢ — لکونه حرف جر ١٢

فی الاکثر واعراب[4] غیرٍ فیه کاعراب المستثنی بالّا علی التفصیل

وغیرُ[5] صفةٌ حُملت علی الّا فی الاستثناء کما حُملت الّا علیها

ای لفظ غیر ١٢ — خبر غیر ١٢ — کلمة ١٢

فی الصفة اذا کانت تابعةً لجمعٍ منکورٍ غیر محصورٍ

لتعذّر الاستثناء

ﮯ کرنا جمع منکور غیر محصور کے غیر میں ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اس جگہ استثنار صحیح ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہاں پر مناسب تو یہ تھا کہ لفظ امتناع یا لم یجز کہتے لفظ ضعیف کہنے کی وجہ کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اکثر نحوی الاکو صفت کے لئے غیر بر غیر جمع منکور غیر محصور میں بھی محمول کرتے ہیں اور اس کو جائز کہتے ہیں لہذا امتنع کہنا مناسب نہ تھا ۱۲ ﮯ۲ قولہ سوی وسواء الخ یعنی سوی اور اس کے اخوات کا اعراب استثنار میں ظرفیت مقدرہ پر نصب ہے۔ پس معنی جاء نی القوم سوی زید کے یہ ہیں کہ بجائے زید کے سب قوم آئی زید نہیں آیا۔ پس ظرف مقدر ہے نہ کہ محقق اور یہ مذہب سیبویہ کا ہے جو کہ اصح ہے برخلاف بعض نحاۃ کے کہ ان کے نزدیک سوی اور سواء اور ان کے اخوات کا اعراب مثل غیر کے بحسب العوامل ہے ۱۲ ﮯ۳ قولہ خبر کان الخ یعنی کان اور اس کے اخوات کی خبر وہ ہے جو کہ ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے۔ اب اس تعریف پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ کان زید ابوہ قائم میں قائم پر یہ تعریف صادق آتی ہے حالانکہ وہ کان کی خبر نہیں جواب یہ ہے کہ دخول سے مراد اثر کا پہنچانا ہے اور وہ دو قسم پر ہے لفظی اور معنوی۔ لفظی تو یہ ہے کہ اسم کو مرفوع اور خبر کو منصوب کرے۔ اور معنوی یہ کہ خبر کو اسم کے لئے ثابت کرے۔ پس اس جگہ کان قیام اب کو زید کے لئے ثابت کرتا ہے۔ نہ کہ صرف قیام کو۔ پس کان کا دخول قیام اب پر متحقق ہوگا نہ کہ فقط قیام پر کہ تعریف منتقض ہو ۱۲ ﮯ۴ قولہ مثل کان زید قائما۔ اس مثال میں زید کان کا اسم اور قائما خبر ہے ۱۲۔ ﮯ۵ قولہ وامرہ کامر خبر المبتدا۔ یعنے اقسام اور شرائط اور احکام میں کان کی خبر کا حال مثل حال خبر مبتداء کے ہے ۱۲ ﮯ۶ قولہ ویتقدم معرفۃ الخ یہ قولہ کامر خبر المبتداء سے بمنزلہ استثناء کے ہے اور مطلب یہ کہ جمیع احکام میں کان اور اخوات کان کا حال مثل حال خبر مبتداء کے ہے۔ مگر ایک حکم میں کہ کان کی خبر مخالف خبر مبتداء کے ہے اور وہ یہ کہ جب خبر مبتداء کی معرفہ ہو تو اس کی تقدیم مبتداء پر جائز نہیں۔ ورنہ التباس لازم آجائے گا بخلاف کان کی خبر کے کہ اگر وہ معرفہ ہو تو اس کی تقدیم اس کے اسم پر جائز ہے۔ اس لئے کہ اس وقت بوجہ اختلاف اعراب اسم و خبر کے تقدیم میں التباس پیدا نہیں ہوگا۔ البتہ اگر کان کی اسم و خبر میں اعراب اور قرینہ دونوں منتفی ہو جائیں تو اس وقت بوجہ التباس کے تقدیم یہاں بھی ناجائز ہوگی جیسے کان الفتی ہذا ۱۲ ﮯ۷ قولہ وقد یحذف عاملہ الخ یعنی کبھی عامل خبر کان کو حذف کر دیتے ہیں نہ کہ عامل خبر اخوات کان کو اور مراد عامل خبر کان سے کان ہے پھر کان کا اختصاص حذف کے ساتھ بوجہ اس کے کثیر الاستعمال ہونے کے ہے اس لئے کہ کثرت استعمال موجب تخفیف کا ہے ۱۲ مش

مثلُ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا وَضُعِّفَ ﮯ۱

حرف الشرط و کان فعل ناقص ۱۲ اسم کان موصوف ۱۲ صفت الآلہۃ ای غیر اللہ ۱۲ جزاء الشرط ۱۲

فِي غَيْرِهِ وَإِعْرَابُ سِوَى وَسَوَاءِ ﮯ۲ النَّصْبُ عَلَى الظَّرْفِ

مبتدا، مضاف ۱۲ مضاف الیہ ۱۲ خبرہ ۱۲

عَلَى الْأَصَحِّ خَبَرُ كَانَ ﮯ۳ وَأَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ

مضاف الیہ ۱۲ عطف علی کان ۱۲

دُخُولِهَا مِثْلُ كَانَ ﮯ۴ زَيْدٌ قَائِمًا وَأَمْرُهُ ﮯ۵ كَأَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ

ای کان واحدی اخواتہا ۱۲ ای امر خبر کان ۱۲ مبتدا ۱۲ خبرہ ۱۲

وَيَتَقَدَّمُ ﮯ۶ مَعْرِفَةً وَقَدْ يُحْذَفُ ﮯ۷ عَامِلُهُ فِي نَحْوِ النَّاسُ

حالہ ۱۲

مَجْزِيُّونَ بِأَعْمَالِهِمْ إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ

باری تعالیٰ کا قول لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا ہے اس لئے کہ اس جگہ الا بمعنی غیر ہے اور آلہۃ کی صفت ہے اور آلہہ جمع منکور غیر محصور ہے اس میں لفظ اللہ کا داخل ہونا اور نہ ہونا دونوں امر غیر یقینی ہیں پس نہ استثنار متصل ہوگا اور نہ منقطع کما مر۔ پس لامحالہ الا اللہ آلہہ کی صفت ہوگا۔ اور یہ معنی ہونگے کہ اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ کے کئی معبود ہوتے تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔ مطلب یہ کہ اللہ موجود ہے اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ورنہ فساد لازم آجاتا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ معنی توحید ی اسی وقت حاصل ہوں گے جب کہ الا بمعنی غیر ہو۔ وقد بقی بعد خبایا فی زوایا الکلام والتفصیل فی المطولات ۱۲ ﮯ۱ قولہ وضعف فی غیرہ الخ یعنی الا کو غیر صفتی پر محمول ﮯ

؎۱ ویجوز فی مثلہا اربعۃ اوجہ ؎۲ ویجب الحذف فی مثل

ای ترکیب مذکور ۱۲ — ای حذف کان ۱۲

اما انت منطلقًا انطلقت ای لان کنت منطلقًا

؎۳ اسم ان واخواتہا ہو المسند الیہ بعد دخولہا

احتراز بہ عما اذا لم یکن مسند الیہ ۱۲

مثل ان زیدًا قائمٌ ؎۴ المنصوب بلا التی لنفی الجنس ہو ؎۵

المسند الیہ بعد دخولہا یلیہا نکرۃً مضافًا او مشبہًا

احتراز عن نحو المبتدا و سائر المضاف المسند الیہ ۱۲

بہ مثل ؎۶ لا غلام رجل ظریف فیہا و ؎۷ لا عشرین درہمًا لک

نظیر المضاف ۱۲ — نظیر المشبہۃ بالمضاف ۱۲

؎۱ قولہ ویجوز فی مثلہا الخ یعنی مثل اس صورت میں چار وجہ جائز ہیں اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں ان شرطیہ کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فا اور پھر فا کے بعد ایک اور اسم ہو۔ وہ چار صورتیں یہ ہیں (۱) اول کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے ان خیرًا فخیرٌ ای ان کان عملہ خیرًا فجزاءہ خیرٌ۔ اور یہ تمام صورتوں میں قوی صورت ہے اس لئے کہ اس میں بہ نسبت دوسری صورتوں کے قلت حذف ہے (۲) دونوں کا نصب جیسے ان کان خیرًا فخیرًا ای ان کان عملہ خیرًا فکان جزاءہ خیرًا۔ (۳) دونوں کا رفع جیسے ان خیرٌ فخیرٌ۔ ای ان کان فی عملہ خیرٌ فجزاءہ خیرٌ (۴) اول کا رفع اور ثانی کا نصب جیسے ان خیرٌ فخیرًا ای ان کان فی عملہ خیرٌ فکان جزاءہ خیرًا ۱۲

خیرًا۔ اور جاننا چاہئے کہ ان وجوہ کی قوت وضعف بوجہ قلت وکثرت حذف کے ہے ۱۲ ؎۲ ویجب الحذف الخ یعنی واجب ہے حذف عامل خبر کان کا مثل اس مثال میں اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں کان کو حذف کرکے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لائیں اس لئے کہ اس جگہ اگر کان کو ذکر یں گے تو اجتماع عوض اور معوض عنہ کا لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں۔ پس اصل اما انت کی لان کنت تھی۔ اول لام کو حذف کیا اس لئے کہ لام کا حذف اسم تأویلی سے قیاسی اور بکثرت ہے۔ اس کے بعد کان کو اختصارًا حذف کر دیا اور ضمیر کان کو منفصل سے بدل لیا اور فعل محذوف کی عوض میں کلمہ ما کو زائد کیا۔ اس لئے کہ ما مصدریہ زمان پر دلالت کرتا ہے مثل کان کے اور نون کو میم میں ادغام کر دیا۔ پس اما انت منطلقًا ہو گیا اور چونکہ کلمہ ما فعل کان کے عوض میں ہے لہٰذا فعل یعنی کان کا حذف واجب ہوگا۔ اور اس وقت اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تیرے منطلق ہونے کی وجہ سے منطلق ہوا ۱۲ ؎۳ قولہ اسم ان واخواتہا الخ ان اور اس کے اخوات کا اسم منصوبات سے ہے اور وہ وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے قولہ ان زیدًا قائمٌ اور معنی دخول کے اس جگہ بھی وہی ہیں جو ماقبل بارہا گذر چکے ہیں۔ پس اب ان زیدًا ابوہ قائم میں مثل ابوہ سے تعریف منتقض نہ ہوگی ۱۲ ؎۴ قولہ المنصوب بلا الخ یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اور منصوبات کی طرح اسم لا التی لنفی الجنس نہ کہا۔ اس لئے کہ اسم لا کا ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا۔ پس اگر اسم لا کہتے تو یہ توہم ہوتا کہ ہر اسم لا کا منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ یہ باب منصوبات کا ہے۔ پس اس سے عدول کرکے المنصوب بلا کہا ۱۲ ؎۵ قولہ ہو المسند الیہ الخ یعنی منصوب بلا نفی جنس وہ اسم ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو اور لا کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو در اں حالیکہ وہ مسند الیہ نکرہ مضاف ہو یا مشابہ مضاف اس تعریف میں بعد دخولہا کی قید سے جمیع مسند الیہ خارج ہو گئے اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی بعد داخل ہونے لا کے مسند الیہ نہیں پھر اگرچہ مطلق اسم لائے نفی جنس کی تعریف یہاں تک کافی ہے۔ لیکن چونکہ مقصود اس اسم کا بیان کرنا ہے جو کہ منصوب ہوتا ہے لہٰذا اس پر اپنے قول یلیہا نکرۃً الخ کا اضافہ کیا اور ترکیب کے اعتبار سے یہ چاروں یعنی قولہ یلیہا اور قولہ نکرۃً اور قولہ مضافًا اور قولہ مشبہًا بہ حال ہیں اور ان سب کا ذو الحال ایک ہے یعنی ضمیر مجرور متصل قولہ المسند الیہ ہیں پس اس وقت یہ احوال مترادفہ ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلا حال یعنی یلیہا تو قولہ الیہ کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہو اور باقی یلیہا کی ضمیر مستتر سے پس اس وقت یہ احوال متداخلہ ہوں گے ۱۲

؎۶ قولہ لا غلام رجل الخ یہ مثال نکرہ مضاف کی ہے جو کہ لا کے متصل ہے ۱۲ ؎۷ قولہ ولا عشرین درہمًا الخ یہ مثال نکرہ مشابہ مضاف کی ہے کہ لا کے متصل ہے ۱۲ مش

ـلـه قولہ فان کان مفردًا الخ یعنی اگر اسم لا کا مفرد ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا۔ اور مراد مفرد سے یہ ہے کہ مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو۔ پس یہ حکم تثنیہ اور جمع کو بھی شامل ہوگا جیسے لا رجل فی الدار ولا مسلمات فی الدار ولا مسلمین ولا مسلمین لک اور وجہ اس کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ وہ معنی من کو متضمن ہوتا ہے۔ چنانچہ معنی لا رجل فی الدار کے لا من رجل فی الدار کے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اس آدمی کے جواب میں ہے کہ جس نے کہا ہل من رجل فی الدار پس من کو تخفیف کے لئے حذف کردیا۔ اور متضمن معنی حرف ہونے کی وجہ سے اس کو مبنی کیا۔ باقی رہا یہ امر کہ علامت نصب پر کیوں مبنی کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ حرکت اور حرف بنائی موافق حرکت اور حرف اعرابی کے ہو جائے۔ اور حتی الامکان عمل اصلی کی رعایت ہو جائے ۱۲

ـلـه

۵۲

فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا فَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى مَا يُنْصَبُ بِهٖ وَاِنْ

ای اسم لا التی لنفی الجنس ۱۲

كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ مَفْصُوْلًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ لَا وَجَبَ الرَّفْعُ

علی الابتداء ۱۲

۵۳

وَالتَّكْرِيْرُ وَمِثْلُ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا مُتَاَوَّلٌ وَ

مبتداء ۱۲ خبر ۱۲ ای ماکرر فیه ۱۲

۵۴

فِيْ مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ

۵۲ قولہ وان کان معرفۃ الخ یعنی اگر شرط نکارت کی منتفی ہو جائے اور لا کا اسم معرفہ ہو یا اتصال کی شرط معدوم ہو جائے اور درمیان اسم اور لا کے فصل واقع ہو عام ازیں کہ مضاف یا مشابہ مضاف ہونے کی شرط منتفی ہو یا نہ ہو تو اس وقت اسم لا کو بنا بر ابتداء کے رفع ہوگا اور لا کی تکریر مع اسم کے واجب ہوگی۔ پھر یہ دونوں شرطیں یعنی اسم لا کا معرفہ ہونا اور مفصول ہونا علی سبیل منع الخلو ہیں کہ ان دونوں سے خالی نہ ہو۔ پس دونوں کے درمیان جمع بایں طور کہ اسم لا معرفہ بھی ہو اور مفصول بھی۔ جائز ہے۔ اور اس اعتبار سے یہاں چھ صورتیں ہوتی ہیں جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے

۱	معرفہ اور مضاف اور مفصول ہو جیسے
۲	معرفہ اور مفصول ہو مضاف نہ ہو
۳	مفصول اور مضاف ہو معرفہ نہ ہو
۴	مفصول ہو نہ مضاف ہو اور نہ مشابہ
۵	معرفہ مضاف ہو مفصول نہ ہو جیسے
۶	معرفہ ہو مفصول نہ ہو اور نہ مضاف

بہرحال یہ چھ صورتیں اسم لا کی ایسی ہیں کہ ان میں اسم لا کو ابتداء کی بنا پر رفع اور لا کی تکریر مع اسم کے واجب ہے۔ رفع تو اس لئے واجب ہے کہ لا صفت نکرہ کی نفی کے لئے موضوع ہے لہذا اس کا اثر معرفہ میں ممتنع ہے اور چونکہ لا عامل ضعیف ہے اور معمول مفصول میں عمل کرنا عامل قوی کا کام ہے لہذا حالت فصل میں بھی وہ عمل نہیں کرسکتا۔ پس بنا بر ابتدا کے رفع واجب ہوگا۔ اور تکریر معرفہ میں اس لئے واجب ہے کہ لا اصل میں نفی جنس کے لئے ہوتا ہے اور جنس میں تعدد ہے معرفہ میں تعدد نہیں لہذا تکریر کو قائم مقام تعدد جنس کے کیا گیا اور مفصول میں تکریر اس لئے واجب ہے کہ یا فیہا رجل ام امرأۃ کے جواب میں ۱۲ بولا جاتا ہے۔ پس سوال کی مطابقت سے جواب میں تکریر واجب ہوئی ۱۲ ۵۳ قولہ ومثل قضیۃ الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقریر سوال کی یہ ہے کہ ماقبل مذکور ہو چکا ہے کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو رفع اور تکریر واجب ہوتی ہے۔ مگر کلام عرب میں اس کے خلاف پایا جاتا ہے مثلاً قضیۃ ولا ابا حسن لہا میں ابا حسن معرفہ ہے حضرت علی رض کی کنیت ہے اور نہ مرفوع ہے اور نہ مکرر بلکہ منصوب ہے۔ پس اس کا جواب مصنف رح یہ دیتے ہیں کہ یہ قول متاول ہے پھر اسکی تاویل دو وجہ پر ہے ایک یہ کہ لا ابا حسن میں مضاف محذوف ہے ای لا مثل ابی حسن۔ پس اس وقت اسم معرفہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ لفظ مثل اگرچہ معرفہ کیطرف مضاف ہے مگر بوجہ کثرت ابہام کے معرفہ نہیں دوسرے یہ کہ علم سے مراد اس جگہ وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ صاحب علم مشہور ہے پس معنی لا ابا حسن لہا کے لا فیصل لہا کے ہیں اور جب وصف مشہور مراد ہوا تو علمیت اور تعریف باطل ہوگئی ۵۴ قولہ وفی مثل لا حول الخ یعنی مثل لا حول ولا قوۃ الا باللہ میں پانچ صورتیں جائز ہیں اور مراد مثل لا حول سے وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا بر سبیل عطف مکرر ہو اور ہر لا کے بعد نکرہ غیر مفصول ہو ۱۲ مش۔

کتبہ شمس العارفین

فتحہما وفتح الاول ونصب الثانی ورفعہ ورفعہما ورفع

الاول علی ضعف وفتح الثانی واذا دخلت الھمزۃ

علی لا النافیۃ للجنس ۱۲

لم یتغیر العمل ومعناہا الاستفہام والعرض والتمنی

ای معنی الھمزۃ الداخلۃ علی لا ۱۲

ونعت المبنی الاول مفرداً یلیہ مبنی ومعرب رفعاً

بالرفع علی انہ صفۃ النعت ۱۲

ونصباً مثل لا رجل ظریف وظریف وظریفاً

بالفتح ۱۲ — بالرفع ۱۲ — بالنصب ۱۲ — حملا علی محلہ ۱۲

لہ قولہ - فتحہما یعنی وجہ اول یہ ہے کہ دونوں نکرے مفتوح ہوں اور ہر ایک میں لا نفی جنس کا ہو پس اس صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ مثال مذکور ایک جملہ ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ دو جملہ ہوں۔ اگر ایک جملہ ہو تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لاحول عن المعصیۃ ولا قوۃ علی الطاعۃ موجودان بشئی الا باللہ اور اگر دو جملے ہوں تو اس طرح ہوں گے لاحول الا باللہ ولا قوۃ الا باللہ پس جملہ اولیٰ کی خبر کو بقرینہ خبر جملہ ثانیہ حذف کر دیا گیا ۱۲ **ع قولہ** ونصب الثانی - یہ دوسری وجہ ہے اس میں اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب پڑھا جاتا ہے۔ پس اس وقت لائے اول نفی جنس کا اور لائے ثانی زائدہ تاکید نفی کے لئے ہے اور قولہ قوۃ کا لفظ حول پر عطف ہے۔ اور اس صورت میں بھی اگر دو خبر مقدر ہوں تو یہ دو جملے ہوں گے اور ایک خبر مقدر کریں تو ایک جملہ ہوگا ۱۲ **ع قولہ** ورفعہ - یہ تیسری وجہ ہے اس میں اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع پڑھا جائیگا اول کا فتحہ تو اس وجہ سے کہ لائے اولیٰ نفی جنس کا ہے اور ثانی کا رفع اس بنا پر کہ لا زائد ہے اور ثانی کا عطف محل اول پر ہے اور وہ بنا برابتداء رفع ہے۔ پھر دونوں کی اگر ایک خبر مانی جائے تو عطف مفرد کا مفرد پر ہوگا۔ اور دو خبر ہوں تو عطف جملہ کا جملہ پر ہے ۱۲ **ع قولہ** ورفعہما - یہ

چوتھی وجہ ہے۔ اس میں دونوں کو بنا برابتداء کے مرفوع پڑھا جاتا ہے۔ پس اس وقت دونوں لا ملغی ہوں گے اس لئے کہ یہ قول ان کے قول ابغیر اللہ حول وقوۃ کے جواب میں بولا گیا ہے پس دونوں کو مرفوع پڑھا جائے گا۔ تاکہ سوال جواب کے مطابق ہو جائے۔ اور اس صورت میں بھی اس کو ایک جملہ اور دو جملے بنانا دونوں ترکیبیں جائز ہیں ۱۲ **ع قولہ** ورفع الاول الخ یہ پانچویں وجہ ہے اور اس میں اول کا رفع اور ثانی کا فتحہ پڑھا جاتا ہے اول کا رفع تو اس وجہ سے کہ یہ لا بمعنی لیس ہے۔ اور ثانی کا فتحہ اس لئے کہ اس پر لا نفی جنس کا ہے اور یہ صورت ضعیف ہے اس لئے کہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ہے ای لاحولٌ ولا قوۃَ الا باللہ اس صورت میں ترکیب مذکور ایک جملہ نہیں ہو سکتی اس لئے کہ خبر لائے نفی جنس کی مرفوع اور خبر لا مشابہ بلیس کی منصوب ہوتی ہے پس اگر عطف مفرد کا مفرد پر کرکے دونوں کی ایک خبر مقدم مقدر کریں تو اسم واحد کا آن واحد میں اعراب مختلف کے ساتھ معرب ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے۔ اور مستلزم امر محال کا خود محال ہوتا ہے۔ لہذا دونوں کو ایک جملہ بنانا محال ہوگا۔ لیکن اگر اول کا رفع بنا برابتداء کے مانا جائے تو ضعیف نہ ہوگا اور ایک جملہ بنانا بھی صحیح ہوگا ۱۲ **ع قولہ** واذا دخلت الھمزۃ الخ یعنی جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل نہیں بدلیگا پس اگر لا کا اسم مبنی ہے تو مبنی ہی رہے گا اور معرب ہی تو معرب ہی رہے گا۔ البتہ اس ہمزہ کی معنی کبھی استفہام کے ہوں گے۔ جیسے الا رجل فی الدار اور کبھی عرض کے جیسے الا نزول عندی اور کبھی تمنی کے ہوں گے جیسے الا ماء اشربہ ۱۲۔ **ع قولہ** ونعت المبنی الخ اس میں قولہ الاول نعت کی صفت اور مفرداً مبنی کی ضمیر سے جو کہ نعت کیطرف لوٹتی ہے حال ہے پس ذوالحال حال سے مؤخر ہے اور قولہ یلیہ بھی ضمیر مبنی سے حال ہے یا مفرد کی صفت ہے نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مفرداً اور یلیہ دونوں نعت سے حال واقع ہیں ای حال کون النعت مفرداً وحال کون النعت یلیہ بہرحال جب اسم مبنی بلا کی صفت اول ہو اور ثانی اور ثالث نہ ہو نیز وہ صفت اول ہونے کے ساتھ ساتھ مفرد ہو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو اور اسم لا مبنی کے متصل ہو یعنی ان کے درمیان فاصلہ نہ ہو تو اس صفت میں تین وجہ جائز ہیں اول اس کا مبنی بر فتحہ ہونا۔ جیسے لا رجل ظریف اور وجہ اس کے مبنی بر فتحہ ہونے کی یہ ہے کہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب کلام منفی مقید با قید ہوتا ہے تو نفی حقیقت میں قید کی طرف راجع ہوتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نفی قید پر داخل ہے قید سے مراد اس جگہ نعت ہے اس لئے کہ وہ اپنے منعوت کی قید ہے۔ پس بقاعدہ مذکور جب نفی مقید با قید پر داخل ہو کر قید یعنی نعت کی نفی ہوئی تو گویا نفی نعت پر داخل ہے اور چونکہ وہ مفرد ہے لہذا مبنی بر فتحہ ہوگی۔ دوم اس کو مرفوع پڑھنا۔ سوم اس کو منصوب پڑھنا۔ اور وجہ ان دونوں اعراب کی یہ ہے کہ مبنی کے توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے متبوعات کے اعراب میں تابع ہوں نہ کہ بناء میں۔ اس لئے کہ بناء ایک عارضی امر ہے اور اصل اسم میں اعراب ہے لہذا النعت مذکور یا تو اسم لا کے محل پر حمل کرنیکی وجہ سے مرفوع ہوگی۔ اس لئے کہ لا کا اسم حقیقت میں مبتداء ہے اور محلاً مرفوع یا اسم لا کے لفظ یا محل قریب پر حمل کرنے کی وجہ سے منصوب ہوگی اور وہ نصب ۱۴ مع تنوین ہے باقی رہے فوائد قیود وہ یہ ہیں کہ مبنی کی قید سے نعت معرب کی خارج ہو جائے گی جیسے لا غلام

؎۱ ؎۲

والّا فالاعرابُ والعطفُ على اللفظ وعلى المحل جائز في مثل لا ابَ وابنًا وابنٌ ومثل ؎۳ لا اباله ولا غلامي له جائز تشبيهًا له بالمضاف لمشاركته له في اصل معناه ومن ثَمّ ؎۴ لم يجز لا ابا فيها وليس ؎۵ بمضاف لفساد المعنى

؎۱ قولہ والا فالاعراب۔ یعنی اگر نعت اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف نہ ہو تو وہ صرف معرب کی مرفوع یا منصوب اور اس جگہ پر چار صورتیں متصور ہوتی ہیں (۱) نعت معرب کی ہو (۲) نعت اول نہ ہو (۳) غیر مفرد ہو (۴) غیر متصل ہو۔ ان چار صورتوں کی مثالیں بیان فوائد قیود میں گذر چکی ہیں قائل ۱۲ ؎۲ قولہ والعطف علی اللفظ الخ یعنی لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر عطف جائز ہے جبکہ نکرہ بلا تکریر لا کے ہو اور اسوقت معطوف میں دو وجہ جائز ہیں۔ ایک عطف لفظا یا محل قریب پر اور وہ نصب ہے۔ دوسری عطف محل بعید پر اور وہ رفع ہے جیسے قول شاعر ؎ ولا اب وابنا مثل مروان وابنہ۔ میں کہ یہاں معطوف کو ابنٌ مرفوع اور ابنًا منصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مگر مبنی نہیں پڑھ سکتے اس لئے کہ اسمیں اور معطوف علیہ میں حرف عطف کا فصل واقع ہے پس دونوں یکساں نہیں ہو سکتے ۱۲ (فائدہ) جاننا چاہیئے کہ لائے نفی جنس کے اسم مبنی کا محل قریب نصب ہے اور محل بعید اس کا رفع ہے بنا بر ابتداء کے اس لئے کہ لا اپنے مبنی کے ساتھ بنا بر ابتداء کے محل رفع میں ہے ۱۲ ؎۳ قولہ ومثل لا اباله ولا غلامی لہ جا الخ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لائے نفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت ہو اور اسم لا پر احکام اضافت جاری کئے جائیں جیسا کہ مثالیں مذکور ہیں اسم لائے نفی جنس کے بعد لام اضافت ہے۔ اور اسم لائے نفی جنس پر احکام اضافت جاری ہیں کہ مثل اَبٌ میں الف کو ثابت رکھا جاتا ہے اور مثل غلامین سے نون کو حذف کیا جاتا ہے پھر قولہ تشبیہًا ترکیب میں فعل محذوف کا مفعول لہ ہے ای اجیز تشبیہًا اور ضمیر لہ کی قولہ تشبیہًا لہ میں مثل کی طرف راجع ہے اور وہ تشبیہًا کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہی

اس لئے کہ تشبیہًا اس جگہ مصدر مبنی للمفعول ہے بمعنی (تشبیہ دادہ شدن) اور لام لہ میں زائدہ ہے۔ تفصیل مقام کی یہ ہے کہ اصل تو ان دونوں ترکیبوں میں یہ ہے کہ لا اب لہ اور لا غلامین لہ کہا جائے۔ مگر بر سبیل قلت لا اباله اور لا غلامی له کہنا بھی جائز ہے۔ یعنی یہ کہ ان دونوں اسموں پر احکام اضافت کے جاری کئے جائیں۔ اگرچہ درحقیقت یہ دونوں مضاف نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اس جیسی ترکیبوں کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دیتی ہے اس لئے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں مشارک ہیں مضاف کے اصل معنی تخصیص کے ہیں اس لئے کہ اضافت سے کبھی مقصود تعریف ہوتی ہے اور کبھی تخصیص۔ لیکن تعریف تقدیر حرف جر سے ہوتی ہے جیسے غلام زید اور تخصیص حرف جر ملفوظ سے بھی ہو جاتی ہے جیسے غلام لک اور ظاہر ہے کہ تلفظ بہ نسبت تقدیر کے اصل ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ معنی اضافت میں اصل تخصیص ہے اور وہ ان دونوں ترکیبوں میں پائی جاتی ہے اس لئے کہ اب مختص بابن ہے اور غلام مختص بمولیٰ ہے۔ پس دونوں ترکیبوں کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دیکر ان پر احکام اضافت کے جاری کر دیئے گئے اور علی ھذا القیاس اس علت کی بنا پر ان جیسی دوسری ترکیبوں میں کیا جائے گا ۱۲ ؎۴ قولہ ومن ثم لم یجز لا ابا فیہا۔ یعنی جبکہ مثل ان دونوں ترکیبوں کا جواز اس پر موقوف ہے کہ غیر مضاف مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں مشابہ نہ ہو۔ پس ترکیب لا ابا فیہا ناجائز ہو گی۔ اس لئے کہ اختصاص درمیان اب اور دار کے مثل اس اختصاص کے نہیں جو کہ درمیان اب اور ابن کے ہے ؎۵ قولہ لیس بمضاف الخ یہ جملہ مشبہ پر معطوف ہے جو کہ تشبیہًا کے ضمن میں سمجھا جاتا ہے یعنی مثل ان دونوں ترکیبوں کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ مضاف حقیقی نہیں ہیں اس لئے کہ اگر مضاف حقیقی ہوں گی تو دو قباحتیں پیدا ہوں گی ایک لفظی۔ دوسرے معنوی۔ قباحت معنوی تو یہ ہے کہ اصل معنی لا اب لہ اور لا غلامین لہ کے یہ ہیں کہ فلاں آدمی ثابت النسب نہیں اور فلاں آدمی کے مطلقًا غلام نہیں اس لئے کہ جب نکرہ تحت میں نفی کے واقع ہوتا ہے تو فائدہ عموم و شمول کا دیتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ دونوں ترکیبوں میں اضافت مانیں اور لا اباہ اور لا غلامیہ کہیں۔ تو اب یہ معنی ہوں گے کہ متکلم کے نزدیک فلاں آدمی کا باپ جو معلوم الوجود ہے وہ اب موجود نہیں۔ اور فلاں آدمی کے دو غلام جو متکلم کے نزدیک معلوم الوجود ہیں اب موجود نہیں فروخت ہو گئے یا مر گئے اور درمیان ان دو معنوں کے فرق ظاہر ہے۔ باقی رہی قباحت لفظی سو وہ دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اضافت حقیقی میں مضاف الیہ سے لام کو حذف کر دیتے ہیں اور یہاں حذف نہیں کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے اسم معرفہ ہو جاتا ہے پس اضافت کی صورت میں لا اباله اور لا غلامی له معرفہ ہو جائیں گے اور یہ قاعدہ ابھی گذر چکا ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم جب معرفہ ہوتا ہے تو رفع اور تکریر لا مع اسم کے واجب ہوتی ہے۔ حالانکہ نہ اس جگہ رفع ہے اور نہ تکریر پس معلوم ہوا کہ یہ مضاف نہیں ہیں مضاف کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں (بندہ محمد مشیت اللہ دیوبندی)

خلافاً لسیبویہ[٥١] ویحذف[٥٢] کثیراً فی مثل لا علیک

ای لا بأس علیک خبرُ[٥٣] ما و لا المشبّهتین بلیس

مبتدا ١٢

هو المسندُ (خبر) بعد دخولهما وهی لغةٌ[٥٤] حجازیّةٌ واذا[٥٥]

مبتدا ثان ١٢ — مضاف الیہ مضاف الی الضمیر التثنیہ ١٢

زیدت اِنْ مع ما او انتقض النفی بالّا وتقدّم الخبرُ

علی الاسم نحو ما قائم الا زید ١٢

بطل العملُ واذا عُطِفَ[٥٦] علیه بموجبٍ فالرفع

ای خبر ما ولا ١٢

---

٥٢ قولہ ویحذف اسم لا- یعنی لائے نفی جنس کا اسم مثل لا علیک میں اکثر حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ عموم کے معنی زیادہ ہو جائیں- پس لا علیک اصل میں لا باس علیک تھا لا کے اسم کو حذف کر دیا گیا- اور مراد لا علیک سے وہ ترکیب ہے کہ جس میں اسم لا کے حذف پر قرینہ قائم ہو جیسا کہ قرینہ اس مثال میں لا کا حرف پر داخل ہونا ہے- اور لا حرف پر داخل نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ اس میں لا کا اسم محذوف ہے ٥٣ قولہ خبر ما و لا الخ- یعنی وہ ما و لا جو لیس کے ساتھ معنی نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونے میں مشابہت رکھتے ہیں اُن کی خبر منصوبات سے ہے اور وہ وہ ہے کہ جو اُن کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے ٥٤ قولہ وہی لغۃ حجازیۃ الخ- یعنی ما و لا کی خبر کی خبریت اور اسی طرح اُن کے اسم کی اسمیت اہل حجاز کا لغت ہے- لغت بنی تمیم میں یہ دونوں عمل نہیں کرتے- اور چونکہ قرآن عزیز کا نزول لغت حجاز پر ہے اس لئے اس میں ما کو عمل دیا گیا ہے جیسے قولہ تعالے ما ہذا بشراً ٥٥ قولہ و اذا زیدت یعنی جب لفظ ان کو کلمہ ما کے بعد زیادہ کیا جائے تو اُس کا عمل باطل ہو جاتا ہے اس لئے کہ ما عامل ضعیف ہے پس جب ما اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ ہوگا عمل نہ کر سکے گا جیسے ما ان زید قائم اور صرف ما کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نحویوں کی استعمال میں اَن کا کلمہ لا پر زائد ہونا درست نہیں پھر بصریوں کے نزدیک یہ ان زائدہ ہے- اور کوفیوں کے نزدیک نافیہ مؤکدہ ہے- نفی اول کی تاکید کرتا ہے ایسے ہی جب کہ معنی نفی کے الّا کے ذریعہ منتقض ہو جائیں تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے ما زید الا قائم- اسلئے کہ ما مشابہت لیس کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور یہ مشابہت معنی نفی اور جملہ پر داخل ہونے کے اعتبار سے ہے- پس جب معنی نفی کے منتقض ہو گئے تو اس کی مشابہت باقی نہیں رہی- لہذا عمل نہیں کرے گا ایسے ہی اگر خبر اسم پر مقدم ہو جائے گی تو ما کا عمل باطل ہو جائے گا اس لئے کہ عامل ضعیف اُس وقت عمل کرے گا جبکہ اُس کے معمول با ترتیب ہوں ترتیب کے بدلنے کے بعد عمل نہ کر سکے گا جیسے ما قائم زید ٥٦ قولہ و اذا عطف علیہ الخ- علیہ کی ضمیر کے مرجع میں کافیہ کی شراح مضطرب ہیں- بعض خبر ما و لا کی طرف راجع کرتے ہیں اور بعض صرف خبر ما کی طرف- اور مطلب یہ کہ جب کسی اسم کا عطف ما کی خبر پر یا ما و لا دونوں کی خبر پر بذریعہ ایسے حرف عطف کے کیا جائے کہ جو موجب ہے (اور وہ بل و لکن ہیں اور ان کو موجب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے ما بعد کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں) تو معطوف میں رفع واجب ہوگا اگرچہ معطوف علیہ منصوب ہے اور وجہ یہ ہے کہ معنی نفی کے جو کہ عمل ما کا سبب تھے بسبب اُس حرف موجب کے باقی نہیں رہے- پس عطف محل خبر پر ہوگا اور اُس کا محل خبر مبتدا ١٢

ص- ہونے کی حیثیت سے رفع ہے- پس رفع واجب ہوگا جیسے ما زید قائما بل قاعد ١٢-

---

٥١ قولہ خلافا لسیبویہ الخ یعنی سیبویہ کہتا ہے کہ مثل ان دونوں ترکیبوں میں اضافت حقیقی پائی جاتی ہے- اب سیبویہ پر وہ اعتراضات وارد ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے- مگر سیبویہ سب اعتراضوں کا جواب ایک دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ لام لا اباً لہ اور لا غلامی لہ میں تاکید کے لئے- اور عوض میں لام مقدرہ کے ہے لام اضافت نہیں اس لئے کہ نحویوں کے نزدیک یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ وہ جب اسم جیسے معرفہ کو نکرہ کرتے ہیں تو دوسرا لام عوض میں محذوف کے تاکید کے لئے لاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ نکرہ ہے- پس اس وقت یہ تینوں اعتراض دفع ہو جائیں گے- اس لئے کہ معلوم ہو گیا کہ یہ لام لام اضافت نہیں- نیز اضافت منتفی ہونے سے تعریف بھی منتفی ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ اب اور غلام نکرہ ہیں معرفہ نہیں ہیں اور جب معرفہ نہ ہوئے تو نہ رفع واجب ہوگا نہ تکریر اور نہ فساد معنی لازم آئے گا ١٢ ٧ ٧ ٧

ہو یعنی اُس کا اثر لفظوں میں باقی ہو جیسے غلام زید کہ اصل میں غلام لزید تھا پس یہاں لام مقدر اور مراد ہے اس لئے کہ اُس کا اثر لفظوں میں باقی ہے ۔ نیز وہ شئی کہ جس کی نسبت مضاف الیہ کی طرف ہے عام ہے کہ اسم ہو جیسے غلام زید یا فعل ہو جیسے مررت بزید ۔ ترکیب قولہ لفظا و تقدیرا حال ہے اور ذوالحال حرف جر ہے اور عامل اس میں واسطہ کے معنی ہیں ای بتوسل بحرف الجر ظاہرا او مقدرا اور قولہ مرادا حال بعد حال ہے ۔ ای مقدرا مرادا اور محتمل ہے کہ لفظا اور تقدیرا معنی میں مفعول کے ہو کر کان محذوف کی خبر ہو ای کان الحرف ملفوظا و مقدرا اور قولہ مرادا کان محذوف کے اسم سے حال واقع ہو ۔ نیز ہو سکتا ہے کہ قولہ مرادا قولہ تقدیرا سے تمیز ہو ۔ پھر قولہ مرادا سے

معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں ۔ ۱۲

المجرورات[1] هو ما[2] اشتمل على علم المضاف اليه والمضاف[3]

ای المجرور فی ضمن المجرورات ۱۲ — مبتدا ۱۲ — مجرور و مضاف ۱۲

اليه كل اسم نسب اليه شيء بواسطة حرف الجر لفظا

خبر ۱۲ — فعل مجہول ۱۲ — مفعول مالم یسم فاعلہ — ملفوظا او مقدرا ای سواء کان

او تقديرا مرادا فالتقدير[4] شرطه ان يكون المضاف اسما

الفاء للتفسیر ۱۲ — مبتدا اول ۱۲ — مبتدا ثانی ۱۲ — بتاویل مصدر خبر المبتدا الثانی — فعل ناقص ۱۲

مجردا تنوينه لاجلها وهي[5] معنوية ولفظية فالمعنوية[6]

عطف علی المجرد ۱۲ — الفاء للتفسیر ۱۲

ان يكون المضاف غير صفة مضافة الى معمولها

مصدریہ ۱۲ — فعل ناقص ۱۲ — صفت ۱۲ — جارۃ ۱۲

---

[1] قولہ المجرورات الخ ۔ اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مجرور صرف مضاف الیہ ہے اور وہ ایک ہے لہذا اس کو مفرد لانا چاہئے تھا جمع لانے کی کیا وجہ ہے ۔ اور جواب یہ ہے کہ مجرور کی انواع و اقسام پر نظر کرتے ہوئے اُس کو جمع لائے ہیں [2] قولہ ہو ما اشتمل الخ ۔ یعنی مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہے ۔ مجرور کی اس تعریف میں کلمہ ما سے مراد اسم ہے اس لئے کہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے ۔ پس اس وقت تعریف مجرور سے حرف اور فعل خارج ہو جائیں گے مضاف الیہ کی علامت جر ہے خواہ وہ کسرہ ہو یا فتحہ یا یاء اور خواہ جر تقدیری ہو یا لفظی ۱۲ [3] قولہ والمضاف الیہ الخ ۔ یعنی مضاف الیہ وہ اسم ہے کہ جس کی طرف کسی شئی کی نسبت بواسطہ حرف جر کے کی گئی ہو عام ازیں کہ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزید یا مقدر ہو کر مراد

مفعول فیہ اور مفعول معہ سے احتراز ہے اس لئے کہ تقدیر حرف جر کی ان دونوں میں مراد نہیں ورنہ وہ منصوب نہ ہوتے **فائدہ** جاننا چاہئے کہ مضاف الیہ کی یہ تعریف اصطلاح قوم کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ مجرور بحرف جر لفظی کو مضاف الیہ نہیں کہتے ۔ نیز جاننا چاہئے کہ مصنف علام رح نے مضاف الیہ کی تعریف کو جب بواسطہ حرف الجر کی قید کے ساتھ مقید کیا تو اُس سے مضاف الیہ باضافت لفظی خارج ہو جائے گا اس لئے کہ وہ بتقدیر حرف جر نہیں ہوتا ۔ لیکن چونکہ اضافت معنوی اصل اور اضافت لفظی اُس کی فرع ہے ۔ لہذا وہ تبعاً اس میں داخل ہو گی کذا قیل ۱۲ [4] قولہ فالتقدیر شرطہ الخ ۔ یعنی وہ اضافت جو بتقدیر حرف جر ہوتی ہے اُس کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایک ایسا اسم ہو جو اضافت کی وجہ سے اپنی تنوین یا قائم مقام تنوین مثلاً نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہو ۔ اس لئے کہ کلمہ تنوین یا قائم مقام تنوین کی ساتھ تام ہونے کی وجہ سے انفصال پر دلالت کرتا ہے ۔ اور اضافت مقتضی اتصال ہے [5] قولہ وہی معنویۃ ۔ یعنی اضافت بتقدیر حرف جر دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ ۔ معنویہ معنی کی طرف منسوب ہے اور یہ اضافت مضاف میں چونکہ معنی تعریف اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اس لئے اُس کو معنویہ کہتے ہیں ۔ اور لفظیہ لفظ کی طرف منسوب ہے ۔ اس اضافت سے صرف لفظ میں تخفیف آجاتی ہے ۔ اور مضاف میں معنی تعریف اور تخصیص کے حاصل نہیں ہوتے اس لئے اُس کو لفظیہ کہتے ہیں [6] قولہ فالمعنویۃ الخ ۔ یعنی اضافت معنویہ وہ ہے کہ جس میں مضاف وہ صفت نہ ہو جو کہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہے اور اس جگہ تین صورتیں متصور ہیں ۔ ایک یہ کہ مضاف نہ صیغہ صفت ہو اور نہ اپنے معمول کیطرف مضاف ہو جیسے غلام زید ۔ دوسرے یہ کہ مضاف صیغہ صفت ہو ۔ لیکن اپنے معمول کیطرف مضاف *

۵۱ قولہ وہی اما بمعنی اللام الخ یعنی اضافت معنوی بتقدیر لام اُس جگہ ہوتی ہے کہ جہاں مضاف الیہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ وہ مضاف کا ظرف ہو پھر مضاف الیہ کے جنس مضاف سے ہونیکے یہ معنی ہیں کہ مضاف مضاف الیہ اور غیر مضاف الیہ دونوں پر صادق آئے اور مضاف الیہ مضاف اور غیر مضاف دونوں پر صادق آئے - اور اُس کی صورت یہ ہے کہ دونوں کے درمیان عام و خاص من وجہ کی نسبت ہو ۵۲ قولہ او بمعنی من الخ - یعنی جب کہ مضاف الیہ جنس مضاف سے ہو تو اضافت معنوی بتقدیر من ہوتی ہے ۵۳ قولہ او بمعنی فی الخ یعنی اضافت بتقدیر فی اُس جگہ ہوتی ہے کہ جس جگہ مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو - ۵۴ قولہ وہو قلیل الخ - یعنی

وَهِيَ إِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ فِي مَا عَدَا جِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفِهِ

مبتدا ۱۲ حرف الترديد ۱۲ ای الاضافۃ ۱۲ الظرف خبر المبتدا ۱۲ موصولۃ ۱۲

وَإِمَّا بِمَعْنَى مِنْ فِي جِنْسِ الْمُضَافِ أَوْ بِمَعْنَى فِي ظَرْفِهِ

عطف علی قولہ جنس المضاف ۱۲ اللتی للبیان ۱۲ الظرف خبر مبتدا محذوف ۱۲

وَهُوَ قَلِيلٌ مِثْلُ غُلَامِ زَيْدٍ وَخَاتَمِ فِضَّةٍ وَضَرْبِ

خبر مبتدا محذوف مثال للاقسام الثلاثۃ للاضافۃ المعنویۃ ۱۲

الْيَوْمِ وَتُفِيدُ تَعْرِيفًا مَعَ الْمَعْرِفَةِ وَتَخْصِيصًا مَعَ

عطف علی قولہ تعریفا ۱۲ المستکن فاعلہ ۱۲

النَّكِرَةِ وَشَرْطُهَا تَجْرِيدُ الْمُضَافِ مِنَ التَّعْرِيفِ وَمَا

عطف علی قولہ مع المعرفۃ ۱۲ خبر مبتدا ۱۲ مبتدا ۱۲

أَجَازَهُ الْكُوفِيُّونَ مِنَ الثَّلَاثَةِ الْأَثْوَابِ وَشِبْهِهِ مِنَ

بیان لما ۱۲

الْعَدَدِ ضَعِيفٌ وَاللَّفْظِيَّةُ أَنْ يَكُونَ الْمُضَافُ صِفَةً

خبر ۱۲ ای الاضافۃ اللفظیۃ ۱۲ علامتہا ۱۲

مُضَافَةً إِلَى مَعْمُولِهَا مِثْلُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ

اضافۃ اسم الفاعل الی المفعول ۱۲

۶۰- کوفیوں کا الثلاثۃ الاثواب وغیرہ کو جائز کہنا ضعیف ہے اس لئے کہ یہاں پر مضاف کے نکرہ ہونے کی صورت میں استکمال اعلیٰ کا ادنیٰ سے لازم نہیں آتا بلکہ استکمال ادنیٰ کا اعلیٰ سے لازم آتا ہے اور وہ جائز ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ درحقیقت مضاف الیہ ۱۲

اضافت بمعنی فی استعمالات میں قلیل ہے ۵۵ قولہ نحو غلام زید الخ - یہ اضافت بمعنی لام کی مثال ہے - اصل میں غلام لزید تھا ۵۶ قولہ وخاتم فضۃ الخ - یہ اضافت بمعنی من کی مثال ہے اصل میں خاتم من فضۃ تھا ۵۷ قولہ وضرب الیوم الخ یہ اضافت بمعنی فی کی مثال ہے ای ضرب واقع فی الیوم اس لئے کہ ایک چیز کے ظرف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ چیز اس دوسری چیز میں پائی جائے ۵۸ قولہ وتفید تعریفا الخ - یعنی اسم کو معرفہ کی طرف مضاف کرنے سے تعریف اور نکرہ کی طرف مضاف کرنے سے تخصیص یعنی قلت اشتراک حاصل ہوتی ہے لیکن یہ حکم مثل اور غیر اور اُن کے مانند میں جاری نہ ہوگا - اس لئے کہ یہ اسماء بوجہ کثرت ابہام کے معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ نہیں ہوتے مگر جب کہ مضاف الیہ کا مقابل شئ واحد ہو یا مضاف الیہ کا کوئی ایسا مثل مشہور ہو کہ جس کی مماثلت مضاف الیہ کی سابقہ اوصاف میں سے کسی خاص وصف مثلا علم اور شجاعت میں پائی جائے تو یہ معرفہ ہو جائیں گے چنانچہ جب ہم جاء مثلک کہیں گے تو اس میں مثل معرفہ ہو جائے گا بشرطیکہ مقصود اس سے اُس کا مماثل خاص ہو ۵۹ قولہ وشرطہا الخ - یعنی اضافت معنوی کی شرط یہ ہے کہ مضاف کو تعریف سے خالی کریں اس لئے کہ جب مضاف معرفہ ہو تو دو صورتیں ہیں مضاف الیہ یا معرفہ ہوگا یا نکرہ - بر تقدیر اول تحصیل حاصل اور بر تقدیر ثانی طلب ادنیٰ کے باوجود حصول اعلیٰ کی لازم آتی ہے اور وہ مذموم ہے ۶۰ قولہ وما اجازہ الکوفیون الخ - یہ جملہ سوال مقدر کا جواب ہے - سوال یہ ہے کہ مضاف سے تجرید مضاف کی شرط غیر مسلم ہے اس لئے نحاۃ کوفہ اُن اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہیں تعریف باللام کو جائز رکھتے ہیں جیسے الثلاثۃ الاثواب اور الخمسۃ الدراہم اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اسماء عدد میں مضاف مقصود ہوتا ہے - اور مضاف الیہ کو مضاف سے ابہام رفع کرنے کے لئے لاتے ہیں پس اگر مضاف نکرہ ہوگا تو استکمال اعلیٰ کا ادنیٰ سے لازم آئیگا اور یہ نہایت مذموم ہے پس اس کا جواب مصنف علام نے یہ دیا کہ ص

مقصود ہوتا ہے - مضاف کو بیان مقدار کے لئے لاتے ہیں کما ہو الظاہر ۶۱ قولہ واللفظیۃ الخ - یعنی

اس لئے کہ موصوف اور صفت میں مطابقت ضروری ہے بخلاف ترکیب مررت بزید حسن الوجہ کے کہ وہ ممتنع ہے۔ اس لئے کہ اس میں موصوف یعنی زید معرفہ اور صفت یعنی حسن الوجہ نکرہ ہے ۵۳ قولہ وجاز الخ۔ یعنی یہ دو ترکیبیں الضاربا زید اور الضاربو زید جائز ہیں کیونکہ اوّل میں تخفیف بحذف نون تثنیہ اور ثانی میں بحذف نون جمع حاصل ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں اضافت کی وجہ سے محذوف ہوئے نہ کہ لام تعریف کی وجہ سے۔ اس لئے کہ فک اضافت کے وقت نون اُن میں لوٹ آتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ نون لام تعریف کی وجہ سے حذف نہیں ہوئے بلکہ اضافت کی وجہ سے محذوف ہیں ورنہ فک اضافت کے وقت کبھی عود نہ کرتے ۵۴ قولہ وامتنع الضاربُ زید الخ۔ یعنی ترکیب الضارب زید کی ممتنع ہے اس لئے کہ اس جگہ اضافت سے تخفیف نہیں آئی جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ تنوین الضارب سے لام تعریف کی وجہ سے محذوف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے ورنہ فک اضافت کے وقت عود کرتی۔ حالانکہ عود نہیں کرتی ۵۵ قولہ خلافاً للفراء الخ۔ یعنی فراء نحوی اس ترکیب کو جائز کہتا ہے اس لئے کہ اُس کے نزدیک لام کا دخول الضاربُ زید میں اضافت کے بعد ہوا ہے۔ پس اس میں اضافت کی وجہ سے بذریعہ حذف تنوین کے اوّل تخفیف آئی اس کے بعد وہ معرف باللام ہوگیا۔ علاوہ ازیں ترکیب مذکور کے جواز پر قول شاعر الواہب المائۃ الہجان وعبدہا الخ سے دلیل لاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ مصرعہ مذکور میں تین ترکیبیں حاصل ہیں۔ ایک یہ کہ الواہب المائۃ مثل الضارب الرجل کے ہے دوسرے المائۃ الہجان مثل الثلاثۃ الاثواب کے ہے تیسرے قولہٗ وعبدہا کا عطف المائۃ پر ہے۔ اور الواہب اس کی طرف مضاف ہے اور قاعدہ ہے کہ معطوف علیہ میں پہلے جو قید ہوتی ہے وہ معطوف کی طرف لوٹتی ہے۔ پس گویا شاعر نے کہا الواہب عبدہا۔ اور یہ مثل الضارب زید کی ہے پس جب الواہب عبدہا صحیح ہوگیا تو الضارب زید بھی صحیح ہوگیا یہ فراء کا استدلال ہے۔ اور اس کا جواب مصنف رح نے اپنے قول وضعف الواہب الخ سے یہ دیا کہ استدلال مذکور ضعیف ہے اس لئے کہ دلیل مذکور قطعی نہیں بلکہ احتمال ہے کہ عبدہا مجرور نہ ہو بلکہ منصوب ہو اور ترکیب میں مفعول معہٗ ہو۔ اور اگر اس کا مجرور ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی استدلال مذکور صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ بغیر عطف کے تنہا الواہب عبدہا ممتنع ہو۔ اور عطف کے ساتھ ترکیب الواہب المائۃ وعبدہا جائز ہو۔ اس لئے کہ بسا اوقات معطوف میں وہ امر جائز ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتا جیسے رب شاۃ وسخلتہا کہ یہاں رب کا دخول عطف کے ساتھ سخلتہا معرفہ پر ہوگیا ہے۔ اور یہ ترکیب جائز ہے اور بغیر عطف ۱۲

وجہ ضعف اس قول کی یہ ہوگی کہ یہ قول المائۃ الہجان پر مشتمل ہے۔ اور وہ مثل الثلاثۃ ص۔م ۵۵- الاثواب سے ہے اور الثلاثۃ الاثواب ضعیف ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا لہذا المائۃ الہجان ضعیف ہوگا اور چونکہ قاعدہ ہے کہ جو قول ضعیف قول پر مشتمل ہوتا ہے وہ خود ضعیف ہوتا ہے لہذا یہ قول بھی ضعیف ہوگا اور اس سے استدلال بھی ضعیف ہوگا اس لئے کہ قول ضعیف غیر پر حجت نہیں ہو سکتا ۱۲

وَلَا تُفِيدُ۱ إِلَّا تَخْفِيفًا فِي اللَّفْظِ وَمِنْ ثَمَّ۲ جَازَ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَامْتَنَعَ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَجَازَ۳ الضَّارِبَا زَيْدٍ وَالضَّارِبُو زَيْدٍ وَامْتَنَعَ۴ الضَّارِبُ زَيْدٍ خِلَافًا۵ لِلْفَرَّاءِ وَضَعُفَ ع الْوَاهِبُ الْمِائَةَ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا

لاتفید تعریفا ولا تخصیصا ۱۲

لحصول التخفیف بحذف التنوین ۱۲

لحصول التخفیف بحذف نون الجمع

لحصول التخفیف بحذف نون التثنیۃ ۱۲

لعدم التخفیف لسقوط التنوین باللام دون الاضافۃ ۱۲

[illegible]

۱ قولہ ولا تفید الخ۔ یعنی اضافت لفظی لفظ میں صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف اور تخصیص اس سے حاصل نہیں ہوتی۔ پھر یہ تخفیف کبھی تو فقط مضاف میں ہوتی ہے جیسے ضاربُ زیدٍ کہ اصل میں ضاربٌ زیدًا تھا پس اضافت کی وجہ سے تنوین ضاربٌ سے ساقط ہوگئی۔ اور کبھی صرف مضاف الیہ میں ہوتی ہے بذریعہ حذف ضمیر کے جیسے القائمُ الغلام کہ اصل میں القائمُ غلامہٗ تھا غلام سے ضمیر مضاف الیہ کو حذف کرکے القائم میں اس کو مستتر مان لیا اور القائم کو اس کی طرف مضاف کر دیا گیا۔ پس مضاف الیہ میں تخفیف حاصل ہوئی اور کبھی مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہوتی ہے جیسے حسن الوجہ کہ اصل میں حسنٌ وجہہٗ تھا۔ پس اضافت سے تنوین حسنٌ کی اور ضمیر وجہہ کی محذوف ہوگئی اور عوض میں ضمیر وجہہ کے لام تعریف کو لائے پس مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف آگئی ۲ قولہ ومن ثم جاز۔ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ اضافت لفظی صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تو اب ترکیب مررت برجل حسن الوجہ جائز ہوگی اس لئے کہ اس میں بوجہ اضافت کے مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر محذوف ہوگئی تعریف اور تخصیص حاصل نہیں ہوئی۔ لہذا اس اعتبار سے حسنُ الوجہ کا نکرہ کی صفت واقع ہونا صحیح ہے ورنہ اگر تعریف یا تخصیص حاصل ہوتی تو اُس کا نکرہ کی صفت ہونا صحیح نہ تھا

[illegible]

ترکیب الضاربک بالاتفاق جائز ہے تو ترکیب الضارب زید بھی اس پر محمول ہو کر جائز ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ اوّل تو جمہور نحاۃ اس ترکیب میں اضافت کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ الف و لام اس میں بمعنی الذی اور ضارب بمعنی ضرب اور کاف بنا بر مفعول ہونے کے منصوب المحل ہے۔ پس ان لوگوں کے قول کے موافق استدلال صحیح نہ ہوگا دوسری یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس جگہ اضافت ہے جیسا کہ بعض کا مذہب ہے تب بھی فرار کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ وہ اس ترکیب کو ضاربک پر محمول ہونیکی وجہ سے جائز کہتے ہیں۔ اور ضاربک میں سقوط تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ اس لئے کہ اگر اضافت کی وجہ سے تنوین محذوف ہوتی تو فک اضافت کے ضاربٌ کہنا درست ہوتا حالانکہ کبھی ایسا سنا نہیں گیا پس استدلال فرار کا اس سے بھی صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ استدلال اس چیز سے ہوتا ہے جو بنفسہ جائز ہو۔ اور اگر فرار یہ کہے کہ میں الضارب زید کو مثل الضاربک کے ضاربک پر حمل کرتا ہوں تاکہ الضارب زید بھی بلا تخفیف کے صحیح ہو۔ تو جواب یہ ہے کہ الضارب زید کو ضاربک پر محمول نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں ایک باب سے نہیں بخلاف الضاربک اور ضاربک کے کہ دونوں اس امر میں مشارک ہیں کہ اسم فاعل ضمیر کے ساتھ متصل ہے۔ پس یہ ایک دوسرے پر محمول ہو سکتے ہیں ۳ قولہ ولا یضاف موصوف الخ۔ یعنی موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ صفت حقیقت میں عین موصوف ہے اور مضاف الیہ مضاف کے مغائر ہوتا ہے پس اگر موصوف کو اُس کی صفت کی طرف مضاف کریں گے تو عینیت میں غیریت لازم آئیگی اور لازم باطل ہے پس ملزوم اُس کے مثل ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ کہ موصوف دو حال سے خالی نہیں صفت سے اخص ہوگا۔ یا اس کے مساوی۔ اگر اخص ہو تو استعمال اعلیٰ کا ادنیٰ سے لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں۔ اور مساوی ہو تو اضافت سے کچھ فائدہ نہیں تحصیل حاصل ہے۔ ٤ قولہ ولا صفۃ الی موصوفہا الخ۔ یعنی ایسے ہی یہ بھی جائز نہیں کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہو۔ اس لئے کہ اس وقت غیریت بجائے عینیت کے لازم آئے گی۔ نیز فوقیت تابع کی متبوع پر لازم آئیگی اور وہ ناجائز ہے ۱۲

وَاِنَّمَا جَازَ ١ الضَّارِبُ الرَّجُلِ حَمْلاً عَلَى الْمُخْتَارِ فِي الْحَسَنِ الْوَجْهِ وَالضَّارِبُكَ ٢ وَشِبْهُهُ فِيْمَنْ قَالَ اِنَّهُ مُضَافٌ حَمْلاً عَلَى ضَارِبُكَ وَلَا ٣ يُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلَى صِفَتِهٖ وَلَا ٤ صِفَةٌ اِلَى مَوْصُوْفِهَا

ای فی قول من قال وہو سیبویہ ومن تابعہ ۱۲

١ قولہ وانما جاز الضارب الرجل الخ۔ پھر فرار نے اپنے مطلوب پر الضارب الرجل سے استدلال کیا ہے اور کہا کہ الضارب الرجل بالاتفاق جائز ہے اور وہ مثل الضارب زید کی ہے لہذا یہ نہ ہوگا کہ الضارب الرجل جائز ہو اور الضارب زید ناجائز ہو۔ پس اس کا جواب مصنف رح یہ دیتے ہیں کہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ ترکیب الضارب الرجل بھی ناجائز ہو۔ اس لئے کہ اس میں اضافت سے کوئی تخفیف نہیں آئی۔ بلکہ تخفیف اس میں محض لام کی وجہ سے ہے مگر تاہم یہ ایک دوسری وجہ سے جائز ہے وہ یہ کہ ترکیب مذکور الحسن الوجہ کی وجوہ میں سے وجہ مختار پر محمول ہے اور وہ الوجہ کا اضافت کی وجہ سے مجرور ہونا ہے۔ پس الضارب الرجل کے جواز کی ایک وجہ موجود ہے وہ یہ کہ یہ اور الحسن الوجہ دونوں دو امر مشارک ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں ترکیبوں میں مضاف صیغہ صفت اور معرف باللام ہے دوسرے یہ مضاف الیہ دونوں میں اسم جنس اور معرف باللام ہے۔ بخلاف الضارب زید کے کہ اُس کی الحسن الوجہ کے ساتھ مشابہت نہیں۔ لہذا ترکیب الضارب زید ناجائز ہوگی۔ ۱۲
٢ قولہ وضاربک وشبہہ الخ یہ بھی فرار کے استدلال کا جواب ہے۔ تقریر استدلال کی یہ ہے کہ الضارب زید مثل الضاربک کی ہے اس لئے کہ دونوں میں تنوین لام کے سبب محذوف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کے سبب۔ پس جب کہ ص

(محمد مشیت اللہ عفرلہٗ)

۴۰۔ کرنے والا نماز کا وقت ہے مسجد نہیں ورنہ تمام اوقات میں انسان مسجد میں مجتمع ہوتے اور یہ باطل ہے اور ایسے ہی جانب الغربی اصل میں جانب المکان الغربی تھا پس اس وقت غربی صفت مکان کی ہوگا نہ کہ جانب کی۔ علی ہذا القیاس صلوٰۃ الاولی صلوٰۃ الساعۃ الاولی تھا اور بقلۃ الحمقاء بقلۃ الحبۃ الحمقاء تھا تمام میں موصوف محذوف ہے۔ پس قاعدہ کلیہ علی حالہا باقی ہے ۵۲ قولہ مثل جرد قطیفۃ الخ۔ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ ہم اضافت صفت کو موصوف کی طرف ناجائز تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں جرد اور اخلاق صفت ہیں اور اپنے موصوف یعنی قطیفہ اور ثیاب کی طرف مضاف ہیں۔ پس اس کا جواب مصنف رح یہ دیتے ہیں کہ جرد قطیفہ (پرانی چادریں) اور اخلاق ثیاب (پرانے کپڑے) اور ان کی مثل متاول ہیں۔ اور تاویل یہ ہے کہ اگرچہ موصوف ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفت ذات مبہم پر مع وصف کے دلالت کرتی ہے لیکن کبھی صفت کو ذات کے درجہ میں مطلق ذکر کرتے ہیں۔ پس جب مثلاً جرد کو ذات کے درجہ میں ذکر کریں تو اس میں ابہام پیدا ہوگا کہ جرد کیا چیز ہے۔ پھر جس وقت قطیفہ کو رفع ابہام کے طور پر اس کے بعد ذکر کیا اور جرد کو اس کی طرف مضاف کیا تو ابہام جاتا رہا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اضافت اس حیثیت سے نہیں کہ جرد قطیفہ کی صفت ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ گویا جرد ایک جنس مبہم ہے اس کو قطیفہ کی طرف اس لئے مضاف کیا گیا کہ اس میں تخصیص پیدا ہو جائے اور ابہام جاتا رہے اور اسی پر اخلاق ثیاب کو بھی قیاس کر لینا چاہیے کہ اس میں بھی بعینہ یہی تاویل جاری ہوگی ۱۲ ۵۳ قولہ ولا یضاف الخ۔ یعنی جب ایک اسم دوسرے اسم کے ساتھ عموم وخصوص میں مماثل اور مشابہ ہو تو دونوں میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف نہ ہوگی خواہ وہ دونوں اعیان میں سے ہوں جیسے لیث واسد یا معانی اور احداث سے ہوں جیسے منع وحبس۔

جواب ہے۔ تقریر سوال کی یہ ہے کہ سعید اور کرز دونوں ایک ذات کے علم ہیں پس دونوں ۴۴

وَمِثْلُ[۵۱] مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِیِّ وَصَلٰوۃُ الْاُوْلٰی (مبتدا ۱۲)

وَبَقْلَۃُ الْحَمْقَاءِ مُتَاَوَّلٌ (خبر ۱۲) وَمِثْلُ[۵۲] جَرْدُ قَطِیْفَۃٍ وَاَخْلَاقُ (مبتدا ۱۲)

ثِیَابٍ مُتَاَوَّلٌ (خبر ۱۲) وَلَا یُضَافُ[۵۳] اِسْمٌ (مفعول مالم یسم فاعلہ برائے لا یضاف ۱۲) مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ اِلَیْہِ

فِی الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ کَلَیْثٍ وَاَسَدٍ (مثال مترادفین من الاعیان ۱۲) وَحَبْسٍ وَمَنْعٍ (مثال مترادفین من المعانی ۱۲)

لِعَدَمِ الْفَائِدَۃِ (فی الاضافۃ وہو التعریف او التخصیص ۱۲) بِخِلَافِ[۵۴] کُلِّ الدَّرَاہِمِ وَعَیْنِ الشَّیْءِ

فَاِنَّہٗ یَخْتَصُّ بِہٖ وَقَوْلُہُمْ[۵۵] سَعِیْدُ کُرْزٍ (مبتدا ۱۲) وَنَحْوُہٗ مُتَاَوَّلٌ (خبر ۱۲)

۵۱ قولہ ومثل مسجد الجامع الخ۔ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقریر سوال کی یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف نہیں ہوتا ہمیں تسلیم نہیں اور کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کلام عرب میں بکثرت موصوف کی اضافت صفت کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔ پس قاعدہ کلیہ باطل ہو گیا۔ اور تقریر جواب کی یہ ہے کہ امثلہ مذکورہ متاول ہیں چنانچہ مسجد الجامع دراصل مسجد الوقت الجامع تھا پس جامع اس میں صفت وقت کی ہے نہ کہ مسجد کی۔ اور دلیل یہ ہے کہ انسانوں کا جمع ۴۰

[illegible]

ہوں جیسے منع وحبس۔ اس لئے کہ اس اضافت سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ جو چیز مقصود ہے وہ اضافت سے قطع نظر کر کے صرف مضاف سے حاصل ہو جائے گی پس اضافت لغو ہوگی ۵۴ قولہ بخلاف کل الدراہم الخ۔ یعنی بخلاف اس اضافت کے جو عام کی خاص کی طرف ہو وہ مفید ہوتی ہے جیسے کل الدراہم اور عین الشیٔ کہ ان دونوں مثالوں میں مضاف عام ہے اس لئے کہ کل اضافت سے پہلے دراہم اور دنانیر دونوں کو شامل تھا اضافت سے اس میں تخصیص آگئی اور دراہم کیساتھ خاص ہو گیا ایسے ہی لفظ عین اضافت سے قبل عام تھا موجود اور معدوم دونوں پر اس کا اطلاق عام ہوتا تھا اضافت سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی اور وہ ۴۰

[illegible]

۴۴۔ ایک دوسرے کے مماثل ہیں لہذا ان میں اضافت نہ ہونی چاہیے تھی حالانکہ سعید کی اضافت کرز کی طرف ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ امثلہ متاول ہیں بایں طور کہ مضاف سے مراد مسمّی کی ذات ہے اور مضاف الیہ سے مراد لفظ

کا حل صرف موجود ہوتا ہی پس اس اضافت سی چونکہ فائدہ مقصود ہے کہ مضاف میں تخصیص آجاتی ہے لہذا یہ جائز ہو گئی ۵۵ قولہ وقولہم سعید کرز الخ۔ یہ سوال مقدر کا

ص ـ سبب ابدال کا متحقق نہیں ہے ۵۳ قولہ وہذیل تقلبہا الخ ۔ یعنی قبیلہ ہذیل غیر تثنیہ میں اس الف کو یاء سے بدل کر یاء متکلم میں ادغام کرتا ہے جیسے عصیّ اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح پر ماقبل یاء متکلم کے جب فتحہ ہوتا ہے تو وہ کسرہ سے بدل جاتا ہے اسی طرح جب ماقبل یاء متکلم کے الف ہو تو وہ بھی یاء سے بدل جائے گا قیاسا علی الفتح ۵۴ قولہ وان کان یاء الخ ۔ یعنی اگر اس اسم کے آخیر میں جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہے یاء ہو تو اُس کو یاء متکلم میں ادغام کریں گے ۵۵ قولہ وان کان واوا الخ ۔ یعنی اگر واؤ ہو گی تو اس کو یاء کرکے بدل لیں گے جیسے مسلمیّ اس لئے کہ جب مسلمون کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا تو نون کو اضافت کی وجہ سے گرا دیا اور واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کیا اور مناسبت یاء کی وجہ سے ضمہ میم کو کسرہ سے بدل لیا ۵۶ قولہ وفتحت الیاء الخ یعنی یاء متکلم کو التقائے ساکنین سے بچنے کے لئے تینوں صورتوں میں فتحہ دیں گے اس لئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور التقائے ساکنین محال ۵۷ قولہ واما الاسماء الستۃ الخ یعنی اسمائے ستہ میں حال اخ اور اب کا جبکہ یہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں یہ ہے کہ اخی اور ابی کہیں اور محذوف کو رد نہ کریں ۔ اس لئے کہ کثرت استعمال ان دونوں کا تخفیف کو چاہتا ہے ۔ لہذا لام کلمہ کو جو کہ نسیا منسیا کے درجہ میں محذوف ہو چکا ہے یاء متکلم کی طرف اضافت کرتے وقت رد نہ کریں گے ۵۸ قولہ واجاز المبرد الخ ۔ یعنی مبرد ان دونوں کو یاء متکلم کی طرف مضاف کرتے وقت اخیّ اور ابیّ کہتا ہے اور یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ کثرت استعمال سے ثقیل کا ثقل زائل ہو جاتا ہے پس واؤ محذوف کو رد کریں گے اور اُس کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کریں گے ۵۹ قولہ وتقول حمی وہنی الخ ۔ یہاں پر تقول مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بوقت اضافت حم اور ہن کی طرف یاء متکلم کے حمی ہنی بغیر واپس لائے محذوف کے کہے ۔ پھر ان دونوں کو اخی اور ابی سے اس لئے جدا کیا ہے کہ ان دونوں میں جمہور کے ساتھ مبرد کی مخالفت مشہور

وَاِذَا اُضِيفَ الْاِسْمُ الصَّحِيحُ اَوِ الْمُلْحَقُ بِهِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ

نحو غلامی ودلوی وظبیی ۱۲ — للتخفیف ۱۲

كُسِرَ اٰخِرُهُ وَالْيَاءُ مَفْتُوحَةٌ اَوْ سَاكِنَةٌ فَاِنْ كَانَ اٰخِرُهُ اَلِفًا

موافقة الیاء ۱۲ — لان الاصل فی المبنی علی الحرکة الفتح ۱۲ — ای آخر الاسم المضاف الی یاء المتکلم ۱۲

تَثْبُتُ وَهُذَيْلٌ تَقْلِبُهَا لِغَيْرِ التَّثْنِيَةِ يَاءً وَاِنْ كَانَ يَاءً

ای الالف نحو عصای ورحای ۱۲ — ای تدغم فی یاء المتکلم فتقول عصیّ ورحیّ ۱۲

اُدْغِمَتْ وَاِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ يَاءً وَاُدْغِمَتْ وَفُتِحَتِ

عطف علی قولہ قلبت ۱۲

الْيَاءُ لِلسَّاكِنَيْنِ وَاَمَّا الْاَسْمَاءُ السِّتَّةُ فَاَخِي وَاَبِي وَاَجَازَ الْمُبَرِّدُ

مفعول مالم یسم فاعلہ ۱۲ — الظرف متعلق بیقال ۱۲

اَخِيَّ وَاَبِيَّ وَتَقُولُ حَمِي وَهَنِي وَيُقَالُ فِيَّ فِي الْاَكْثَرِ وَفَمِي

بتشدید الیاء ۱۲

۵۱ قولہ واذا اضیف الاسم الخ ۔ یعنی جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائیگی تو اسم کے آخر کو مناسبت یاء کی وجہ کسرہ دیں گے اور یاء متکلم کو مفتوح یا ساکن پڑھیں گے ۔ مفتوح اس لئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور سکون میں تخفیف ظاہر ہے جیسے ثوبی وظبیی پھر صحیح اصطلاح نحاۃ میں وہ ہے کہ اس کے آخیر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور ملحق بالصحیح وہ ہے کہ اس کے آخیر میں واؤ یا یائے ماقبل ساکن ہو جیسے دلو وظبی ۱۲ ۵۲ قولہ فان کان آخرہ الفا الخ ۔ یعنی اگر اس اسم کے آخیر میں جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہے الف ثابت رکھا جائیگا جیسے عصای اور رحای اس لئے کہ اس جگہ ص

ص ـ خلاف قیاس حذف کیا گیا اُس کے بعد واؤ کو میم سے بدل لیا اس لئے کہ وہ دونوں قریب

نہیں ۔ اور تقول صیغہ مؤنث کا اس لئے لائے کہ حم بمعنی دیور کی اضافت مذکر کی طرف ممتنع ہے ۶۰ قولہ ویقال فیّ الخ ۔ یعنی جب فوہ کی اضافت یاء متکلم کی طرف کریں گے تو فیّ کہیں گے اس لئے کہ اس کلمہ میں لام فعل کہ ہاء ہے نسیا منسیا کے درجہ میں خلاف قیاس محذوف ہو گئی ہے پس یاء متکلم کی طرف اضافت کرتے وقت محذوف کو رد نہ کریں گے اور واؤ کو کہ عین کلمہ ہے یاء میں ادغام کریں گے اور فاء کلمہ کو بوجہ مناسبت یاء کے کسرہ دیں گے فیّ ہو جاویگا اور یہ لغت اکثر ہے ۶۱ قولہ وفمی الخ ۔ یعنی بعض لغات میں فمی کہتے ہیں اور دلیل اس پر یہ ہے کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ کلمہ اصل میں فوہ تھا جیسا کہ اُس کی جمع افواہ اُس پر دلالت کرتی ہے ہاء کو ص ص

۴- اور مفعول ثانی باب علمت اور مفعول ثالث باب اعلمت کے سب خارج ہو گئے اور قولہ من جہۃ واحدۃ سے یہ بھی خارج ہو گئے اس لئے

اور جر میں اُس پر حرکات ثلثہ جاری کریں جیسا کہ حمٌ میں گذرا ۵ؔ قولہ و ذو لا یضاف الخ۔ یعنی ذو کہ اسمائے ستہ میں سے ہے ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوگا اس لئے کہ ذو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اُس کو دوسری چیز کی صفت قرار دے۔ پس اگر وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو گا تو خلاف وضع لازم آئے گا۔ اس لئے کہ ضمیر اسم جنس نہیں ہے اور چونکہ اس کی اضافت اسم جنس کی طرف لازم ہے اس لئے وہ اضافت سے علیحدہ بھی نہ کیا جائے گا جیسا کہ کہیں جاءنی رجل ذو مال۔ پس یہاں مال اسم جنس ہے اور بواسطہ ذو کے رجل کی صفت ہے ۶ؔ قولہ التوابع الخ یہ تابع کی جمع ہے اور وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہے اس لئے کہ فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتی بلکہ فاعل اسمی کی جمع فواعل کے وزن پر آتی ہے جیسا کہ کاہل ما بین الکتفین کی جمع کواہل آتی ہے ۷ؔ قولہ کل ثان باعراب الخ یعنی تابع نحویوں کی اصطلاح میں ہر وہ ثانی ہے جو اپنے سابق کے اعراب میں موافق ہو اور دونوں کے اعراب کی جہت ایک ہو۔ یعنی مثلاً اگر پہلے کلمہ پر اعراب جہت فاعلیت سے آیا ہو تو دوسرے کلمہ پر بھی اسی جہت سے آئے اور اگر اس پر اعراب جہت مفعولیت سے آیا ہو تو اس پر بھی جہت مفعولیت سے آئے۔ غرض دونوں کلموں کے اعراب کی جہت ایک ہونی چاہیے جیسے جاءنی زید العالم کہ اس میں العالم تابع ہے۔ اس لئے کہ وہ بہ نسبت زید کے دوسرے درجہ میں ہے اور اعراب یعنی رفع میں اس کے موافق ہے۔ پھر دونوں ایک ہی جہت سے مرفوع ہیں اور وہ جہت فاعلیت ہے۔ پس جس طرح زید فاعل ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے اسی طرح العالم بھی بوجہ زید کے ساتھ متحد ہونے کے اسی حیثیت سے مرفوع ہے۔ پس دونوں کا رفع ایک ہی حیثیت اور جہت سے ہے۔ پھر چونکہ یہاں ثانی سے مراد مؤخر ہے لہذا یہ تعریف تابع ثالث اور رابع کو بھی شامل ہوگی اس لئے کہ ہر ایک بلحاظ اپنے متبوع کے درجہ ثانی میں ہے۔

٩٦

ہر اسم مؤخر کو شامل ہے اور قولہ باعراب سابقہ بمنزلہ فصل کے ہے۔ کہ اس سے سوائے خبر مبتدا ۱ع

۱ؔ وَاِذَا قُطِعَتْ قِيْلَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَفَتْحُ الْفَاءِ
(مبتدا مضاف الیہ ۱۲ — عطف علیہ ۱۲)

اَفْصَحُ مِنْهُمَا ۲ؔ وَجَاءَ حَمٌ مِثْلُ يَدٍ وَخَبْءٍ وَدَلْوٍ وَعَصًا
(خبر المبتدا ای من ضمہا و کسرہا لدلالۃ فتح الفاء علیہا ۱۲ — ای کونہ مہموز اعمر بابالحرکات الثلث ۱۲)

۳ؔ مُطْلَقًا ۴ؔ وَجَاءَ هَنٌ مِثْلُ يَدٍ مُطْلَقًا ۵ؔ وَذُو لَا يُضَافُ اِلَى مُضْمَرٍ وَ
(مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲)

لَا يُقْطَعُ ۶ؔ اَلتَّوَابِعُ ۷ؔ كُلُّ ثَانٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ
(ای الکلمۃ ثانیا خبرہ — من الاضافۃ ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر مضاف ۱۲ — ای متلبس باعرابہ ۱۲)

۱ؔ قولہ واذا قطعت الخ۔ یعنی جب اسماء ستہ میں سے اسماء خمسہ مذکورہ کو اضافت سے قطع کر دیں گے تو اُن پر مطلقاً اعراب بحرکات جاری کریں گے جیسا کہ کہیں اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَہَنٌ وَفَمٌ۔ اور فم میں تین لغت ہیں فاء کا ضمہ اور فاء کا کسرہ اور فاء کا فتحہ۔ لیکن تینوں میں فاء کا فتحہ اس کے ضمہ اور کسرہ سے افصح ہے ۲ؔ قولہ وجاء حم الخ۔ یعنی حمٌ میں چند لغت ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اعراب میں یدٌ کی طرح پر ہے خواہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو یا کسی اور کی طرف۔ یا بالکل مضاف نہ ہو۔ جیسے ہذا حم الخ اور یہ لغت سابق میں معلوم ہو چکا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مہموز الآخر ہو مثل خبءٌ کی اور اعراب میں اُس کے مثل ہو پس کہیں گے ہذا حمءٌ الخ۔ تیسرے یہ کہ اُس کے آخر واؤ اور ما قبل اُس کا ساکن ہو جیسے دلوٌ پس کہیں گے ہذا حموک چوتھے یہ کہ لام فعل الف سے بدل جائے اور وہ حالت رفع اور نصب اور جر میں عصا کی مثل ہو جائے چنانچہ عصاک کی طرح حماک حالت اضافت میں کہیں گے اور حالت افراد عن الاضافت میں اُس کو عصا پر قیاس کریں گے ۳ؔ قولہ مطلقاً الخ۔ یعنی حمٌ کا اسماء اربعہ مذکورہ کی طرح ہونا ہر حال میں ہے خواہ حالت اضافت ہو یا حالت افراد ۴ؔ قولہ وجاء ہنٌ الخ یعنی ہن میں علاوہ لغت مذکورہ بالا کے ایک لغت اور ہے وہ یہ کہ اس کو حالت اضافت اور غیر اضافت میں مثل ید کی پڑھیں محذوف کو واپس نہ لائیں اور رفع اور نصب

ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس جگہ توابع جمع ہے اور قاعدہ ہے کہ جمع افراد پر دلالت کرتی ہے پس معرف بالفتح افراد ہوئے۔ ایسے ہی لفظ کل بھی افرادی ہوتا ہے پس اس میں بھی افراد مقصود ہیں اور چونکہ کل ثان الخ معرف بالکسر ہے لہذا معرِّف بالکسر بھی افراد ہوئے۔ پس اس وقت تعریف للافراد و بالافراد لازم آئے گی حالانکہ وہ ناجائز ہے نہ افراد کی تعریف ہو سکتی ہے اور نہ افراد کے ساتھ کسی کی تعریف جائز ہے جیسا کہ اوائل کتاب میں مفصل گذرا۔ اور جواب یہ ہے کہ تعریف سے کبھی تو مقصود ماہیت کا پہچاننا ہوتا ہے اور کبھی انحصار افراد فقط۔ اور مقصود تعریف سے اس جگہ معنی ثانی ہیں نہ کہ اول۔ پس اس تقدیر پر تعریف للافراد میں کوئی قباحت نہیں ۹ؔ

بدل کی دلالت متبوع کے معنی پر نہیں ہوگی بخلاف صفت کے کہ وہ ہر حال اور ہر مادہ میں معنی متبوع پر دلالت کرتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ نعت کبھی اپنے متبوع کے معنی پر دلالت نہیں کرتی جیسے مررت برجل حسن غلامہٗ کہ یہاں معنی حسن کے غلام میں ہیں نہ کہ رجل میں۔ پس یہ تعریف جامع نہ ہوئی۔ اور جواب یہ ہے کہ اس جگہ معنی متبوع سے مراد عام ہیں خواہ حقیقی ہوں یا اعتباری۔ پس مثال مذکور میں اگرچہ معنے حسن متبوع یعنی رجل میں حقیقۃً نہیں پائے جاتے ہیں مگر اعتباراً پائے جاتے ہیں اس لئے کہ جس کا غلام اچھا ہوگا وہ خود اس اعتبار سے اچھا ہوگا ۲؎ قولہٗ وفائدتہ تخصیص الخ۔ یعنی نعت کا فائدہ نکرہ میں تخصیص ہے جیسے جاءنی رجل عالم اور معرفہ میں توضیح ہے جیسے جاءنی زید الظریف: پھر توضیح سے مراد یہ ہے کہ متبوع سے اجمال کو دور کیا جائے جیساکہ مثال مذکور میں صفت سے پیشتر زید میں اجمال تھا کہ کونسا زید آیا ظریف یا غیر ظریف پس جب اُس کی صفت ظرافت لائے تو یہ اجمال جو زید میں تھا اُس سے دور ہو گیا ۳؎ قولہٗ وقد یکون لمجرد الثناء الخ یعنی کبھی نعت کو مجرد ثناء اور ذم کے لئے لاتے ہیں تخصیص اور توضیح اُس سے مقصود نہیں ہوتی اور یہ اس جگہ ہوتا ہے کہ منعوت معرفہ ہو اور نعت مخاطب کے نزدیک نعت لانے کے قبل منعوت میں معلوم ہو جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہ مثال اوّل ثناء کی اور مثال ثانی ذم کی ہے ۴؎ قولہٗ او التاکید۔ یعنی کبھی نعت کو مجرد تاکید کے لئے لاتے ہیں۔ اور یہاں پر بھی یہی شرط ہے کہ نعت مخاطب کے نزدیک نعت لانے سے پہلے ضمناً منعوت میں معلوم ہو۔ جیساکہ نفخۃ واحدۃ کہ اس میں واحدۃ کے لانے سے قبل تاء وحدت پر دال ہے ۵؎ قولہٗ ولا فصل بین الخ یہ اُن بعض نحاۃ پر رد ہے کہ جو کہتے ہیں۔ نعت کی شرط یہ ہے کہ وہ مشتق ہو یہاں تک کہ اگر کبھی غیر مشتق ہو تو اس کو بتاویل مشتق کر لیتے ہیں۔ پس اس مذہب کو رد کرتے ہوئے مصنف رحمہ فرماتے ہیں کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں پس جس طرح نعت مشتق ہوتی ہے اسی طرح غیر مشتق بھی ہوتی ہے بشرطیکہ اس کی وضع اس معنی پر جو کہ متبوع میں پائے جاتے ہیں دلالت کرنے کے لئے بطریق عموم ہو یعنی اس کی دلالت اس معنی پر جو متبوع میں ہیں جمیع استعمالات میں پائی جاتی ہو جیسے تمیمی اور ذو مال کہ تمیمی کی دلالت تو ہمیشہ اس ذات پر ہے جو قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب ہو اور ذو مال کی دلالت ہمیشہ اُس ذات پر ہے جو کہ صاحب مال ہے ۶؎ قولہٗ او خصوصاً الخ۔ اس کا عطف عموماً پر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ یا اس غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے جو متبوع میں ہیں بطریق خصوص ہو یعنی بعض مواضع میں وہ اس معنی پر دلالت کرتا ہو جو کہ متبوع میں پائے جاتے ہیں۔ پس اس وقت اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہوگا جیسے

النَّعْتُ ۱؎ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ مُطْلَقًا وَفَائِدَتُهٗ ۲؎

مبتدا ۱۲ خبر ۱۲ الظرف صفۃ لمعنی ۱۲ مبتدا ۱۲

تَخْصِيْصٌ اَوْ تَوْضِيْحٌ وَقَدْ يَكُوْنُ ۳؎ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ اَوِ الذَّمِّ

خبر المبتدا ۱۲ عطف علیہ ۱۲ للتقلیل ۱۲ ای النعت ۱۲

اَوِ التَّوْكِيْدِ ۴؎ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَلَا فَصْلَ ۵؎ بَيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ النعت

خبر مبتدا محذوف ۱۲ ای لا فرق ۱۲ ظرف مضاف ۱۲

مُشْتَقًّا اَوْ غَيْرَهٗ اِذَا كَانَ وَضْعُهٗ لِغَرَضِ الْمَعْنٰى عُمُوْمًا

کعالم وعاقل ۱۲ ای غیر المشتق ۱۲ جار مجرور مضاف ۱۲

نَحْوُ تَمِيْمِيٍّ وَذِيْ مَالٍ اَوْ خُصُوْصًا ۶؎ مِثْلُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ

خبر مبتدا محذوف ای ہو ۱۲ مضاف ۱۲

اَيِّ رَجُلٍ وَمَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ وَبِزَيْدٍ هٰذَا

صفۃ ۱۲

۱؎ قولہٗ النعت تابع الخ۔ یعنی نعت وہ تابع ہے کہ جو اس معنی اور وصف پر کہ اُس کے متبوع میں ہیں مطلقاً ہر حال میں دلالت کرے۔ پس اس وقت تمام توابع خارج ہو جائیں گے اور نعت کی تعریف دخول غیر سے مانع ہو جائے گی۔ اس لئے کہ بعض توابع مثل بدل اور تاکید اور معطوف کے اگرچہ گاہ بگاہ اُس معنی پر کہ جو اُن کے متبوع میں ہیں دلالت کرتے ہیں مگر یہ دلالت ہمیشہ نہیں بلکہ بعض مادہ کے ساتھ خاص ہے مثلاً اعجبنی زید علمہٗ میں علمہ بدل ہے اور یہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع میں ہیں مگر یہ دلالت ہر حال میں نہیں بلکہ اس میں خصوصیت مادہ کا لحاظ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر بجائے علمہ کے غلامہ کہیں تو اس وقت

ہو جائیگا نہ کہ معرفہ کی اس لئے کہ جملہ من حیث انہا جملۃ اگرچہ نہ معرفہ ہے اور نہ نکرہ مگر چونکہ وہ ادوات تعریف سے خالی ہوتا ہے اس لئے وہ حکم میں نکرہ کے ہے اور اس کا نکرہ کی صفت ہونا صحیح ہے اور اس وقت اس میں ایک ضمیر کا ہونا لازم ہے تاکہ وہ موصوف کی طرف عائد ہو اور اس کے ذریعہ درمیان موصوف و صفت کے ارتباط پیدا ہو ۔

سے قولہ وتوصف بحال الموصوف الخ۔ یعنی وصف دو قسم پر ہے صفت بحال موصوف اور صفت بحال متعلق موصوف۔ صفت بحال موصوف وہ ہے کہ جو ایسے معنی پر دلالت کرے کہ ذات موصوف میں پائے جاتے ہیں۔ اور صفت بحال متعلق موصوف وہ ہے کہ جو اس معنی پر دلالت کرے جو بالذات متعلق موصوف میں اور بالاعتبار موصوف میں پائے جاتے ہیں ۔ سے قولہ فالاول یتبع یعنی صفت کی قسم اول اپنے موصوف کے ساتھ ان دس وصفوں میں تابع ہوتی ہے جن میں سے ہر ترکیب میں چار کا موجود ہونا ضروری ہے اعراب میں سے ایک افراد اور تثنیہ اور جمع میں سے ایک اور تعریف تنکیر میں سے ایک اور تذکیر اور تانیث میں سے ایک ۔ سے قولہ والثانی یتبعہ فی الخمسۃ الخ۔ یعنی صفت کی قسم ثانی اپنے موصوف کے ساتھ اوصاف عشرہ مذکورہ میں سے اُن پانچ میں تابع ہوگی جو کہ اولاً مذکور ہیں یعنی رفع نصب اور جر تعریف اور تنکیر اور ہر ترکیب میں ان پانچ میں سے دو وصف ایک ساتھ پائے جائیں گے ۔ سے قولہ وفی البواقی کالفعل الخ۔ یعنی ان دس وصفوں میں سے باقی میں کہ افراد اور تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث ہیں صفت مثل فعل کے ہوگی۔ اس لئے کہ وہ اپنے مابعد کی طرف مسند ہونے میں فعل کے مشابہ ہے پس اُس کے فاعل کو دیکھا جائیگا۔ اگر وہ مفرد یا تثنیہ یا جمع ہو تو صفت کو مفرد لایا جائے گا جیسا کہ فعل کو مفرد لایا جاتا ہے وہکذا الاحکام الباقیۃ۔ سے قولہ ومن ثم حسن الخ۔ یعنی چونکہ صفت بحال متعلق موصوف باقی پانچ چیزوں میں مثل فعل کے ہے اس لئے ترکیب قام رجل قاعد غلمانہ بوجہ مفرد لانے صفت قاعد کے حسن ہے اور ترکیب قام رجل قاعدون غلمانہ بوجہ جمع لانے صفت کے ضعیف ہے ۔ اور اگر کوئی کہے کہ جب یہ ترکیب خلاف قاعدہ ہے تو ممتنع ہونی چاہیئے تھی اُس کو ضعیف کیوں کہا جاتا ہے ۔ اور جواب یہ ہے کہ اُس کے ضعیف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو سرے طریقہ پر صحیح ہو سکتی ہے وہ یہ کہ بعض نحوی اس طرف گئے ہیں کہ واؤ اور نون علامت فاعل ہے نہ نفس فاعل جس سے تعدد فاعل لازم نہ آئے گا ۔ یا کہا جائے کہ واؤ اور نون مبدل منہ اور غلمانہ اس سے بدل ہے ۔ پس یہ باب واسروا النجوی الذین ظلموا سے ہوگا ۔ یا کہا جائے کہ غلمانہ مبتدا مؤخر اور قاعدون خبر مقدم ہے ۔ سے قولہ ویجوز قعود غلمانہ الخ۔ یعنی ترکیب قعود

ہے کہ ضعیف ہو اور نہ مثل ترکیب اول کے ہے کہ اس کو حسن کہا جائے ۱۲ محمد عبد اللطیف عفی عنہ

وتوصف النکرۃ بالجملۃ الخبریۃ ویلزم الضمیر وتوصف بحال

مضارع مجہول مسند الیہ ۱۲

الموصوف وبحال متعلقہ نحو مررت برجل حسن غلامہ

الباء جارۃ والحال مجرور مضاف ۱۲

فالاول یتبعہ فی الاعراب والتعریف والتنکیر والافراد

ای الوصف بحال الموصوف ۱۲ — عطف علی الاعراب ۱۲

والتثنیۃ والجمع والتذکیر والتانیث والثانی یتبعہ فی

ای الوصف بحال المتعلق ۱۲

الخمسۃ الاول وفی البواقی کالفعل ومن ثم حسن قام

مجرور موصوف ۱۲ صفت — فعل لازم ۱۲

رجل قاعد غلمانہ وضعف قاعدون غلمانہ ویجوز قعود غلمانہ

فاعل موصوف ۱۲ — فعل لازم بتاویل ہذا الترکیب فاعلہ ۱۲

لہ قولہ وتوصف النکرۃ الخ۔ یعنی کبھی جملہ خبریہ نکرہ کی صفت ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا صفت ہونا قیاس کے خلاف ہے اس لئے کہ ... جملہ مستقل ہوتا ہے اور صفت کا موصوف کے ساتھ ارتباط ضروری ہے مگر تاہم جملہ خبریہ تو نکرہ کی صفت ہو جاتا ہے اور جملہ انشائیہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جملہ انشائیہ کی مشابہت مفرد کے ساتھ جو کہ صفت میں اصل ہے متحقق نہیں اس لئے کہ مفرد کے لئے خارج میں محکی عنہ پایا جاتا ہے اور جملہ انشائیہ کے لئے خارج میں محکی عنہ نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ صدق اور کذب کے ساتھ بھی متصف نہیں ہوتا۔ پس وہ صفت نہیں ہوگا بخلاف جملہ خبریہ کے کہ وہ نکرہ کی صفت

[illegible]

[illegible]

یعنی موصوف کو صفت سے اخص یا
کرتی جو کہ ذات میں پائے جاتے ہیں لہذا وہ صفت نہ ہوگی ۳ قولہ والموصوف اخص الخ۔ یعنی اس جگہ سے یہ معلوم ہوتا ہے
مساوی ہونا چاہیے ورنہ فوقیت تابع کی متبوع پر لازم آئے گی ۴ قولہ ومن ثم لم یوصف الخ۔ پس اگر اس کی
کہ معرف باللام کی صفت اسی جیسے معرفہ کی ساتھ کی جاوے گی اس لئے کہ معرف باللام تمام معرفہ کی قسموں میں کمتر ہے۔
صفت دیگر معرفہ کے ساتھ کی جائے گی تو فوقیت تابع کی متبوع پر لازم آئے گی اور وہ جائز نہیں ۵ قولہ او بالمضاف الخ
یعنی یا معرف باللام کی صفت اس اسم کے ساتھ ہوگی جو اس جیسے معرفہ کی طرف مضاف ہے جیسے جار الرجل صاحب
القوم اس لئے کہ یہ بھی اس کے مرتبہ میں ہے۔ پس فوقیت مذکور لازم نہ آئے گی ۶ قولہ وانما التزم الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقدیر سوال کی یہ ہے کہ جس طرح معرف باللام کی صفت کو معرف باللام اور مضاف الی معرف باللام دونوں طرح لانا صحیح ہے۔ اسی طرح باب ہذا یعنی اسم اشارہ کی صفت کو بھی معرف باللام اور مضاف الی معرف باللام دونوں طرح لانا صحیح ہونا چاہیے اس لئے کہ معرف باللام اور مضاف بسوئے معرف باللام دونوں رتبہ میں یکساں ہیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام آتی ہے۔ مضاف بسوئے معرف باللام نہیں ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ ہذا میں ابہام ہے اور جو اسم کہ معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے اس میں بھی ابہام ہے لیکن وہ اپنا ابہام بذریعہ اضافت کے دور کر لیتا ہے پس وہ دوسرے کے ابہام کو کس طرح پر دور کریگا ؎ او خویشتن گم است کرا رہبری کند ۷ قولہ ومن ثم ضعف الخ۔ یہ قول اول سے ترقی ہے کہ ہذا کی صفت مضاف بمعرف باللام تو کیا بعض جگہ معرف باللام بھی نہ ہوگی جبکہ اس کے صفت واقع ہونے کے ابہام موصوف میں باقی رہتا ہو جیسا کہ مثال مذکور میں ہذا جنس مبہم ہے الابیض سے معلوم نہیں ہوتی لیکن چونکہ ابہام فی الجملہ رفع ہوجاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اسود نہیں لہذا ترکیب مذکور ممتنع نہ ہوئی بلکہ ضعیف ہوئی ۸ قولہ وحسن بہذا العالم الخ۔ یعنی ترکیب مررت بہذا العالم حسن ہے اس لئے کہ اس وصف سے ابہام بالکلیہ جاتا رہا اور معلوم ہوگیا

والمضمر[1] لا يوصف[2] ولا يوصف به[3] والموصوف[4] اخص او مساو[5] من
من الصفة
ثم[6] لم يوصف ذو اللام الا بمثله او بالمضاف الى مثله وانما التزم[7]
اى لاجل ان شرط الموصوف ان يكون اخص او مساويا ۱۲
وصف باب هذا بذى اللام للابهام ومن ثم[8] ضعف مررت
اى اسم الاشارة ۱۲
بهذا الابيض وحسن[9] بهذا العالم العطف[10] تابع مقصود
بمعنى المعطوف ۱۲
بالنسبة مع متبوعه يتوسط بينه وبين متبوعه احد
اى المعطوف عليه ۱۲
الحروف العشرة وسياتى مثل قام زيد وعمرو

ا؎ قولہ والمضمر لا یوصف الخ۔ یعنی ضمیر کسی صفت کے ساتھ موصوف نہیں ہوتی اس لئے کہ ضمیر متکلم اور مخاطب معرفہ کی تمام قسموں میں اعرف اور اوضح ہیں۔ اور اوپر گذر چکا ہے کہ مقصود توصیف معرفہ سے اس کی توضیح ہے پس جب یہ دونوں واضح ہیں تو اب ان دونوں کی توضیح کی حاجت نہیں باقی رہی ضمیر غائب اس کو طرداً للباب ان دونوں پر حمل کر لیا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ ضمیر موصوف نہ ہوگی ۲ قولہ ولا توصف بہ الخ۔ یعنی ضمیر کسی چیز کی صفت بھی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ صفت وہ ہے جو ان معنی پر کہ موصوف میں ہیں دلالت کرتی ہے۔ اور ضمیر چونکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اور اس معنی پر دلالت نہیں

ھ۔ کہ مشار الیہ انسان بلکہ خاص مرد ہی ہے ۹ قولہ العطف تابع الخ یعنی عطف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت میں مقصود ہو۔ یعنی نسبت سے مقصود تابع ومتبوع دونوں ہوں پس تعریف مذکور میں قولہ تابع تمام توابع کو شامل ہے اور مقصود بالنسبۃ کی قید سے نعت اور تاکید اور عطف بیان خارج ہیں اس لئے کہ یہ نسبت سے مقصود نہیں ہیں بلکہ ان کا متبوع فقط مقصود ہوتا ہے اور مع متبوعہ کی قید سے بدل خارج ہو جائیگا اس لئے کہ وہ خود بدون اپنے متبوع کے مقصود ہوتا ہے اس کا متبوع یعنی مبدل منہ صرف توطیہ اور تمہید کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ مثلاً جارنی زید اخوک میں اخوک بدل ہے اور وہی اس نسبت سے مقصود ہے پھر قید یتوسط بینہ الخ ۲؎
کی بیان واقعی ہے اور یہاں حروف عشرہ کا مباحث حروف میں آئے گا جیسے قام زید وعمرو کہ

ترک تاکید جائز ہے اس لئے کہ فاصل قائم مقام تاکید کے ہو جائے گا اور اس کے ذریعہ عطف مذکور صحیح ہو جائے گا۔
جیسے قولہ ضربت الیوم وزید کہ یہاں مثال مذکور میں الیوم فاصل ہے اور قائم مقام تاکید کے ہے ۳ قولہ واذا عطف علی
الضمیر المجرور الخ یعنی جب ضمیر مجرور پر کسی چیز کا عطف کریں گے تو جار کو خواہ حرف ہو یا اسم معطوف پر اعادہ کریں گے اس لئے کہ جار
اور ضمیر مجرور شدت اتصال کی وجہ سے مثل کلمہ واحدہ کے ہیں پس اگر خافض کا اعادہ نہ کریں گے تو عطف کلمہ مستقل کا
جزء کلمہ پر لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے جیسے قولہ مررت بک وبزید۔ یہ

مثال مصنف رحمہ حرف خافض کی

وَاِذَا عُطِفَ[۱] عَلَی الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ اُکِّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ

انما قید بالمرفوع لانہ لو کان منصوبا کان جائزا ۱۲
او مجرورا جاز العطف بلا تاکید ۱۲

ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ اِلَّا اَنْ[۲] یَقَعَ فَصْلٌ فَیَجُوْزُ تَرْکُہٗ مِثْلُ ضَرَبْتُ

ای ترک التاکید ۱۲

الْیَوْمَ وَزَیْدٌ وَاِذَا عُطِفَ[۳] عَلَی الضَّمِیْرِ الْمَجْرُوْرِ اُعِیْدَ الْخَافِضُ

لئلا یلزم العطف علی جزء الکلمۃ لان الضمیر المجرور کالجزء من الجار ۱۲

نَحْوُ مَرَرْتُ بِکَ وَبِزَیْدٍ وَالْمَعْطُوْفُ[۴] فِیْ حُکْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْہِ وَمِنْ ثَمَّ[۵]

لَمْ یَجُزْ فِیْ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٍ عَمْرٌو اِلَّا الرَّفْعُ

فاعل لم یجز ۱۲

وَاِنَّمَا[۶] جَازَ الَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضَبُ زَیْدٌ الذُّبَابُ لِاَنَّہَا فَاءُ السَّبَبِیَّۃِ

۱؎ قولہ واذا عطف علی المرفوع المتصل الخ۔ یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی چیز کا عطف کریں گے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائیں گے اس لئے کہ ضمیر مرفوع متصل مثل جزء کلمہ کے ہے۔ پس اگر بغیر تاکید کے اس پر عطف کیا جائیگا تو کلمہ مستقل کا عطف جزء کلمہ پر لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے جیسے ضربت انا وزید کہ یہاں زید کا عطف ضمیر مرفوع پر کرنے کے لئے انا ضمیر منفصل سے تاکید لائی گئی ہے ۲؎ قولہ الا ان یقع فصلٌ الی آخرہ۔ مگر جب ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فاصلہ ہوگا تو اس وقت

لائے ہیں اسم خافض کی مثال نہیں لائے کیونکہ وہ ظاہر ہے جیساکہ کہیں جاء نی اخوک واخو زید ۴؎ قولہ والمعطوف فی حکم المعطوف علیہ الخ۔ یعنی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز کہ معطوف علیہ کے لئے جائز ہوتی ہے معطوف کے لئے بھی جائز ہوتی ہے اور جو چیز کہ معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہوتی ہے معطوف کے لئے بھی ممتنع ہوتی ہے ۵؎ قولہ ومن ثم لم یجز الخ۔ یعنی چونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس لئے ترکیب ما زید بقائم ولا ذاہبٌ عمروٌ۔ اور ترکیب ما زید قائما ولا ذاہبٌ عمرو میں ذاہب کا جر اور نصب دونوں ناجائز ہیں۔ صرف رفع جائز ہے کیونکہ اگر ذاہب کو منصوب یا مجرور پڑھیں گے تو اس کا عطف قائم یا قائما پر ہوگا اور وہ اس وقت زید کی خبر ہوگا جیساکہ معطوف علیہ اس کی خبر ہے۔ پھر چونکہ معطوف علیہ میں ایک ضمیر ہے جو زید کیطرف عائد ہے اور معطوف یعنی ذاہبٌ میں کوئی ضمیر نہیں جو زید کی طرف عائد ہو لہذا ذاہبٌ کا زید کی خبر واقع ہونا ممتنع ہوگا۔ پس لامحالہ ذاہبٌ میں رفع متعین ہو جائے گا اور وہ خبر مقدم اور عمرو اس کا مبتدا مؤخر ہوگا اور عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا۔ نیز کہہ سکتے ہیں کہ ذاہب مبتدا کی قسم ثانی ہے اور عمرو اس کی خبر قائم مقام فاعل کے ہے ۶؎ قولہ وانما جاز الذی یطیر الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقریر سوال

کی یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ عرب کے قول الذی یطیر الخ سے منقوض ہے اس لئے کہ یطیر میں ضمیر ہے جو موصوف کی طرف عائد ہے اور یغضب باوجودیکہ یطیر پر معطوف ہے ضمیر موصوف سے خالی ہے ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ فا اس ترکیب میں عطف کے لئے نہیں ہے بلکہ محض سببیت کے لئے ہے فلا محذور لان الکلام فی المعطوف لا فی غیرہ یا کہا جائے کہ فا اس جگہ عطف اور سببیت دونوں کے لئے ہے ۔ مگر چونکہ ضمیر کا لانا ربط کے لئے ہوتا ہے اور ربط درمیان سبب اور مسبب کے حاصل ہے لہذا ضمیر کی ضرورت نہ ہوگی۔ یا کہا جائے کہ فا عطف محض کیلئے ہے اور ضمیر رابط محذوف ہے یعنی الذی یطیر فیغضب یطیرانہ زید الذباب ۱۲ س

ہوسکتا۔ پھر جمہور کا یہ قول فرار نحوی کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ وہ دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف مثل فی
الدار زیدٌ والحجرۃ عمروٌ پر قیاس کرتے ہوئے جائز رکھتا ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ اس مثال پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ یہ مثال
عرب سے خلاف قیاس مسموع ہے اور جو چیز خلاف قیاس مسموع ہوتی ہے وہ مورد سماع پر منحصر ہوتی ہے اس پر کسی دوسری چیز
کو قیاس کرنا جائز نہیں۔ اور مراد فی الدار زید الخ سے یہ ہے کہ معطوف علیہ مجرور ہو اور اس کے مابعد مرفوع یا منصوب ہو
اور معطوف بھی ایسا ہی ہو۔ پس اس میں باوجودیکہ دو عامل مختلف (فی اور ابتدار) کے دو معمول الدار اور زید پر
دو اسم الحجرۃ اور عمرو کا عطف بذریعہ
ایک حرف کے ہے مگر خلاف قیاس
جائز ہے۔ بخلاف ان زیداً فی الدار
وعمرواً فی الحجرۃ کے کہ یہ جائز نہیں ؁۲
قولہ خلافاً لسیبویہ۔ یعنی بخلاف
سیبویہ کے کہ وہ اس عطف کو مطلقاً
جائز نہیں کہتے اور ان مثالوں میں کہ
جو عرب سے مسموع ہیں مثلاً فی الدار
والحجرۃ عمرو تاویل کرتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ اس جگہ معطوف میں خافض مقدر
ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے فی الدار
زید وفی الحجرۃ عمرو۔ پس اس وقت
عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا دو عامل مختلف
کے دو معمولوں پر نہ ہوگا ؁۳ قولہ
التاکید تابع الخ۔ یعنی تاکید وہ تابع
ہے جو امر متبوع کو نسبت میں ثابت
کرتا ہے کہ وہ نسبت میں منسوب ہے
یا منسوب الیہ کوئی اور شئی نہیں یا وہ
شمول میں اپنے متبوع کے حال کو
ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام افراد کو
اس حکم میں شامل ہے جو کہ اس کے لئے
ہے۔ پس تعریف مذکور میں قولہ تابع
مابہ الاشتراک ہے کہ تمام توابع کو
شامل ہے اور یقرر کی قید سے سوائے
تاکید کے تمام توابع خارج ہیں اس لئے
کہ تاکید کے سوا کسی میں حال متبوع
کی تقریر نسبت اور شمول میں نہیں
ہے ؁۴ قولہ وہو لفظیٌ ومعنویٌ الخ
یعنی تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک
لفظی جو کہ لفظ کی طرف منسوب ہے
اور تکریر لفظ سے حاصل ہوتی ہے
دوسرے معنوی جو معنی کی طرف
منسوب ہے اور معنی کے لحاظ کرنے

وَاِذَا عُطِفَ[۱] عَلٰی عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ لَمْ یَجُزْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ

(حاشیہ: علی العطف علی معمولی عاملین مختلفین ۱۲ — قائم مطلقاً قیاساً ۱۲)

اِلَّا فِیْ نَحْوِ فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو خِلَافًا[۲] لِسِیْبَوَیْهِ

التَّاکِیْدُ[۳] تَابِعٌ یُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ فِی النِّسْبَةِ اَوِ الشُّمُوْلِ

(ای نسبۃ الحکم الی المتبوع)

وَهُوَ[۴] لَفْظِیٌّ وَمَعْنَوِیٌّ فَاللَّفْظِیُّ[۵] تَکْرِیْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ

(مضاف ۲)

نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ وَیَجْرِیْ[۶] فِی الْاَلْفَاظِ کُلِّهَا وَ

(مثال اللفظی ۱۲)

الْمَعْنَوِیُّ[۷] بِاَلْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ وَهِیَ نَفْسُهٗ وَعَیْنُهٗ

(خبر المبتدا ای کائن بالفاظ محصورۃ ۱۲)

وَکِلَاهُمَا وَکُلُّهٗ وَاَجْمَعُ وَاَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ

(وکلتاہما ۱۲)

؁۱ قولہ واذا عطف علی عاملین الخ۔ یعنی جب ایک حرف عطف سے دو عامل مختلف
کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کیا جائیگا تو یہ عطف جمہور کے نزدیک ناجائز ہوگا
اس لئے کہ ایک حرف عطف اپنے ضعف کی وجہ سے قائم مقام دو عامل مختلف کا نہیں

سے حاصل ہوتی ہے۔ وجہ تسمیہ ہر ایک کی ظاہر ہے ؁۵ قولہ فاللفظی تکریر اللفظ الاول الخ۔ یعنی تاکید لفظی لفظ اول کے
مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے جیسے قولہ جاءنی زید زید۔ پس یہاں زید ثانی زید اول کی تاکید لفظی ہے جو کہ زید کے مکرر لانے سے
حاصل ہوئی ؁۶ قولہ ویجری فی الالفاظ کلہا الخ۔ یعنی لفظ کی تکریر ہر لفظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ
مفرد ہو یا نہ ہو۔ بخلاف تاکید اصطلاحی کے کہ وہ صرف اسمار میں جاری ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اس جگہ الفاظ سے مراد اسمار ہوں اور
معنی یہ ہوں کہ تکریر مذکور تمام اسمار میں جاری ہوتی ہے اس وقت مصنف کا یہ قول اصطلاح کے مطابق ہو جائیگا ؁۷ قولہ والمعنوی بالفاظ محصورۃ الخ۔ یعنی
تاکید معنوی الفاظ مخصوصہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یہ الفاظ تاکید معنوی کے ساتھ خاص ہیں ان کے غیر میں نہیں پائی جاتی وہ الفاظ یہ ہیں۔ لنفسہ وعینہ وکلاہما وکلہ واجمع و

له قوله فالاولان يعمان الخ۔ یعنی تاکید معنوی کے الفاظ میں سے دو اول کے یعنی نفس اور عین عام ہیں مفرد اور تثنیہ اور جمع سب کے لئے آتے ہیں البتہ متبوع کے لحاظ سے اُن کا صیغہ اور ضمیر بدلتی رہے گی۔ لیکن پھر ... متبوع کے لحاظ سے صیغہ کا بدلنا صرف واحد اور جمع میں ہوگا تثنیہ کے لئے جمع کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے جیسے جاء زید نفسہ وجاء الزیدان انفسہما وجاءت خالدۃ نفسہا۔ ٢ه قوله تقول نفسه الخ۔ یعنی واحد مذکر میں نفسہ اور واحد مونث میں نفسہا اور تثنیہ مذکر اور مونث میں لفظ نفس کو جمع لا کر ضمیر تثنیہ کو اس کے ساتھ لاحق کر کے انفسہما کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک تثنیہ میں نفسا ہما کہتے ہیں اور جمع مذکر عاقل میں انفسہم اور جمع مونث عاقل اور جمع مذکر غیر عاقل میں انفسہن کہتے ہیں ٣ه قوله والثانی للمثنی الخ۔ یعنی جو لفظ کہ نفس اور عین کے بعد ہے یعنی کلاہما اور کلتاہما۔ یہ دونوں تثنیہ کے لئے ہیں۔ اول تثنیہ مذکر اور ثانی تثنیہ مونث کے لئے ٤ه قوله والباقی لغیر المثنی الخ اور باقی جتنے ہیں وہ سب غیر تثنیہ یعنی واحد اور جمع کے لئے آتے ہیں۔ اور ان میں صرف لفظ کل باختلاف ضمیر آتا ہے پس واحد مذکر میں کلہ اور واحد مونث میں کلہا اور جمع مذکر میں کلہم اور جمع مونث میں کلہن کہتے ہیں ٥ه قوله والصیغ فی البواقی الخ۔ یعنی کل کے غیر اور باقی الفاظ باختلاف صیغہ آئے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں اجمع وجمعاء واجمعون وجمع۔ اور یہی حال دیگر الفاظ کا ہے ٦ه قوله والایؤکد بکل واجمع الخ یعنی لفظ کل اور اجمع کے ساتھ اُس چیز کی تاکید کیجاتی ہے کہ جو ذو اجزاء ہے اور اجزاء بھی ایسے کہ اُن کا افتراق از روئے حسن یا حکم کے صحیح ہو ٧ه قوله مثل اکرمت القوم کلہم الخ۔ یہ مثال اس مؤکد کی ہے کہ جس کے اجزاء کا افتراق از روئے حسن صحیح ہو ٨ه قوله واشتریت العبد کله الخ۔ یہ مثال اس مؤکد کی ہے کہ جس کے اجزاء کا افتراق حکماً صحیح ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی غلام کے نصف کو ایک شخص خریدے اور نصف آخر کو کوئی دوسرا شخص ٩ه قوله بخلاف جاء زید کله الخ۔ یعنی بخلاف جاء زید کلہ کے کہ وہ ناجائز ہے اس لئے کہ افتراق اجزاء زید کا بالکل صحیح نہیں نہ حساً اور نہ حکماً ١٠ه قوله واذا اکد الضمیر المرفوع الخ۔ یعنی جب کہ ضمیر مرفوع متصل کی لفظ نفس اور عین کے ساتھ تاکید کریں گے تو ہولا اس کی تاکید ضمیر منفصل کی ساتھ لائیں گے اس لئے کہ اگر ضمیر متصل کی تاکید اولاً ضمیر منفصل کیساتھ نہ لائیں گے تو بعض موقع پر تاکید کا التباس فاعل کے ساتھ ہوگا۔ مثلاً جب ہم بلا تاکید لائے منفصل کے زید اکرمنی نفسہ کہیں گے تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ نفسہ فاعل ہے یا فعل میں ضمیر مرفوع مستتر ہے اور وہ فاعل ہے اور نفسہ اس کی تاکید ہے۔ پس اس التباس سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اولاً ضمیر متصل کی ضمیر منفصل کی ساتھ تاکید لائیں پھر لفظ نفس اور عین سے تاکید ۔

نفسک سے جو کہ ابعد تاکید لائے ضمیر منفصل انت کے لائی گئی ہے ١٢

فالاولان يعمّان باختلاف صيغتهما وضميرهما تقول نفسه
(ای النفس والعين ١٢) (فی المذکر الواحد ١٢)

ونفسها وانفسهما وانفسهم وانفسهنّ والثانی للمثنى تقول
(فی المونث الواحدة ١٢) (فی جمع المذکر العاقل ١٢) (فی جمع المونث وغير العاقل من المذکر ١٢) (مبتدا ١٢) (خبر ١٢)

كلاهما وكلتاهما والباقی لغير المثنى باختلاف الضمير فی كله
(مبتدا ١٢) (خبر ای ثابت ١٢) (دون الصيغة ١٢)

وكلها وكلهم وكلهن والصيغ فی البواقی تقول اجمع وجمعاء و
(لتاکيد المذکر ١٢)

اجمعون وجمع ولا يؤكد بكل واجمع الا ذو اجزاء يصح
(لتاکيد الجمع المذکر ١٢)

افتراقها حسا او حكما مثل اكرمت القوم كلهم واشتريت
(فاعل ومضاف ١٢)

العبد كله بخلاف جاء زيد كله واذا اكد الضمير المرفوع
(اذا اريد تاکيده ١٢)

المتصل بالنفس والعين اكد بمنفصل مثل ضربت انت نفسك

ان میں ... ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لانے کا ... مثل ضربت انت نفسک ... مثال اس ضمیر مرفوع [illegible]

[illegible]

۴ ۔ اور کبھی تاکید توہم سہو کے دفع کرنے کے لئے آتی ہے جیسے جارنی زید زید کہیں۔ پس اس سے یہ وہم کہ جارنی غیر زید ہے اور زید کا ذکر بر سبیل سہو ہے دور ہو جاتا ہے۔ اور کبھی تاکید عدم شمول کے توہم کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے جیسے ما جارنی القوم اجمعون کہیں پس اس تاکید سے یہ وہم نہیں ہوتا کہ بعض قوم نہیں آئی اور اکثر کا حکم کل پر لگا دیا گیا ہے۔ نیز یہ وہم بھی نہیں ہوتا کہ فعل بعض سے ہوا ہے مگر اس کے فعل کو تمام کا فعل شمار کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ سب حکم میں شخص واحد کے ہیں (کذا قال العلامۃ التفتازانی فی مختصرہ)

۵ قولہ البدل الخ۔ یعنی بدل وہ تابع ہے کہ جو اس چیز کی نسبت سے کہ متبوع کی طرف ہے مقصود ہو۔ اور اس نسبت سے متبوع مقصود نہ ہو بلکہ وہ صرف اپنے تابع کے لئے توطیہ اور تمہید کے طور پر آیا ہو جیسے جارنی زید اخوک کہ یہاں مجیئت کی نسبت سے مقصود اخوک ہے اور زید کا ذکر صرف توطیہ اور تمہید کے لئے ہے پھر تعریف مذکور تابع تمام توابع کو شامل ہے اور قولہ مقصود بما نسب الی المتبوع کی قید سے نعت اور تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ نسبت سے یہ سب مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوع ہوتے ہیں۔ اور دونہ کی قید سے معطوف بحرف خارج ہے اس لئے کہ وہ اپنے متبوع کیساتھ مقصود ہوتا ہے ۳ قولہ وھو بدل الکل الخ۔ پھر مصنف رح نے بدل کی تعریف سے فارغ ہو کر اس کی تقسیم کو بیان کیا کہ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ بدل الکل بدل البعض بدل الاشتمال۔ بدل الغلط ۴ قولہ فالاول الخ۔ یعنی بدل کل میں تابع اور متبوع کے معنی از روئے ذات کے متحد ہوتے ہیں جیسے جاء زید اخوک کہ اس جگہ ذات زید اور اخوک ایک ہے ۵ قولہ والثانی جزءہ۔ یعنی بدل بعض مبدل منہ کا جز ہوتا ہے جیسے ضربت زیدا راسہ کہ اس میں راس زید کا جز ہے ۶ قولہ والثالث بینہ وبین الاول الخ۔ یہ بدل اشتمال کی تعریف ہے۔ یعنی بدل اشتمال وہ ہے کہ اس کے اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے سوا کوئی اور تعلق اور علاقہ ہو خواہ مبدل منہ بدل پر مشتمل ہو جیسے یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ کہ یہاں شہر حرام قتال کو مشتمل ہے۔ اور خواہ بدل مبدل منہ کو مشتمل ہو جیسے سلب زید ثوبہ کہ یہاں ثوب زید کو مشتمل ہے۔ اور خواہ بدل اور مبدل منہ میں سے کوئی بھی دوسرے کو شامل نہ ہو جیسے اعجبنی زید علمہ کہ یہاں نہ زید علم کو مشتمل ہے اور نہ علم زید کو۔ پھر بدل اشتمال کو بدل اشتمال اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اول کلام بالاجمال آخر کلام پر دلالت کرتا ہے۔ پس گویا اول بمنزلہ مشتمل کے ہے ثانی پر مثلاً جب ہم اعجبنی زید کہیں تو یہ معلوم ہوگا کہ ذات زید کی تعجب انگیز نہیں بلکہ اس کی کوئی شئی تعجب خیز ہے۔ پس اس وقت کلام کے یہ معنی ہوں گے کہ اعجبنی شئی من زید اور یہ معنی بالاجمال علم وغیرہ سب کو شامل ہیں اور یہ وجہ تسمیہ ایسا ہے کہ تمام اقسام بدل اشتمال کو شامل ہے ۷ قولہ ...

والتعُ واخواتُہ اتباعٌ لاجمعَ فلا تتقدّمُ علیہ وذکرُھا دونہ
(مبتدا ۱۲ ای نظائرہ ۱۲ خبر ۱۲ ای ذکر اکتع والبصع وغیرھا)

ضعیفٌ البدلُ تابعٌ مقصودٌ بما نُسِبَ الی المتبوعِ دونہٗ

وھو بدلُ الکلِّ والبعضِ والاشتمالِ والغلطِ فالاولُ
(ای کل المبدل منہ ۱۲ یعنی ان معنیٰ اتحادا احدا ۱۲ ای بدل الکل ۱۲)

مدلولُہ مدلولُ الاولِ والثانی جزءُہ والثالثُ بینہ وبین
(ای المبدل منہ ۱۲ بدل البعض ۱۲ بدل الاشتمال ۱۲)

الاولِ ملابسۃٌ بغیرِھما والرابعُ ان تقصدَ الیہ بعد ان
(بدل الغلط ۱۲)

غلطتَ بغیرِہ ویکونانِ معرفتینِ ونکرتینِ ومختلفتینِ

---

۱ واکتع واخواتہ الخ۔ یعنی اکتع اور اس کی دو نظیر ابتع اور ابصع کے تابع میں تابع ہونے کی حیثیت سے مذکور ہوتے ہیں اصالۃً مذکور نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو اجمع پر مقدم ہوتے ہیں اور نہ ان کا ذکر اجمع کے بغیر قوی ہے۔ اس لئے کہ الفاظ مذکورہ کی دلالت معنی جمعیت پر ظاہر نہیں بخلاف اجمع کے کہ اس کی دلالت معنی مذکورہ پر زیادہ تر ہے۔ نیز اجمع کے بدون ان کے ذکر کرنے میں تابع کا ذکر بدون متبوع کے لازم آتا ہے اور یہ مستحسن نہیں ۲ فائدہ مسند الیہ کی تاکید چار فائدوں کے لئے ہوتی ہے۔ کبھی تاکید سے مسند الیہ کے مفہوم اور مدلول کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اس طریقہ پر کہ گمان غیر کا جاتا رہے جیساکہ جارنی زید زید کہیں جبکہ متکلم غفلت سامع کا خیال کرتا ہے اور کبھی تاکید وہم مجاز دور کرنے کے لئے آتی ہے جیسے قطع اللص الامیر الامیر او نفسہ او عینہ کہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ قطع کی اضافت امیر کی طرف مجازی نہیں ہے۔

جارنی رجل غلام لک ۸ قولہ ومختلفتین الخ۔ یعنی کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں کہ ایک نکرہ اور دوسرا معرفہ ہوتا ہے جیسے بالناصیۃ ناصیۃ

صورت میں مبدل منہ ضمیر متکلم یا ضمیر مخاطب ہو اور بدل اسم ظاہر تو لازم آئیگا کہ متکلم اور مخاطب غائب بنجائیں اس لئے کہ جتنے اسم ظاہر ہیں سب بمنزلہ غائب کے ہیں اور قاعدہ ہے کہ مدلول بدل کا بدل کل میں اعین مبدل منہ ہوتا ہے پس لازم آئیگا کہ متکلم اور مخاطب عین بدل ہو کر غائب ہو جائیں اور یہ باطل ہے اور جب کہ مبدل منہ ضمیر غائب اور بدل کل اسم ظاہر ہو تو یہ جائز ہے اس لئے کہ اسم ظاہر ہو دل بغائب ہے کما مر پس اس وقت مدلول بدل اور مدلول مبدل منہ کے ایک ہونے میں کچھ قباحت نہیں ۲ه قولہ نحو ضربتہ زیدا الخ۔ یہ مثال اس بدل کل کی ہے کہ جو اسم ظاہر ہے اور ضمیر غائب سے لایا گیا ہے ۵ه قولہ عطف البیان تابع الخ

یعنی عطف بیان وہ تابع ہے کہ باوجود صفت نہ ہونے کے اپنے متبوع کی وضاحت کرے پھر اس کی صفت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مثل صفت کے اس معنی پر دلالت نہیں کرتا کہ جو ذات متبوع کے ساتھ قائم ہیں عطف بیان کی تعریف میں اس قید سے باقی تین توابع خارج ہو گئے۔ عطف بیان کی مثال اقسم باللہ ابو حفص عمر ہے۔ مثال مذکور میں عمر عطف بیان ہے کہ باوجودیکہ وہ ابو حفص کی صفت نہیں مگر اس کی وضاحت کرتا ہے۔ تنبیہ جاننا چاہیے کہ اسم اور کنیت میں سے جو اشہر ہوتا ہے اس کو عطف بیان کیا جاتا ہے۔ پس اس جگہ چونکہ نام عمر بہ نسبت ان کی کنیت ابو حفص کے اشہر تھا اس لئے عمر کو عطف بیان کیا گیا ۶ه قولہ وفصلہ من البدل لفظا الخ۔ جاننا چاہیے کہ فرق درمیان عطف بیان اور بدل کل کے باعتبار معنی کے جمیع احوال میں اظہر من الشمس ہے۔ اس لئے کہ بدل کل مقصود بالنسبۃ ہے اور عطف بیان مقصود بالنسبۃ نہیں۔ پس اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ ان دونوں کے درمیان فرق باعتبار لفظ کے چونکہ خفی تھا اس لئے مصنف رح نے اس فرق کو بیان کیا کہ عطف بیان اور بدل میں فرق اور دوسرے احکام لفظی کے مثل انا ابن التارک الخ میں واقع ہے اور مراد مثل سے ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے جیسے الضارب الرجل زید وانا ابن التارک البکری بشر۔ پس مثال مذکور میں بشر عطف بیان البکری کا ہے اس کا متبوع ہے جو کہ التارک صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے اور اس وقت اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جب ہم بشر کو البکری سے بدل قرار دیں تو قباحت لازم آئے گی۔ اس لئے کہ بدل حکم میں تکریر عامل کے ہوتا ہے۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوگی انا ابن التارک بشر اور یہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ ترکیب التارک بشر مثل الضارب زید کی ہے اور اس کا ناجائز ہونا ماقبل مذکور ہو چکا ہے۔ بخلاف عطف بیان کے کہ اس میں چونکہ عامل مکرر نہیں ہوتا پس تقدیر عبارت کی التارک بشر نہ ہوگی بلکہ صرف التارک البکری ہوگی ۱۲

وَاِذَا كَانَ[1] نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ فَالنَّعْتُ مِثْلُ بِالنَّاصِيَةِ
(البدل ۱۲ — ای بدلا من معرفۃ ۱۲ — مبدل منہ ۱۲)

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَيَكُوْنَانِ[2] ظَاهِرَيْنِ وَمُضْمَرَيْنِ وَمُخْتَلِفَيْنِ
(بدل ۱۲ — ای المبدل والمبدل منہ ۱۲ — ای یکون احدہما ظاہرا والآخر مضمرا ۱۲)

وَلَا يُبْدَلُ[3] ظَاهِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلَ الْكُلِّ اِلَّا مِنَ الْغَائِبِ
(استثناء من قولہ لا یبدل — ای لا یبدل من کل مضمر الا من المضمر الغائب ۱۲)

نَحْوُ[4] ضَرَبْتُهُ زَيْدًا عَطْفُ[5] الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوَضِّحُ
(مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲)

مَتْبُوْعَهُ مِثْلُ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَفَصْلُهُ[6] مِنَ
(عطف بیان ۱۲ — ای فرق عطف البیان ۱۲)

الْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ
(تمیز من الجار ملی فصلہ ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲)

[1] قولہ واذا کان نکرۃ الخ۔ اور جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ تو اس وقت نعت لانا نکرہ کی واجب ہے۔ اس لئے کہ نکرہ بہ نسبت معرفہ کے انقص ہے پس نکرہ کی صفت لائیں گے تاکہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو ۲ه قولہ ویکونان ظاہرین الخ۔ یعنی کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں جیسے جاءنی زید اخوک۔ اور کبھی دونوں مضمر ہوتے ہیں جیسے الزیدون لقیتہم ایاہم۔ اور کبھی مختلف ہوتے ہیں کہ ایک مظہر اور دوسرا مضمر ہوتا ہے جیسے اخوک ضربتہ زیدا واخوک ضربت زیدا ایاہ ۳ه قولہ ولا یبدل ظاہر الخ۔ یعنی اسم ظاہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل کل نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر بدل کل کی

قسم دوم مبنی کی مبنی بالفعل اور معرب بالقوہ ہے ۵۲ قولہ والقابہ الخ یعنی مبنی کے حرکات اور سکنات کے القاب ضم اور
فتح اور کسرا اور وقف ہیں یہاں تک کہ مبنی کے حرکات کو جب تعبیر کریں گے تو ضم اور فتحہ اور کسرا اور سکون میں وقف کہیں گے ۵۳ قولہ
وحکمہ ان لایختلف آخرہ الخ یہاں حکمہ کی ضمیر مبنی کی قسم اول کی طرف راجع ہے اور یہ حکم اس اسم مبنی کا ہے کہ جو مبنی اصل کے مناسب
اور مشابہ ہے ورنہ اگر یہ حکم مبنی کی دونوں قسموں کا ہوگا تو لازم آئے گا کہ وہ اسم جو عدم ترکیب کے سبب مبنی ہے ترکیب
کے بعد بھی مبنی رہے گا حالانکہ وہ ترکیب کے بعد معرب ہوتا ہے کما مر ۵۴ قولہ وہی المضمرات الخ ضمیر مرفوع

ہی مبنی کی طرف لوٹتی ہے اور گو وہ
مذکر ہے لیکن ضمیر کی تانیث باعتبار
تانیث خبر کے ہے جیساکہ ماقبل گذر
چکا ہے کہ ضمیر مبتدا کو مذکر اور مونث
لاتے ہیں خبر کی رعایت ہوتی ہے نہ کہ
مرجع کی ۵۵ قولہ وبعض الظروف
مصنف رح نے اس جگہ بعض الظروف
اس لئے کہا کہ جملہ ظروف مبنی نہیں۔
بلکہ بعض ظروف از قبیل معربات
ہیں اور اگر کوئی کہے کہ بعض موصولات
بھی تو مبنی نہیں ہیں۔ پس ان کو مطلق
کیوں ذکر کیا بعض الموصولات نہ کہا
جواب یہ ہے کہ موصولات کو برعایت
جانب اکثر مطلق ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ اکثر
کے لئے حکم کل کا ہے فائدہ کا جاننا
چاہیے کہ اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ
کو باوجودیکہ وہ معرفہ کی اقسام میں سے
ہیں مبہمات کہتے ہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ
اسم اشارہ کسی چیز کی طرف اشارہ کئے
بغیر مخاطب کے نزدیک مبہم ہے اور
ایسے ہی موصولات بدون صلہ کے
ذکر کئے مخاطب کے نزدیک مبہم ہیں۔
۵۶ قولہ المضمر ما وضع الخ یعنی مضمر
وہ اسم ہے کہ جس کو متکلم کے لئے یا
مخاطب کے لئے یا اس غائب کے
لئے کہ جس کا ذکر پہلے لفظا یا معنی یا
حکما ہو چکا ہے وضع کیا گیا ہو۔ پس قولہ
تقدم ذکرہ غائب کی صفت ہے اور
قولہ لفظا اور معنی اور حکما یہ اس کے ذکر
یعنی مرجع کی تفصیل ہے۔ لفظا سے
مراد یہ ہے کہ مرجع مطابقۃً مذکور ہو جیسے
زید ضربتہ۔ اور معنی سے مراد یہ ہے کہ
وہ ضمنا یا التزاماً مذکور ہو۔ اول کی

الْمَبْنِيُّ مَا نَاسَبَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ اَوْ وَقَعَ غَيْرَ مُرَكَّبٍ وَاَلْقَابُهٗ
مبتدا ۱۲ ای اسم ۱۲ خبر ۱۲ ثلثۃ ۱۲

ضَمٌّ وَفَتْحٌ وَكَسْرٌ وَوَقْفٌ وَحُكْمُهٗ اَنْ لَا يَخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ
بضم الشفتین ۱۲ سمی بہا لحصولہ ۱۲ الضم فی التلفظ ۱۲ ای سمی فتحا لانفتاح مبتدا ۱۲ خبرہ ۱۲

بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ وَ
المبنیات ۱۲

الْمَوْصُوْلَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ وَ

الْاَصْوَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ اَلْمُضْمَرُ مَا وُضِعَ لِمُتَكَلِّمٍ
بالرفع عطف علی الاسماء لا علی الافعال ۱۲ مبتدا ۱۲ خبر

اَوْ مُخَاطَبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْ حُكْمًا
جملہ صفت برائے غائب ۱۲

۱ قولہ المبنی ما ناسب الخ یعنی مبنی دو قسم پر ہے۔ ایک وہ کہ اس کی مناسبت مبنی
اصل کے ساتھ منع اعراب میں مؤثر ہو۔ پھر مبنی کی تعریف میں یہ قید کہ مناسبت مؤثرہ فی
منع الاعراب ہو ضروری ہے تاکہ تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہو جائے باقی رہے اقسام
مناسبت مؤثرہ کے ... وہ اوائل کتاب میں گذر چکے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں
مبنی اصل وہ ہے کہ جو اپنی اصل وضع میں مبنی ہو اور وہ تین چیزیں ہیں فعل ماضی اور
امر حاضر اور جملہ حروف اور قسم دوم مبنی کی یہ ہے کہ غیر مرکب ہو جیسے زید عمرو بکر لرس بساط
اور جب ان میں سے کوئی یا ان کا مثل مرکب ہوگا تو معرب ہو جائیگا۔ پس ثابت ہوا کہ

ھ۔ تو سامع کو طلب اور شوق اس کے مرجع کا پیدا ہوگا۔ پھر وہ جب طلب اور شوق کے

مثال جیسے اعدلوا ہو اقرب للتقوی۔ اور ثانی کی مثال جیسے ولابویہ لکل واحد منہما السدس اس لئے کہ ذکر میراث کا مورث سے التزاما
دلالت کرتا ہے اور تقدم حکمی ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے جیسے قل ہو اللہ احد اور جلی انہا امرأۃ صالحۃ۔ پھر ضمیر شان وہ ضمیر ہے
کہ جس کو بلا مرجع کے ذکر کیا جاتا ہے جبکہ کسی چیز کی عظمت اور فخامت کا بیان مقصود ہوتا ہے اور اس کی تفسیر اس کے بعد سے کیجاتی
ہے اور یہی حال ضمیر قصہ کا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ ضمیر شان ضمیر مذکر اور ضمیر قصہ ضمیر مونث ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ جب اس
ضمیر کا مرجع اس سے پہلے مذکور نہیں ہوتا تو اس کے لانے سے فائدہ کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ جب ضمیر کو بلا مرجع کے ذکر کرینگے

۵۱ قولہ وہو متصل او منفصل الخ۔ یعنی ضمیر دو قسم پر ہے متصل اور منفصل۔ ضمیر منفصل وہ ہے جو بذاتہ مستقل ہو کہ اس کا تلفظ بدون ملائے کلمہ سابق کے بقاعدہ لغت کر سکتے ہوں جیسے ہُوَ اور ضمیر متصل وہ ہے کہ جو بذاتہ غیر مستقل ہو۔ یعنی اس کا تلفظ بقاعدہ لغت بدون ملائے ہوئے عامل نہ ہو سکتا ہو جیسے ضربی میں یا ر ۵۲ قولہ وہو مرفوع الخ۔ ہو ضمیر مرفوع منفصل مطلق ضمیر کی طرف راجع ہے اور یہ باعتبار اعراب کے ضمیر کی تین قسموں کا بیان ہے کہ وہ مرفوع اور منصوب اور مجرور ہوتی ہے ۵۳ قولہ فالاولان الخ۔ یعنی ان تینوں میں سے وہ پہلی یعنی مرفوع اور منصوب متصل اور منفصل دونوں قسم کی ہوتی ہے۔ اور تیسری یعنی ضمیر مجرور فقط متصل ہوتی ہے منفصل نہیں ہوتی اس لئے کہ اصل ضمیر میں اتصال ہے اور مانع اتصال سے مجرور میں کوئی چیز نہیں لہذا وہ ہمیشہ متصل ہوگی ۵۴ قولہ فذلک یعنی پس اس وجہ سے ضمیر پانچ قسم کی ہوئی۔ مرفوع متصل اور مرفوع منفصل اور منصوب متصل ..... اور منصوب منفصل اور مجرور متصل ۵۵ قولہ الاول الخ۔ یعنی ضمیر مرفوع متصل ضَرَبْتُ ماضی معروف اور ضُرِبْتُ ماضی مجہول سے لے کر ضَرَبْنَ اور ضُرِبْنَ تک ہیں پوری گردان یہ ہے ضربتُ ضربنا ضربتَ ضربتما ضربتم ضربتِ ضربتما ضربتنّ۔ ضرب ضربا ضربوا ضربت ضربتا ضربن۔ اور اسی قیاس پر ماضی مجہول ہے۔ الغرض نحویوں کے نزدیک ضمیر متکلم اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے ضمیر مخاطب پر مقدم ہے اور وہ ضمیر غائب پر مقدم ہے بخلاف صرفیوں کے کہ ان کے یہاں ضمیر غائب تمام ضمائر پر مقدم ہے پھر ضمیر مخاطب کا درجہ ہے۔ پھر ضمیر متکلم کا جیسا کہ صرف و نحو کی ابتدائی کتابوں میں مذکور ہے ۵۶ قولہ والثانی الخ۔ یعنی ضمیر مرفوع منفصل انا سے لیکر ہُنَّ تک اس طرح پر ہے انا نحن انتَ انتما انتم انتِ انتما انتنّ۔ ہو ہما ہم ہی ہما ہن ۵۷ قولہ والثالث الخ یعنی ضمیر منصوب متصل ضربنی سے لیکر ضربہن تک اور اننی سے انہن تک ہیں مثال اول میں ناصب فعل ہے اور ثانی میں حرف ہے ۵۸ قولہ والرابع الخ۔ یعنی ضمیر منصوب منفصل ایای سے ایاہن تک ہے ۵۹ قولہ والخامس الخ۔ یعنی ضمیر مجرور متصل غلامی اور لی سے لیکر غلامہن اور لہن تک ہے مثال اول میں ضمیر مجرور اسم کے ساتھ متصل ہے۔ اور مثال ثانی میں حرف کے ساتھ کفصیل ظاہر ہے ۶۰ قولہ فالمرفوع خاصۃ الخ۔ یعنی خاص ضمیر مرفوع متصل ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب اور واحد مونث غائبہ میں جبکہ وہ دونوں کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں مستتر ہوتی ہے جیسے ضرب زید و ہند ضربت اور مضارع متکلم کے صیغوں میں مطلقا مستتر ہوتی ہے خواہ واحد ہو یا زائد مذکر ہو یا مونث۔ اور مضارع مخاطب واحد مذکر میں اور مضارع غائب اور غائبہ میں مستتر ہوتی ہے م

اور خواہ وہ مذکر ہو اور یا مونث اور یا واحد ہو یا زائد۔ اور اگر کوئی کہے کہ الف ضاربان میں ۵۵

وهو متصلٌ ۵۱ او منفصلٌ فالمنفصل المستقلّ بنفسه والمتّصلُ
اي المضمر ۱۲

غير المستقلّ بنفسه ۵۲ وهو مرفوعٌ ومنصوبٌ ومجرورٌ ۵۳ فالاوّلان
اي المرفوع والمنصوب

متّصلٌ ومنفصلٌ والثالث متّصلٌ فقط ۵۴ فذلك خمسةُ
اي لا منفصل له لامتناع الفصل بين الجار والمجرور ۱۲

انواعٍ ۵۵ الاوّل ضربتُ وضُربتُ الى ضربنَ وضُربنَ ۵۶ والثاني انا
اي المرفوع المتصل ۱۲

الى هنَّ ۵۷ والثالث ضربني الى ضربهنّ وانّني الى انّهنّ و
اي المنصوب متصل ۱۲

۵۸ الرّابع ايّاي الى ايّاهنّ ۵۹ والخامس غلامي ولي الى غلامهنّ
اي المنصوب المنفصل ۱۲

ولهنّ ۶۰ فالمرفوع المتّصل خاصّةً يستتر في الماضي للغائب والغائبة

والمضارع للمتكلّم مطلقا والمخاطب والغائب والغائبة في الصفة مطلقا
قيد بالنسبة الى المضارع المتكلم فقط اي استتار مطلقا ۱۲

وَلَا يَسُوغُ[1] الْمُنْفَصِلُ اِلَّا لِتَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ وَذٰلِكَ[2]

ای تعذر المتصل ۱۲

بِالتَّقْدِيْمِ عَلٰى عَامِلِهٖ اَوْ بِالْفَصْلِ[3] لِغَرَضٍ اَوْ بِالْحَذْفِ[4]

بین الضمیر و عاملہ ۱۲

اَوْ بِكَوْنِ[5] الْعَامِلِ مَعْنَوِيًّا اَوْ حَرْفًا[6] وَالضَّمِيْرُ مَرْفُوْعًا اَوْ

بِكَوْنِهٖ[7] مُسْنَدًا اِلَيْهِ صِفَةٌ جَرَتْ عَلٰى غَيْرِ مَنْ هِيَ لَهٗ

مِثْلُ[8] اِيَّاكَ ضَرَبْتُ وَمَا ضَرَبَكَ[9] اِلَّا اَنَا وَاِيَّاكَ[10] وَالشَّرَّ وَاَنَا

مثال للتقدیم علی العامل ۱۲ مثال الفصل للغرض ۱۲

زَيْدٌ[11] وَمَا اَنْتَ[12] قَائِمًا وَهِنْدٌ[13] زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ هِيَ

مثال کون العامل معنویا ۱۲ ... مثال کون العامل حرفا ۱۲ مثال الضمیر الذی اسند الیہ صفۃ جرت علی غیر من ہی لہ ۱۲

---

١ قولہ ولا یسوغ المنفصل الخ - یعنی ضمیر منفصل کا استعمال جائز نہیں ہے مگر اُس جگہ کہ ضمیر متصل کا لانا متعذر ہو اس لئے کہ ضمیر کو اختصار کے لئے وضع کیا ہے اور متصل منفصل سے اختصار میں اکمل ہے ٢ قولہ وذلک بالتقدیم الخ - یعنی تعذر ضمیر متصل کا چند وجہ سے ہوتا ہے کبھی تو ضمیر کو بقصد حصر اس کے عامل پر مقدم کرنے سے ہوتا ہے جیسے ایاک ضرب میں کہ اگر ضمیر کو اُس کے عامل کے ساتھ متصل کیا جائے اور تقدیم کو چھوڑ دیا جائے تو حصر مقصود فوت ہو جائے گا ٣ قولہ او بالفصل لغرض الخ - یعنی کبھی تعذر متصل کا ضمیر اور اس کے عامل میں فصل واقع ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے بشرطیکہ یہ فصل کسی غرض کیلئے ہو جیسے ما ضربک الا انا اس لئے کہ اگر ضمیر مذکور متصل ہوگی تو غرض فوت ہو جائے گی ٤ قولہ او بالحذف الخ - یعنی کبھی تعذر متصل کا عامل کے محذوف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ جب یہاں کوئی ایسی چیز نہ ہوگی کہ جس کے ساتھ ضمیر متصل ہو تو لامحالہ منفصل ہوگی ٥ قولہ او بکون العامل معنویا الخ - یعنی کبھی تعذر متصل کا عامل کے معنوی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ اتصال اس وقت میں ممتنع ہے ٦ قولہ او حرفا والضمیر مرفوع الخ - کبھی تعذر متصل کا اس لئے ہوتا ہے کہ عامل حرف ہے اور ضمیر مرفوع ہے۔ ضمیر مرفوع کا اتصال حرف کے ساتھ متعذر ہے ٧ قولہ او بکونہ مسندا الیہ الخ - یعنی کبھی تعذر اتصال کا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ضمیر کی طرف ایک ایسی صفت مسند ہے کہ جو اس ذات کے غیر پر کہ جس کی یہ صفت ہے جاری ہو اس لئے کہ اس وقت اگر ضمیر کو صفت سے منفصل کر کے نہ لایا جائیگا تو بعض صورتوں میں التباس پیدا ہوگا جیسے زید و عمر ضاربہ ہو۔ پس اس جگہ اگر زید و عمر ہو نہ کہا جائے تو سامع پر ملتبس ہوگا کہ ضارب زید ہو یا عمر بلکہ متبادر یہ ہے کہ مارنے والا عمرو ہے اس لئے کہ وہ اُس ضمیر سے کہ ضاربہ میں ہے زیادہ قریب ہے بخلاف زید و عمر و ضاربہ ہو کے کہ اس میں التباس نہیں اس لئے کہ اصل ضمیر میں اتصال ہے اور انفصال خلاف اصل ہے پس جب ضمیر کو برخلاف ظاہر کے منفصل لایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا مرجع بھی خلاف ظاہر ہے ورنہ حاجت ضمیر کی منفصل لانے کی نہ تھی اور جبکہ بدون انفصال ضمیر کے بعض صورتوں میں التباس واقع ہوا تو بعض دوسری صورتوں کو کہ جن میں التباس نہیں طرداً للباب اُس پر حمل کیا گیا جیسے ہند زید ضاربۃ ہی ٨ قولہ مثل ایاک ضربت الخ یہ مثال عامل پر ضمیر کے مقدم ہونے کی ہے ٩ قولہ وما ضربک الا انا الخ یہ فصل کی مثال ہے کہ بغرض تخصیص درمیان ضمیر اور عامل ضمیر کے کیا گیا ہے ١٠ قولہ و ایاک والشر الخ - یہ مثال عامل ضمیر کے محذوف ہونے کی ہے اصل اس کی اتق نفسک والشر ہے اوّل فعل کو حذف کیا گیا پھر ضمیر کو منفصل لائے ١١ قولہ وانا زید الخ - یہ مثال ضمیر کے عامل معنوی ہونے کی ہے ١٢ قولہ وما انت قائم الخ - یہ مثال عامل کے حرف ہونے کی ہے ١٣ قولہ وہند زید ضاربۃ ہی الخ یہ مثال اُس ضمیر کی ہے کہ جس کی طرف ایک ایسی صفت مسند ہے جو اس ذات کے غیر پر کہ جس کے لئے وہ صفت ہو جاری ہے اس لئے کہ اسناد ضمیر ہی طرف ضاربۃ کی ہے اور ضاربۃ ایک ایسی صفت ہے کہ جو ہند کے غیر یعنی زید پر جاری ہے اس لئے کہ وہ اس کی خبر ہے حالانکہ وہ ہند کی صفت ہے اس لئے کہ ضرب اُس کے ساتھ قائم ہے نہ کہ زید کے ساتھ پس اس جگہ ضمیر کو منفصل لائے طرداً للباب نہ لوجہ۔ خوف التباس کے اس لئے کہ یہاں تائے تانیث فارق ہے ۱۲

جب کہ ان کے ساتھ یاء متکلم لاحق ہو تاکہ اس کی وجہ سے حرکت اعرابیہ کسرہ کی طرف مائل ہونے سے محفوظ رہے ۵۳ قولہ وانت مع النون فیہ الخ۔ اور تجھکو مضارع کے اُن صیغوں میں کہ جن میں نون اعرابی ہے نون وقایہ کے لانے اور نہ لانے میں اختیار ہے۔ اور ایسے ہی لدن اور ان اور کان وغیرہما میں اختیار ہوگا کہ نون وقایہ لائیں یا نہ لائیں۔ لفظ لدن میں نون کا لانا سکون بنائی کی محافظت کی وجہ سے ہے اور غیر لدن میں اس کئے ہے کہ حرکت بنائی اپنے حال پر محفوظ رہے۔ اور نون کا نہ لانا اس وجہ سے ہے تاکہ دو یا دو سے زائد نونوں کا اجتماع لازم نہ آئے ۵۴ قولہ ویختار فی لیت الخ۔ یعنی مختار ہے نون وقایہ کا لاحق کرنا لیت میں اور اسی طرح مِن و عَن میں جو کہ حرف ہیں اور قد اور قط میں جو کہ معنی میں حسب کے ہیں تاکہ کلمات مذکورہ اپنے سکون پر جو کہ قلت حروف کے ساتھ بناء میں اصل ہے باقی رہیں ۵۵ قولہ وعکسہا لعل الخ۔ یعنی برعکس لیت کے لعل میں نون کا نہ لانا مختار ہے اس لئے کہ لام مشدد نون کی مخرج قریب ہے۔ پس اگر نون وقایہ لائیں گے تو اس وقت چند نون مجتمع ہو جائینگے اور کلمہ واحد میں کثرت حروف کا ہونا لازم آئے گا اور وہ باطل ہے ۵۶ قولہ ویتوسط بین المبتدا والخبر الخ۔ یعنی مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کا واقع ہوتا ہے جو افراد و تثنیہ و جمع و تذکیر و تانیث و تکلم و خطاب و غیبت میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے اس صیغہ کا نام فصل ہے۔ اور فائدہ اس کے لانے کا یہ ہے کہ وہ خبر اور نعت کے درمیان فرق کر دیتا ہے۔ پھر مبتدا اور خبر پر اس صیغہ کا داخل ہونا دو طرح پر ہے۔ ایک عوامل لفظی کے داخل ہونے سے پیشتر جیسے زید ہو القائم۔ دوسرے عوامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد جیسے کنت انت الرقیب فائدہ مصنف رح نے ضمیر مرفوع نہ کہا اور صیغہ مرفوع منفصل کہا اس لئے کہ بعض اُس کو نسبت غیر مستقل پر دلالت کرنے کی وجہ سے حرف کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ اسم ہے۔ پس مصنف رح نے اس میں توقف کیا اور دونوں مذہبوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی ۵۸ قولہ وشرطہ ان یکون الخبر الخ۔ یعنی صیغہ فصل لانے کی شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو۔ اس لئے کہ اگر نکرہ ہوگی تو خبر اور نعت کے درمیان التباس نہ ہوگا کہ اس کے ازالہ کے لئے صیغہ فصل لانے کی ضرورت ہو۔ اور یا خبر اسم تفضیل مستعمل بمن ہو اس لئے کہ یہ بھی حکم میں معرفہ کے ہے پس دونوں صورتوں میں صیغہ فصل لانے کی ضرورت ہے تاکہ خبر نعت کے ساتھ ملتبس نہ ہو ۵۸ قولہ مثل کان زید ہو افضل من عمر الخ۔ اس مثال میں ہو ضمیر مرفوع منفصل ضمیر فصل ہے کہ اس سے افضل من عمر کے صفت زید ہونے کا شبہ زائل ہو گیا اس لئے کہ ضمیر منفصل نسبت تامہ پر دلالت کرتی ہے اور درمیان نعت اور منعوت کے نسبت تامہ نہیں ہوتی۔ پس متعین ہو گیا کہ یہ خبر ہے نعت نہیں ۵۹ قولہ ولا موضع لہ الخ

وَنُونُ الوِقَايَةِ[۵۱] مَعَ اليَاءِ لَازِمَةٌ فِي المَاضِي وَفِي المُضَارِعِ[۵۲]

عَرِيًّا عَنْ نُونِ الإِعْرَابِ وَأَنْتَ[۵۳] مَعَ النُّونِ فِيهِ وَلَدُنْ

خالیا ۱۲ — مبتدا ۱۲

وَإِنَّ وَأَخَوَاتِهَا مُخَيَّرٌ وَيُخْتَارُ[۵۴] فِي لَيْتَ وَمِنْ وَعَنْ وَقَدْ

خبر ۱۲

وَقَطْ وَعَكْسُهَا[۵۵] لَعَلَّ وَيَتَوَسَّطُ[۵۶] بَيْنَ المُبْتَدَأِ وَالخَبَرِ قَبْلَ

ای عکس لیت ۱۲

العَوَامِلِ وَبَعْدَهَا صِيغَةُ مَرْفُوعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ

فاعل یتوسط ۱۲

لِلْمُبْتَدَأِ وَيُسَمَّى[۵۷] فَصْلًا لِيَفْصِلَ بَيْنَ كَوْنِهِ خَبَرًا أَوْ نَعْتًا

تلک الصیغۃ ۱۲

وَشَرْطُهُ[۵۸] أَنْ يَكُونَ الخَبَرُ مَعْرِفَةً أَوْ أَفْعَلَ مِنْ كَذَا مِثْلُ

كَانَ زَيْدٌ هُوَ أَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو وَلَا مَوْضِعَ[۵۹] لَهُ عِنْدَ الخَلِيلِ

۵۱ قولہ ونون الوقایۃ مع الیاء الخ۔ یعنی یاء متکلم جب فعل ماضی کے ساتھ لاحق ہو تو اس وقت ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ کا لانا واجب ہوگا تاکہ اس کی وجہ سے ماضی کا آخر دخول کسرہ سے جس کو یاء متکلم مقتضی ہے محفوظ رہے جیسے اکرمنی ۵۲ قولہ وفی المضارع الخ یعنی نون وقایہ کا مضارع کے ان صیغوں میں بھی لازم ہے جو کہ نون اعرابی سے خالی ہیں۔

وَاِذَا اجْتَمَعَ[١] ضَمِيْرَانِ وَلَيْسَ اَحَدُهُمَا مَرْفُوْعًا فَاِنْ كَانَ

اَحَدُهُمَا اَعْرَفَ وَقَدَّمْتَهٗ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي الثَّانِيْ نَحْوُ

(ای ضمیر الثانی) (فی ایرادک ایاہ متصلا او منفصلا ١٢)

اَعْطَيْتُكَهٗ وَاَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ وَضَرَبَيْكَ وَضَرَبِيْ اِيَّاكَ

وَاِلَّا[٢] فَهُوَ مُنْفَصِلٌ نَحْوُ اَعْطَيْتُهٗ اِيَّاهُ اَوْ اِيَّاكَ وَالْمُخْتَارُ[٣]

(ای الثانی ١٢) (مبتدا ١٢)

فِيْ خَبَرِ بَابِ كَانَ الْاِنْفِصَالُ وَالْاَكْثَرُ[٤] لَوْلَا اَنْتَ اِلٰى

(خبر ١٢)

اٰخِرِهٖ وَعَسَيْتَ[٥] اِلٰى اٰخِرِهَا وَجَاءَ[٦] لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ[٧] اِلٰى اٰخِرِهِمَا[٨]

(بالمتصل فیہما ١٢)

[١] قولہ واذا اجتمع ضمیران الخ۔ یعنی جب دو ضمیریں ایک جگہ جمع ہوں اور دونوں میں سے کوئی بھی مرفوع نہ ہو اس لئے کہ مرفوع مثل جز فعل کے ہے پس گویا کہ فصل درمیان فعل اور ضمیر کے بالکل متحقق نہیں پس دونوں کا اتصال اس وقت واجب ہے جیسے اگر سکہ غرض جب دو ضمیریں ایک جگہ جمع ہوں اور دونوں میں سے ایک بھی مرفوع نہ ہو نیز دونوں میں سے ایک ضمیر دوسری ضمیر سے اعرف ہو اس لئے کہ اگر دونوں مساوی ہوں جیسے اعطاہا ایاہ تو ثانی میں انفصال واجب ہوگا تاکہ ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئے نیز اعرف کو مقدم کیا گیا ہو اس لئے کہ اگر اعرف کو مؤخر کریں گے تو انفصال لازم آئے گا۔ بہرحال جب

یہ تمام شرائط مذکورہ پائی جائیں تو ضمیر ثانی میں اختیار ہوگا کہ اس کو متصل لائیں جیسے قولہ اعطیتکہ وضربیک یا منفصل جیسے قولہ اعطیتک ایاہ وضربی ایاک [٢] قولہ والا فہو منفصل الخ۔ یعنی اگر دونوں میں سے ایک دوسرے سے اعرف نہ ہو جیسے اعطیتہ ایاہ یا اعرف تو ہو مگر اس کو مقدم نہ کیا گیا ہو جیسے اعطیتہ ایاک تو ان دونوں صورتوں میں ضمیر ثانی کا منفصل لانا ضروری ہوگا۔ تاکہ صورت اولی میں احد المثلین کی تقدیم سے ثانی پر ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئے اور صورت ثانیہ میں انقص کی تقدیم اقوی پر اس چیز میں لازم نہ آئے جو کہ بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہے [٣] قولہ والمختار فی خبر باب کان الخ۔ یعنی مختار کان اور اس کے نظائر کی خبر میں انفصال ہے اگرچہ اس میں اتصال اور انفصال دونوں جائز ہیں جواز اتصال تو اس لئے کہ کان کی خبر بمنزلہ مفعول کے ہے اور ضمیر مفعول وجوبًا متصل ہوتی ہے پس اس کا شبیہ اس سے کمتر نہ ہوگا کہ جواز ا متصل ہو اور انفصال کا مختار ہونا اس لئے ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر اصل میں خبر مبتدا ہے اور مبتدا کی خبر میں جب ضمیر ہو تو انفصال واجب ہے پس اصل کی رعایت رکھتے ہوئے اگر انفصال واجب نہ ہو تو کم از کم وہ مختار و اولیٰ ضرور ہونا چاہئے [٤] قولہ والاکثر لولا انت الی آخرہ۔ یعنی اکثر استعمال میں لولا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل ہوتی ہے اس لئے کہ لولا کے بعد مبتدا محذوف الخبر ہے [٥] قولہ وعسیت الی آخرہا الخ۔ یعنی اکثر استعمالات میں عسی کے ساتھ اتصال ضمیر کا ہے اس لئے کہ عسیٰ اکثر کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد ضمیر فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے [٦] قولہ وجاء لولاک الخ۔ یعنی لولا کے ساتھ ضمیر مجرور کا اتصال بھی ثابت ہے۔ اس لئے کہ لولا بسبب وجود اول کے انتفائے ثانی کے لئے آتا ہے پس اصل لولا زید کی لولا وجود زید ہے وجود کو حذف کرکے لولا کو اس کا قائم مقام کیا اور ضمیر کی طرف مضاف کر دیا پس یہ ضمیر مجرور ہوگی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لولا حرف جر ہے اور اس کا مابعد ضمیر مجرور متصل ہے [٧] قولہ وعساک یعنی عسیٰ کے ساتھ ضمیر منصوب متصل ہوتی ہے اس لئے کہ عسیٰ کو فعل کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے کہ دونوں کے معنی رجاء اور طمع کے ہیں۔ پس جو ضمیر کہ عسیٰ کے بعد ہوگی وہ بنابر اسمیت منصوب ہوگی [٨] قولہ الی آخرہما الخ۔ ضمیر تثنیہ، لولاک اور عساک کی طرف راجع ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ لولاک الی آخرہ اور عساک الی آخرہ ١٢

(محمد مشیت اللہ دیوبندی)

سلہ قولہ وبعض العرب یجعلہ الخ۔ یعنی اور بعض عرب اس صیغہ فصل کو مبتدا رکھتے ہیں اور اس کے مابعد کو اس کی خبر پس افضل اس مثال میں مرفوع ہوگا اس لئے کہ وہ مبتدا کی خبر ہے اور مبتدا صیغہ فصل ہے پھر یہ جملہ مل کر مبتدا اوّل کی خبر ہوگا۔ سلہ قولہ ویتقدم قبل الجملۃ ضمیر الخ۔ یعنی جملہ اسمیہ یا فعلیہ سے پہلے ایک ضمیر ہوتی ہے ... غائب کی۔ اس ضمیر کو ضمیر شان اور قصہ کہتے ہیں اور یہ ضمیر اگر مفرد مذکر ہے تو ضمیر شان ہے جیسے ہو زید قائم اور قل ہو اللہ احد ای الامر والشان زید قائم واللہ احد۔ اور اگر مفرد مونث ہے تو ضمیر قصہ ہے جیسے ہی ہند ملیحۃ۔ اس ضمیر غائب کی تفسیر اس کے مابعد والے جملہ سے ہوتی ہے سلہ قولہ ویکون متصلاً الخ۔ یعنی ضمیر شان و قصہ متصل بھی ہوتی ہے اور منفصل بھی بارز بھی ہوتی ہے اور مستتر بھی علی حسب العوامل۔ پس اگر عامل انفصال کو مقتضی ہو بایں طور کہ ضمیر مذکور کا عامل معنوی ہو تو ضمیر منفصل ہوگی اور اگر عامل اتصال کو مقتضی ہو بایں طور کہ اس کا عامل لفظی ہو تو ضمیر مذکور متصل ہوگی اور عامل استتار ضمیر کی صلاحیت رکھتا ہے تو ضمیر مستتر ہوگی ورنہ بارز...... جیسا کہ امثلہ مذکورہ سے ظاہر ہے سلہ قولہ وحذفہ منصوباً الخ۔ یعنی اس ضمیر کا حذف کرنا بوقت اس کے مرفوع ہونے کے ناجائز ہے اس لئے کہ حذف عمدہ کا جائز نہیں اور ضمیر مذکور کو جبکہ وہ منصوب ہو لفظ سے حذف کر کے مقدر ماننا بھی جائز ہے مگر ضعف کے ساتھ جواز حذف اس لئے کہ وہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے اور ضعف کے ساتھ محذوف اس لئے کہ بعد الحذف یہ معلوم نہ ہوگا کہ ضمیر شان تھی یا نہیں سلہ قولہ الا مع ان الخ۔ یعنی ضمیر مذکور کے منصوب ہونے کے وقت اس کا حذف ضعیف ہے مگر جب کہ ضمیر مذکور اس ان مفتوحہ کے ساتھ ہو جو مثقلہ سے مخففہ کیا گیا ہے تو اس وقت اس کا حذف بدون کسی ضعف کے لازم ... ہوگا اس لئے کہ اَن اور اِن لفظاً اور معنیً فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور دونوں میں سے اَن مفتوحہ کو صورۃً بھی فعل کے ساتھ مشابہت ہے پس اس کی مشابہت قوی اور اِن بالکسر کی مشابہت ضعیف ہے اور اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بعد تخفیف کے اِن مکسورہ تو عمل کرتا ہے جیسے قولہ تعالےٰ وان کلا لما لیوفینہم اور اَن مفتوحہ عمل نہیں کرتا جیسا کہ قولہ تعالیٰ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین میں کہ یہاں مابعد اَن مفتوحہ کا بعد تخفیف کے مرفوع ہے۔ پس اس وقت ضعیف کا عامل ہونا اور قوی کا غیر عامل ہونا لازم آیا اور یہ نہایت قبیح ہے۔ لہٰذا اس قباحت سے بچنے کے لئے نحوی اَن مفتوحہ کے بعد ضمیر شان کو مقدر مانتے ہیں تاکہ اس میں عمل کرے اور مزیت ضعیف کی قوی پر لازم نہ آئے سلہ قولہ اسماء الاشارۃ ما وضع الخ۔ یعنی اسماء اشارہ

مونث کے لئے تا، وتی وذی وتہ وذہ وتہی وذہی۔ اور تثنیہ مونث کے لئے تان حالت رفع

وَبَعْضُ الْعَرَبِ[۱] یَجْعَلُہٗ مُبْتَدَأً وَّمَا بَعْدَہٗ خَبَرَہٗ[۲] وَیَتَقَدَّمُ

ای یستعملہ بحیث یکون مبتدا وما بعدہ خبرہ ۱۲

قَبْلَ الْجُمْلَۃِ ضَمِیْرٌ غَائِبٌ یُسَمّٰی ضَمِیْرَ الشَّانِ وَالْقِصَّۃِ یُفَسَّرُ

مرفوع علی انہ صفۃ ضمیر ۱۲ — ان کان مذکرا ۱۲ — ان کان مؤنثا ۱۲

بِالْجُمْلَۃِ بَعْدَہٗ وَیَکُوْنُ[۳] مُنْفَصِلًا وَّمُتَّصِلًا مُّسْتَتِرًا وَّبَارِزًا

ای ذلک الضمیر ۱۲

عَلٰی حَسَبِ الْعَوَامِلِ نَحْوُ ھُوَ زَیْدٌ قَائِمٌ وَکَانَ زَیْدٌ قَائِمٌ وَ

مثال المنفصل ۱۲ — مثال المنفصل المستتر ۱۲

اِنَّہٗ زَیْدٌ قَائِمٌ وَحَذْفُہٗ[۴] مَنْصُوْبًا ضَعِیْفٌ اِلَّا مَعَ[۵] اَنْ اِذَا

مثال المتصل البارز ۱۲ — مبتدا ۱۲ — ضمیر الشان ۱۲ — حال ۱۲ — خبر ۱۲

خُفِّفَتْ فَاِنَّہٗ لَازِمٌ اَسْمَاءُ الْاِشَارَۃِ[۶] مَا وُضِعَ لِمُشَارٍ اِلَیْہِ وَھِیَ ذَا

من المثقلۃ ۱۲

لِلْمُذَکَّرِ وَلِمُثَنَّاہُ ذَانِ وَذَیْنِ وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا وَذِیْ وَتِیْ وَتِہٖ وَذِہٖ وَ

رفعا ۱۲ — نصبا وجرا ۱۲

تِھِیْ وَذِھِیْ وَلِمُثَنَّاہُ تَانِ وَتَیْنِ وَلِجَمْعِھِمَا اُولَآءِ مَدًّا وَّقَصْرًا

ای لمثنی المؤنث ۱۲ — ای المذکر والمونث ۱۲

له قوله ويلحقها الخ- يعني اسمار اشاره کے ساتھ حرف تنبیہ لاحق ہوتا ہے- اس لئے کہ اشارہ سے مقصود مخاطب کو تنبیہ کرنا ہے پس ہاء تعبیہ کو اُس کے اول میں لایا جاتا ہے تاکہ مخاطب مقصود سے غافل نہ ہو جیسے ہذا- نیز اسماء اشارہ کے ساتھ حرف خطاب بھی متصل ہوتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث ہونے پر دلالت کرے ٢ھ قوله وہی خمسة فی خمسة الخ- یعنی حرف خطاب پانچ ہیں- مفرد مذکر- مفرد مؤنث- مثنی- جمع مذکر- جمع مؤنث اس لئے کہ تثنیہ مشترک ہے- اور اسماء اشارہ بھی پانچ ہیں- مفرد مذکر- مفرد مؤنث- تثنیہ مذکر- تثنیہ مؤنث- جمع مذکر و مؤنث کہ دونوں کے لئے ایک اسم اشارہ ہے- پس پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس قسمیں ہوئیں ٣ھ قوله وہی ذاک الی ذاکن الخ- یعنی یہ پچیس قسمیں اس طرح پر ہیں ذاک سے ذاکن تک اور ذانک سے ذانکن تک اور علی ہذا القیاس البواقی ٤ھ قوله ویقال ذا للقریب الخ- یعنی مشار الیہ قریب کے لئے ذا کو لاجاتا ہے اس لئے کہ وہ قلیل الحروف ہے- اور مشار الیہ بعید کے لئے ذلک لایا جاتا ہے- اس لئے کہ وہ کثیر الحروف ہے اور ذاک متوسط کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ان دونوں سے قلت اور کثرت حروف میں متوسط ہے ٥ھ قوله مثل ذلک الخ- یعنی تلک اور تانک اور ذانک درآں حالیکہ ان دونوں میں نون مشدد ہو- اور اولائک مثل ذلک کے ہے بُعد اشارہ میں کہ چاروں سے بعید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ٦ھ قوله اما ثم الخ- یعنی لیکن ثَمَّ بفتح ثار اور ہُنا بضم ہار و تخفیف نون اور ہَنّا بفتح ہار اور تشدید نون خاص کر مکان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں ٧ھ قوله الموصول ما لا یتم جزءًا الخ- یعنی موصول وہ اسم ہے کہ جو صلہ اور عائد کے بغیر کلام کا جزء تام یعنی مسند یا مسند الیہ نہ ہو سکے اور اگر کوئی کہے کہ اس تعریف میں دَور لازم آتا ہے اس لئے کہ تعریف موصول کی صلہ سے کی گئی ہے اور صلہ کی تعریف موصول سے کرتے ہیں پس موصول کا سمجھنا صلہ پر اور صلہ کا سمجھنا موصول پر موقوف ہوا اور یہی دَور ہے- جواب یہ ہے کہ تعریف مذکور میں دَور لازم نہیں آتا اس لئے کہ اس جملہ صلہ سے معنی لغوی یعنی ربط مراد ہے ورنہ اگر معنی اصطلاحی مراد ہوتے تو عائد کا ذکر اس کے بعد درست نہ ہوتا اس لئے کہ صلہ اور عائد دونوں متحد ہیں پس جبکہ یہاں پر صلہ سے مراد معنی لغوی ہیں نہ کہ اصطلاحی- اور وہ صلہ جس کی تعریف موصول کے ساتھ کی جاتی ہے اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی تو دور لازم نہ آئیگا ٨ھ قوله وصلته جملة خبرية الخ- یعنی موصول کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے نہ کہ انشائیہ اس لئے کہ صلہ کے لئے ثبوت بنفسہا لازم ہے اور جملہ انشائیہ

وَيَلْحَقُهَا[١] حَرْفُ التَّنْبِيهِ وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهِيَ

يدخل في اول الاسماء ١٢ — اي مقبل او اخر اسماء الاشارة ١٢

خَمْسَةٌ[٢] فِي خَمْسَةٍ فَيَكُوْنُ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ وَهِيَ[٣] ذَاكَ اِلٰى

اي تلك الخمسة والعشرون ١٢

ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ وَيُقَالُ[٤] ذَا

لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ وَتِلْكَ وَتَانِّكَ

للمشار اليه القريب ١٢ — اي للمشار اليه البعيد ١٢

وَذَانِّكَ مُشَدَّدَتَيْنِ وَاُولَالِكَ مِثْلُ[٥] ذٰلِكَ وَاَمَّا[٦] ثَمَّ

بفتح الثاء المثلثة

وَهُنَا وَهِنَّا فَلِلْمَكَانِ خَاصَّةً اَلْمَوْصُوْلُ[٧] مَا لَا يَتِمُّ

اي موضوع اشارة المكان ١٢ — مبتدا ١٢ — خبر ١٢

جُزْءًا اِلَّا بِصِلَةٍ وَّعَائِدٍ وَصِلَتُهٗ[٨] جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ وَالْعَائِدُ

ضَمِيْرٌ لَّهٗ وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ اسْمُ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ

اس سے خالی ہوتا ہے- پھر عائد صلہ میں ... ایک ضمیر ہوتی ہے جو مرجع موصول کی طرف

۵۱ قوله وہی الذی الخ۔ یعنی موصولات یہ ہیں الذی واحد مذکر کے لئے اور التی واحد مونث کے لئے اور الذان اور اللتان حالت رفعی میں تثنیہ مذکر و مونث کے لئے اور الذین اور اللتین حالت نصبی اور جری میں تثنیہ مذکر و مونث کے لئے اور الأولی بروزن علی جمع مذکر و مونث دونوں کے لئے ہے اور الذین جمع مذکر کے لئے اور اللائی (ہمزہ اور یاء کے ساتھ) اور اللاء (بدون یاء کے ہمزہ سے) اور اللای (بدون ہمزہ کے یاء کے ساتھ) یہ تینوں جمع مونث کے لئے ہیں اور ما اور من مذکر اور مونث دونوں کے لئے مطلقاً آتا ہے لیکن اول غیر ذوی العقول کے لئے اور ثانی ذوی العقول کے لئے ہے اور ای مذکر کے لئے اور ایۃ مونث کے لئے ہے۔ اور ذو الطائیہ یعنی لغت بنی طے میں ذو اسم موصول ہے جو معنی میں الذی کے ہوتا ہے کما فی قول الشاعر ؎

وبیری ذو حضرت و ذو طویت۔ ای الذی حفرتہ والذی طویتہ۔ اور وہ ذا جو کہ بعد ما استفہامیہ کے ہو موصول ہوتا ہے جیسے ماذا صنعت ای ما الذی صنعت اور وہ الف ولام جو کہ اسم فاعل واسم مفعول پر ہوتا ہے موصول ہوتا ہے۔ نیز وہ اپنے مدخول کے اعتبار سے بمعنی الذی یا التی یا الذان یا اللتان یا الذین یا اللاتی ہوتا ہے ۵۲ قوله والعائد المفعول الخ یعنی وہ ضمیر جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے جب کہ وہ مفعول واقع ہو تو اس کا کلام سے حذف کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ فضلہ ہے۔ لیکن جب حذف مذکور کو کوئی مانع موجود ہو تو اس وقت ضمیر مفعول کا حذف کرنا ناجائز ہوگا ۵۳ قوله واذا اخبرت بالذی الخ یہاں سے مصنف رح باب الاخبار بالذی اور ما یقوم مقامہ کا بیان مع اس کی مثال کے کرتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب الذی کے ذریعہ کسی جملہ کے جزء سے خبر دینا چاہو تو وہ تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہے اول یہ کہ الذی کو جملہ ثانیہ کے شروع میں لائیں دوسرے یہ کہ جملہ ثانیہ میں مخبر عنہ کی جگہ یعنی اس جگہ کہ جہاں جملہ اولیٰ میں جزء جملہ تھا ایک ضمیر لائیں جو الذی کی طرف عائد ہو تیسرے یہ کہ مخبر عنہ کو اس کی جگہ مؤخر کریں درآں حالیکہ وہ الذی سے خبر ہو ۵۴ قوله فاذا اخبرت عن زید الخ۔ یہ اخبار بالذی کی مثال ہے۔ اور مطلب یہ کہ جب تم الذی کے ذریعہ زید سے جو ضربت زیدا میں ہے خبر دینا چاہو تو بقاعدہ مذکورہ بالا الذی ضربتہ زید کہو اس لئے کہ یہاں جملہ اولیٰ ضربت زیدا میں اس کے جزء یعنی زید سے الذی کے ذریعہ خبر دینا مقصود ہے پس الذی کو جملہ ثانیہ یعنی الذی ضربتہ زید کے شروع میں لائے اور موضع میں مخبر عنہ یعنی زید کے ضمیر لائے اور الذی ضربتہ کہا اور زید کو اس کی جگہ سے کہ محل مفعول کا ہے مؤخر کر کے الذی کی خبر بنا دیا اور الذی ضربتہ زید کہا فافہم واحفظ۔ پھر جاننا چاہیئے کہ فائدہ اس اخبار کا یہ ہے کہ مخاطب اس امر کو تو جانتا ہے

ہے ۵۵ قوله وکذلک الالف واللام الخ۔ یعنی اخبار بالذی کی طرح الف ولام سے

وہی[۵۱] الَّذِی وَالَّتِی وَاللَّذَانِ وَاللَّتَانِ بِالْأَلِفِ وَالْیَاءِ وَالْأُولٰی

المفرد المذکر ۱۲ للمفرد المونث ۱۲ مثنی المذکر ۱۲ مثنی المونث ۱۲

وَالَّذِینَ وَاللَّائِی وَاللَّاءِ وَاللَّایِ وَاللَّاتِی وَاللَّوَاتِی وَمَنْ

وَمَا وَأَیٌّ وَأَیَّةٌ وَذُو الطَّائِیَّةِ وَذَا بَعْدَ مَا لِلْاِسْتِفْهَامِ

ای ذو المنسوبۃ الی بنی طے ای التی یستعملہا بنی طے بمعنی الذی والتی ۱۲

وَالْأَلِفُ وَاللَّامُ وَالْعَائِدُ[۵۲] الْمَفْعُولُ یَجُوزُ حَذْفُہٗ وَإِذَا[۵۳] أَخْبَرْتَ

بِالَّذِی صَدَّرْتَہَا وَجَعَلْتَ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِ عَنْہُ ضَمِیرًا لَہَا

ای کلمۃ الذی ۱۲

وَأَخَّرْتَہٗ خَبَرًا عَنْہُ فَإِذَا[۵۴] أَخْبَرْتَ عَنْ زَیْدٍ مِنْ ضَرَبْتُ

ای لفظ الذی ۱۲

زَیْدًا قُلْتَ الَّذِی ضَرَبْتُہٗ زَیْدٌ وَکَذٰلِکَ[۵۵] الْأَلِفُ وَاللَّامُ فِی

ای مثل الذی ۱۲

الْجُمْلَةِ الْفِعْلِیَّةِ خَاصَّةً لِیَصِحَّ بِنَاءُ اسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ

خبر دیں تو القائم زید کہیں گے ۱۲ ش

[1] فان تعذر امر منها تعذر الاخبار ومن ثم [2] امتنع

شرط ۱۲ — جزاء ۱۲ — ای الاخبار بالذی ۱۲

فی ضمیر الشان والموصوف والصفة والمصدر

العامل والحال والضمیر المستحق لغیرها و

الاسم المشتمل علیه وما [3] الاسمیة موصولة و

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

استفهامیة وشرطیة وموصوفة وتامة بمعنی

نحو ماتلک بیمینک یا موسیٰ ۱۲

شیء وصفة ومن [4] کذلک الا فی التامة و

الصفة وای [5] وایة کمن

---

[1] قولہ فان تعذر امر منها الخ ۔ یعنی اگر شروط ثلاثہ مذکورہ میں سے کوئی شرط متعذر ہو تو اخبار مذکورہ متعذر ہوگی [2] قولہ ومن ثم امتنع الخ ۔ یعنی اور اسی وجہ سے کہ تعذر شرط کا مانع اخبار ہے ضمیر شان سے بذریعہ الذی کے خبر دینا ممتنع ہے اس لئے کہ ضمیر شان صدارت کلام کو چاہتی ہے پس اگر اس کو خبر بنائیں گے تو وہ الذی سے مؤخر ہوگی اور صدارت لازمہ جاتی رہے گی ۔ اسی طرح اخبار مذکور موصوف اور صفت میں بھی ممتنع ہے اس لئے کہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ صفت پس اگر موصوف سے بدون صفت کے اور صفت سے بدون موصوف کے بذریعہ الذی خبر دیں تو صورت اولیٰ میں ضمیر کا موصوف ہونا اور صورت ثانیہ میں اس کا صفت ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اسی طرح مصدر عامل سے بھی بدون معمول کے بذریعہ الذی خبر دینا ممتنع ہے اس لئے کہ مصدر عامل اپنے معمول پر مقدم ہوتا ہے پس اگر اس کو مؤخر کریں گے تو وہ بوجہ اپنے ضعف عمل کے عمل نہیں کریگا نیز اس وقت اس ضمیر کا جو کہ مصدر کی جگہ واقع ہے مصدر کی طرح عمل کرنا لازم آئے گا حالانکہ ضمیر میں عمل کرنے کی صلاحیت نہیں ۔ اسی طرح حال سے بھی خبر دینا ممتنع ہے اس لئے کہ حال کا نکرہ ہونا ضروری ہے اور ضمیر معرفہ ہے لہٰذا ضمیر اس کی جگہ پر واقع نہ ہوگی اسی طرح بذریعہ الذی کے اس ضمیر سے خبر دینا بھی ممتنع ہے جو کہ کلمہ الذی کے غیر کی طرف راجع ہے جیسے زید ضربتہ میں ضمیر مفعول سے خبر دینا اور الذی زید ضربتہ کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اگر ضمیر کو زید کی طرف راجع کریں تو موصول بلا عائد کے باقی رہے گا اور اگر موصول کی طرف راجع کریں تو زید مبتدا اس ضمیر سے جس کا وہ مستحق ہے محروم رہ جائے گا علیٰ ہذا القیاس اس اسم سے بھی خبر دینا جائز نہیں جو اس ضمیر پر مشتمل ہو جو کہ کلمہ الذی کے غیر کی طرف لوٹتی ہے جیسے زید ضربت غلامہ میں غلامہ سے بذریعہ الذی خبر دینا اور الذی زید ضربتہ غلامہ کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اگر ضمیر کو موصول کی طرف عائد کریں تو زید مبتدا بلا عائد رہ جائے گا اور زید کی طرف راجع کریں تو موصول بلا عائد رہ جائے گا اور دونوں شقیں باطل ہیں [3] قولہ وما الاسمیة موصولة الخ ۔ یعنی ما اسمیہ چند قسم پر ہے (۱) موصولہ جیسے عرفت ما اشتریتہ (۲) استفہامیہ جیسے ما عندک (۳) شرطیہ جیسے ما تصنع اصنع (۴) موصوفہ خواہ اس کی صفت مفرد ہو جیسے مررت بما معجب لک ۔ یا جملہ ہو جیسے ربما تکرہ النفوس من الامر لہ فرجة کحل العقال (۵) تامہ معنی میں شیء کے ہوتا ہے جیسے فنعما ہی ای فنعم شیئا ہی (۶) صفت جیسے اضربہ ضربا ما ای ضربا کان [4] قولہ ومن کذلک الخ ۔ یعنی کلمہ من جمیع اقسام مذکورہ میں مثل لفظ ما کی ہے لیکن وہ تامہ اور صفت نہیں ہوتا [5] قولہ وای وایة کمن الخ ۔ یعنی ای وایة ثبوت امور اربعہ اور انتفائے تامہ اور صفت میں مثل من کی ہیں ۱۲

وهی معربةٌ وحدها الّا اذا حُذِفَ صدرُ صلتِها

وفی ماذا صنعتَ وجهان احدهما الذی فی جوابه

رفعٌ والاخری شیءٌ وجوابُه نصبٌ اسماءُ الافعالِ

(علی انه خبر مبتدا محذوف ۱۲) (علی انه مفعول للفعل المحذوف ۱۲) (مبتدا ۱۲)

ماکانَ بمعنی الامرِ اوالماضی نحو رُوَیدَ زیدًا ای امهِلهُ

(خبر ۱۲) (قدم الامر لان اکثر اسماء الافعال بمعناه ۱۲) (مثال مایکون بمعنی الماضی ۱۲)

وهیهاتَ ذٰلِك ای بَعُدَ وفَعالِ بمعنی الامرِ مِنَ الثلاثیِ

(مبتدا ۱۲)

قیاسٌ کنزالِ بمعنی انزِلْ وفعالِ مصدرًا معرفةً کفجارِ

(خبر ۱۲)

وصفةً مثلُ یافساقِ مبنیٌّ لمشابهتِه لهٗ عدلًا ووزنًا

اور اس فعال کے مبنی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۵؎ قولہ وفعال مصدراً معرفۃ یعنی ایسے ہی مبنی ہے بالاتفاق وہ فعال جو کہ مصدر معرفہ سے معدول ہے جیسے فجار الفجور سے اور حماد المحمدۃ سے معدول ہیں۔ نیز وہ فعال بھی مبنی ہے جو صفت مونث

۱؎ قولہ وہی معربۃ وحدہا الخ۔ یعنی ان سب میں صرف ایٌّ اور ایۃٌ تمام صورتوں میں معرب ہوتے ہیں مگر صرف ایک صورت میں مبنی ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ ان کے صلہ کا جزو اول محذوف ہو اور یہ مضاف ہوں۔ پھر جاننا چاہیے کہ ایٌّ اور ایۃٌ کی چار حالتیں ہیں اس لئے کہ ہر ایک ان میں سے یا تو مضاف ہوگا یا غیر مضاف بر تقدیر ثانی وہ معرب ہیں خواہ اُن کا صدر صلہ مذکور ہو یا نہ ہو۔ اور بر تقدیر اول اگر صدر صلہ مذکور نہ ہو تو مبنی ہوں گے جیسے قولہ تعالٰی ثم لننزعن من کل شیعۃ ایہم اشد علی الرحمن عتیا الخ۔ ای ایہم ہو اشد پس ایٌّ اس قراءت میں کہ ایہم کو مرفوع پڑھیں مبنی ہے اس لئے کہ مثال مذکور میں ایٌّ کا صدر صلہ مذکور نہیں۔ نیز وہ مضاف ہے اور اس صورت میں ایٌّ اور ایۃٌ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اُن کے صلہ کا صدر یعنی جزء اول حذف ہو گیا تو اس وقت اُن کی حرف کے ساتھ احتیاج الی الغیر میں مشابہت زیادہ قوی ہو گئی پس مبنی ہوں گے اور بالخصوص مبنی بر ضم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صدر صلہ کے حذف کرنے میں اس کی مشابہت غایات کے ساتھ ہو جاتی ہے پس جس طرح پر کہ غایات سے مضاف الیہ کو حذف کر دیتے ہیں حالانکہ وہ اس کے لئے مبین ہے۔ اسی طرح پر یہاں اس چیز کو حذف کر دیتے ہیں جو کہ ایٌّ اور ایۃٌ کو واضح کرتی ہے ۲؎ قولہ وفی ماذا صنعت وجہان یعنی ماذا صنعت میں دو وجہیں ہیں اوّل یہ کہ ما استفہامیہ اور ذا بمعنی الذی ہو ای ما الذی صنعتہ یعنی وہ کیا چیز ہے جس کو تو نے کیا۔ پس ما مبتدا ہوگا اور اس کا مابعد خبر یا بالعکس۔ اور اس وقت اس کا جواب مرفوع ہوگا مثلاً جس وقت ماذا صنعت کہیں تو اس کے جواب میں خیرٌ کہا جائے گا۔ ای الذی صنعتہ خیر۔ تاکہ سوال وجواب دونوں اس امر میں کہ دونوں جملہ اسمیہ ہیں مطابق ہو جائیں دوسرے یہ کہ ما استفہامیہ بمعنی ایٌّ شیٔ ہو اور اس فعل سے جو اس کے بعد مذکور ہے محلاً منصوب ہو اور لفظ ذا زائد ہو ای ایَّ شیٔ صنعت اور اس وقت اس کا جواب نصب کے ساتھ ہوگا تاکہ سوال وجواب میں مطابقت رہے مثلاً کہیں خیرًا ای صنعت خیرًا ۳؎ قولہ اسماء الافعال الخ۔ یعنی اسماء افعال وہ اسماء ہیں جو معنی میں ماضی یا امر کے ہوں اور اُن کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ موقع میں مبنی اصل کے واقع ہیں جیسے رُوَیدَ زیدًا ای امہلہ اور ہیہات ذلک اور بَعُدَ اور یہ دونوں سماعی ہیں ۴؎ قولہ وفعال بمعنی الامر الخ۔ یہ تمام اسماء افعال میں سے ایک صیغہ فعال کا ہے جو کہ معنی میں امر کے ہوتا ہے اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراک بمعنی اترک اور مناع بمعنی امنع

۴۔ مشابہ ہے اور بنی تمیم کے نزدیک یہ فعال معرب ہے۔ لیکن وہ فعال کہ جس کے آخر میں راء ہے اکثر بنی تمیم کے نزدیک مبنی ہے اس لئے کہ راء حرف مکرر ثقیل ہے پس اگر اس پر اعراب مختلف جاری کریں گے تو اثقل ہو جائے گا لہذا مبنی ہوگا۔ ۲؎ قولہ الاصوات کل لفظ الخ۔ یعنی منجملہ مبنیات لازمۃ البناء کے اسماء اصوات ہیں۔ اور وہ عبارت ہے اس لفظ سے کہ جس سے کسی کی آواز کو نقل کیا جائے جیسے غاق کہ اس سے کوّے کی آواز کو نقل کرتے ہیں یا وہ لفظ ہے کہ اس سے بہائم (چوپائے) میں سے کسی کو آواز دیجائے جیسے نخ کہ اس سے اونٹ کو بٹھاتے ہیں۔ اور وجہ اسماء اصوات کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اور اگر ترکیب میں واقع ہوں تو ان میں تصرف نہیں کرتے۔ تاکہ حکایات مقصودہ باقی رہیں ۳؎ قولہ المرکبات الخ یعنی مرکبات بھی مبنیات سے ہیں اور مرکب ہر وہ اسم ہے کہ جو دو کلموں سے مرکب ہو اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو یعنی ترکیب اسنادی اور اضافی اور توصیفی نہ ہو ۴؎ قولہ فان تضمن الخ۔ یعنی پس اگر جزء ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو اس کے دونوں جزء مبنی ہوں گے جزء اول تو اس لئے کہ وہ جزء ثانی کا محتاج ہے۔ پس احتیاج میں حرف کے مشابہ ہے۔ اور جزء ثانی اس لئے کہ وہ حرف کو جو کہ مبنی اصل ہے متضمن ہے جیسے خمسۃ عشر وحادی عشر اور اس کے اخوات یعنی تسعۃ عشر وغیرہ کہ یہ سب مبنی ہیں اس لئے کہ ان کا جزء ثانی حرف کو متضمن ہے مگر اثنا عشر اور اثنتا عشر کہ ان دونوں کا جزء ثانی فقط مبنی ہے اور جزء اول مبنی نہیں بلکہ معرب ہے حالانکہ مبنی ہونے کی علت اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی اس کا وسط کلمہ میں واقع ہونا جو کہ محل اعراب کا نہیں۔ لیکن باوجود علت بناء کے جزء اول معرب ہے اور وجہ معرب ہونے کی یہ ہے کہ نون کے ساقط ہونے کی وجہ سے

[1]وفَعَالِ عَلَماً للاعیان مُؤنثاً کقطامِ وغلابِ مبنیٌّ
لشخص من الاشخاص ۱۲ — علم امراۃ ۱۲ — علم امراۃ ۱۲

فی الحجاز ومُعربٌ فی تمیمٍ الّا ما کان فی آخرہ راءٌ نحو
فان ہذا ۱ — فی تمیم ایضاً القیم مبنی عند

[2]حَضَارِ الاصواتُ کلُّ لفظٍ حُکِیَ بہ صوتٌ اَوْ
مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

صُوِّتَ بہ البہائمُ فالاولُ کغاقِ والثانی کنخِ [3]المرکبات
ای ما حکی بہ صوت ۱۲ — حکایۃ عن صوت الغراب ۱۲ — ای ما صوت بہ البہائم ۱۲

کلُّ اسمٍ مِنْ کلمتین لیس بینہما نسبۃٌ [4]فان تضمّن الثانی
اصلا لا فی الحال ولا فی الاصل ۱۲ — من المرکب الجزء الثانی ۱۲

حرفاً بُنیا کخمسۃ عشر وحادی عشر واخواتہا اِلّا
اصل خمسۃ عشر حذف الواو لقصد الامتزاج ۱۲

اثنی عشر [6]وَالّا اُعرب الثانی کبعلبکَّ وبُنی الاول علی الاصحّ
ای وان لم یتضمن الجزء الثانی حرفا ۱۲

۱؎ قولہ وفعال علما للاعیان مؤنثا الخ۔ یعنی وہ فعال کہ اعیان مؤنث کا علم ہے جیسے قطام وغلام وحضار اور ان کی نظائر اس میں اختلاف ہے پس یہ فعال اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہے۔ اس لئے کہ یہ فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں ۴

کما مر ۶؎ قولہ والّا اعرب الثانی الخ۔ یعنی اگر جزء ثانی متضمن حرف کو نہ ہو تو وہ معرب ہو۔ وہ مضاف کے ساتھ مشابہ ہے۔ اور ترکیب اضافی مبنی ہونے کو واجب نہیں کرتی۔ باقی رہا یہ امر کہ اثنا عشر سے نون کے محذوف ہونے کی علت کیا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بوجہ ترکیب کے واو کو کہ انفصال کی خبر دیتا ہے حذف کیا گیا تو حذف نون بھی واجب ہو گیا تاکہ بادی النظر میں یہ معلوم ہو کہ یہاں انفصال نہیں اور اگر کوئی کہے کہ حذف نون سے اس کی مشابہت مضاف کی ساتھ کیوں ہوتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ نون تثنیہ اور جمع کا حذف معہود نہیں ہے مگر ساتھ اضافت کے پس جب اثناء عشر میں نون محذوف ہوا تو گویا کہ وہ مضاف ہے اور ترکیب اضافی مبنی ہونے کو واجب نہیں کرتی

مبنی مگر بوقت تقسیم اس کو مبنی میں داخل کرتے ہیں۔ غیر جملہ صاحب مفصل زمخشری کے نزدیک مبنی ہے ٤ے قولہ فکم الاستفہامیۃ ممیزہا الخ۔ یعنی کم استفہامیہ کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے جیسے کم دیناراً عندک۔ اور کم خبریہ کی تمیز کبھی مجرور مفرد ہوتی ہے جیسے کم رجل عندی اور کبھی مجرور مجموع ہوتی ہے جیسے کم رجال عندی اس لئے کہ کم اعداد میں سے ہے اور عدد کے لئے تین مرتبہ ہیں قلیل اور کثیر اور وسط پس مناسب یہ ہے کہ کم کی تمیز عدد کے مراتب ثلاثہ کی تمیز کی طرح پر ہو۔ پھر چونکہ کم استفہامیہ کم خبریہ سے اولے ہے۔ اس لئے کہ خبر کا درجہ استفہام کے بعد ہے لہذا انسب یہ ہے کہ کم استفہامیہ میں عدد وسط کا لحاظ رکھیں اس لئے کہ خیر الامور اوسطہا یعنی اس کی تمیز کو منصوب مفرد کریں جیساکہ عدد وسط کی تمیز کو منصوب مفرد کرتے ہیں اس کے بعد کم خبریہ باقی رہا اور عدد کے دو مرتبہ باقی ہیں پس ان دونوں مرتبوں کی تمیز کا لحاظ کم خبریہ کی تمیز میں ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ کم خبریہ کی تمیز کو کبھی مجرور مفرد کرتے ہیں اور کبھی مجرور مجموع تاکہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز عدد کے مراتب ثلاثہ کی تمیز کو شامل ہوجائے ٥ے قولہ وتدخل من الخ یعنی من بیانیہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کی تمیز کے شروع میں آتا ہے۔ اور اس وقت اُن کی تمیز مجرور ہوتی ہے ٦ے قولہ ولہما صدر الکلام الخ۔ یعنی کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کو صدر کلام میں لانا ضروری ہے اس لئے کہ کم استفہامیہ اقسام کلام میں سے ایک قسم پر دلالت کرتا ہے پس اس کا صدر کلام میں ہونا ضروری ہے تاکہ بادی النظر میں یہ معلوم ہوجائے کہ کلام کس قسم کا ہے رہا کم خبریہ سو وہ اس پر محمول ہے ٧ے قولہ وکلاہما یقع الخ۔ یعنی کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں سے ہر ایک کبھی مرفوع المحل ہوتا ہے اور کبھی منصوب اور کبھی مجرور اس لئے کہ ہر ایک ان دونوں میں سے اسم ہے اور ہر اسم مرکب کے لئے اعراب ضروری ہے۔ اور یہ دونوں قابل عوامل رفع اور نصب اور جر کے ہیں۔ پس مرفوع اور منصوب اور مجرور ہوں گے ۱۲

الْكِنَايَاتُ[1] كَمْ وَكَذَا[2] لِلْعَدَدِ وَكَيْتَ[3] وَذَيْتَ لِلْحَدِيثِ

فَكَمِ[4] الِاسْتِفْهَامِيَّةُ مُمَيِّزُهَا مَنْصُوبٌ مُفْرَدٌ وَالْخَبَرِيَّةُ

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — ای ممیز کم الخبریۃ ۱۲

مَجْرُورٌ مُفْرَدٌ وَمَجْمُوعٌ وَتَدْخُلُ[5] مِنْ فِيهِمَا وَلَهُمَا صَدْرُ

البیانیۃ ۱۲ — ای للاستفہامیۃ والخبریۃ ۱۲

الْكَلَامِ وَكِلَاهُمَا[7] يَقَعُ مَرْفُوعًا وَمَنْصُوبًا وَمَجْرُورًا

١ے قولہ الکنایات الخ۔ یہ کنایہ کی جمع ہے اور کنایہ وہ ہے کہ کسی شئ کو کسی غرض کی وجہ سے ایسے لفظ سے تعبیر کریں کہ وہ دلالت کرنے میں وہ صریح نہ ہو ٢ے قولہ وکذا للعدد الخ۔ یعنی کم وکذا عدد سے کنایہ کے لئے آتے ہیں۔ اور جاننا چاہیئے کہ کم کی دو قسمیں ہیں استفہامیہ اور خبریہ۔ کم استفہامیہ تو اس لئے مبنی ہے کہ وہ متضمن معنی حرف استفہام کو ہے۔ اور کم خبریہ بنا میں اس پر محمول ہے۔ اور کذا کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے اور وہ دونوں مبنی ہیں۔ پس جو چیز کہ ان دونوں سے مرکب ہے وہ بھی مبنی ہوگی۔ اور اگر کوئی کہے کہ زید بھی تین حروف سے مرکب ہے اور وہ تینوں مبنی اصل ہیں۔ پس چاہیئے کہ ان سے مرکب یعنی زید بھی مبنی ہو۔ اور جواب یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے کذا دو اسم مبنی سے مرکب ہے لہذا وہ مبنی ہوگا۔ بخلاف زید کے کہ وہ تین حرفوں سے مرکب ہے پس ترکیب کے بعد اس کا وہ حکم نہ ہوگا جو کہ ترکیب سے پہلے حروف ہجا کا ہے ٣ے قولہ کیت وذیت للحدیث الخ۔ یعنی کیت اور ذیت حدیث اور کلام سے کنایہ کے لئے آتے ہیں اور یہ دونوں مبنی ہیں اور وجہ ان کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ یہ جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں۔ اور جملہ من حیث انہا جملۃ اگرچہ نہ معرب ہے اور نہ

واحدہ کے کرکے کم کو مستحق صدارت ہی رکھا تاکہ مجرور اپنے مرتبہ سے ساقط نہ ہو ۵۳ قولہ والا فمرفوع الخ۔ یعنی جب اِن دو
وجہوں میں سے جو اوپر مذکور ہوئیں کوئی وجہ نہ ہو تو اس وقت کم بنا بر مبتدا ہونے کے مرفوع ہوگا بشرطیکہ ظرف نہ ہو جیسے
کم رجلا اخوتک۔ اور بنا بر خبر ہونے کے مرفوع ہوگا اگر وہ ظرف ہوگا جیسے کم یوما سفرک ۵۴ قولہ وکذلک اسماء
الاستفہام الخ۔ یعنی کم کی طرح جمیع اسمائے استفہام اور شرط ہیں۔ پس جس طرح کم میں اعراب کی چار وجہ ہیں۔ نصب
وجر ور فع بنا بر ابتدا اور رفع بنا بر خبریت۔ اسی طرح مجموعہ اسماء شرط اور استفہام میں چار وجوہ ہیں نہ یہ کہ ہر ایک کلمہ
استفہام اور شرط میں چار چار وجوہ جاری ہیں
اور جو شرائط کم میں مذکور ہوئیں وہی شرائط
اسمار استفہام اور شرط میں ملحوظ ہیں ۵۵ قولہ
وفی مثل کم عمۃ لک الخ سے یعنی مثل
اس مصرعہ میں تین وجوہ جائز ہیں
اور مراد مثل اس مصرعہ سے ہر وہ
ترکیب ہے کہ جس میں کم محتمل استفہام
وخبر ہو اور اس کی تمیز محتمل ذکر و
حذف ہو۔ اور بعض نسخوں میں ہے
وفی مثل تمیز کم عمۃ۔ پس بر تقدیر
نسخہ اولیٰ احتمال ہے کہ معنی کلام کے
یہ ہوں کہ اس جگہ کم میں یا تمیز کم میں
تین وجوہ جائز ہیں اور بر تقدیر ثانی
احتمال ثانی منصوص اور مقطوع بہ ہے
یعنی یہ کہ کم کی تمیز عمۃ میں تین وجوہ
ہیں۔ اول عمۃ کا رفع بابتداء خواہ
کم استفہامیہ ہو یا خبریہ۔ دوسرے
اس کا نصب اس تقدیر پر کہ کم استفہامیہ
ہو۔ تیسرے اس کا جر اس بنا پر
کہ کم خبریہ ہو۔ اب اگر کوئی کہے کہ
مصنف رح نے فرمایا کہ تمیز کم میں
تین وجوہ ہیں حالانکہ جب کم کی تمیز
یعنی مثلا عمۃ کو رفع دیا جائے
تو وہ تمیز کم کی نہ ہوگی بلکہ اس کی تمیز
محذوف ہوگی۔۔۔ جواب یہ ہے
کہ تمیز سے مراد یہ ہے کہ تمیز باعتبار
اغلب کے ہو پس عمۃ اگرچہ بوقت
مرفوع ہونے کے تمیز نہیں ہے
مگر باعتبار اغلب کے تمیز ہے باقی
رہا بیان وجوہ ثلاثہ کا کم میں سو وہ
یہ ہے کہ ایک اس کا رفع بابتدار
دوسرے اس کا نصب بنا بر ظرفیت
کے اور اس صورت میں اس کی تمیز
محذوف ہوگی ای کم مرۃ تیسرے اس کا نصب بنا بر مصدریت کے اور اس صورت میں بھی اس کی تمیز محذوف ہوگی اس لئے
کہ ظرفیت اور مصدریت کم کی باعتبار اس کی تمیز کے ہے ای کم حلبۃ حلبت اور یہ بیت فرزدق شاعر کا ہے جریر کی ہجو میں
کہتا ہے پورا شعر اس طرح پر ہے ۵ کم عمۃ لک یا جریر وخالۃ ۔ فدعاء قد حلبت علی عشاری۔ یعنی اے جریر تیری بہت سی
پھوپھیاں اور خالائیں کج دست یا کج پا ہیں جنہوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کا دودھ دوہا ہے۔ ہاتھ پاؤں کے ٹیڑھے
ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ یا تو کثرت خدمت فرزدق کی وجہ سے ایسی ہوگئی ہیں اور یا وہ خلقۃ ایسی ہی ہیں۔ اور دس ماہ کی ۶

فكلُّ مابعدَه فعلٌ غيرُ مُشتغلٍ عنه بضميره كانَ
منصوبًا معمولًا على حسَبه وكلُّ ماقبلَه حرفُ جرٍّ اومضافٌ
فمجرورٌ والّا فمرفوعٌ مبتدأ اِنْ لم يكن ظرفًا وخبرًا اِنْ
كانَ ظرفًا وكذلك اسماءُ الاستفهام والشرط وفي مثل
كم عمّةٍ لك يا جريرُ وخالةٍ + ثلاثةُ اوجهٍ

۱ے قولہ فکل مابعدہ فعل الخ۔ یعنی ہر کم استفہامیہ یا خبریہ کہ جس کے بعد ایک ایسا
فعل واقع ہے جو ضمیر کم میں عمل نہیں کرتا تو ایسا کم فعل مذکور کے عمل کے موافق منصوب
ہوتا ہے یعنی کبھی مفعول فیہ ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کم یوما سرت۔ اور کبھی مفعول بہ
ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کم رجلا اکرمت۔ پس جس طرح پر فعل مذکور کا اقتضا ہوگا
اسی طرح کم میں عمل کرے گا ۲ے قولہ وکل ماقبلہ حرف جر الخ۔ یعنی اگر کم استفہامی
یا خبری سے قبل حرف جر ہو یا مضاف ہو تو وہ مجرور ہوتا ہے جیسے بکم درہما اشتریت
وغلام کم رجل اکرمت۔ اور اگر کوئی کہے کہ کم کے لئے تو صدارت کلام ضروری ہے۔
پس اس پر حرف جر کیونکر داخل ہوگا۔ یا مضاف اس پر کس طرح مقدم ہوگا۔۔ جواب
یہ ہے کہ چونکہ عمل حرف جار کا ضعیف ہے لہذا اس کا مجرور سے مؤخر ہونا ممتنع ہے۔
پس بنابرعلیہ کم پر جار کے مقدم ہونے کو نحاۃ نے جائز رکھا اور جار مجرور کو حکم میں کلمہ

۶۔ حاملہ اونٹنیوں کے دودھ دوہنے کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی اونٹنیوں کے دودھ

جیسے قبلُ اور بعدُ اور تفصیل یہ ہے کہ قبلُ اور بعدُ لازم الاضافت ہیں پس دیکھنا یہ ہے کہ ان کا مضاف الیہ مذکور ہے یا محذوف۔ اگر مذکور ہو تو اس وقت یہ دونوں معرب ہوں گے۔ اور محذوف ہوں تو دو صورتیں ہیں مضاف الیہ نسیاً منسیا کے درجہ میں ہوگا یا محذوف منوی ہوگا۔ اگر نسیاً منسیا ہو تو دونوں معرب ہوں گے اور محذوف منوی ہو تو اس وقت مبنی ہوں گے کیونکہ اس صورت میں مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں ان کی مشابہت حرف کے ساتھ ہے اور مبنی بر ضم ہونے میں ظروف مقطوع الاضافت کے قائم مقام ہیں۔ پھر ان دونوں کا ظروف مذکورہ کے قائم مقام ہونا اُن کے ۔۔۔ زیادت ابہام میں مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے

۵۳ قولہ واجریٰ مجراہ الخ۔ یعنی لفظ لاغیر اور لیس غیر باوجودیکہ ظرف ۔۔۔ نہیں لیکن حذف مضاف الیہ نہیں ہوتا لہذا اس کے بعد کبھی جملہ اسمیہ ہوتا ہے جیسے کان ذلک اذ زید قائم ۱۲

وَقَدْ يُحْذَفُ فِي مِثْلِ كَمْ مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ الظُّرُوفُ
(ای ممیز کم ۱۲ — ای درہما ۱۲ — ای کم مرۃ ۱۲)

مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَاُجْرِيَ مَجْرَاهُ

لَا غَيْرُ وَلَيْسَ غَيْرُ وَحَسْبُ وَمِنْهَا حَيْثُ وَلَا يُضَافُ

اِلَّا اِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْاَكْثَرِ وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبَلِ وَفِيهَا
(ای من الظروف المبنیۃ ۱۲)

مَعْنَى الشَّرْطِ وَلِذٰلِكَ اُخْتِيرَ بَعْدَهَا الْفِعْلُ وَقَدْ تَكُونُ لِلْمُفَاجَاةِ

فَيَلْزَمُ الْمُبْتَدَأُ بَعْدَهَا وَمِنْهَا اِذْ لِلْمَاضِي وَيَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ
(ای الجملۃ الفعلیۃ والاسمیۃ ۱۲)

۵۱ قولہ وقد یحذف التمیز فی مثل کم مالک الخ۔ یعنی جس جگہ پر کم کی تمیز کے حذف پر قرینہ موجود ہو تو اس جگہ کبھی تمیز کو حذف کر دیتے ہیں جیسے کم مالک و کم ضربت۔ اول میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے ای کم درہما او درہم مالک۔ اور مثال ثانی میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا پس اس میں بھی تمیز محذوف ہے ای کم مرۃ اور کم مرۃ ضربت ۵۲ قولہ الظروف منہا ما قطع عن الاضافۃ الخ ظروف میں سے بعض وہ ظرف جو مبنی ہیں وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے

۵۴ قولہ وحسبُ الخ۔ یعنی ایسے ہی لفظ حسب کو لفظ غیر کی ساتھ کثرت استعمال اور عدم تعریف بالاضافت میں مشابہ ہونے کی وجہ سے قائم مقام ظروف مذکورہ کے کیا گیا ہے ۵۵ قولہ ومنہا حیث یعنی ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے اور وہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملہ من حیث ہی جملہ اگرچہ مضاف اور مضاف الیہ نہیں ہوتا مگر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہو جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ مضاف الیہ دراصل مصدر ہے جو کہ مذکور نہیں اور جب حیث کا مضاف الیہ مذکور نہ ہوا تو وہ مضاف الیہ کا محتاج ہوگا اور عدم ذکر مضاف الیہ میں اس کی مشابہت غایات یعنی ظروف مقطوعہ عن الاضافۃ کے ساتھ ہوگی لہذا مبنی ہوگا۔ اور حیث کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہو کر مستعمل ہوتا ہے اور اس وقت وہ معرب یا مبنی ہوگا علے اختلاف القولین ۵۶ قولہ ومنہا اذا الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے اذا ہے اور وہ زمانہ مستقبل کے لئے ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو۔ اور اذا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے ۵۷ قولہ وفیہا معنی الشرط الخ۔ اور اذا میں معنی شرط کے پائے جاتے ہیں اور یہ اس کے مبنی ہونے کی علت ہے پھر چونکہ اذا میں معنی شرطیت کے پائے جاتے ہیں لہذا اس کے بعد فعل کا لانا مختار ہے کیونکہ فعل کو شرط کی ساتھ مناسبت ہے ۵۸ قولہ وقد تکون للمفاجاۃ الخ۔ یعنی کبھی اذا صرف مفاجاۃ کے لئے آتا ہے اور اس وقت اس میں معنی شرط کے نہیں ہوتے لہذا اس کے بعد مبتدا کا ہونا لازم ہے تاکہ اذا مفاجاتیہ اور شرطیہ میں فرق ہو جائے تنبیہ یاد رکھو کہ یہاں پر لزوم بمعنی کثرت وقوع ہے تاکہ اس قول میں اور مصنف کے اُس قول میں جو کہ باب ما اضمر عاملہ میں گذرا تعارض پیدا نہ ہو ۵۹ قولہ ومنہا اذ للماضی

ومنها اينَ واَنّٰى للمكانِ اِستفهامًا وشرطًا ومتٰى

للزمان فيهما واَيّانَ للزمان استفهامًا وكيف للحال

فی الشرط والاستفهام ۱۲

استفهامًا ومُذ ومُنذ بمعنى اوّل المدّة فيليهما

المفردُ المعرفة وبمعنى الجميع فيليهما المقصودُ بالعدد

ای جمیع المدة ۱۲

وقد يقع المصدرُ او الفعل او انّ اوان فيقدر زمانٌ

مُضافٌ وهو مبتدأ وخبره ما بعده خلافًا للزجاج و

منها لدى ولدن وقد جاء لَدْنُ ولَدِنِ ولُدْنِ ولَدُ و

ای من الظروف المبنیة ۱۲

صفت مبتدا ۱۲

لُدُ ولَدْ ومنها قطُّ للماضي المنفي وعوضُ للمستقبل المنفي

خبر مقدم ۱۲ موصوف مبتدا ۱۲ المستقبل از زمان ۱۲

۱؎ قولہ ومنہا این وانٰی الخ۔ یعنی ظروف مبنیہ میں سے این اور انٰی ہیں جو مکان کے لئے بمعنی شرط اور استفہام آتے ہیں۔ این اور انٰی کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں معنی حرف شرط اور استفہام کو متضمن ہوتے ہیں ۲؎ قولہ ومتٰی للزمان الخ یعنی متی زمان کے ساتھ مختص ہے اور استفہام اور شرط کے لئے آتا ہے جیسے متی القتال اور متی تخرج اخرج ۳؎ قولہ وایان للزمان یعنی ایان استفہام کیساتھ خاص ہے اس میں شرط کے معنی نہیں ہیں مثال استفہام کی جیسے ایان یوم الدین ۴؎ قولہ وکیف للحال الخ۔ یعنی کیف حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیف زید یعنی زید کی حالت اور کیفیت کیا ہے ۵؎ قولہ مذ ومنذ الخ۔ یعنی مذ ومنذ ظروف مبنیہ میں سے ہیں اور اُن کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں قلت بنار میں حروف کے مشابہ ہیں۔ مذ اور منذ کی دو صورتیں ہیں . . . . . اوّل مدت کے لئے آتے ہیں اور اس وقت ان کے بعد مفرد معرفہ بغیر فصل کے واقع ہوتا ہے اس لئے کہ اول مدت امر واحد معین ہے جیسے مارایتہ مذ یوم الجمعۃ۔ اور کبھی . . . . . جمیع مدت کے لئے آتے ہیں اور اس وقت ان کے بعد عدد کا وہ مجموعہ متصل ہوتا ہے کہ جس کا قصد کیا گیا ہے خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے مارایتہ مذ یومان اور منذ ثلاثۃ ایام۔ یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کی تمام مدت یہ ہے ۶؎ قولہ وقد یقع المصدر الخ یعنی کبھی مذ اور منذ کے بعد مصدر یا فعل یا انّ مثقلہ یا مخففہ واقع ہوتا ہے پس ان صورتوں میں مذ اور منذ کے بعد لفظ زمان مقدر ہوتا ہے جیسے ماخرجت مذ ان ذہبت ای منذ زمان ذہابک وہکذا ۷؎ قولہ وہو مبتدا الخ۔ یعنی مذ اور منذ میں سے ہر ایک ترکیب میں مبتدا ہوتا ہے اس لئے کہ دونوں بتاویل اضافت معرفہ اور معنی میں اول مدت یا جمیع مدت کے ہیں اور ما بعد ان کا خبر ہے بخلاف زجاج نحوی کے کہ اس کے نزدیک مذ اور منذ خبر مقدم اور اس کا مابعد مبتدا مؤخر ہے۔ زجاج کی دلیل یہ ہے کہ دونوں نکرہ ہیں لہذا مبتدا نہیں ہو سکتے۔ جمہور کہتے ہیں کہ دونوں ماؤل بمعرفہ ہیں ۸؎ قولہ ومنہا لدی ولدن الخ۔ یعنی ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لدن ہیں اور ان میں چند لغت اور ہیں لَدْنِ اور لَدَنَ اور لُدْنِ اور لَدْ اور لُدُ اور لَدُ۔ اور وجہ ان ظروف کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ ان میں سے بعض تو قلت بنار میں مشابہ حرف کے ہیں اور باقی اُن پر محمول ہیں ۹؎ قولہ ومنہا قط الخ۔ یعنی ظروف مبنیہ میں سے قط ہے اور وہ ماضی منفی میں استغراق نفی کے لئے آتا ہے جیسے ماضربتہ قط یعنی میں نے اس کو کبھی نہیں مارا۔ اور قط کبھی مخفف ہو آتا ہے پس حرف کے ساتھ قلت بنار میں مشابہ ہوگا لہذا مبنی ہوگا۔ اور عوض . . . مستقبل منفی میں استغراق نفی کے لئے آتا ہے جیسے الا

یومئذٍ کہ اس میں یوم اذ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتحہ ہے تنبیہ۔ قولہ تجوز سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ان ظروف کا جو کہ جملہ یا اذ کی طرف مضاف ہیں مبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح ان کو معرب بھی پڑھ سکتے ہیں۔ پس اول میں یوم کو بنا بر خبر مبتدا ہونے کے مرفوع اور ثانی میں خزی کے مضاف الیہ ہونے کی بنا پر مجرور پڑھ سکتے ہیں ۲ قولہ وکذلک مثل وغیر یعنی اسی طرح لفظ مثل اور غیر جبکہ ما اور ان مصدریہ اور ان مثقلہ کے ساتھ واقع ہوں جواز اعراب اور بنا میں ظروف مذکورہ کے مثل ہوں گے اس لئے کہ یہ جملہ کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کا مبنی بر فتحہ ہونا بھی جائز ہے اور معرب ہونا بھی۔ جیسے قیامی مثل ما قام زید و مثل ان قام زید .... و قیامی غیر ما قام زید ۳ قولہ المعرفۃ والنکرۃ الخ۔ یعنی یہ باب معرفہ اور نکرہ کے بیان میں ہے ۴ قولہ المعرفۃ ما وضع الخ۔ یعنی معرفہ وہ اسم ہے کہ جس کو کسی ایسی چیز کے لئے وضع کیا جو متکلم اور مخاطب کے نزدیک معین اور معلوم ہے۔ پس نکرہ اس تعریف سے خارج ہو جائے گا ۵ قولہ وہی المضمرات الخ۔ یعنی معرفہ کے اقسام چھ ہیں جو کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہیں۔

ہے تعریف نکرہ میں لابعینہ کی قید سے معرفہ خارج ہو گیا ۱۲

والظروف المضافۃ الی الجملۃ و اذ یجوز بناؤھا علی
ای بناء تلک الظروف ۱۲
الفتح وکذلک مثل و غیر مع ما و ان و ان المعرفۃ
ای کالظروف المذکورۃ ۱۲
والنکرۃ المعرفۃ ما وضع لشیء بعینہ وھی المضمرات
والاعلام والمبہمات وما عرف باللام او النداء
ای العہدیۃ او الجنسیۃ او الاستغراقیۃ ۱۲
والمضاف الی احدھا معنی العلم ما وضع لشیء بعینہ
ای الی احد الامور المذکورۃ ۱۲ مبتدا ۱۲ خبر ۱۲
غیر متناول غیرہ بوضع واحد واعرفھا المضمر المتکلم
ای اعرف المعارف ۱۲
ثم المخاطب النکرۃ ما وضع لشیء لا بعینہ
مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

اقسام معرفہ
- مضمرات ۱۲
- اعلام ۱۲
- مبہم یعنی اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ ۱۲
- معرف باللام ۱۲
- معرف بندا ۱۲
- مضاف جو ان پانچوں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو ۱۲

۱ قولہ والظروف المضافۃ الخ۔ یعنی وہ ظروف جو جملہ یا کلمہ اذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں تخفیف کی وجہ سے اُن کا مبنی بر فتحہ ہونا جائز ہے جیسے یوم ینفع الصادقین صدقہم کہ یہاں یوم جملہ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتحہ ہے اسی طرح ومن خزیِ

تنبیہ۔ یہ یاد رکھو کہ امور مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف اضافت سے مراد اضافت معنوی ہے اس لئے کہ اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی نیز امور مذکورہ سے منادی کے ماسوا مراد ہیں اس لئے کہ منادی کی طرف اضافت نہیں ہوتی ۶ قولہ العلم ما وضع الخ۔ یعنی علم وہ اسم ہے کہ جس کو کسی معین کے لئے وضع کیا گیا ہے اور وہ وضع واحد میں اس شیء کے غیر کو شامل نہ ہو تعریف مذکور میں قولہ لشیء بعینہ سے نکرہ خارج ہے اور غیر متناول غیرہ کی قید سے تمام معارف سے احتراز ہے اور وضع واحد کی قید سے اعلام مشترکہ داخل ہیں جیسے زید جبکہ دو شخصوں کا نام ہو پس اس وقت اگرچہ زید غیر کو شامل ہے مگر وضع واحد سے شامل نہیں بلکہ اوضاع متعددہ سے شامل ہے ۷ قولہ واعرفہا المضمر المتکلم الخ۔ یعنی اعرف المعارف ضمیر متکلم ہے اس لئے کہ اس میں التباس سب سے کم ہے اس کے بعد م

اسماء العدد[۱] ما وضع لكمية آحاد الاشياء اصولها[۲]
اثنتا عشرة كلمة واحد الى عشرة ومائة والف تقول[۳]
واحد اثنان واحدة اثنتان وثنتان وثلثة[۴] الى
عشرة وثلث الى عشر واحد عشر اثنا عشر احدى
عشرة اثنتا عشرة وثنتا عشرة وثلثة عشر الى
تسعة عشر وثلث عشرة الى تسع عشرة وتميم[۵]
تكسر الشين فى المؤنث وعشرون[۶] واخواتها
فيهما واحد وعشرون واحدى وعشرون

اى على مقدار ۔ افراد الاشياء ۔ للمذكر ۱۲ ۔ للمؤنث ۱۲ ۔ للمؤنث ۱۲ ۔ فى المذكر ۱۲ ۔ فى المؤنث ۱۲

---

[۱] قولہ اسماء العدد الخ - یعنی اسماء عدد وہ الفاظ ہیں جن کو افراد اشیاء کی مقدار بیان کرنیکے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے ثلاثۃ رجال میں ثلاثۃ اسماء عدد سے ہے اور رجل کے تین فرد پر دلالت کرتا ہے [۲] قولہ اصولہا الخ - یعنی اصول اسماء عدد کے بارہ کلمے ہیں ایک سے دس تک اور مائۃ اور الف اب باقی رہے دیگر مراتب اعداد کے سو وہ ان بارہ کلموں سے ماخوذ ہیں۔ [۳] قولہ تقول واحد الخ - اب یہاں سے مصنف رح ہر ایک کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ لفظ واحد مفرد مذکر کے لئے اور لفظ اثنان تثنیہ مذکر کے لئے اور واحدۃ اور اثنتان اور ثنتان مونث کے لئے ہیں۔ اور یہ قیاس کے موافق مذکر کے لئے۔ مذکر اور مونث کے لئے مونث ہے لیکن تین سے دس تک اعداد خلاف قیاس آتے ہیں مذکر کے لئے علامت تانیث لائی جاتی ہے جیسے ثلاثۃ رجال اور مونث کے لئے علامت تانیث نہیں لائی جاتی جیسے ثلاث نسوۃ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جمع باعتبار جماعت کے مونث ہے پس عدد میں اس کے علامت تانیث کی لائیں گے تاکہ ممیز اور تمیز میں مناسبت باقی رہے۔ پھر جب مذکر میں تین سے لیکر دس تک علامت تانیث کی لائے تو مونث میں ان کے علامت تانیث کی نہ لائیں گے تاکہ مذکر اور مونث کے درمیان فرق ہو۔ اب اگر کوئی کہے کہ برعکس کیوں نہیں کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ بوجہ اصالت اور شرافت کے مذکر مقدم ہے پس اولاً اس کے حال پر نظر کی گئی اور علامت تانیث اس کو دی گئی اس کے بعد مونث کا لحاظ کیا اور مذکر اور مونث میں فرق کرنے کے لئے اس میں علامت مونث کی نہیں لائے [۴] قولہ احد عشر الخ - یعنی دس کے بعد عدد میں ترکیب کے ساتھ عطف نہ کیا جائے گا اور گیارہ اور بارہ مطابق قیاس کے مذکر کے لئے احد عشر اور اثنا عشر۔ اور مونث کے لئے احدی عشرۃ اور اثنتا عشرۃ اور ثنتا عشرۃ کہا جائے گا۔ اور تیرہ سے لیکر انیس تک پہلا جز خلاف قیاس ہوگا جیسا کہ ترکیب سے پیشتر تھا تاکہ فرع اور اصل میں موافقت رہے۔ اور دوسرا جز موافق قیاس کے ہوگا چنانچہ مذکر کے لئے ثلاثۃ عشر تا تسعۃ عشر اور مونث کے لئے ثلث عشرۃ تا تسع عشرۃ کہا جائیگا [۵] قولہ وتمیم تکسر الشین الخ - یعنی بنی تمیم ترکیب کے وقت عشرۃ کے شین کو کسرہ دیتے ہیں تاکہ توالی اربع متحرکات کی ثقل ترکیب کے ساتھ لازم نہ آئے۔ لیکن اہل حجاز شین مذکور کو کبھی ساکن کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ تا علیحدہ کلمہ ہے۔ پس توالی چار فتحوں کی کلمہ واحدہ میں لازم نہیں آتی [۶] قولہ وعشرون واخواتہا - یعنی عشرون اور اس کے نظائر ثلاثون وغیرہ میں مذکر اور مونث دونوں مساوی ہیں جیسے عشرون رجلاً وعشرون امرأۃ اور بیس کے بعد مذکر کیلئے احد وعشرون اور مونث کیلئے احدی وعشرون کہیں گے ۱۲

ہوگا اور یہ حکم ننانوے ۹۹ تک ہے پس اکیس سے لیکر ننانوے تک جتنے عدد اکائی دہائی سے مرکب ہیں ان سب میں دہائیوں کا عطف اکائیوں پر ہوگا۔ ۲ے قولہ و مائۃ الخ۔ یعنی مائۃ اور الف اور مائتان اور الفان مذکر اور مونث میں برابر ہیں ۳ے قولہ ثم بالعطف علی ما تقدم الخ۔ یعنی پھر جب مائۃ اور الف پر کوئی عدد زائد ہوگا تو اس پر زائد کا عطف اسی صورت سے ہوگا۔ یعنی واحد اور اثنان میں موافق قیاس کے مائۃ و واحد و مائۃ و اثنان اور ثلاثہ سے لیکر تسعۃ تک خلاف قیاس مائۃ و ثلاثہ رجال و مائۃ و ثلاث نسوۃ کہتے ہیں۔ اور علی ہذا القیاس بقاعدہ مذکورہ بالا مائۃ واحد عشر و مائۃ و احدی عشر کہتے ہیں اور یہی حال مائۃ اور الف کے تثنیہ اور جمع کا ہے اور ان سب صورتوں میں عدد زائد کا عطف مائۃ پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کا برعکس بھی جائز ہے مثلاً واحد و مائۃ رجل بھی کہہ سکتے ہیں ۴ے قولہ وفی ثمانی عشر الخ۔ یعنی اصل ثمانی عشرۃ میں یار کا فتحہ ہے اس لئے کہ اعداد مرکبہ فتحہ پر مبنی ہوتے ہیں لیکن ثقل ترکیب کی وجہ سے یار کو ساکن کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن یہ صورت کہ یار کو حذف کرکے نون کو فتحہ دیں شاذ ہے اس لئے کہ قیاس یہ تھا کہ کسرہ باقی رہے جیسے جاری القاضی میں مگر جب تخفیف کی وجہ سے نون کو فتحہ دیا گیا تو چونکہ یہ فتحہ یار کے خلاف پر قرینہ نہیں ہوسکتا لہذا ناجائز نہ ہوگا گو شاذ ہے ۵ے قولہ ومميز الثلاثۃ الخ۔ یعنی تمیز ثلاثہ کی عشرہ تک مجرور ہوتی ہے اور مجموع لفظاً و معنیً جیسے ثلاثہ رجال یا صرف معنی جیسے ثلاثہ رہط۔ پھر اس تمیز کا مجرور ہونا اس لئے ہے کہ وہ کثرت استعمال میں عدد کا مضاف الیہ ہوتی ہے اور اس کا مجموع ہونا اس لئے ہے کہ ثلاثہ سے لیکر عشرہ تک جمع قلت ہے پس مناسب یہ ہے کہ تمیز کو جمع لایا جائے تاکہ عدد اور معدود میں مطابقت رہے اور وہ جمعیت پر دلالت کرے ۶ے قولہ الا فی ثلاثۃ مائۃ الخ۔ یعنی جب تمیز ثلاثہ سے لیکر تسعہ تک لفظ مائۃ ہو تو اس وقت تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے۔ تمیز کا مجرور ہونا تو اس لئے کہ وہ عدد کا مضاف الیہ ہے اور مانع جر سے کوئی چیز نہیں۔ اور مفرد ہونا اس لئے کہ مائۃ کی دو جمع ہیں ایک بصورت جمع مذکر سالم یعنی مئین اور دوسرے جمع مونث سالم یعنی مات دونوں ثلاثہ اور اس کے اخوات کی تمیز نہیں ہوسکتی مئین کو اس لئے نہیں ہوسکتی کہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف جائز نہیں اور مات اس لئے نہیں ہوسکتی اس کی تمیز بننے میں چند تار کا اجتماع لازم آتا ہے۔ ایک تار مائۃ کا جو کہ تار تانیث کی ہے دوسری تار جمع کا تیسرے تار مقدرہ کا جو کہ موافقت مائۃ سے ثلاثہ میں ہوتی ہے اور یہ یعنی اجتماع چند تار کا ناجائز ہے۔ اب تمیز ۴

ہے اور یہاں اگر اضافت کریں گے تو لازم آئے گا کہ تین کلمے مثل کلمہ واحدہ کے ہوں ۴۴

ثم بالعطف بلفظ ما تقدم الی تسعۃ و تسعین فی مائۃ

والف مائتان والفان فیہما ثم بالعطف علی ما تقدم

وفی ثمانی عشرۃ فتح الیاء وجاز اسکانہا وشذ

ای اسکان الیاء تخفیفا ۱۲

حذفہا بفتح النون ومميز الثلاثۃ الی العشرۃ مخفوض

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

مجموع لفظا او معنی الا فی ثلث مائۃ الی تسع مائۃ

وکان قیاسہا مئات او مئین ومميز احد عشر الی

مبتدا ۱۲

تسعۃ وتسعین منصوب مفرد

خبر ۱۲

لے قولہ ثم بالعطف بلفظ ما تقدم الخ۔ یعنی بیس کے بعد جبکہ احد اور اثنان کے ساتھ عقد متصل ہو تذکیر اور تانیث میں موافق قیاس کے ہوگا اور اس کے مافوق میں برخلاف قیاس پھر ترکیب بذریعہ عطف ہوگی۔ اور عقود یعنی دہائیوں کا عطف عدد زائد یعنی اکائیوں پر

تہیہ یسمیہ کرتم ہ کسپہ ۱۵ الجۃ ۱۲/۱ کسپہ ۱۵ ابتر ۴۸ ہمیہ ۲۲ ہمرہ کسپہ سنہ کہ ۱۰۱۸

جائز ہیں اس لئے کہ کبھی رعایت لفظ کی کرتے ہیں اور کبھی رعایت معنیٰ کی۔ اوّل کی مثال لفظ شخص ہے جب کہ اس سے مونث کا ارادہ کریں پس باعتبار لفظ کے ثلثۃ اشخاص کہیں گے اس لئے کہ لفظ مذکر ہے اور باعتبار معنی کے ثلث اشخاص کہیں گے اس لئے کہ وہ باعتبار معنی کے مونث ہے۔ اور ثانی کی مثال لفظ نفس ہے جب کہ اس کا اطلاق ذکور پر کیا جائے۔ پس ثلاثۃ الانفس اور باعتبار لفظ کے ثلث الانفس کہیں گے اس لئے کہ باعتبار معنی کے اس میں دُو وجہ جائز ہیں باعتبار معنی کے لفظ کے وہ مؤنث سماعی ہے ۳ قولہ ولا یمیز واحد واثنان الخ۔ یعنی واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی چنانچہ نہ تو واحد رجل کہا جاتا ہے اور نہ اثنا رجل اس لئے کہ لفظ تمیز کا مثلاً رجل اور رجلان باعتبار مادہ کے جنس پر اور باعتبار صیغہ کے وحدت اور تثنیہ پر دلالت کرتا ہے پس تمیز کو ذکر کرنے کے بعد واحد اور اثنان سے استغنار لازم آئیگا اور وہ باطل ہے ۴ قولہ وتقول فی المفرد الخ۔ مصنف رح جب عدد اور اس کی تمیز کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب یہاں سے حال اور تصییر کو بیان کرتے ہیں کہ دونوں میں کیا فرق ہے۔ تفصیل مقام کی یہ ہے کہ جب کسی عدد کا اعداد سے انتخاب کرنا چاہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں درجہ عدد کا اس میں لحاظ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر درجہ عدد کا ملحوظ نہ ہو تو نہ حال ہے اور نہ تصییر جیساکہ واحد من الثلاثۃ اور اگر درجہ عدد کا ملحوظ ہو تو دو صورتیں ہیں۔ نسبت ماتحت ملحوظ ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر نسبت ماتحت ملحوظ ہو تو تصییر ہے جیسے ثالث اثنین یعنی واحد جو دو کو تین کرنیوالا ہے اور مطلب یہ کہ دو کا عدد تین کے مرتبہ کو اس وقت تک نہیں پہونچ سکتا جب تک کہ ایک اور عدد نہ ملایا جائے پس یہ عدد واحد ایسا ہے کہ اس نے دو کو ثالث کے مرتبہ پر پہونچا دیا اور نسبت ماتحت ملحوظ نہ ہو تو حال ہے جیسے ثلث ثلثۃ یعنی تین میں سے تیسرا۔ بہرحال مصنف رح نے قولہ وتقول فی المفرد

وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَأَلْفٍ وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِهِ مَخْفُوضٌ مُفْرَدٌ ۱ وَ
إِذَا كَانَ الْمَعْدُودُ مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا أَوْ بِالْعَكْسِ ۲
فَوَجْهَانِ وَلَا يُمَيَّزُ ۳ وَاحِدٌ وَاثْنَانِ اسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمْيِيزِ
عَنْهُمَا مِثْلَ رَجُلٍ وَرَجُلَانِ لِإِفَادَةِ النَّصِّ الْمَقْصُودِ
بِالْعَدَدِ وَتَقُولُ ۴ فِي الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ بِاعْتِبَارِ تَصْيِيرِهِ ۵
اى فى الواحد ۱۲ — اى فى استعمال العدد فى احد المعدودات ۱۲
الثَّانِي وَالثَّانِيَةُ إِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ لَا غَيْرُ

۱ قولہ ومميز مائۃ والف الخ۔ یعنی مائۃ اور الف کی تمیز مجرور ہوتی ہے اور مفرد مجرور اضافت کی وجہ سے اور مفرد اس لئے کہ مائۃ اور الف خود کثرت پر دلالت کرتے ہیں اور اسی طرح مائۃ اور الف کے تثنیہ اور صرف الف کی جمع کا حال ہے نہ کہ مائۃ جمع کا۔ اس واسطے کہ مائۃ کی جمع کا استعمال مع اس کی تمیز کے متروک ہے لہذا ثلث مآت رجل نہیں کہا جائے گا ۲ قولہ واذا کان المعدود مؤنثا الخ یعنی جب معدود باعتبار معنی کے مونث اور باعتبار لفظ کے مذکر ہو یا برعکس ہو کہ لفظ کے اعتبار سے مونث اور معنی کے لحاظ سے مذکر ہو تو اس وقت اس میں دُو وجہ

۵ اس کا ما فوق مرکب ہے اس سے اسم فاعل کا اشتقاق نہیں ہوسکتا حالانکہ تصییر سے حال اور تصییر کا بیان کیا کہ جب عدد کا استعمال معدودات میں کیا جائے تو اس وقت واحد من المتعدد میں اس اعتبار سے کہ وہ واحد عدد الناقص کو بیک مرتبہ عدد زائد کر دیتا ہے الثانی اور الثانیۃ کہتے ہیں اول مذکر کے لئے اور ثانی مؤنث کے لئے۔ اور یاد رکھو کہ تصییر مصدر متعدی بدو مفعول ہے اور یہاں پر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے اور اس کے دونوں مفعول محذوف ہیں ای تصییرہ الناقص زائدا نیز جاننا چاہیئے کہ مصنف رح نے تصییر کا اعتبار ثانی سے کیا ہے اس لئے کہ واحد سے پیشتر کوئی عدد بھی نہیں جو اس عدد کو واحد بنائے۔ نیز معنی تصییر کا اعتبار عشرہ سے زائد میں نہیں کیا اس لئے کہ

وباعتبار حالہ[۱] الاول والثانی والاولی والثانیۃ الی العاشر
فی المونث ۱۲

والعاشرۃ والحادی عشر والحادیۃ عشرۃ والثانی عشر
فی المذکر ۱۲

والثانیۃ عشرۃ الی التاسع عشر والتاسعۃ عشرۃ و
فی المونث ۱۲

من ثم[۲] قیل فی الاول ثالث اثنین ای مصیرھما ثلثۃ

من ثلثۃ ھما وفی الثانی ثالث ثلثۃ ای احدھا وتقول[۳]
باضافۃ الاول الی المرکب الآخر ۱۲

حادی عشر احد عشر علی الثانی خاصۃ[۴] وان شئت قلت
ای الاعتبار الثانی وھو اعتبار بیان الحال ۱۲

حادی احد عشر الی تاسع تسعۃ عشر فتعرب الاول
بحذف الجزء الثانی من المرکب الاول ۱۲

المذکر[۵] والمؤنث المؤنث[۶] ما فیہ علامۃ التانیث لفظا او تقدیرا
ای ھذا باب المذکر والمونث ۱۲ مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

۱؎ قولہ وباعتبار حالہ الخ۔ یہ باعتبار تصیرہ پر معطوف ہے اور مطلب یہ کہ واحد من المتعدد کو باعتبار حال اور مرتبہ کے جو اس میں ہے مذکر کے لئے الاول اور الثانی۔ اور مونث کے لئے الاولی اور الثانیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح عاشر اور عاشرہ تک اور علی ہذا القیاس حادی عشر اور حادیہ عشرۃ سے لیکر تاسع عشر اور تاسعہ عشرہ تک وکذلک الی مالانہایۃ لہٗ۔ ۲؎ قولہ ومن ثم قیل الخ۔ یعنی چونکہ اعتبار تصیر اور اعتبار حال میں اختلاف ہے۔ پس اس وجہ سے عدد کی طرف ان کی اضافت کرنے میں بھی اختلاف ہے۔ تصیر کی صورت میں عدد کی اس کے ما تحت کی طرف اضافت کرتے ہیں مثلاً ثالث اثنین کہتے ہیں یعنی دو کو تین کرنیوالا عدد اور حال کی صورت میں اُس کے مساوی یا مافوق عدد کی طرف اضافت کرتے ہیں جیساکہ کہیں ثالث ثلثہ یعنی تین میں کا تیسرا یا کہیں ثالث خمسۃ یعنی پانچ میں کا تیسرا عدد ۳؎ قولہ وتقول حادی عشر احد عشر الخ۔ یعنی مرکب اوّل کی مرکب ثانی کی طرف اضافت جائز ہے باعتبار حال کے نہ کہ باعتبار تصیر کے۔ کیونکہ اعتبار تصیر میں جیسا کہ معلوم ہوا من۱ سے تجاوز نہیں کرتا پس باعتبار حال کے حادی عشر احد عشر کہہ سکتے ہیں یعنی گیارہ میں کا گیارہواں اور باعتبار تصیر کے نہیں کہہ سکتے ۴؎ قولہ وان شئت قلت الخ۔ یعنی مرکب اول سے بقرینہ ثانی جزء آخر یعنی عشر کو حذف کر کے حادی احد عشر تا تاسع تسعۃ عشر کہنا بھی جائز ہے لیکن اس وقت مرکب اوّل کا جز اوّل معرب ہوگا اس لئے کہ اُس کا مبنی ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا پس جب مرکب اوّل کا جزء ثانی ساقط ہوگیا تو جزء اوّل وسط کلمہ میں نہ رہا لہذا معرب ہوگا ۵؎ قولہ المذکر والمونث الخ۔ مباحث عدد کا اجراء چونکہ ذکر تانیث اور تذکیر کے ساتھ وابستہ تھا لہذا ذکر عدد کے بعد تذکیر و تانیث کا ذکر مناسب معلوم ہوا ۶؎ قولہ المونث ما فیہ الخ۔ یعنی مؤنث وہ اسم ہے کہ جس میں علامت تانیث کی پائی جائے لفظاً جیسے طلحہ کہ اس میں تاء علامت تانیث لفظوں میں ہے یا تقدیراً جیسے ارض کہ دراصل ارضۃ تھا بدلیل اریضۃ اس لئے کہ تصغیر اسماء کو ان کی اصل کی طرف لیجاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ارض میں تاء تانیث مقدر ہے تنبیہ مصنف رح نے تعریف میں مؤنث کو مذکر پر مقدم کیا۔ یا تو اس وجہ سے کہ اس میں اختصار عبارت ہے اور یا اس وجہ سے کہ مؤنث کی تعریف وجودی ہے اور مذکر کی عدمی اور قاعدہ ہے کہ وجودی عدمی پر مقدم ہوتا ہے ۱۲

١؎ قولہ والمذکر بخلافہ الخ۔ یعنی مذکر وہ اسم ہے جو مونث کے خلاف ہو یعنی اس میں علامت تانیث نہ پائی جائے نہ لفظا اور نہ تقدیراً ۲؎ قولہ وعلامت التانیث الخ۔ یعنی علامت تانیث کی تین ہیں (۱) تار جیسے طلحہ (۲) الف مقصورہ جیسے حبلی (۳) الف ممدودہ جیسے حمرار ۳؎ قولہ وہو حقیقی ولفظی الخ۔ یعنی مونث دو قسم پر ہے حقیقی اور لفظی۔ حقیقی وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں جنس حیوان مذکر ہو جیسے امرارۃ کہ اس کے مقابلہ میں رجل ہے اور جیسے ناقہ کہ اس کے مقابلہ میں جمل ہے اور لفظی وہ ہے جو حقیقی کے خلاف ہو یعنی اس کے مقابلہ میں جنس حیوان سے مذکر نہ ہو جیسے ظلمۃ اور عین۔

والمذكر بخلافه وعلامة التانيث التاء والالف
مبتدا ١٢ — خبر ١٢ — اى مالم يوجد فيه علامة التانيث ١٢ — مبتدا ١٢ — خبر ١٢

مقصورة او ممدودة وهو حقيقى ولفظى فالحقيقى
المونث ١٢

ما بازائه ذكر من الحيوان كامرأة وناقة واللفظى
بمقابله ١٢ — اى ذكر كائن من جنس الحيوان احتراز من نخلة ١٢

بخلافه كظلمة وعين واذا اسند الفعل اليه

فالتاء وانت فى ظاهر غير الحقيقى بالخيار وحكم

ظاهر الجمع غير المذكر السالم مطلقا حكم ظاهر

غير الحقيقى وضمير العاقلين غير المذكر السالم
اى ضمير الجماعة ١٢

فعلت وفعلوا والنساء والايام فعلت وفعلن
الاصل ١٢ — بالعقيقم ١٢

پہلی مثال تانیث لفظی حقیقی کی ہے اور دوسری مثال تانیث لفظی تقدیری کی ہے اس لئے کہ تار تانیث لفظا عین میں مقدر ہے بدلیل عیینۃ کے اس لئے کہ تصغیر اسمار کو اپنی اصل پر لیجاتی ہے ۴؎ قولہ واذا اسند الفعل الخ۔ یعنی جب فعل مونث حقیقی کی طرف مسند ہو تو اس وقت فعل میں تار لازم ہے جیسے ضربت ہند عمرا ۵؎ قولہ وانت فی ظاہر غیر الحقیقی الخ۔ یعنی اگر فعل اسم ظاہر مونث غیر حقیقی کی طرف مسند ہو تو تجھکو فعل میں اختیار ہے خواہ اس کو مذکر لا۔ یا اس میں علامت تانیث زیادہ کر جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس ۶؎ قولہ وحکم ظاہر الجمع یعنی اسم ظاہر جمع کا حکم بشرطیکہ جمع مذکر سالم نہ ہو اسم ظاہر مونث غیر حقیقی کا ہے مطلقا خواہ اس کا واحد مونث ہو جیسے مومنات یا نہ ہو جیسے الرجال پس اس جمع کے فعل میں بھی اختیار ہے کہ علامت تانیث کی لائیں مثلاً جارت الرجال کہیں یا علامت تانیث کی نہ لائیں مثلاً جار الرجال کہیں۔ پھر جمع مذکر سالم کو اس حکم سے خارج کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے فعل میں علامت تانیث کا لانا بالکل جائز نہیں پس وہاں جارت الزیدون نہیں کہہ سکتے ۷؎ قولہ وضمیر العاقلین الخ۔ یعنی جو ضمیر ایسی جمع مذکر عاقل کی طرف لوٹے جو جمع مذکر سالم کے غیر ہے تو وہ ضمیر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ضمیر مستکن ہوگی جیسے الرجال جاؤا ۸؎ قولہ والنسار والایام الخ۔

ہوگی جو بتاویل جماعت لوٹتی ہے جیسے الرجال جارت اور یا فعلوا کی ضمیر بارز ہوگی جیسے الرجال جاؤا ۸؎ قولہ والنسار والایام الخ یعنی وہ ضمیر جو نسار اور ایام جیسی جمع کی طرف لوٹتی ہے وہ بھی دو حال سے خالی نہیں. فعلت کی ضمیر ہوگی یا فعلن کی جیسے النسار قالت والنسار قلن اور الایام خلت والایام مضیین ۱۲ محمد مشیت اللہ عفرلہ دیوبندی

ل قولہ المثنی الخ۔ یعنی مثنی وہ ہے جس کے آخر میں الف یا یار ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لاحق ہو اور یہ اس لئے کہ اس لحوق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مفرد جیسا اُس کے ساتھ اس کے جنس سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلان تثنیہ ہے اور وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ رجل کی ساتھ ایک اور رجل ہے ۲ قولہ فالمقصور الخ۔ یعنی ہر وہ اسم مقصور کہ اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہو اور ثلاثی ہو تثنیہ بناتے وقت اُس کے الف کو واؤ سے بدل لیں گے اس لیے کہ اصل اس میں واؤ ہے نیز ثلاثی خفیف ہے پس خفت کی وجہ سے واؤ کے آنے میں ثقالت پیدا نہ ہوگی جیسے عصیٰ اور عصوان ۳ قولہ والا فبالیاء یعنی اگر لفظ ثلاثی نہ ہو عام ازیں کہ اس کا الف یار سے بدلا ہوا ہو۔ جیسے اعشیٰ اعشیان یا واؤ سے بدلا ہوا ہو جیسے ملہی ملہیان یا کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو جیسے حباریٰ حباریان یا ثلاثی ہو مگر اس کا الف یار سے بدلا ہوا ہو جیسے رحیٰ رحیان یا کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو جیسے فتیٰ فتیان تو ان سب صورتوں میں اُس الف کو یار سے بدل لیں گے کما ظہر بالامثلۃ ۴ قولہ والممدود یعنی اگر اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو تو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ ثابت رہے گا بشرطیکہ اصلی ہو اس لئے کہ اصل بقار کو مقتضی ہے جیسے قرار اور قرآن۔ اور اگر ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو تثنیہ بناتے وقت واؤ سے بدل جائے گی اس لئے کہ ثقالت میں واؤ ہمزہ کے قریب ہے جیسے حمرار اور حمراوان ۵ قولہ والا فالوجہان الخ۔ یعنی جب ہمزہ نہ اصلیہ ہو اور نہ تانیث کا تو اس وقت اس میں دو وجہ جائز ہیں۔ ہمزہ کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور واؤ سے بدل لینا بھی جیسے کساران اور کساوان ۶ قولہ ویحذف نونہ للاضافۃ الخ۔ یعنی اضافت کے وقت نون تثنیہ کو گرا دیا جاتا ہے اس لئے کہ نون تمامی کلمہ پر دلالت کرتا ہے اور اسم تام بغیر تغیر کے مضاف نہیں ہوتا ۷ قولہ وحذفت تار التانیث الخ۔ خصیہ اور الیہ کی تثنیہ میں تار تانیث کو گرا دیتے ہیں اس لئے کہ خصیتین اور الیتین میں سے ہر ایک لازم التثنیہ ہے۔ پس دونوں بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ علامت تانیث وسط کلمہ میں نہیں ہوتی ۱۲ مصححہ عبد الطیف عفی عنہ

المثنیٰ[1] ما لحق اٰخرہ الفٌ او یاءٌ مفتوحٌ ما قبلہا

ونونٌ مکسورۃٌ لیدل علیٰ ان معہٗ مثلہٗ

من جنسہٖ فالمقصور[2] ان کانت الفہٗ عن

واوٍ وھو ثلاثی قلبت واواً والا فیاءً[3]

حال ۱۲ — وان لم یکن الفہ منقلبۃ عن واو ۱۲

والممدود[4] ان کانت ھمزتہ اصلیۃً ثبتت

ای غیر زائدۃ ولا منقلبۃ ۱۲

وان کانت للتانیث قلبت واواً والا فالوجہان[5]

جائزان ۱۲

ویحذف[6] نونہٗ للاضافۃ وحذفت[7] تاء

ای نون المثنیٰ ۱۲

التانیث فی خصیان والیان

المجموعُ ما دلّ على آحادٍ مقصودةٍ بحروفِ مفردِه

اى قصدت فيه ۱۲

بتغيّرٍ مّا فنحو تمرٍ وركبٍ ليس بجمعٍ على الاصحّ ونحو

فلكٍ جمعٌ وهو صحيحٌ ومكسّرٌ فالصحيح لمذكرٍ

اى الجمع نوعان ۱۲ لكون بناء واحده صحيحا فيه ۱۲

ولمؤنثٍ فالمذكر ما لحق آخره واوٌ مضمومٌ ما قبلها

الجمع الصحيح ۱۲ اى آخر مفرده ۱۲ اى تلك الواو او نون الواو ۱۲

او ياءٌ مكسورٌ ما قبلها ونونٌ مفتوحةٌ ليدلّ على

انّ معه اكثر منه فان كان آخره ياءً قبلها كسرةٌ حذفت

اى ذلك الاسم ۱۲ اى من ذلك الاسم ۱۲

مثل قاضُونَ وان كان آخره مقصورًا حذفت

الالف وبقى ما قبلها مفتوحًا مثل مُصطفَونَ

---

۱ قولہ المجموع ما دلّ الخ۔ یعنی مجموع وہ اسم ہے جو اپنے حروف مفرد میں تھوڑے سے تغیر کے بعد افراد مقصودہ پر دلالت کرے تعریف مذکور میں احاد مقصودہ کی قید سے اسمار اجناس خارج ہوگئے اس لئے کہ وہ واحد پر بھی دلالت کرتے ہیں اور حروف مفردہ کی قید سے اسمار عدد اور قوم اور رہط وغیرہ خارج ہوگئے اس لئے کہ یہ اگرچہ احاد مقصودہ پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کا مفرد نہیں۔ اور بتغیر ما کی قید سے مثل رکب خارج ہوگیا اس لئے کہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا ۲ قولہ فنحو تمر ورکب الخ۔ یعنی پس مثل تمر اور رکب کے اصح مذہب کی بنا پر جمع نہیں ہیں بلکہ تمر اسم جنس ہے۔ اس لئے کہ اس میں افراد مقصودہ نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق واحد پر بھی جائز ہے۔ اور رکب راکب کی جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے۔ اس لئے کہ فاعل کی جمع فعل کے وزن پر مسموع نہیں ۳ قولہ ونحو فلک الخ یعنی فلک باوجودیکہ اس کا مفرد بھی فلک ہے جمع ہے اس لئے کہ تعریف جمع میں تغیر سے مراد عام ہے۔ تغیر حقیقی ہو یا حکمی۔ پس فلک میں اگرچہ تغیر حقیقی نہیں مگر تغیر حکمی ضرور ہے اس لئے کہ مفرد کی حالت میں اس کا وزن قفل اور جمع کی صورت میں اس کا وزن اسد ہے ۴ قولہ وہو صحیح ومکسر الخ۔ یعنی جمع کی دو قسمیں ہیں جمع صحیح اور جمع مکسر جمع صحیح وہ ہے کہ بنار واحد کی اس میں سلامت رہے اور جمع مکسروہ ہے کہ بنار واحد کی اس میں سلامت نہ رہے۔ جمع صحیح کی دو نوع ہیں۔ جمع صحیح مذکر اور جمع صحیح مونث ۵ قولہ فالمذکر الخ۔ یعنی جمع صحیح مذکر وہ اسم ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں واو ماقبل مضموم یا یار ماقبل مکسور اور نون مفتوح لاحق ہوتا کہ یہ لحوق اس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ مفرد سے اکثر ہیں جیسے مسلمون کہ وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مسلم کے ساتھ ایک مسلم سے زیادہ یعنی دو یا چند ہیں ۶ قولہ فان کان آخرہ یار الخ یعنی پس اگر جمع صحیح کے مفرد کے آخر میں یار ماقبل مکسور ہو تو جمع بناتے وقت وہ یار گر جائے گی جیسے قاضون کہ اصل میں قاضیون تھا پس اس تعلیل سے جو کتب صرف میں مفصل تحریر ہے قاضون کرلیا گیا ۷ قولہ وان کان آخرہ مقصورًا الخ۔ یعنی اگر جمع صحیح کے مفرد کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو وہ الف جمع میں التقائے ساکنین کی وجہ سے گر جائے گا جیسے مصطفون کہ اصل میں مصطفیون تھا پس یار بوجہ ماقبل مفتوح ہونے کے الف ہوگئی اور الف التقائے ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ ۱۲ بندہ محمد مشیت اللہ دیوبندی

وشرطہ[1] ان کان اسماً فمذکر علم یعقل وان[2] کان صفۃ
غیر صفۃ ۱۲

فمذکر یعقل وان لا یکون افعل فعلاء مثل احمر حمراء
ای مؤنثہ فعلاء ۱۲

ولا فعلان[3] فعلی نحو سکران سکری ولا مستویا[4] فیہ مع
ای مؤنثہ فعلی ۱۲ — الوصف ۱۲ فی ذلک

المؤنث مثل جریح وصبور ولا[5] بتاء التانیث مثل علامۃ
رجل ۱۲

وتحذف[6] نونہ بالاضافۃ وقد[7] شذ نحو سنین وارضین
ای نون الجمع ۱۲

لہ قولہ وشرطہ ان کان اسماً الخ۔ یعنی جمع مذکر صحیح کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اسم ہو تو مرکب ذوی العقول کا علم ہو۔ اور مراد مذکر سے یہ ہے کہ تار مذکورہ اور مقدرہ سے خالی ہو تاکہ مثل طلحہ اور عین اس حکم سے خارج ہو جائیں اس لئے کہ ان کی جمع سالم نہیں آسکتی اور یہ شرط اس وجہ سے ہے کہ یہ جمع تمام مجموع میں اشرف ہے اور مذکر عاقل بھی اشرف ہے پس اشرف اشرف کو دیا تاکہ تناسب باقی رہے ٢ قولہ وان کان صفۃ الخ۔ یعنی جب اسم مذکور صفت ہو جیسے اسم فاعل واسم مفعول وغیرہ تو اس کی جمع صحیح کے لئے چند شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ مذکر عاقل ہو اور اس کی علت وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت اس افعل کے وزن پر نہ ہو کہ جس کا مؤنث فعلاء کے وزن پر آتا ہے جیسے احمر حمراء اس لئے کہ اس افعل کی جمع بھی اس وزن پر آتی ہے کہ جس کا مؤنث فعلی ہوتا ہے۔ پس اگر افعل فعلی کی جمع بھی اس وزن پر آئے گی تو دونوں افعل کے درمیان التباس پیدا ہو جائیگا

اور اگر کوئی کہے کہ اس کا عکس کیوں نہیں کیا اس طرح پر کہ افعل فعلاء کی جمع تو جمع سالم آتی اور افعل اسم تفضیل کی یہ جمع نہ آتی۔ جواب یہ ہے کہ اسم تفضیل میں معنی صفت کے زائد ہیں پس وہ اقوی اور اشرف ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس کی جمع بھی اشرف الجموع ہو اور وہ جمع سالم ہے ٣ قولہ ولا فعلان فعلی الخ۔ یعنی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت اس فعلان کے وزن پر نہ ہو کہ جس کا مؤنث فعلی کے وزن پر آتا ہے جیسے سکران کہ اس کا مؤنث سکری آتا ہے اس لئے کہ اگر اس فعلان کی جمع واؤ نون کے ساتھ آئے گی تو اس میں اور فعلان فعلانۃ میں التباس پیدا ہو جائے گا۔ پس التباس سے بچنے کے لئے فعلان فعلی کی جمع واؤ نون کے ساتھ نہ آئے گی اور اگر کوئی کہے کہ اس کا عکس کیوں نہیں کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ اصل فرق میں درمیان مذکر اور مؤنث کے تار ہے اور یہ فعلان فعلانۃ میں موجود ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ اس کی جمع اشرف الجموع ہو۔ نیز عدم عکس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر اس فعلان کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی جائے کہ جس کا مؤنث فعلی ہے تو لازم آئے گا کہ اس کے مؤنث کی جمع الف تار کی ساتھ لائی جائے اس لئے کہ یہ جمع تصحیح ہے حالانکہ اس کے مؤنث کی جمع کا الف تار کی ساتھ آنا لازم نہیں ٤ قولہ ولا مستویا مع المؤنث الخ۔ یعنی چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت ایسا نہ ہو کہ جس میں مذکر و مؤنث برابر ہوں جیسے جریح وصبور اس لئے کہ اگر ایسے اسم صفت کی جمع کو واؤ نون کے ساتھ لایا جائے گا تو اس کا اختصاص مذکر کے ساتھ لازم ہو گا حالانکہ وہ مذکر کے ساتھ مختص نہیں ٥ قولہ ولا بتار التانیث الخ۔ یعنی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت تار تانیث کے ساتھ متلبس نہ ہو اس لئے کہ ذو التار کی جمع اگر واؤ نون کے ساتھ لائی جائے گی تو دو صورتیں ہیں۔ واؤ نون کو تار سے پیشتر لائیں گے یا تار کے بعد۔ اول صورت ممتنع ہے اس لئے کہ اس صورت میں علامت تانیث کا دوسرے کلمہ میں داخل ہونا لازم آتا ہے۔ اور دوسری صورت بھی ممتنع ہے اس لئے کہ اس وقت علامت تانیث کا وسط کلمہ میں داخل ہونا لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے ٦ قولہ وتحذف نونہ الخ۔ ای نون الجمع یعنی اضافت کی وجہ سے نون جمع کو گرا دیتے ہیں جیسے مسلمو القوم اور علت اس کی وہی ہے جو کہ تثنیہ میں گذری ٧ قولہ وقد شذ الخ۔ یعنی سَنَۃٌ بالفتح اور ارضٌ کے مانند جمع کو واؤ نون کے ساتھ لانا شاذ ہے اس لئے کہ اول اسم غیر صفتی ہے اور اس میں عقل اور تذکیر اور علمیت کی شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں اور یہی حال ثانی کا ہے پس سنین اور ارضین ان کی جمع شاذ ہیں۔ ۱۲

ﻟﻪ قولہ المؤنث ما لحق آخرہ الخ۔ یعنی جمع مونث سالم وہ ہے کہ جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تار لاحق ہو جمع مؤنث سالم کی شرط جبکہ اس کا مفرد اسم صفت ہو اور اسم مفرد کا مذکر بھی ہو یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ لائی جاتی ہو۔ تاکہ مزیت فرع کی اصل پر لازم نہ آئے۔ اور جب اس کے مفرد کا مذکر نہ ہو تو اس کے جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ تار تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض کہ اس کی جمع حائضات نہیں آتی بلکہ ذو التار یعنی حائضۃ کی جمع حائضات آتی ہے۔ پس اگر حائض کی جمع بھی حائضات آئے تو التباس پیدا ہو جائے گا اور یہ معلوم نہ ہوگا کہ حائضات حائضۃ کی جمع ہے یا حائض کی۔ پھر حائض اور حائضۃ کے درمیان لفظا تفریق اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں میں معنی تفریق ہے اس لئے حائض زن بالغہ کو کہتے ہیں یعنی اس کو کہ جس میں حیض کی صلاحیت ہے اور حائضۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال حیض میں مبتلا ہے ﻟﻪ۲ قولہ والا جمع مطلقا الخ۔ یعنی اگر وہ اسم صفتی نہ ہو بلکہ اسم محض ہو تو اس وقت بلا اعتبار شرط کے الف اور تار کے ساتھ جمع لائی جائے گی ﻟﻪ۳ قولہ جمع التکسیر الخ۔ یعنی جمع تکسیر وہ ہے کہ جس میں بنار واحد کی سلامت نہ رہے۔ جیسے رجالٌ کہ رجل کی جمع ہے اور اس میں صورت رجل کی باقی نہیں رہتی ﻟﻪ۴ قولہ جمع القلۃ الخ۔ یعنی جمع دو قسم پر ہے جمع قلت اور جمع کثرت۔ جمع قلت وہ ہے کہ جس کا اطلاق تین سے لیکر دس تک کیا جائے اس کے اوزان یہ ہیں (۱) افعُلٌ جیسے اکلُبٌ (۲) افعالٌ جیسے اقوالٌ (۳) افعلۃٌ جیسے اشربۃٌ (۴) فِعلۃٌ جیسے غلمۃٌ (۵) جمع مذکر سالم (۶) جمع مونث سالم پس مصنف رح نے اپنے قول والصحیح سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جمع صحیح کے یہ دو وزن بھی جمع قلت کے اوزان سے ہیں ﻟﻪ۵ قولہ وما عدا ذلک جمع کثرۃ الخ۔ یعنی ان اوزان مذکورہ کے ماسوا جتنے اوزان ہیں وہ سب جمع کثرت کے ہیں۔ جمع کثرت وہ ہے کہ اس کا اطلاق دس سے لے کر الی ما لانہایۃ تک کیا جائے ﻟﻪ۶ قولہ المصدر اسم للحدث الخ۔ یعنی مصدر اس حدث کو کہتے ہیں جو اپنے فعل کی اصل ہے اور فعل اس سے بنایا جاتا ہے ﻟﻪ۷ قولہ وہو من الثلاثی المجرد الخ۔ یعنی مصادر ثلاثی مجرد کے سماعی ہیں اور مراح الارواح میں ہے کہ سیبویہ کے نزدیک اس کے اوزان بتیس ۳۲ ہیں ﻟﻪ۸ قولہ ومن غیرہ قیاس الخ۔ یعنی غیر ثلاثی مجرد سے اوزان مصدر کے قیاسی ہیں ﻟﻪ۹ قولہ ویعمل عمل فعلہ الخ۔ یعنی مصدر اپنے فعل کا سا عمل کرتا ہے پس اگر اس کا فعل لازم ہے تو فعل لازم کا سا عمل کرے گا۔ اور متعدی ہے تو فعل متعدی کا سا عمل کرے گا خواہ مصدر بمعنی ماضی ہو یا بمعنی حال یا بمعنی استقبال۔ پھر ص

المؤنث^١ ما لحق آخرہ الفٌ وتاءٌ وشرطہ ان کان

اى الجمع الصحيح ١٢ — اى آخر مفرده ١٢

صفۃً ولہ مذکر فان یکون مذکرہ بالواو والنون و

ان لم یکن لہ مذکر فان لا یکون مجردًا کحائضٍ والا

اى لذلك الاسم ١٢

جمع مطلقًا^٢ جمع^٣ التکسیر ما تغیر بناء واحدہ کرجالٍ

وافراسٍ جمع^٤ القلۃ افعُلٌ وافعالٌ وافعِلۃٌ وفِعلۃٌ

والصحیح وما^٥ عدا ذلک جمع کثرۃ المصدر^٦

اسم للحدث الجاری علی الفعل وھو^٧ من الثلاثی المجرد

اى المصدر ١٢

سماعٌ ومن غیرہ^٨ قیاسٌ ویعمل^٩ عمل فعلہ ماضیًا وغیرہ

اى سماعى ١٢ — اى غير الثلاثى المجرد ١٢

ص۔ ماضیا وغیرہ سے یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے کہ کسی کو یہ توہم نہ ہو کہ مصدر اگر بمعنی ...

لے قولہ اذا لم یکن مفعولا مطلقا الخ۔ یعنی مصدر مذکور اس وقت عمل کرے گا جبکہ وہ مفعول مطلق نہ ہو اس لئے کہ اس وقت عمل فعل کا ہوتا ہے نہ کہ مصدر کا جیسا کہ عنقریب آئے گا انشاء اللہ تعالےٰ ۵۲ قولہ ولا یتقدم معمولہ الخ۔ یعنی معمول مصدر کا مصدر پر مقدم نہیں ہوتا اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور ضعیف العمل معمول مقدم میں عمل نہیں کرتا پس اعجبنی عمروا ضرب زید ناجائز ہے ۵۳ قولہ ولا یضمر فیہ الخ۔ یعنی مصدر میں ضمیر فاعل کی مستتر نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر مصدر مفرد میں ضمیر فاعل کی ہوگی تو مفرد پر قیاس کرکے اس کے تثنیہ اور جمع میں بھی ضمیر ماننی پڑے گی اور اس وقت تثنیہ اور جمع میں دو تثنیہ اور دو جمع کا ہونا لازم آئے گا ایک فاعل کے لئے اور دوسرا مصدر کے لئے اس لئے کہ مصدر بھی باعتبار نفس ذات کے تثنیہ اور جمع ہوتا ہے۔ بخلاف فعل کے کہ اس میں ضمیر لانا جائز اس وجہ سے ہے کہ اس میں تثنیہ اور جمع صرف باعتبار فاعل کے ہوتا ہے نہ باعتبار نفس فعل کے و التفصیل فی الرضی ارجع الیہ ۵۴ قولہ و لا یلزم ذکر الفاعل الخ۔ یعنی مصدر میں ذکر فاعل کا ضروری نہیں۔ اس لئے کہ تصور مصدر کا فاعل پر موقوف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر ذکر فاعل کا مصدر میں ضروری ہوگا تو جب غائب کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مصدر میں ضمیر مستتر ماننی پڑے گی جیسا کہ فعل میں ہوتی ہے اور اضمار مصدر میں ممتنع ہے کما مر آنفا و ہکذا نقل الرضی عن المصنف رح ۵۵ قولہ و اعمالہ باللام قلیل الخ۔ یعنی عمل مصدر کا لام کے ساتھ قلیل ہے اور شرح میں وجہ اس کی طویل مذکور ہے اور مختصر توجیہ یہ ہے کہ مصدر بتقدیر میں اَن فعل کے ہوتا ہے جو کہ اَن کے ساتھ ہوتا ہے اور فعل یا اَن پر لام تعریف داخل ہونا جائز نہیں پس مناسب یہ ہے کہ مصدر ماؤل بہ پر بھی لام داخل نہ ہوں۔ لیکن چونکہ مصدر عامل بالذات ہے اس لئے اس پر لام تعریف کا داخل ہونا بر سبیل قلت جائز ہے کما قال الشاعر ؎

ضعیف النکایۃ اعدائہ ۔ یخال الفرار یراخی الاجل

وہ اسم ہے کہ جو فعل یعنی مصدر سے اس ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس کے ساتھ یہ فعل ۴۴

اذا لم یکن ۵۱ مفعولا مطلقا و لا یتقدم ۵۲ معمولہ علیہ و

ای معمول المصدر ۱۲ ای علی المصدر ۱۲

لا یضمر فیہ ۵۳ و لا یلزم ذکر الفاعل ۵۴ و یجوز اضافتہ الی

معمولہ ۱۲ ای فی المصدر ۱۲ فاعل المصدر ۱۲ المصدر ۱۲

الفاعل و قد یضاف الی المفعول و اعمالہ ۵۵ باللام قلیل

متلبسا ۱۲

فان کان ۵۶ مطلقا فالعمل للفعل و ان کان ۵۷ بدلا منہ

ای المصدر ۱۲ مفعولا مطلقا ۱۲ ای الفعل ۱۲

فوجھان اسم الفاعل ۵۸ ما اشتق من فعل لمن قام بہ

مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

بمعنی الحدوث و صیغتہ من الثلاثی المجرد علی فاعل

و من غیرہ علی صیغۃ المضارع بمیم مضمومۃ

و کسر ما قبل الآخر کمدخل و مستغفر

۵۶ قولہ فان کان مطلقا الخ۔ یعنی جب مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل صرف فعل کے ہی لئے ہوگا اس لئے کہ مصدر بتقدیر فعل یا اَن کے عمل کرتا ہے ۔ اور تقدیر مفعول مطلق کی فعل یا اَن کیساتھ صحیح نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ معنی ضربت ضربا کے ضربت اَن ضربت کے نہیں ہو سکتے ۵۷ قولہ و ان کان بدلا منہ الخ یعنی اگر فعل محذوف ہو اور مفعول مطلق اس کا قائم مقام ہو تو اس وقت دو وجہ جائز ہیں ایک یہ کہ فعل کو عمل دیں اس لئے کہ وہ اصل ہے دوسرے یہ کہ مفعول مطلق کو عمل دیں اس لئے کہ وہ قائم مقام فعل کا ہے۔ پھر مفعول مطلق کے عمل دینے کی بھی ۴۶

سے ہیم مضموم ہوتا ہے اور ما قبل آخر کو کسرہ دیا جاتا ہے جیسے مدخل اور مستغفر ۱۲

ویعمل[۵۱] عمل فعله بشرط معنى الحال او الاستقبال و

اى حال كونه متلبسا بشرط الخ

الاعتماد[۵۲] على صاحبه او الهمزة[۵۳] او ما فان كان[۵۴] للماضى

وجبت الاضافة معنًى خلافا للكسائى فان كان[۵۵]

له معمول آخر فبفعل مقدر نحو زيد معطى عمرو درهما

اى نحو متلبس بتقدير فعل مقدر دل عليه اسم الفاعل ۱۲

امس فان دخلت[۵۶] اللام استوى الجميع وما[۵۷] وضع

اى على اسم الفاعل ۱۲ — اى الماضى والحال والاستقبال ۱۲

منه للمبالغة كضراب وضروب ومضراب و

مبتدا ۱۲

عليم وحذر مثله والمثنى[۵۸] والمجموع مثله

خبر ۱۲

ویجوز[۵۹] حذف النون مع العمل والتعریف تخفیفا

---

[۵۱] قوله ویعمل عمل فعله الخ۔ یعنی اسم فاعل اپنے فعل کا سا عمل کرتا ہے خواہ وہ فعل لازم ہو یا متعدی لیکن شرط یہ ہے کہ اسم فاعل معنی میں حال یا استقبال کے ہو اس لئے کہ اسم فاعل فعل مضارع کے ساتھ صورةً و معنیً مشابہ ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے پس ضروری ہے کہ وہ معنی میں حال یا استقبال کے ہو تاکہ مضارع کے ساتھ مشابہت معنوی بھی متحقق ہو جائے

[۵۲] قوله والاعتماد علیه الخ۔ یہ اسم فاعل کے عمل کرنے کی دوسری شرط ہے اور مطلب یہ کہ وہ اپنے صاحب پر کہ مبتدا ریا موصوف یا موصول یا ذو الحال ہے اعتماد رکھے اس لئے کہ وہ عامل ضعیف ہے پس اعتماد کو چاہتا ہے [۵۳] قوله او الهمزة او ما الخ۔ یعنی اسم فاعل اپنے صاحب پر اعتماد رکھے یا ہمزہ استفہام اور ما نافیہ پر جیسا کہ قسم ثانی مبتدا میں گذرا ہے جیسے اقائم زید [۵۴] قوله فان کان للماضی الخ۔ یعنی اگر اسم فاعل معنی میں ماضی کے ہو تو اضافت معنوی واجب ہوگی اور وہ عمل نہیں کرے گا اس لئے کہ اس کے عمل کرنے کی شرط یعنی معنی میں حال یا استقبال کے ہونا مفقود ہے۔ بخلاف کسائی کے کہ اس کے نزدیک صورت مذکورہ میں بھی اضافت معنوی واجب نہیں بلکہ اسم فاعل خواہ معنی میں ماضی کے ہو یا مضارع کے ہر صورت میں عمل کرے گا۔ اور اگر اضافت کریں تو اضافت لفظی ہوگی [۵۵] قوله فان کان له معمول آخر الخ۔ یعنی جب اسم فاعل بمعنی ماضی کا مضاف الیہ کے سوا کوئی دوسرا معمول ہو تو اس معمول کا نصب فعل مقدر سے ہوگا نہ کہ اسم فاعل سے جیسے زید معطی عمرو درہما امس ای اعطی درہما اور یہ مذہب جمہور کا ہے [۵۶] قوله فان دخلت اللام الخ۔ یعنی اگر اسم فاعل پر الف و لام داخل ہو تو اس وقت ہر حال میں عمل کرے گا خواہ معنی میں مضارع کے ہو یا ماضی کے اس لئے کہ الف و لام موصول ہے اور اس کے لئے صلہ اس کے ما بعد میں لازم ہے۔ اور صلہ جملہ ہوتا ہے پس گویا کہ وہ اسم فاعل خود فعل ہے لہذا ہر معنی میں عمل کرے گا جیسے مررت بالضارب ابوہ زید امس [۵۷] قوله وما وضع منه الخ۔ یعنی ہر وہ اسم جو اسم فاعل سے مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے ضراب اور ضروب وغیرہ عمل اور شروط عمل میں اسم فاعل کی طرح ہے [۵۸] قوله المثنی والمجموع الخ۔ یعنی اسم فاعل اور مبالغہ کا تثنیہ اور جمع اشتراط اور عمل میں مثل اسم فاعل مفرد کی ہے [۵۹] قوله ویجوز حذف النون الخ۔ یعنی اسم فاعل کے نون کا حذف کرنا جائز ہے جب کہ یہ دو شرطیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ عامل ہو دوسرے یہ کہ معرفہ ہو اور یہ حذف تخفیف اور تقلیل الطویل کے لئے ہے جیسے المقیمی الصلوة اس قرارت پر کہ صلوة کو منصوب پڑھا جائے اور جب اضافت کریں تو حذف نون کا واجب ہوگا۔ ۱۲

اسم المفعول[1] ما اشتق من فعلٍ لمن وقع عليه
اسم ۱۲

وصيغته من الثلاثی علی مفعول ومن غیره علی
ای اسم المفعول ۱۲ غالبا المضروب والمنصوب ۱۲ ای غیر الثلاثی ۱۲

صیغة الفاعل بفتح ما قبل الآخر کمستخرج وامره[2]
اسم المفعول ۱۲

فی العمل والاشتراط کامر الفاعل مثل زید معطی

غلامه درهما الصفة المشبهة[3] ما اشتق من
مفعول ما لم یسم فاعله ۱۲ ای اسم الفاعل ۱۲

فعلٍ لازمٍ لمن قام به علی معنی الثبوت وصیغتها[4]
ای الصفة المشبهة ۱۲

مخالفة لصیغة الفاعل علی حسب السماع

کحسن وصعب وشدید وتعمل عمل فعلها[5] مطلقا

---

[1] قولہ اسم المفعول ما اشتق الخ۔ اسم مفعول وہ اسم ہے کہ جو مصدر سے اس ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس پر فعل کا وقوع ہوتا ہے اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اس کا صیغہ اس باب کے اسم فاعل کے وزن پر ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ اسم مفعول میں ما قبل آخر کو فتحہ ہوتا ہے [2] قولہ وامرہ فی العمل والاشتراط الخ۔ یعنی عمل نصب اور اشتراط عمل میں اسم مفعول کا حال اسم فاعل جیسا ہے پس اسم مفعول کے عمل کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ معنی میں حال یا استقبال کے ہو اور امور مذکورہ میں سے کسی ایک پر اعتماد کئے ہوئے ہو اور جب اسم مفعول معرف باللام ہو تو بمعنی ماضی ہو کر بھی عمل کرے گا جیسے زید معطی غلامہ درہما [3] قولہ الصفة المشبهة الخ۔ یعنی صفت مشبہ وہ اسم ہے کہ جو فعل لازم یعنی مصدر لازم سے اس ذات کے لئے مشتق کیا گیا ہو کہ جس کے ساتھ وہ فعل بطور ثبوت قائم ہے پس قولہ علی معنی الثبوت قام کے متعلق ہے اور اس قید سے اسم فاعل خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں معنی حدث کے ہیں کما مر [4] قولہ وصیغتها مخالفة الخ یعنی صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل کے صیغہ کے مخالف ہے تا آنکہ اوزان صفت مشبہ کے سماعی ہیں جیسے حسن اور صعب اور شدید کہ امثلہ مذکورہ میں سے ایک بھی اسم فاعل کا صیغہ نہیں۔ بہر حال صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق ہے اور یہ فرق تین طرح پر ہے ایک یہ کہ صفت مشبہ میں صفت ثبوتی یعنی دائمی ہوتی ہے۔ اور اسم فاعل میں حدوثی یعنی عارضی۔ دوسرے یہ کہ صفت مشبہ کے صیغہ اسم فاعل کے صیغہ کی مخالف ہیں۔ تیسرے یہ کہ صفت مشبہ کے صیغے سماعی ہیں اور اسم فاعل کے قیاسی [5] قولہ وتعمل عمل فعلها الخ یعنی صفت مشبہ اپنے فعل لازم کا سا عمل کرتا ہے بغیر شرط زمانہ حال یا استقبال کے۔ اس لئے کہ اس میں ثبوت کے معنی ہیں حدوث کے نہیں کہ کسی زمانہ کا اعتبار کیا جائے ۱۲

۱ قولہ وتقسیم مسائلها الخ۔ یعنی تقسیم اقسام صفت مشبہہ کی یہ ہے کہ صفت مشبہہ یا تو معرف باللام ہوگا یا مجرد عن اللام اور ہر تقدیر پر معمول اُس کا مضاف ہوگا یا معرف باللام یا دونوں سے مجرد کہ نہ مضاف ہو اور نہ معرف باللام پس تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ صورتیں برآمد ہوتی ہیں ۲ قولہ والمعمول فی کل واحد الخ۔ یعنی پھر دیکھنا چاہئے کہ اقسام ستہ میں سے صفت مشبہہ کا معمول کس قسم کا ہے مرفوع۔ یا منصوب۔ یا مجرور پس اس وقت ان تین کو چھ میں ضرب دینے سے کل اٹھارہ صورتیں ہوئیں ۳ قولہ فالرفع الخ۔ یعنی صفت مشبہ کے معمول میں رفع فاعل ہونے کی بناء پر ہوگا اور اس کا نصب جب وہ معمول معرفہ ہو مفعول کی ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہوگا نہ کہ مفعولیت کی بنا پر اس لئے کہ فعل لازم مفعول کو نہیں چاہتا اور نکرہ ہو تو نصب بنا بر تمیز ہونے کے ہوگا جیسے الحسن وجہًا۔ باقی رہا اس کے معمول کا جر سو وہ بنا بر اضافت کے ہوگا جیسے حسن الوجہ ۴ قولہ وتفصیلها۔ یعنی مفصل اقسام صفت مشبہہ کے ضمن میں امثلہ جزئیہ کے یہ ہیں۔ ۵ قولہ حسنٌ وجہہ الخ۔ یعنی حسن وجہہ میں تین وجوہ ہیں (۱) صفت کی تنوین اور وجہہ کا بنا بر فاعلیت کے رفع (۲) وجہہ کا نصب بنا بر تشبیہ بمفعول کے (۳) تنوین صفت کا حذف اور بنا بر اضافت کے وجہ کا جر ۶ قولہ وکذلک حسن الوجہ الخ۔ یعنی اسی طرح حسن الوجہ اور حسنٌ وجہ میں میں تین تین وجوہ ہیں۔ جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے۔

وتقسیمُ[۱] مسائلِها ان تکون الصّفة (الصفة المشبهة ۱۲) باللام او مجردةً (عن اللام ۱۲) و

معمُولها مضافًا او باللام او مجردًا عنهما فهٰذه (ای الاقسام ۱۲) ستّةٌ (ای الصفة المشبهة ۱۲)

والمعمُول[۲] فی کلِّ واحدٍ منها (ای من الاقسام المذکورة ۱۲) مرفوعٌ ومنصوبٌ ومجرورٌ

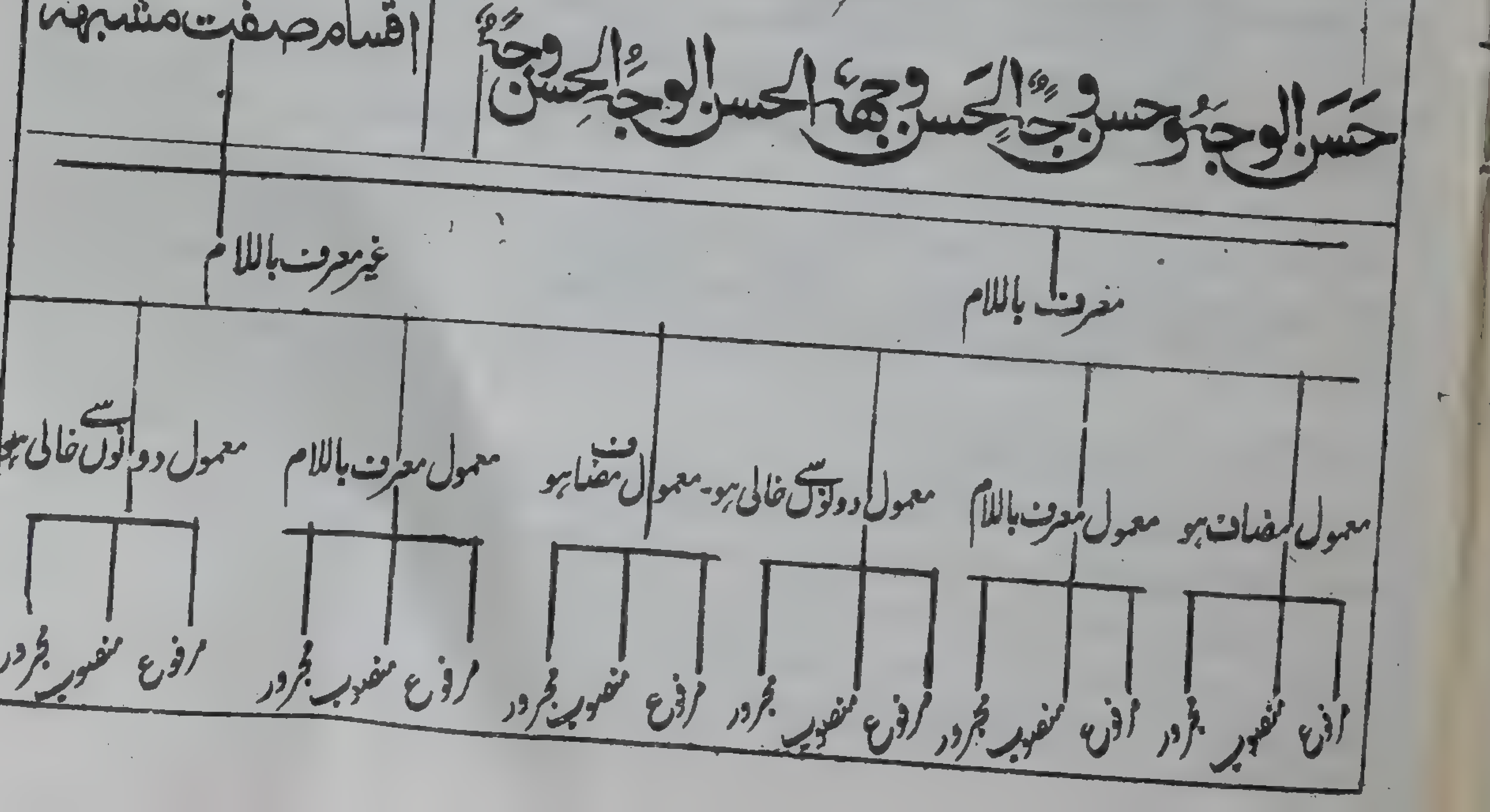
فصارت ثمانیة عشر فالرفع[۳] علی الفاعلیة والنصب (ای نصب المعمول ۱۲) علی

التشبیه بالمفعول فی المعرفة وعلی التمییز فی النکرة

والجرّ علی الاضافة وتفصیلها[۴] حسنٌ[۵] وجهُهٗ (مبتداء خبره قوله حسن وجهه الخ بتاویل هذا الخبر ۱۲) ثلثة وکذلکَ[۶]

حسنُ الوجهِ وحسنُ وجهٍ الحسنُ وجهُهٗ الحسنُ الوجهِ الحسنُ وجهٌ

اقسام صفت مشبہہ



۵ - اضافت معرفہ کی نکرہ کی طرف ہے لہذا جائز نہ ہوگی اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ اضافت نکرہ کی معرفہ کی طرف ہو نہ یہ کہ اضافت معرفہ کی نکرہ کی طرف ہو ٥٢ قولہ واختلف فی حسن وجہہ الخ - یعنی جب کہ صفت معرف باللام اپنے اس معمول کی طرف مضاف ہو جو کہ ضمیر موصوف کی طرف مضاف ہے تو اس صورت میں اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ترکیب حسن صحیح ہے اس لئے کہ اضافت سے اس میں تخفیف پائی گئی ہے تنوین محذوف ہو گئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ صورت قبیح ہے اس لئے کہ اصل تخفیف میں یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے ہو - اور یہاں مضاف الیہ میں تخفیف نہیں ہوئی اس لئے اس سے ضمیر محذوف نہیں ہوئی ٥٣ قولہ والبواقی ماکان فیہ الخ - یعنی اٹھارہ قسموں میں سے پندرہ قسمیں جو باقی رہ گئی ہیں ان میں سے ہر وہ قسم کہ جس میں صرف ایک ضمیر ہے احسن ہے - اس لئے کہ اس میں ضمیر بقدر حاجت ہے - اور ہر وہ قسم کہ جس میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہے اس لئے کہ وہ زائد از حاجت ضمیر پر مشتمل ہے اگرچہ مقصود کے لئے وافی ہے ٥٤ قولہ ومالاضمیر فیہ الخ - یعنی ہر وہ قسم کہ جس میں کوئی ضمیر نہیں ہے قبیح ہے اس لئے کہ ضمیر نہ ہونے کی وجہ سے مقصود فوت ہو جائے گا - اور موصوف کا صفت کے ساتھ ربط نہ ہوگا ٥٥ قولہ ومتی رفعت بہا الخ - اب یہاں سے مصنف رح ضمیر کے پہچاننے کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ جب صفت مشبہ کے معمول کو مرفوع پڑھا جائیگا تو اس وقت اس میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اس لئے کہ اس کا یہ معمول فاعل ہے - اور صفت اس وقت مثل فعل کے ہے - پس جس طرح فعل کو فاعل کے مثنی اور مجموع ہونے کی حالت میں تثنیہ اور جمع نہیں لاتے - اسی طرح اس صفت کو فاعل کے مثنی اور مجموع ہونے کی حالت میں مثنی اور مجموع نہیں لائیں گے ٥٦ قولہ والا ففیہا ضمیر الخ - یعنی جب صفت کے معمول کو مرفوع نہ پڑھیں تو اس وقت اس میں ضمیر موصوف ہوگی - پس موافق موصوف کے صفت کو مونث اور مذکر اور تثنیہ اور جمع لائیں گے - ٥٧ قولہ اسما الفاعل والمفعول الخ - یعنی وہ اسم فاعل جو غیر متعدی ہو یعنی فعل لازم سے مشتق ہو جیسے قائم اور وہ اسم مفعول جو غیر متعدی ہو اور مراد عدم تعدیہ اسم مفعول سے یہ ہے کہ دوسرے مفعول کو نہ چاہے - پس یہ دونوں مثل صفت کے ہیں - اٹھارہ قسموں مذکورہ بالا میں اور اس میں کہ بعض صورتیں ان کی حسن اور بعض احسن اور بعض ممتنع اور بعض

اثنان ٥١ منہا ممتنعان مثل الحسن وجہہ الحسن وجہ

واختلف ٥٢ فی حسن وجہہ والبواقی ٥٣ ماکان فیہ ضمیر

واحد منہا احسن وماکان فیہ ضمیران حسن وما

لاضمیر ٥٤ فیہ قبیح ومتی رفعت ٥٥ بہا فلاضمیر فہی کالفعل

والا ٥٦ ففیہا ضمیر الموصوف فتؤنث وتثنی وتجمع و

(ای بالصفۃ المشبہ ۱۲ — ای فی الصفۃ ۱۲ — ای الصفت ۱۲)

اسما ٥٧ الفاعل والمفعول غیر المتعدیین مثل الصفۃ فیما ذکر

٥١ قولہ اثنان منہا ممتنعان الخ - یعنی اقسام مذکورہ میں سے دو قسمیں ممتنع ہیں ایک تو الحسن وجہہ یعنی صیغہ صفت معرف باللام ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اس لئے کہ یہ بلا تخفیف کے اضافت لفظی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ حسن کی تنوین الف و لام کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے - پس ترکیب مذکور جائز نہ ہوگی - دوسرے الحسن وجہ یعنی صفت معرف باللام اپنے معمول مجرد عن اللام کی طرف مضاف ہو اور وجہ اس ترکیب کے ممتنع ہونے کی یہ ہے کہ ہر چند اس اضافت نے ضمیر کے حذف اور صفت میں اس کے مستتر ہونے کا فائدہ دیا - مگر چونکہ اس میں ص

[illegible]

اسْمُ التَّفْضِيْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوْفٍ

بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ وَهُوَ افْعَلُ وَشَرْطُهٗ اَنْ يُبْنٰى مِنْ

ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيُمْكِنَ مِنْهُ وَلَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ لِاَنَّ مِنْهُمَا (ای اصل الالوان والعیوب)

(احتراز عن احمر واسمر ۱۲) (احتراز عن نحو اعمی واعور ۱۲)

اَفْعَلُ لِغَيْرِهٖ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ قُصِدَ غَيْرُهٗ

(ای لغیر اسم التفضیل ۱۲)

تُوُصِّلَ اِلَيْهِ بِاَشَدَّ مِثْلُ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ اسْتِخْرَاجًا وَّ

بَيَاضًا وَّعَمًى وَقِيَاسُهٗ لِلْفَاعِلِ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ

(مثال اللون ۱۲) (مثال العیب ۱۲)

نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَلْوَمُ وَاَشْغَلُ وَاَشْهَرُ وَيُسْتَعْمَلُ عَلٰى

(معذور تر ۱۲) (ملوم تر ۱۲) (مشغول تر ۱۲) (مشہور تر ۱۲)

اَحَدِ ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ مُضَافًا اَوْ بِمِنْ اَوْ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ

---

۱ قولہ اسم التفضیل ما اشتق الخ۔ یعنی اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل لغوی یعنی مصدر سے اس لئے مشتق ہو کہ اس ذات پر دلالت کرے جس میں باعتبار کسی دوسری چیز کے معنی مصدر زیادہ تر پائے .... جاتے ہیں ۲ قولہ وہو افعل الخ۔ یعنی اس کا وزن افعل ہے جیسے افضل اور جاننا چاہیے کہ خیر و شر بھی اسم تفضیل کے صیغے ہیں اصل میں اخیر اور اشر تھے الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا ۳ قولہ وشرطہ ان یبنی الخ۔ یعنی افعل کی شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے اس لئے کہ وہ اس کے غیر سے ممکن نہیں و ہو ظاہر۔ اور ثلاثی مجرد بھی ایسا ہو کہ معنی میں لون و عیب کے نہ ہو۔ اس لئے کہ جو ثلاثی مجرد لون و عیب کے معنی میں ہوتا ہے اس سے صیغہ افعل کا غیر اسم تفضیل کے لئے آتا ہے۔ پس اگر لون و عیب سے بھی افعل کا صیغہ اسم تفضیل کے لئے بنایا جائے گا تو التباس پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی کہے کہ اسود و ابیض اسم تفضیل بروزن افعل ثلاثی مجرد سے باوجود معنی لون ہونے کے آئے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اہل بصرہ کے نزدیک تو یہ شاذ ہیں اور کوفیوں کے نزدیک یہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ دونوں اصل الوان کی ہیں ۴ قولہ مثل زید افضل الناس الخ۔ یہ مثال اس اسم تفضیل کی ہے کہ ثلاثی مجرد سے افعل کے وزن پر ہے۔ اور اس میں نہ معنی لون کے ہیں اور نہ عیب کے ۵ قولہ فان قصد غیرہ الخ۔ یعنی اگر اس ثلاثی مجرد کے غیر سے جو کہ معنی لون اور عیب سے خالی ہے اسم تفضیل بنانے کا قصد کریں تو اس وقت لفظ اشد یا اس کے ہم مثل کسی لفظ کو جو مقصود کے موافق ہو اختیار کریں گے اس کے بعد اس مصدر کو کہ جس سے اسم تفضیل کا بنانا ممتنع ہے بطور تمیز ذکر کریں گے جیسے قولہ ہو اشد منہ استخراجا یہ ثلاثی مزید کی مثال ہے اور قولہ بیاضا یہ لون کی مثال ہے اور قولہ عمی یہ عیب کی مثال ہے ۱۲ ۶ قولہ وقیاسہ للفاعل الخ۔ یعنی قیاس اسم تفضیل کا یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہوتا ہے اس لئے کہ اگر فاعل و مفعول دونوں میں مطرد ہوگا تو التباس کثیر واقع ہوگا لہذا اشرف پر اقتصار کیا گیا اور وہ فاعل ہے جیسے احسن (زیادہ اچھا) ۷ قولہ وقد جاء للمفعول الخ۔ یعنی کبھی مفعول کی تفضیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر (معذور تر) الوم (زیادہ ملامت کیا ہوا) اشغل (زیادہ مشغول) اشہر (زیادہ مشہور) ۸ قولہ ویستعمل علی احد ثلثۃ اوجہ الخ۔ یعنی اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کے ساتھ ہوگا۔ یا تو مضاف ہو کر جیسے زید افضل الناس یا من کے ساتھ جیسے زید افضل من عمرو۔ اور یا معرف ۶

ص۔ باللام ہو کر جیسے زید الافضل ۱۲

لہ قولہ فلا یجوز زید ان الافضل من عمرو الخ۔ یعنی زید الافضل من عمرو کہنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس میں وجوہ ثلاثہ میں سے الف ولام اور من دونوں جمع ہیں اسی طرح زید افضل کہنا بھی جائز نہیں اس لئے کہ اس میں اسم تفضیل وجوہ ثلاثہ میں سے ایک کے ساتھ بھی مستعمل نہیں لیکن جب کہ مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہوتا ہو تو اس صورت میں وجوہ ثلاثہ سے بدون کسی وجہ کے استعمال کرنا بھی جائز ہے جیسے اللہ اکبر ای من کل شئ ٢ قولہ فاذا اضیف الخ۔ یعنی جبکہ اسم تفضیل مضاف ہو تو اس وقت اس کے دو معنی ہوں گے ایک معنی جو اکثر مراد ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اسم تفضیل کی موصوف کی زیادتی مضاف الیہ پر مقصود ہو لیکن شرط یہ ہے کہ مفضل مفہوم مفضل علیہ میں داخل ہو جیسے قولہ زید افضل الناس۔ پس زید مفہوم مفضل علیہ یعنی ناس میں داخل ہے جو کہ مضاف الیہ ہے ٣ قولہ فلا یجوز یوسف احسن اخوتہ الخ۔ یعنی اس معنی کی وجہ سے لہ اوپر مذکور ہوئے ترکیب یوسف احسن اخوتہ ناجائز ہے اس لئے کہ جب اخوت کی اضافت ضمیر یوسف کی طرف کی گئی تو معلوم ہوا کہ یوسف اخوت سے خارج ہے حالانکہ شرط اس معنی میں یہ تھی کہ مفضل مفہوم مفضل علیہ میں داخل ہو ٤ قولہ والثانی ان تقصد الخ۔ یعنی دوسرے معنی یہ ہیں کہ اسم تفضیل سے مطلق زیادتی کا قصد کیا جائے یعنی اول کی طرح مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو۔ پس اس صورت میں اسم تفضیل کی اضافت فقط توضیح کے لئے ہوگی نہ کہ مضاف الیہ پر تفضیل کے لئے۔ پس اس وقت ترکیب یوسف احسن اخوتہ جائز ہوگی اس لئے کہ اس میں دخول مفضل کا مفضل علیہ میں شرط نہیں ٥ قولہ ویجوز فی الاول الافراد الخ۔ یعنی معنی اول میں اسم تفضیل کا مفرد لانا بھی جائز ہے اور یہ کہ اس کو مطابق موصوف کے لائیں یہ بھی جائز ہے۔ مفرد لانا تو اس لئے جائز ہے کہ یہ اسم تفضیل مستعمل بمن کے ساتھ مفضل علیہ کے مذکور ہونے میں مشابہ ہے۔ اور مستعمل بمن میں ہمیشہ افراد واجب ہے۔ لہذا مشابہت مذکورہ کی وجہ سے مشابہ میں بھی یہ جائز رکھا ہے کہ وہ بھی مفرد ہو۔ لیکن چونکہ اس کی دوسری چیز کے ساتھ بھی مشابہت ہے لہذا اس میں افراد واجب نہیں۔ باقی اس اسم تفضیل کی موصوف کے ساتھ مطابقت سو وہ اس لئے جائز ہے کہ اسم تفضیل اور من ہو لہ حقیقت میں صفت اور موصوف ہیں اور صفت اور موصوف میں مطابقت ہوتی ہے۔

فلا يجوزُ[1] زيدٌ الافضلُ من عمرٍو ولا زيدٌ افضلُ

بجمع الوجهين ١٢ — بترك الجميع ١٢

الا ان يُعلم فاذا[2] اُضيف فلهٗ معنيان احدُهما

اي اسم التفضيل ١٢

وهو الاكثر ان تُقصَدَ به الزيادة على من اُضيفَ

اليه فيشترط ان يكون منهم مثل زيدٌ افضل

اي ممن اضيف اليه ١٢

الناسِ فلا يجوز[3] يوسفُ احسنُ اخوته لخروجه

يوسف ١٢

عنهم باضافتهم اليه والثاني[4] ان تُقصَد زيادةٌ

الاخوة ١٢ — يوسف ١٢ — اي المعنى الثاني ١٢

مطلقةٌ ويُضاف للتوضيح فيجوز يوسفُ احسنُ

اخوته ويجوز[5] في الاول الافراد والمطابقة لمن هو له

۴- بلکہ احسن کو رفع بنابر خبریت دیں اور کحل کو مبتدا مؤخر ہونے کی حیثیت سے رفع دیں اور جملہ کو رجل کی صفت کہیں تو اس وقت

۵۱ قولہ واما الثانی والمعرف باللام الخ- یعنی اسم تفضیل مضاف کے معنی ثانی میں اور اسم تفضیل معرف باللام میں تطابق ضروری ہے اس لئے کہ اسم تفضیل اور من ہولہ موصوف اور صفت ہیں اور تطابق کے لئے کوئی مانع نہیں ۵۲ قولہ والذی بمن مفرد الخ- یعنی وہ اسم تفضیل کہ مستعمل بمن ہو ہمیشہ مفرد مذکر ہوتا ہے- اس لئے کہ علامت تانیث کی یا علامت جمع کی مثلاً جب اس پر داخل ہو تو دو صورتیں ہیں یا قبل از من داخل ہوں گی یا بعد از من- قبل از من داخل ہونا جائز نہیں- اس لئے کہ من شدت اتصال کیوجہ سے مثل جزء کلمہ کے ہے- پس اس وقت علامت تانیث یا جمع کا وسط کلمہ میں داخل ہونا لازم آئیگا اور وہ محال ہے اور اگر علامت تانیث و جمع بعد از من داخل ہوں تو یہ بھی جائز نہیں اس لئے کہ من حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے- پس اس وقت ایک کلمہ کی علامت کا ادخال دوسری کلمہ پر لازم آتا ہے اور قباحت اس کی اظہر من الشمس ہے ۵۳ قولہ ولا یعمل فی مظہر الخ- یعنی اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرے گا اس لئے کہ وہ فعل کے ساتھ من وجہ مشابہت رکھتا ہے اور من وجہ اس کے مغائر ہے- مشابہت معنی حدثی میں اور مغائرت معنی تفضیل میں ہے- پس ثابت ہوا کہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور اسم ظاہر معمول قوی ہے- لہذا وہ بوجہ اپنے ضعف کے اس میں عمل نہیں کرے گا بخلاف مضمر کے کہ وہ بھی ضعیف ہے لہذا اسم تفضیل اس میں عمل کرے گا- لیکن باینہمہ اسم تفضیل کبھی اسم ظاہر میں بھی عمل کرتا ہے مگر شروط متعددہ کے ساتھ جیساکہ مصنف رح فرماتے ہیں ۵۴ قولہ الا اذا کان صفۃ الخ- یعنی اسم ظاہر میں اسم تفضیل کے عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اسم تفضیل لفظاً وصورۃً کسی چیز کی صفت ہو- باایں طور کہ اس کی نعت ہو یا خبر یا حال- اور حقیقت میں صفت اس کی متعلق کی ہو جیساکہ مثال ما رأیت رجلا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید میں کہ احسن باعتبار ظاہر کے رجل کی صفت ہے اور حقیقت میں کحل کی صفت ہے جو کہ متعلق رجل ہے اور یہ شرط اس لئے ہے کہ اسم تفضیل کا کوئی صاحب پایا جائے کہ جس پر اعتماد کر کے وہ عمل کرے- اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ متعلق ایک اعتبار سے مفضل اور دوسرے اعتبار سے مفضل علیہ ہو جیساکہ مثال مذکور میں باعتبار عین رجل کے مفضل اور باعتبار عین زید کے مفضل علیہ ہے اور یہ شرط اس لئے ہے کہ اس کو اس اسم تفضیل سے کہ مظہر میں عمل نہیں کرتا مغائرت ہو جائے اس لئے کہ وہ اپنے نفس پر مفضل نہیں ہوتا- اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم تفضیل تحت نفی میں ہو- اور یہ شرط اس لئے ہے کہ جب کلام منفی مقید باقید

۱۳۷

وَاَمَّا الثَّانِیْ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ فَلَابُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَةِ [51] وَالَّذِیْ

ای اسم التفضیل المضاف المقصود به زیادۃ مطلقة ۱۲

[52] بِمِنْ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ لَاغَيْرُ وَلَا يَعْمَلُ [53] فِیْ مَظْهَرٍ اِلَّا اِذَا [54]

كَانَ صِفَةً لِشَیْءٍ وَهُوَ فِی الْمَعْنٰى لِمُسَبَّبٍ مُفَضَّلٍ

ای مفضل علی نفسه ۱۲

بِاعْتِبَارِ الْاَوَّلِ عَلٰى نَفْسِهٖ بِاعْتِبَارِ غَيْرِهٖ مَنْفِيًّا مِثْلُ

مَا رَأَيْتُ [55] رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَيْنِ

موصوف ۱۲ صفت ۱۲ فاعل احسن ۱۲ ای من الکحل حال کونه فی عین زید ۱۲

زَيْدٍ لِاَنَّهٗ بِمَعْنٰى حَسُنَ مَعَ اَنَّهُمْ لَوْ رَفَعُوْا لَفَصَلُوْا

النحاۃ

بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَعْمُوْلِهٖ بِاَجْنَبِیٍّ وَهُوَ الْكُحْلُ

وهو منه ۱۲ — اسم التفضیل

۴- ہوگا تو نفی حقیقت میں قید کی طرف راجع ہوگی نہ کہ مقید کی طرف چنانچہ مثال ما رأیت رجلا احسن میں قید تفضیل منفی ہوگی اور احسن بمعنی حسن ہو جائیگا پس یہ اسم تفضیل معنی میں فعل کے ہو کر عمل کرے گا ۵۵ قولہ مثل ما رأیت رجلا الخ- یعنی مثال مذکور میں ۴۴

۴۴ اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے دو وجہ سے- ایک وجہ تو یہی

احسن افعل التفضیل اور اس کے معمول یعنی منہ کے درمیان کحل فاصل ہو جائیگا اور وہ اجنبی ہے اور اجنبی کا فاصل ہونا جائز نہیں لیکن جب احسن کو نصب دیں اور کحل کو رفع دیں تو چونکہ کحل اس صورت میں احسن کا فاعل

م- اس لئے کہ وہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای قلت مارأیت کعین زید احسن فیہا الکحل قولا مماثلا قول الشاعر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قولہ مثل حال ہو ای قلت مارأیت کعین زید مماثلا قول الشاعر۔ اور مطلب یہ کہ مارأیت کعین زید احسن فیہا الکحل مثل اس قول شاعر کی ہے اس لئے کہ شاعر نے اس جگہ مفضل علیہ کو مقدم کیا ہے۔ اور اس طرح پر کہا ہے لا اری کوادی السباع الخ- اور یہ اصل میں لا اری وادیا اقل بہ رکب منہم فی وادی السباع تھا۔ اس میں وادی السباع کو اسم تفضیل اقل بہ رکب پر مقدم کر دیا۔ اور دوبارہ اس کے ذکر کرنے سے مستغنی ہو گئے۔ پھر قولہ لا اری یا تو رویۃ بصر سے ہے اور یا رویۃ قلب سے۔ بر تقدیر اوّل وادیًا اس کا مفعول اور کوادی السباع وادیًا سے حال مقدم ہوگا۔ اور بر تقدیر ثانی وادیًا مفعول اوّل اور کوادی السباع مفعول ثانی ہوگا۔ اور دونوں تقدیروں پر حین یظلم تشبیہ کا ظرف ہوگا جو کہ کاف تشبیہ سے مستفاد ہوتی ہے اور واؤ ولا اری میں اعتراضیہ ہے یا حالیہ اور اقل وادیًا کی صفت ہے اور لفظ بہ اقل کے متعلق ہے۔ اور ضمیر مجرور اس میں وادی کی طرف عائد ہے۔ اور رکبٌ اقل کا فاعل ہے اور جملہ اتوہ رکبٌ کی صفت ہے اور تایۃ اس نسبت سے تمیز ہے جو کہ اقل کی رکب کی طرف ہے۔ یا وہ بنا بر مصدریت منصوب ہے ای اتیان تایۃ اور اخوف کا عطف اقل پر ہے اور وہ اس جگہ معنی میں مفعول یعنی مخوف کے ہے اور ضمیر وادی کی طرف مسند ہے اور معنی یہ ہیں کہ وادیًا اقل بہ رکب منہم کوادی السباع واخوف منہ اور ما وقی اللہ میں ما مصدریہ ہے اور ساریًا موصوف محذوف کی صفت ای رکبًا ساریًا ہو کر وقی کا مفعول ہے اور مستثنیٰ مفرغ ہے ای وادیًا اقل واخوف فی کل وقت الا فی وقت وقایۃ اللہ ساریًا۔ اور معنی دونوں بیت کے یہ ہیں کہ میں اس وادی پر گذرا جو کثرت درندوں کے باعث وادی سباع کے نام سے مشہور ہے در آں حالیکہ میں وادی سباع کے مانند بوقت تاریکی کے کسی وادی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ اس میں سواروں کا توقف وادی سباع سے کمتر ہو۔ اور وہ ہر وقت وادی سباع سے زیادہ خوفناک ہو۔ مگر اس وقت مہ

وَلَكَ[۱] اَنْ تَقُوْلَ اَحْسَنَ فِىْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَيْنِ

فی ہذہ المسئلۃ ۱۲

زَيْدٍ فَاِنْ قَدَّمْتَ[۲] ذِكْرَ الْعَيْنِ قُلْتَ مَارَاَيْتُ كَعَيْنِ

علی اسم التفضیل ۱۲

زَيْدٍ اَحْسَنَ فِيْهَا الْكُحْلُ مِثْلَ وَلَا اَرٰى فِىْ قِطْعَةٍ

فاعل احسن ۱۲

مَرَرْتُ[۳] عَلٰى وَادِى السِّبَاعِ وَلَا اَرٰى + كَوَادِى السِّبَاعِ

حِيْنَ يَظْلِمُ وَادِيًا + اَقَلَّ بِهِ رَكْبٌ اَتَوْهُ تَائِيَّةً

وَاَخْوَفَ اِلَّا مَا وَقَى اللّٰهُ سَارِيًا +

عطف علی اقل ۱۲

[۱] قولہ ولک ان تقول الخ- یعنی اس عبارت میں اختصار کے لئے احسن فی عینہ الکحل من عین زید کہنا بھی جائز ہے۔ پس من عین زید کو قائم مقام منہ فی عین زید کے کر سکتے ہیں [۲] قولہ فان قدمت ذکر العین الخ- یعنی زیادت اختصار کے لئے ذکر عین کو مقدم کر کے مارأیت کعین زید احسن فیہا الکحل بھی کہہ سکتے ہیں اور اس وقت معنی میں کوئی فرق نہ ہوگا- بلکہ معنی وہی ہوں گے کہ میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوبصورت سرمگیں آنکھ نہیں دیکھی ۱۲ [۳] قولہ مثل مررت علی وادی السباع الخ- اس جگہ لفظ مثل منصوب ہے م

مہ- جب کہ حق تعالیٰ نے رات کے چلنے والے سواروں کو آفات سے محفوظ رکھے ۱۲

خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔ شاملہ اور غیر شاملہ۔ خاصہ شاملہ وہ ہے کہ جو مختص بہ کے تمام افراد میں پایا جائے
جیسے کاتب بالقوہ کہ انسان کے تمام افراد کو شامل ہے۔ اور خاصہ غیر شاملہ اس کے خلاف ہے کہ مختص بہ
کے تمام افراد میں نہیں پایا جاتا جیسے کاتب بالفعل کہ انسان کے تمام افراد کو شامل نہیں۔ پھر خواص
جمع کثرت کا وزن ہے اور اس پر مِن متصلہ داخل ہے جس سے اس امر کی طرف اشارہ
ہے کہ فعل کے خاصے بکثرت ہیں مگر یہاں بعض خواص ذکر کئے جائیں گے ۳؎ قولہ

الفعلُ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِہٖ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَۃِ
ای کلمۃ ۱۲ ولست ۱۲ کائن ۱۲

الثّلٰثَۃِ وَمِنْ خَوَاصِّہٖ دُخُوْلُ قَدْ وَالسِّیْنِ وَسَوْفَ
ای من خواص الفعل ۱۲

وَالْجَوَازِمِ وَلُحُوْقُ تَاءِ التَّانِیْثِ سَاکِنَۃً وَنَحْوُ تَاءِ فَعَلْتَ
لحوق ۱۲

۱؎ قولہ الفعل ما دلّ الخ۔ فعل کی تعریف میں لفظ مَا سے مراد کلمہ ہے اس لئے
کہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہوتا ہے اور ضمیر مجرور فی نفسہ
میں بھی مَا کی طرف لوٹتی ہے۔ اور مطلب یہ کہ فعل وہ کلمہ ہے کہ جو ان معنی پر
دلالت کرے کہ ذات کلمہ میں پائے جاتے ہیں اور تینوں زمانوں میں سے کسی
ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہو۔ اس تعریف میں فی نفسہٖ کی قید سے حرف
خارج ہو گیا اور غیر مقترن کی قید سے اسم۔ پس یہ دونوں قیدیں مَا بہ
الامتیاز یعنی فصل کے درجہ میں ہیں اور قولہ مادلّ جنس ہے۔ اور یاد رکھو کہ قولہ
مقترن باحد الازمنۃ الثلاثۃ میں اقتران بالزمان سے مراد اقتران وضعی ہے تاکہ
تعریف فعل میں افعال منسلخہ عن الزمان عسٰی وکاد وغیرہ داخل ہو جائیں۔ اس لئے
کہ ان افعال کی اصل وضع میں زمانہ ہے اور اسماء افعال رُوَیْدَ بَلْہَ وغیرہ خارج
ہو جائیں اس لئے کہ ان میں بحسب الوضع زمانہ نہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ
فعل کی یہ تعریف فعل مضارع پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ فعل مضارع
میں حال یا استقبال دو زمانے ہوتے ہیں جواب یہ ہے کہ مضارع میں دونوں زمانے
ایک ساتھ نہیں پائے جاتے بلکہ علی سبیل البدلیۃ تعدد وضع سے پیدا ہوتے ہیں۔
نیز فعل مضارع میں جب دو زمانے پائے جاتے ہیں تو ان کے ضمن میں ایک زمانہ
بھی پایا جاتا ہے لہٰذا فعل کی تعریف مذکور فعل مضارع پر بھی صادق آئے گی اور
اشکال وارد نہ ہوگا ۲؎ قولہ ومن خواصّہ الخ۔ خواص جمع خاصہ کی ہے اور
خاصہ وہ ہے کہ جو شئی کے ساتھ مختص ہو اور اس کے غیر میں نہ پایا جائے

دخول قد الخ۔ یعنی
خواص فعل میں سے قد
کا داخل ہونا ہے اس
لئے کہ قد تحقیق فعل کے
لئے مستعمل ہوتا ہے
اور ماضی میں تحقیق کے
ساتھ تقریب کا فائدہ
دیتا ہے یعنی ماضی کو
حال کے قریب کر دیتا
ہے جیسے قد نصر (تحقیق
مدد کی اس ایک مرد
نے) اور مضارع میں
تقلیل کے لئے آتا ہے
اور یہ ایسے معنی ہیں کہ
فعل کے سوا کسی میں
متصور نہیں ہو سکتے اسی
طرح سین اور سوف
کا داخل ہونا بھی فعل
کا خاصہ ہے اسواسطے
کہ سین استقبال
قریب اور سوف استقبال
بعید کے لئے آتا ہے
اور ظاہر ہے کہ استقبال
فعل میں ہوتا ہے ۴؎
قولہ والجوازم الخ یعنی
جوازم کا دخول بھی افعل
کے ساتھ مختص ہے اس
لئے کہ جوازم کی وضع یا تو
نفی فعل کے لئے ہے جیسے
لم ولما۔ یا طلب فعل کے
لئے ہے جیسے لام امر یا
نہی فعل کے لئے جیسے لائے
نہی۔ یا کسی شئی کو فعل پر
معلق کرنے کے لئے جیسے ادوات شرط اور یہ ایسے معنی ہیں کہ ان میں سے ایک بھی غیر فعل میں متحقق نہیں ہو سکتے
۵؎ قولہ ولحوق تاء التانیث الخ۔ یعنی فعل کے خواص میں سے لاحق ہونا تاء تانیث ساکنہ کا اور مثل تاء فعلت
ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ تاء تانیث ساکنہ تانیث فاعل پر دلالت کرتی ہے اور گو فاعل صفات میں بھی ہوتا ہے مگر
چونکہ ان میں تاء تانیث متحرکہ لاحق ہوتی ہے لہٰذا صفات میں تانیث ساکنہ سے مستغنی ہو گئے پس ثابت
ہوا کہ تاء تانیث ساکنہ فعل کے سوا دوسری جگہ نہیں پائی جائے گی۔ باقی رہی تاء فعلت سو اس سے مراد ضمیر مرفوع

۵- قبلیت زمانیہ ہوگی اور اُن کے لئے علیحدہ علیحدہ دو زمانے ماننے پڑیں گے۔ پھر وہ بھی دو زمانے ہیں ان کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ دو زمانے ماننے پڑیں گے وہلم جرًا۔ پس زمانے کیلئے زمانہ ہوکر تسلسل لازم آتا ہے اور وہ محال ہے اور مستلزم امر محال کا خود محال ہے لہذا تعریف مذکور ناجائز ہوگئی۔ جواب یہ ہے کہ قولہ علی زمان قبل زمانک میں جو دو زمانے سمجھے جاتے ہیں (گذشتہ اور حال) یہ اجزاء زمان ہیں اور اجزاء زمان میں قبلیت ذاتیہ ہوتی ہے نہ کہ زمانی اس لئے کہ قبلیت زمانیہ زمانیات میں پائی جاتی ہے نہ کہ اجزاء زمان میں اور قبلیت ذاتیہ وہ ہے کہ مقدم اور مؤخر دونوں ایک زمانے میں پائے جائیں اور مقدم مؤخر کے لئے علت تامہ ہو جیسے حرکت ید اور حرکت قلم کہ دونوں ایک زمانہ میں پائے جاتے ہیں اور حرکت ید حرکت قلم کے لئے علت تامہ ہے پس اب محذور مذکور لازم نہ آئیگا فتامل ۔

الماضی[1] مادَلَّ علی زمانٍ قبلَ زمانک مبنیٌّ[2] علی
الفتحِ مع غیرِ الضمیرِ المرفوعِ المتحرکِ والواوِ والمضارعُ[3]
ما اشبہَ الاسمَ باحدِ حروفِ نَاَیْتُ لوقوعہ
مشترکًا وتخصیصہ بالسین او سوف

(ای فعل ۱۲ — قبلیۃ ذاتیۃ ۱۲ — ای ہو ۱۲ — ای فعل ۱۲ — لفظا ۱۲)

[1] قولہ الماضی مادلّ الخ۔ لفظ ما سے مراد فعل ہے۔ اس لئے کہ وہ مقسم ہے اور مقسم اپنے اقسام میں معتبر ہوتا ہے جیساکہ اوپر گذرا۔ اور یاد رکھو کہ تعریف مذکور میں قولہ ما جنس ہے ہر فعل کو شامل ہے اور قولہ دل علی زمان الخ بمنزلہ فصل کے ہے اس لئے کہ اس سے ماضی کے سوا سب فعل خارج ہوگئے۔ الغرض ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانے سے پیشتر ہے یعنی اے مخاطب تو جس زمانے میں موجود ہے اس زمانے سے سابق زمانہ پر جس فعل کی دلالت ہو وہ ماضی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ تعریف ٹھیک نہیں اس لئے کہ اس میں زمانے کے لئے زمانہ ہوکر تسلسل لازم آتا ہے اور تسلسل باطل ہے اور مستلزم امر باطل کا خود باطل ہے لہذا تعریف مذکور باطل ہوئی تفصیل مقام کی یہ ہے کہ قولہ مادلّ علی زمان قبل زمانک میں قبلیت زمانیہ ہے اور وہ وہ ہے کہ مقدم اور مؤخر دونوں ایک زمانے میں نہ پائے جائیں۔ بلکہ مقدم کے لئے اور زمانہ ہو اور مؤخر کیلئے اور پس جبکہ قولہ مادل علی زمان قبل زمانک میں قبلیت زمانیہ ہو تو لازم آتا ہے کہ علی زمان میں جو زمانہ ہے اس کے لئے کوئی اور زمانہ ہو اور قبل زمانک میں جو زمانہ ہے اس کیلئے اور زمانہ ہو تاکہ دونوں علیحدہ زمانوں میں پائے جائیں پھر چونکہ وہ دو زمانے جو کہ زمان مقدم اور مؤخر کے لئے مانے گئے ہیں وہ بھی زمانی ہیں اس لئے کہ انہیں بھی

[2] قولہ مبنی الخ۔ ای ہو مبنی اور مطلب یہ ہے کہ ماضی مبنی بر فتحہ ہوتی ہے بشرطیکہ اس میں ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو فعل ماضی کے مبنی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں معانی مختلفہ مثل فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت کے عارض نہیں ہوتے پس ماضی میں بناء اصل ہے۔ اور فتحہ پر مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ماضی کے مبنی بر فتحہ ہونے کی یہ شرط کہ وہ ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ سے خالی کیوں ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ متلبس ہونیکے وقت مبنی بر سکون ہوتی ہے اس لئے کہ ضمیر فاعل بمنزلہ جزء فعل ہے پس اگر آخر فعل کو ساکن نہ کیا جائے تو اس میں جو کہ کلمہ واحدہ کے درجہ میں ہے توالی اربع حرکات لازم آئے گی اور وہ ناجائز ہے اسی طرح فعل کے ساتھ جب واؤ ہو تو مناسبت واؤ کی وجہ سے وہ مبنی علی الضم ہوگا جیسے نصروا وغیرہ

[3] قولہ والمضارع ما اشبہ الخ۔ مضارع اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ معنی میں مشابہت رکھنے والے کے مضارع کو مضارع اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اسم کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہونے اور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے گویا دونوں شبہوں نے ایک ہی ضرع (پستان) سے دودھ پیا ہے۔ مصنف رح نے مضارع کی تعریف میں معنی لغوی کی رعایت رکھی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مضارع وہ فعل ہے کہ جو حروف نائیت میں سے کسی ایک کے ساتھ متلبس ہوکر اسم کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہونے اور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے۔ پھر حروف نائیت وہی حروف ہیں جن کو صرف میں حروف اتین سے

لئے صیغہ جمع کا استعمال کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ واحد غائب معظم کے لئے فعلوا نہیں کہہ سکتے البتہ کلام مولدین میں یہ استعمال جائز ہے اور تار فوقانیہ مخاطب کے لئے ہے۔ عام ازیں کہ وہ مفرد یا تثنیٰ یا مجموع اور یا مذکر ہو یا مؤنث۔ نیز واحد مونث غائب اور تثنیہ مونث غائب کے لئے بھی آتی ہے ۵۲ قولہ والیار للغائب غیرہما الخ۔ یعنی یا غائب کے لئے ہوتی ہے بشرطیکہ وہ غائب واحد مؤنث اور تثنیہ مونث کے غیر ہو پس وہ چار صورتوں میں ہوگی یعنی واحد مذکر غائب تثنیہ مذکر غائب اور جمع مذکر غائب اور جمع مونث غائب۔ ان کے علاوہ اور کسی صیغہ میں نہ آئے گی کما ہو الظاہر الخ۔ ۵۳ قولہ وحروف المضارعۃ مضمومۃ الخ۔ یعنی حروف مضارع کے رباعی میں مضموم ہوں گے اور مراد رباعی سے وہ فعل مضارع ہے کہ جس کی ماضی میں چار حرف ہوں عام ازیں کہ وہ چاروں حرف اصلیہ ہوں یا زائدہ جیسے یکرم اور یصرف۔ اور جب مضارع رباعی نہ ہو تو علامت مضارع مفتوح ہوگی۔ اور یہاں پر مضارع کے رباعی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی ماضی چار حرفی نہ ہو بلکہ اس میں یا تو چار حرفوں سے زائد ہوں یا کم جیسے ینصر اور یستنصر ۵۴ قولہ ولا یعرب من الفعل غیرہ الخ۔ یعنی فعلوں میں سے کوئی فعل فعل مضارع کے سوا معرب نہیں ہوتا۔ اور وجہ یہ ہے کہ مضارع ایک ایسا فعل ہے کہ جس کو اسم کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے پس وہ معرب ہوگا۔ اس لئے کہ اصل اسم میں اعراب ہے۔ پس اس کا مشابہ بھی اعراب سے خالی نہ ہوگا ۵۵ قولہ اذا لم یتصل بہ الخ یہ ظرف قول مصنف ولا یعرب من الفعل غیرہ سے جو حصر مستفاد ہوتا ہے ای انما یعرب المضارع اس کے متعلق ہے اور مطلب یہ کہ فعلوں میں سے صرف فعل مضارع معرب ہوتا ہے اور وہ بھی اس وقت جبکہ اس کیساتھ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ اور نون جمع مؤنث متصل نہ ہوں اس لئے کہ نونہائے مذکورہ کے اتصال کے وقت مضارع کے معرب اور مبنی ہونے میں اختلاف ہے۔

فالهمزة للمتكلم مفردًا والنون له مع غيره والتاء
الفار للتفسير ۱۲

للمخاطب مطلقًا وللمؤنث والمؤنثين غيبةً والياء

للغائب غيرهما وحروف المضارعة مضمومةٌ في الرباعي
اي غير المؤنث والمؤنثين ۱۲ — المعلومة والمجهول في صيغ ۱۲

ومفتوحةٌ فيما سواه ولا يعرب من الفعل غيره اذا
في صيغ المعلومة فقط ۱۲ — اي غير المضارع ۱۲

لم يتصل به نون تاكيدٍ ولا نون جمع مؤنثٍ

۵۱ قولہ فالہمزۃ الخ۔ یہ حروف نائیث کا بیان ہے کہ کونسا حرف کس جگہ آتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ ہمزہ واحد متکلم کے لئے ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اور نون متکلم مع الغیر کے لئے ہے خواہ وہ غیر ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔ پس اس وقت متکلم مع الغیر تثنیہ اور جمع دونوں کو شامل ہوگا اور اس میں یہ تخصیص نہ ہوگی کہ وہ مذکر ہی ہوں یا مؤنث۔ بلکہ اگر مختلف ہوں کہ بعضے مذکر اور بعض مؤنث تو یہ صورت بھی اس میں داخل ہوگی۔ واحد متکلم کی مثال جیسے اذکر۔ اور متکلم مع الغیر کی مثال جیسے تذکر۔ اور اگر کوئی کہے کہ بعض مواضع میں واحد متکلم کے لئے بھی نون آیا ہے جیسے نحن نقص الآیۃ میں کہ باوجودیکہ باری تعالےٰ سبحانہ ایک ہے مگر صیغہ وہ لائے جو کہ متکلم مع الغیر کا ہے۔ جواب یہ ہے کہ واحد معظم کے لئے استعمال صیغہ جمع کا جائز ہے اس لئے کہ وہ بوجہ اپنی عظمت و شان کے بمنزلہ جماعت کے ہے اور بجائے واحد کے مجازاً صیغہ جمع کا استعمال کرنا جائز ہے لیکن واحد غائب اور مخاطب جب معظم ہوں تو اس موقع پر۔ ہر چند کلام قدیم میں اُن کے

۵۔ بعد مبنی نہیں ہوتا اس میں اعراب باقی رہتا ہے پس معلوم ہوا کہ معرب کے ساتھ جمہور کے نزدیک مبنی ہوتا ہے اس لئے کہ نون تاکید بوجہ شدت اتصال کے بمنزلہ جزو کلمہ کے ہے پس اگر نون تاکید سے قبل اعراب جاری کریں گے تو اعراب کا دخول وسط کلمہ پر لازم آئے گا۔ اور نون تاکید پر اعراب جاری کریں تو وہ چونکہ دوسرا کلمہ ہے لہذا دوسرے کلمہ پر اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا اور یہ بھی ناجائز ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ بوقت اتصال نون تاکید مضارع پر اعراب جاری نہ ہوگا اور یہی حال نون جمع مونث کا ہے۔ اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ فعل مضارع بعد اتصال نون تاکید اور نون جمع مونث کے معرب باقی رہے گا جیساکہ اسم تنوین کے متصل ہونیکے ۵

[51] قولہ واعرابہ رفع الخ۔ یعنی فعل مضارع کے اعراب تین ہیں رفع اور نصب اور جزم۔ اوّل الذکر دو اعراب اسم میں بھی ہوتے ہیں اور فعل میں بھی۔ لیکن جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے جیساکہ جر اسم کے لئے مختص ہے [52] قولہ فالصحیح الخ۔ یہاں سے اعراب مضارع کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ مضارع جب صحیح ہو اور ضمیر بارز مرفوع سے جو کہ تثنیہ مذکر اور تثنیہ مؤنث اور جمع مذکر اور جمع مؤنث اور واحد مؤنث مخاطب کے لئے ہوتی ہے خالی ہو تو ایسے مضارع کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے ہو ینصر اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ جیسے لن ینصر اور حالت جزم میں سکون کے ساتھ ہوگا جیسے لم ینصر۔ صحیح سے مراد یہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ پھر وہ صیغے مضارع کے جو ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہوتے ہیں اور جن میں اعراب مذکور لازم آتا ہے کل پانچ ہیں واحد مذکر غائب واحد مؤنث غائب۔ واحد مذکر حاضر۔ واحد متکلم اور متکلم مع الغیر [53] قولہ والمتصل بہ الخ۔ یعنی وہ فعل مضارع کہ جو ضمیر بارز مرفوع کے ساتھ متصل ہوتا ہے اس کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں نون کے ساتھ جیسے ہما یضربان اور حالت نصب اور جزم میں حذف نون کے ساتھ ہوتا ہے جیسے لن یضربا اور لم یضربا [54] قولہ والمعتل بالواؤ والیاء الخ۔ یعنی وہ مضارع کہ جو معتل ہے خواہ واوی ہو یا یائی اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے یدعو ویرمی اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ ہوگا جیسے لن یدعو ولن یرمی۔ اور حالت جزم میں حذف واؤ اور یاء کیساتھ ہوگا جیسے لم یدع ولم یرم [55] قولہ والمعتل بالالف الخ۔ یعنی اعراب اس مضارع کا جو کہ معتل الفی ہے یہ ہے کہ حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب میں فتحہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے اور حالت جزم میں الف محذوف ہوتا ہے جیسے ہو یرضی ولن یرضی۔ و لم یرض [56] قولہ ویرتفع اذا تجرد الخ۔ جاننا چاہیئے کہ فعل مضارع کے عامل رفع میں اختلاف ہے۔ نحاۃ کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ فعل مضارع کا عامل ناصب اور جازم سے خالی ہونا اس کے رفع کا عامل ہے اور یہی مصنف رح کا مذہب معلوم ہوتا ہے چنانچہ کہا کہ جب مضارع عامل ناصب اور جازم سے خالی ہوگا تو وہ مرفوع ہوگا جیسے یقوم زید۔ اور نحاۃ بصرہ کہتے ہیں کہ مضارع کا اسم کی جگہ میں ہونا اس کا عامل رفع کا ہے پس زید یضرب چونکہ زید ضارب کی جگہ میں ہے لہٰذا اس کو اسم کا وہ اعراب دیا گیا جو کہ اسبق اور اقوی ہے ۱۲

وَاِعْرَابُهٗ[51] رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ فَالصَّحِيْحُ[52] الْمُجَرَّدُ عَنْ

(مبتدا — المضارع ۱۲)

ضَمِيْرٍ بَارِزٍ مَرْفُوْعٍ لِلتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالْمُخَاطَبِ الْمُؤَنَّثِ

(سواء کان لمذکر او لمؤنث ۱۲)

بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالسُّكُوْنِ مِثْلُ يَضْرِبُ وَلَنْ يَضْرِبَ

(خبر ۱۲ — رفعا ۱۲ — نصبا ۱۲ — جزما ۱۲)

(فی حالة الرفع ۱۲)

وَلَمْ يَضْرِبْ وَالْمُتَّصِلُ[53] بِهٖ ذٰلِكَ بِالنُّوْنِ وَحَذْفِهَا مِثْلُ

(مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — ای حذف النون وذلک فی حالتی النصب والجزم ۱۲)

يَضْرِبَانِ وَيَضْرِبُوْنَ وَتَضْرِبِيْنَ وَالْمُعْتَلُّ[54] بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ

بِالضَّمَّةِ تَقْدِيْرًا وَالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْحَذْفِ وَالْمُعْتَلُّ[55]

(لثقل الضمة علی الواو والیاء ۱۲ — لاصالة الاعراب اللفظی و عدم المانع لخفة الفتح ۱۲)

بِالْاَلِفِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ تَقْدِيْرًا وَالْحَذْفِ وَيَرْتَفِعُ[56]

(مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — رفعا ۱۲ — نصبا ۱۲ — جزما ۱۲)

اِذَا تَجَرَّدَ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ يَقُوْمُ زَيْدٌ

داخل ہو کر تاکید نفی کے لئے آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ما کان اللہ لیعذبہم اور چونکہ یہ سب حروف جارہ ہیں اور قاعدہ ہے کہ حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا ان حروف کے بعد اَن مصدریہ مقدر ہوگا تاکہ فعل مضارع بتاویل مصدر ہو کر مدخول جر ہو سکے (۴) فار کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے جیسے زرنی فاکرمک (۵) واؤ کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے جیسے لا تاکل السمک وتشرب اللبن (۶) او کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے جیسے لالزمنک او تعطینی حقی فار اور واؤ کے بعد تو تقدیر اَن کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حروف عاطفہ ہیں اور ما قبل ان حروف کا جملہ انشائیہ اور ما بعد جملہ خبریہ ہوتا ہے پس ان دونوں کے بعد اَن مقدر کریں گے تاکہ فعل مضارع بتاویل مصدر ہو کر مصدر کا عطف مصدر پر ہو جائے پس زرنی فاکرمک کے معنی ولیکن منک زیارۃ فاکرام منی کے ہیں اور لا تاکل السمک وتشرب اللبن کے معنی لا یکن منک اکل السمک وشرب اللبن کے ہیں اور دونوں جگہ عطف مفرد کا مفرد پر ہے نہ کہ عطف جملہ کا جملہ پر ہے۔ باقی رہی او کے بعد تقدیر اَن کی وجہ سو وہ آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ ٥٣ قولہ مثل اریدان تحسن الیّ الخ۔ یہ مثال اَن ملفوظہ کی ہے اور اس میں نصب فتحہ کے ساتھ ہے ٥٤ قولہ وان تصوموا خیر لکم الخ۔ یہ مثال بھی اَن ملفوظہ کی ہے اور اس میں نصب حذف نون کے ساتھ ہے ۱۲ ٥٥ قولہ التی تقع بعد العلم الخ۔ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال کی یہ ہے کہ اَن ملفوظہ کے بعد فعل مضارع کا منصوب ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ورنہ مثلاً علمت ان سیقوم وان لا یقوم میں بھی فعل مضارع مرفوع ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ فعل مضارع اَن ناصبہ مصدریہ کے بعد منصوب ہوتا ہے نہ کہ اَن مخففہ من المثقلہ کے بعد اور یہ اَن جو اس علم کے بعد واقع ہے کہ جس میں معنی ظن کے نہیں مخففہ من مثقلہ ہے نہ کہ اَن مصدریہ اس لئے کہ اَن مخففہ تحقیق کے لئے ہوتا ہے اور اَن ناصبہ امید و طمع کے لئے۔ پس

وَيَنْتَصِبُ [٥١] بِاَنْ وَلَنْ وَاِذَنْ وَكَيْ وَبِاَنْ مُقَدَّرَةً [٥٢] بَعْدَ حَتّٰى

ای المضارع ۱۲ — المصدریۃ ۱۲ — نحو سرت حتی ادخلها ۱۲

وَلَامِ كَيْ وَلَامِ الْجُحُوْدِ وَالْفَاءِ وَالْوَاوِ وَاَوْ فَاَنْ مِثْلُ [٥٣] اُرِيْدُ

نحو سرت لادخلها ۱۲ — نحو ما کان اللہ لیعذبہم ۱۲ — زرنی فاکرمک ۱۲ — نحو لالزمنک او تعطینی حقی ۱۲

اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنْ تَصُوْمُوْا [٥٤] خَيْرٌ لَّكُمْ وَالَّتِيْ [٥٥] تَقَعُ

مثال النصب بالفتحۃ ۱۲ — مثال النصب بحذف النون ۱۲ — ان ۱۲

بَعْدَ الْعِلْمِ هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ وَلَيْسَتْ هٰذِهٖ نَحْوُ عَلِمْتُ

لا الناصبۃ ۱۲ — ای ان المصدریۃ ۱۲

اَنْ سَيَقُوْمُ وَاَنْ لَا يَقُوْمُ وَالَّتِيْ [٥٦] تَقَعُ بَعْدَ الظَّنِّ فَفِيْهَا

مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

الْوَجْهَانِ وَلَنْ [٥٧] مِثْلُ لَنْ اَبْرَحَ وَمَعْنَاهَا نَفْيُ الْمُسْتَقْبَلِ

---

٥١ قولہ وینتصب الخ۔ یہ نواصب مضارع کا بیان ہے کہ وہ اَن اور لن اور کی اور اذن سے منصوب ہوتا ہے اَن سے مراد اَن ملفوظہ ہے اس لئے کہ اَن مقدرہ کا ذکر آگے مستقل طور پر کیا گیا ہے ٥٢ قولہ وبان مقدرۃ الخ۔ یعنی جس طرح اَن ملفوظہ کے بعد فعل منصوب ہوتا ہے اسی طرح اَن مقدرہ کے بعد بھی فعل مضارع پر نصب آتا ہے ان مقدرہ کی صورتیں یہ ہیں (۱) حتیٰ کے بعد مقدر ہوتا ہے جیسے سرت حتی ادخل البلد (۲) لام کی کے بعد مقدر ہوتا ہے جیسے سرت لادخل البلد (۳) لام جحود کے بعد مقدر ہوتا ہے لام جحود وہ لام ہے جو کہ کان منفی کی خبر پر

۔ اَن مصدریہ ہے ٥٧ قولہ ولن مثل لن ابرح الخ۔ یہ لن کی مثال ہے ۱۲

علم کے مناسب مخففہ ہے نہ کہ مصدریہ اور یہی وجہ ہے کہ علمت ان سیقوم میں نحوی کہتے ہیں کہ یہ در اصل انہ سیقوم تھا اور وان لا یقوم اصل میں انہ لا یقوم تھا پس اب قاعدہ مذکورہ بالا کلیہ ہی رہا اس کی کلیت پر کچھ اثر نہیں پڑتا ٥٦ قولہ والتی تقع بعد الظن الخ۔ یعنی جو اَن کہ بعد ظن کے واقع ہوتا ہے اس میں دو وجہ جائز ہیں۔ اَن کو مخففہ من المثقلہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اَن مصدریہ بھی اس لئے کہ ظن جانب راجح کا نام ہے پس اگر اس کی رجحیت پر نظر کی جائے تو اس کے مناسب اَن مخففہ ہے جو کہ تحقیق پر دلالت کرتا ہے اور اگر معنی ظن کا خیال کریں اور یہ کہ اس میں عدم کا احتمال ہے اس وقت اس کے مناسب

عمل نہیں کرتا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اگر اذن کے عمل کرنے کی دوسری شرط یعنی فعل مضارع کا معنی میں مستقبل کے ہونا منتفی ہو جائے تو وہ نصب نہیں دیگا جیسے کوئی شخص انا اظنک کاذبا کہے اس لئے کہ اذن ناصبہ جواب اور جزاء کے لئے ہوتا ہے اور جواب وجزاء زمانہ استقبال میں ہوتی ہے نہ کہ زمانہ حال میں ۲؎ قولہ واذا وقعت بعد الواو الخ یعنی جب اذن واؤ اور فار کے بعد واقع ہو تو اس وقت اس کے مابعد میں دو وجہ جائز ہیں رفع اور نصب۔ رفع تو اس لئے کہ اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد رکھتا ہے۔ لہذا اذن کے نصب دینے کی شرط اول منتفی ہو گئی اور نصب اس لئے کہ فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر حرف عطف سے قطع نظر کرنے پر بھی چونکہ افادہ میں مستقل ہے لہذا گویا کہ وہ اپنے ماقبل پر اعتماد نہیں رکھتا پس نصب جائز ہوگا جیسے فاذن اکرمک اس شخص کے جواب میں کہیں کہ جو انا اتیتک کہے الغرض مثال مذکور میں اذن فار کے بعد واقع ہے اور اس کے مابعد یعنی اکرمک میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور جیسے قولہ تعالٰے واذن لایلبثوا خلافک الآیۃ یہ مثال اذن کے واؤ کے بعد واقع ہونے کی ہے اور اس میں بھی مابعد اذن میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں کما مر ۳؎ قولہ وکے مثل اسلمت الخ۔ اور کے ناصب مثل اسلمت کے ادخل الجنۃ کی ہے اور اس کے معنی سببیت کے ہیں یعنی کے کا ماقبل اس کے مابعد کا سبب ہوتا ہے جیساکہ مثال مذکور میں اسلام لانا دخول جنت کا سبب ہے اور یہ مذہب کوفیوں کا ہے کہ وہ کے کو جمیع استعمالات میں ناصبہ للفعل بناتی ہیں جارہ نہیں کہتے بخلاف بصریوں کے کہ وہ کے کو حرف جر کہتے ہیں اور نصب کو بتقدیر اَن مانتے ہیں۔ مصنف رح نے اس مقام میں کوفیوں کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور اس کو بنفسہا ناصبہ بتایا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اگر کے جارہ ہوتا تو اس پر لام جارہ داخل نہ ہوتا حالانکہ اس پر لام جارہ داخل ہوا ہے جیسے قولہ تعالٰے لکیلا یکون ۱۲

وَاِذَنْ[1] اِذَا لَمْ يَعْتَمِدْ مَا بَعْدَهَا عَلٰى مَا قَبْلَهَا وَكَانَ الْفِعْلُ مُسْتَقْبَلًا مِثْلُ اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذَا وَقَعَتْ[2] بَعْدَ الْوَاوِ وَالْفَاءِ فَالْوَجْهَانِ وَكَيْ[3] مِثْلُ اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعْنَاهَا[4] السَّبَبِيَّةُ

۱؎ قولہ واذن اذا لم یعتمد الخ۔ یہ اذن کے نصب دینے کی شرطوں کا بیان ہے اذن فعل مضارع کو دو شرطوں کے ساتھ نصب دیتا ہے۔ ایک یہ کہ اذن کا مابعد اذن کے ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو یعنی اس کا مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ فعل میں معنی مستقبل کے ہوں نہ کہ حال کے جیسے اذن تدخل الجنۃ اس شخص کے جواب میں کہیں کہ جس نے اسلمت کہا پس مثال مذکور میں چونکہ اذن کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ نیز فعل مضارع میں معنی مستقبل کے پائے جاتے ہیں لہذا ان دو شرطوں کے پائے جانے کی وجہ سے اذن اپنے مابعد میں عمل کرے گا اور فعل مضارع کو نصب دے گا۔ لیکن جب اذن کا مابعد اس کے ماقبل کا معمول ہو اور شرط اوّل منتفی ہو تو اس وقت وہ فعل مضارع کو نصب نہ دے گا۔ بلکہ اس وقت اس کا مابعد مرفوع ہوگا جیسے کوئی انا اذن اکرمک اس شخص کے جواب میں کہے کہ جس نے انا اتیتک کہا پس اس جگہ فعل مضارع میں اگرچہ معنی مستقبل کے پائے جاتے ہیں مگر چونکہ اذن کے عمل کرنے کی شرط اوّل مفقود ہے لہذا وہ اپنے مابعد کو نصب نہ دے گا اس لئے کہ اس کا مابعد ماقبل کا معمول ہے پس اگر وہ اپنے مابعد میں عمل کرے گا تو توارد دو عاملوں کا ایک معمول پر لازم آئے گا۔ دوسرے اذن کا مابعد اپنے ماقبل کا معمول ہونے کی حیثیت سے اذن پر حکما مقدم ہوگا جیسا ظاہر ہے کہ معمول کا عامل کے ساتھ اتصال ضروری ہے اور جب مابعد اذن کا اذن پر حکما مقدم ہوا تو اب اذن اپنے مابعد فعل میں اس کے حکما مقدم ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کرے گا اس لئے کہ اذن ان مصدریہ کی فرع ہے اور وہ ضعیف العمل ہے پس ضعیف العمل اپنے مقدم میں اگرچہ تقدم حکمی ہی کیوں نہ ہو

(محمد مشیت اللہ عفرلہ)

اور حتی بمعنی الی کی بھی۔ حتی بمعنی کَے کی مثال اس وقت ہوگی جب کہ اس سے متکلم کا قصد سببیت کا ہو اور اس صورت میں یہ معنی ہیں کہ سیر کی تھی میں نے تاکہ شہر میں داخل ہوں۔ اور حتی بمعنی الی کی مثال اس وقت ہوگی جب کہ مقصود متکلم کا غایت اور انتہاء ہو اور اس صورت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ سیر کی میں نے یہاں تک کہ میں شہر میں داخل ہوا۔ اب مثال مذکور میں حتی کا مابعد یعنی دخول شہر گو ماقبل حتی کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہے لیکن زمانہ تکلم کے لحاظ سے محتمل ہے کہ زمانہ ماضی میں ہو یا زمانہ حال یا زمانہ استقبال میں ہو اس لئے کہ اگر جملہ مذکورہ کو متکلم نے شہر میں

وحتّٰی اذا کان مستقبلاً بالنظر الی ماقبلها بمعنی

کَیْ او الٰی مثل اسلمت حتّٰی ادخل الجنّۃ وکنت سرت

بمعنی کے ۱۲

حتّٰی ادخل البلد واسیر حتّٰی تغیب الشمس فان

بمعنی الی ۱۲ — بمعنی الی وبعدها استقبل تحقیقا ۱۲

اردت الحال تحقیقا او حکایۃ کانت حرف ابتداء

ای حتی ۱۲ — استیناف ۱۲

فترفع وتجب السببیۃ مثل مرض حتّٰی لایرجونه

داخل ہونے کے بعد کہا ہے تو حتی کا مابعد یعنی دخول بلد بنظر زمانہ تکلم کے ماضی میں ہوگا۔ اور اگر شہر میں داخل ہوتے وقت کہا ہے۔ تو دخول بلد بنظر زمانہ تکلم کے حال میں ہوگا۔ اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے کہا ہے تو دخول بلد بنظر زمانہ تکلم کے مستقبل میں ہوگا۔ ف۴ قولہ واسیر حتی تغیب الشمس الخ یعنی آفتاب کے غروب ہونے تک میں سیر کر رہا ہوں۔ اس مثال میں حتی بمعنی الی کے ہے اس لئے کہ غیبوبت شمس سیر متکلم کی غایت اور انتہا ہے اس کے لئے سبب نہیں کہ حتی بمعنی کَے ہو۔ نیز مثال مذکور میں حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے بھی زمانہ مستقبل میں ہے اور زمانہ تکلم کے لحاظ سے بھی جیسا کہ ظاہر ہے کہ لفظ اسیر فعل مضارع کا صیغہ ہے ف۵ قولہ فان اردت الحال الخ یعنی جب مابعد حتی سے حال کا ارادہ کریں حقیقۃً یا حکایۃً تو اس وقت حتی ابتدائیہ اور استینافیہ ہوگا نہ کہ جارہ اور عاطفہ اور مابعد حتی کا کلام مستقل مرفوع ہوگا اور چونکہ اس صورت میں مابعد حتی کا ماقبل سے ارتباط لفظی فوت ہو چکا ہے لہذا ضروری ہے کہ ماقبل حتی کا مابعد کے لئے سبب ہو تاکہ ارتباط معنوی فوت نہ ہو ف۶ قولہ مثل مرض حتی لایرجونہ الخ۔ یہ حتی ابتدائیہ کی مثال ہے اس لئے کہ اس جگہ مابعد حتی سے حال حقیقۃً مراد ہے جیسا کہ

ف۱ قولہ وحتی اذا کان الخ۔ یعنی جب حتی کا مدخول اس کے ماقبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو تو حتی معنی میں کَے یا الٰی کے ہوگا پھر ماقبل حتی کے لحاظ سے مدخول حتی کا زمانہ مستقبل میں ہونا بایں معنی ہے کہ بوقت حصول ماقبل کے اس کا مابعد مترقب الحصول ہو۔ عام ازیں کہ بوقت زمانہ تکلم اس کا مابعد ماضی میں ہو یا حال میں یا استقبال میں ترکیب قولہ حتی مبتدا اور بمعنی کَے اس کی خبر ہے اور قولہ اذا کان ظرف اور ہو مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہو اذا کان مستقبلا اور جملہ مذکورہ درمیان حتی مبتدا اور اس کی خبر بمعنی کَے کے جملہ معترضہ ہے ف۲ قولہ مثل اسلمت حتی ادخل الجنۃ الخ۔ یہ حتی بمعنی کَے کی مثال ہے اور اس میں حتی کا مابعد یعنی دخول جنت اس کے ماقبل یعنی اسلام لانے کے لحاظ سے بھی مستقبل میں ہے اور زمانہ تکلم کے لحاظ سے بھی زمانہ مستقبل میں ہے ف۳ قولہ وکنت سرت حتی ادخل البلد الخ۔ یہ مثال حتی بمعنی کَے کی بھی ہو سکتی ہے

ء۔ ہوتے وقت متکلم کو بولنی چاہیے تھی لیکن وہ اب زمانہ تکلم میں اپنے شہر میں داخل

ظاہر ہے کہ زمانہ حال بعینہ زمانہ تکلم کا ہے اس لئے کہ ناامیدی زمانہ تکلم میں پائی جاتی ہے پس مثال مذکور میں حتی کا مابعد مرفوع اور اس کا ماقبل یعنی مرض مابعد حتی (ناامیدی) کا سبب ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ مثال تو اس حتی کی تھی کہ جس کے مابعد سے حال حقیقۃً مراد ہے اور اس حتی کی مثال کیا ہوگی کہ جس کے مابعد سے حال بطریق حکایت مراد ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس کی مثال کنت سرت امس حتی ادخل البلد ہے بشرطیکہ عبارت مذکورہ کو متکلم نے اس وقت کہا ہو جب کہ وہ زمانہ تکلم سے پہلے شہر میں داخل ہو چکا ہے پس ظاہر ہے کہ اس جگہ فعل مذکور حال گذشتہ سے حکایت ہے اس لئے کہ اصل عبارت شہر میں داخل ء

ہوا اور مسبب یعنی دخول یقینی حاصل ہو لہذا ثابت ہوا کہ یہاں ماقبل حتی کا مابعد کے لئے سبب نہیں اور جب سبب نہ ہوا تو مابعد حتی میں رفع ممتنع ہوگا ۵۳ قولہ وجاز فی التامۃ الخ۔ یعنی کان تامہ ہونے کی صورت میں حتی کے مابعد کو رفع دینا جائز ہے اور یہ کہ حتی کو حرف ابتدار قرار دیں اس لئے کہ کان تامہ خبر کو نہیں چاہتا جیسے کان سیری حتی ادخلہا یعنی میری سیر یہاں تک ہوئی کہ میں اب داخل ہوتا ہوں۔ پس اس وقت مقصود متکلم کا واضح ہے اور معنی میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ۵۴ قولہ وایہم سار حتی یدخلہا الخ۔ یعنی ترکیب مذکور میں بھی حتی کے مابعد فعل مضارع کو رفع پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ اس

میں سبب یعنی سیر متحقق ہے اور شک صرف تعین فعل میں ہی جیسا کہ ترکیب مذکور کے معنی سے ظاہر ہے معنی ترکیب مذکور کے یہ ہیں کہ ان میں سے یہاں تک کس نے سیر کی کہ وہ شہر میں داخل ہوا۔ پس جب سبب یعنی سیر متحقق ہے تو مسبب یعنی دخول کا محقق الحصول ہونا بھی جائز ہوگا ۵۵ قولہ ولام کی الخ یعنی وہ لام کہ جس کے بعد مضارع بتقدیر ان منصوب ہوتا ہے اور معنی میں کی کے ہوتا ہے اس کی مثال اسلمت لادخل الجنۃ ہے یعنی اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہوا ۵۶ قولہ ولام الجحود الخ یہ لام لام تاکید ہے اور کان منفی کے بعد تاکید نفی کے لئے آتا ہے اس لام کے بعد فعل مضارع بتقدیر ان منصوب ہوتا ہے لام جحود کی مثال قولہ تعالے ما کان اللہ لیعذبہم۔ اس جگہ کان کے اسم سے مضاف محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے ما کان صفت اللہ لتعذیبہم۔ پس جب کہ اسم کان سے مضاف مقدر ہوا تو کان کے اسم و خبر کے درمیان حمل صحیح ہوگا اور یہ معنی ہوں گے کہ نہیں ہے صفت اللہ کی ان کو عذاب دینا ۵۷ قولہ والفاء بشرطین الخ۔ یعنی وہ فار کہ جس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ فار کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہو دوسرے یہ کہ فار کے قبل اشیار ستہ میں سے ایک شئ ہو اشیار ستہ یہ ہیں امر نہی استفہام نفی تمنی عرض۔

مثال جیسے لیت لی مالا فانفقہ ای لیت لی ثبوت مالا فانفاق منی۔ عرض کی مثال جیسے ص

ومن ثم[٥١] امتنع الرفع فی کان سیری حتی ادخلہا فی الناقصۃ

واسرت[٥٢] حتی تدخلہا وجاز[٥٣] فی التامۃ کان سیری حتی ادخلہا

على صيغة الخطاب والهمزة للاستفهام ١٢

وایہم[٥٤] سار حتی یدخلہا ولام کی[٥٥] مثل سلمت لادخل

ای لان ادخل الجنۃ ١٢

الجنۃ ولام الجحود[٥٦] لام تاکید بعد النفی لکان مثل وما کان

اللہ لیعذبہم والفاء[٥٧] بشرطین احدہما السببیۃ و

الثانی ان یکون قبلہا امر او نہی او استفہام او نفی او تمن او عرض

۵۱ قولہ ومن ثم امتنع الرفع الخ۔ یعنی جب معلوم ہو چکا کہ مابعد حتی سے جس وقت حال کا ارادہ کریں گے حقیقۃ یا حکماً تو حتی ابتدائیہ ہوگا اور اس کا مابعد کلام مستانف مستقل ہوگا تو اب کان سیری حتی ادخلہا میں جب کہ کان کو ناقصہ کہیں گے تو مابعد حتی میں رفع ممتنع ہوگا اس لئے اس کے مرفوع ہونے کی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور مابعد حتی کا ماقبل سے انقطاع ہوگا اور اس وقت کان ناقصہ بلا خبر رہجائے گا پس لامحالہ حتی کو جارہ کہیں گے تاکہ اس کے بعد ان مقدرہ ہو اور جار مجرور مل کر کان کی خبر بن جائیں ۵۲ قولہ واسرت حتی تدخلہا الخ۔ یہ امتناع رفع کی دوسری مثال ہے اور اس میں امتناع رفع کی وجہ یہ ہے کہ اگر تدخل فعل مضارع کو مرفوع پڑھیں تو حتی حرف ابتدائیہ ہوگا اور ماقبل حتی کا مابعد کے لئے سبب ہوگا لیکن سبب ہونا متعذر ہے اس لئے کہ ماقبل حتی کا مدخول حرف استفہام ہونے کے سبب مشکوک فیہ اور مابعد اس کا متیقن وقوع کی خبر دیتا ہے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سبب یعنی سیر تو مشکوک فیہ

غرض فار کے بعد ان کے مقدر ہونے کی یہ دو شرطیں ہیں۔ شرط اول کی دلیل یہ ہے کہ رفع سے نصب کی طرف عدول سببیت پر دلالت کرنے کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے کہ تغیر لفظ تغیر معنی پر دلالت کرتا ہے پس اگر سببیت مقصود نہ ہو تو رفع سے نصب کی طرف عدول کرنے کی حاجت نہ ہوگی۔ اور دلیل دوسری شرط کی یہ ہے کہ جب فار سے پیشتر اشیار ستہ مذکورہ میں سے ایک شئ ہوگی تو سامع کو یہ توہم ہوگا کہ فار کا مابعد جملہ سابقہ پر معطوف ہے اس لئے کہ یہ اشیار از قبیل انشار ہیں اور خبر کا عطف انشار پر درست نہیں امر کی مثال جیسے زرنی ص

قبل اشیار ستہ میں سے ایک شئ ہے پس فار کا مابعد بتاویل مصدر ہو کر اس مصدر پر معطوف ہوگا جو کہ ماقبل فار سے سمجھا جاتا ہے فتامل ١٢

کی وجہ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ او بمعنی الٰی یا الا کی صورت میں فعل کا مجرور ہونا اور مستثنیٰ لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ مجرور اور مستثنیٰ ہمیشہ اسمی ہوتا ہے پس لامحالہ بعد او کے اَن مقدر کریں گے تاکہ فعل بتاویل مصدر ہو کر اسم تاویلی بن جائے اور اس کا مجرور اور مستثنیٰ ہونا صحیح ہو۔ ۵۳ قولہ والعاطفۃ الخ۔ اس لفظ کو مرفوع اور مجرور دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مرفوع پڑھنے کی صورت میں اس کا عطف یا تو حروف ناصبہ بتقدیر اَن میں سے پہلے حرف یعنی حتی اذا کان مستقبلاً پر ہوگا یا پچھلے حرف پر ہوگا جو کہ قولہ والعاطفۃ کے متصل ہے یعنی او بشرط معنی الٰی اَن یا الا اَن پر۔ اور جب قولہ والعاطفۃ کو مجرور پڑھیں تو اس کا عطف بان مقدرۃ بعد حتی میں حتی پر ہوگا اور تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی کہ ینتصب المضارع بان مقدرۃ بعد حتی وبعد العاطفۃ۔ الغرض حروف عاطفہ کے بعد خواہ وہ حروف عاطفہ مذکورہ سے ہوں یا نہ ہوں اَن مقدر ہوتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو اس لئے کہ اس وقت اگر اَن کو مقدر نہ کریں گے تو فعل کا عطف اسم پر اور جملہ کا عطف مفرد پر لازم آئیگا اور وہ باطل ہے پس لامحالہ اَن کو مقدر کریں گے تاکہ عطف مذکور صحیح ہو جیسے اعجبنی ضربک زیداً وتشتم اولتشتم او ثم تشتم۔ پس ظاہر ہے کہ یہاں واؤ اور فاء اور ثم کے بعد اَن مقدر ہے تنبیہ اور اس مقام پر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ معطوف علیہ جب اسم صریح ہو تو واؤ اور فاء کے بعد تقدیر اَن شروط مذکورہ بالا کے ساتھ مشروط نہ ہوگا ۵۴ قولہ ویجوز اظہار اَن الخ مصنف رحؒ یہاں سے اُن مواضع کو بیان کرتے ہیں کہ جن میں اَن مصدریہ کا اظہار جائز یا واجب ہے تاکہ بضدہا تتبین الاشیاء کے طور پر وہ صورتیں ذہن نشین ہو جائیں کہ جن میں اظہار اَن جائز نہیں (الحاصل) مصنف رحؒ کہتے ہیں کہ اَن مصدریہ کا اظہار لام کَیْ کے اور اُن حروف عاطفہ کے ساتھ جائز ہے جو کہ مضارع کو اسم صریح پر عطف کرتے ہیں۔

والواو بشرطین الجمعیۃ وان یکون قبلہا مثل ذٰلک ۵۲ واو بشرط معنی الٰی اَن والا اَن والعاطفۃ ۵۳ اذا کان المعطوف علیہ اسماً ویجوز اظہار اَن مع لام کی والعاطفۃ ۵۴ ویجب مع لا فی اللام ۵۵

۵۱ قولہ والواو بشرطین الخ۔ یعنی واؤ کے بعد تقدیر اَن کی بھی دو شرطیں ہیں ایک جمعیت کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ واؤ کا ماقبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو۔ یعنی دونوں کے حصول کا ایک زمانہ ہو۔ اور جمعیت کے معنی مصاحبت کے اس لئے لئے گئے ہیں کہ اگر یہ معنی مراد نہ ہوں تو جمعیت کو واؤ کے لئے شرط قرار دینے کے معنی نہ ہوں گے اس لئے کہ واؤ ہمیشہ جمعیت کے لئے آتا ہے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ واؤ سے پیشتر فاء کی طرح اشیاء ستہ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہو۔ باقی رہی واؤ کی مثالیں سو وہ بعینہ فاء کی مثالیں ہیں صرف واؤ کو فاء کی جگہ رکھنا پڑتا ہے مزید کسی تصرف کی ضرورت نہیں جیساکہ مثال امر میں زرنی واکرمک کہیں اِی لیکن منک زیارۃ واکرام منی ۵۲ قولہ واو بشرط الخ۔ یعنی واؤ کے بعد مضارع بتقدیر اَن اُس وقت منصوب ہوتا ہے جبکہ وہ معنی میں الٰی اَن یا الا اَن کے ہوتا ہے اور دراصل او کے معنی الٰی یا الا کے ہیں اَن او کے مفہوم سے خارج ہے ورنہ اگر ان کو بھی مفہوم او میں داخل کیا جائے گا تو تکرار ان لازم آئے گا اور وہ باطل ہے او کی مثال باعتبار دونوں معنی کے لالزمنک او تعطینی حقی ہے۔ پس مثال مذکور میں سیبویہ او کو بمعنی الا کہتا ہے اور اس کے نزدیک مضاف مقدر ہے تاکہ استثناء صحیح ہو پس تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی لالزمنک فی کل وقت الا وقت ان تعطینی حقی۔ یعنی میں تیرا کسی وقت پیچھا نہیں چھوڑوں گا مگر اس وقت کہ تو مجھے میرا حق دیدے۔ اور دیگر نحاۃ او کو مثال مذکور میں بمعنی الٰی لیتے ہیں اُن کے نزدیک مابعد او کا بتاویل مصدر ہے پس ان لوگوں کے نزدیک تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی لالزمنک الی اعطائک حقی۔ اور اگر کوئی کہے کہ او بمعنی الٰی یا الا کے بعد تقدیر اَن

۵۴ - داخل نہیں ہوتا لہٰذا اسم کی طرف فعل کو منقلب کرنے کے لئے اظہار اَن نہ ہوگا۔ لام کَیْ کی مثال جئتک لان تکرمنی۔ اور یاد رکھو کہ لام کَیْ کی ساتھ لام زائدہ کو لاحق کیا گیا ہے جیسے اردت لان تقوم۔ لام کَیْ کے کہنے سے لام جحود سے احتراز مقصود ہے اس لئے کہ لام جحود کے ساتھ اظہار اَن جائز نہیں حروف عاطفہ کی مثال جیسے اعجبنی قیامک اَن تذہب ہے اور وجہ لام کَیْ اور لام زائدہ اور حروف عاطفہ کے ساتھ اظہار اَن کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ یہ تینوں اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں جیسے جئتک للاکرام اور اعجبنی ضرب زید وغضبہ اور اردت لضربک پس جائز ہے کہ ان کے ساتھ اس چیز کو ظاہر کریں کہ جو فعل کو اسم کی طرف منقلب کر دیتی ہے بخلاف لام جحود کے کہ وہ اسم صریح پر

ﻟﻪ قولہ ویجزم بلم ولما الخ۔ یعنی فعل مضارع لم اور لما اور لام امر اور لائے نہی اور کلم مجازات سے مجزوم ہوتا ہے۔ کلم مجازات یہ ہیں۔ ان اور مہما اور اذا ما اور اذ ما اور حیثما اور این اور متی اور ما اور من اور ای اور انی۔ اور ان کلمات کو کلم مجازات اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور ایک جملہ کے دوسرے کے لئے جزاء ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور چونکہ ان میں سے بعض اسم اور بعض حروف ہیں لہذا مصنف علام نے اس مقام پر لفظ کلم اختیار کیا تاکہ دونوں کو شامل ہو جائے ﻟﻪ قولہ واما مع کیفما الخ۔ یعنی کیفما اور اذا کے ساتھ جب وہ بدون لفظ ما کے ہو مضارع کا مجزوم ہونا شاذ ہے۔

اس لئے کہ کیفما عموم احوال پر دلالت کرتا ہے جیسے کیفما تذہب اذہب یعنی جس طرح تو چلے گا اسی طرح میں چلوں گا اور یہ معنی متعذر ہیں اس لئے کہ دو شخصوں کا بایں طور چلنا کہ تمام کیفیات میں مساوی ہوں متعذر ہے اور جب مساوات متعذر ہوئی تو معنی شرط کے بھی متعذر ہوئی لہذا وہ معنی ان شرطیہ کو متضمن نہ ہوگا اور اس سے فعل مضارع کو جزم نہ آئے گا باقی رہا اذا سو وہ بسرے سے مجازات کے مناسب نہیں اس لئے کہ وہ تعین و خصوص کے لئے ہوتا ہے اور شرط ابہام اور عموم کو چاہتی ہے ﻟﻪ قولہ و بان مقدرۃ الخ۔ باعتبار ترکیب کے اس لفظ کا عطف بلم پر ہے اور یہ معنی ہیں کہ ان مقدرہ کے ذریعہ سے فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے کما سیاتی انشاء اللہ تعالی ﻟﻪ قولہ فلم لقلب المضارع الخ۔ یہاں سے مصنف رح جوازم مضارع کی تفصیل بیان کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ کلمہ لم مضارع کو ماضی منفی کیطرف منقلب کر دیتا ہے۔ اور یہی حال لما کا ہے کہ وہ بھی مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ لما میں تو معنی استغراق کے ہوتے ہیں یعنی نفی وقت انتفاء سے لیکر وقت تکلم تک تمام ازمنہ ماضیہ کو شامل ہوتی ہے بخلاف لم کے کہ وہ صرف زمانہ ماضی میں نفی فعل کا فائدہ دیتا ہے

جیسے قولہ تعالی ولتات طائفۃ فلیصلوا ثم لیقضوا اور لائے نہی وہ ہے کہ جس کے ذریعہ ترک

ویُجزم[ﻟﻪ] بلمْ ولمّا ولامِ الامرِ ولا فی النہیِ وکلمِ المجازاۃ وھی

انْ ومہما واذا ما واذ ما وحیثما واین ومتی وما ومن و

ایّ وانّی واما[ﻟﻪ] مع کیفما واذا فشاذ وبان[ﻟﻪ] مقدّرۃ فلم

نفظ لم ۱۲

لقلب[ﻟﻪ] المضارعِ ماضیاً ونفیہ ولمّا مثلہا وتختصّ

لما ۱۲ لم ۱۲

بالاستغراقِ وجوازِ حذفِ الفعلِ ولامُ الامرِ المطلوب

بہا الفعلُ وھی مکسورۃ ابداً ولا النہی المطلوب بہا الترک

وکلمُ المجازاۃ[ﻟﻪ] تدخل علی الفعلین لسببیۃِ الاوّل

مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

ومُسبّبیۃِ الثانی ویسمّیان شرطاً وجزاءً

اس میں معنی استغراق کے نہیں ہوتے دوسرے لما کا استعمال اکثر اس فعل میں ہوتا ہے کہ جس کے وقوع کی توقع ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ لما کے فعل کا حذف کرنا جبکہ اس پر کوئی قرینہ موجود ہو جائز ہے جیسے کوئی شخص اس مقام میں کہ جہاں امیر کے سوار ہونے کا ذکر ہو رہا ہو جئت ولما کہے ای لما یرکب۔ اور کبھی لما کا استعمال فعل غیر متوقع میں بھی ہوتا ہے جیسے ندم فلاں ولما ینفع الندم کہیں یعنی فلاں شخص نادم ہوا اور اب تک ندامت نے اس کو فائدہ نہیں دیا۔ تیسرا فرق لم و لما میں یہ ہے کہ لما پر ادوات شرط داخل نہیں ہوتے پس ان لما یضرب و من لما یضرب نہیں کہتے جیسا کہ ان لم یضرب ۵

کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا پس یہاں پہلا فعل اول یکرم شرط اور ثانی فعل یعنی اکرم جزا ہے ۱۲ ع

فَاِنْ[۱] كَانَ مُضَارِعَيْنِ اَوِ الْاَوَّلُ فَالْجَزْمُ وَاِنْ كَانَ

ای الشرط والجزار ۱۲ — مضارعا ۱۲ — محک واجب ۱۲

الثَّانِی فَالْوَجْهَانِ وَاِذَا[۲] كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ

مضارعا ۱۲ — جائزان ۱۲

لَفْظًا اَوْ مَعْنًى لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ وَاِنْ[۳] كَانَ مُضَارِعًا

مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًّا بِلَا فَالْوَجْهَانِ وَاِلَّا[۴] فَالْفَاءُ وَيَجِيءُ[۵]

اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ وَاِنْ[۶] مُقَدَّرَةٌ

بَعْدَ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّی وَالْعَرْضِ

---

۱ قولہ فان کان مضارعین الخ۔ یعنی جب شرط و جزا دونوں فعل مضارع یا شرط فعل مضارع ہو تو اس وقت فعل مضارع پر جزم واجب ہوگا اور اگر جزا فعل مضارع ہو اور شرط ماضی تو اس وقت فعل مضارع میں دو وجہ جائز ہیں جزم اور رفع۔ جزم اس لئے کہ جازم داخل ہے اور وہ محل جزم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور رفع اس لئے کہ ماضی کے وسط میں آنے کی وجہ سے جازم اس کا تعلق ضعیف ہوگیا بخلاف صورتین اولیین کے کہ جازم سے فعل کا تعلق ان میں قوی ہے لہذا جزم واجب ہوگا ۲ قولہ واذا کان الجزار ماضیا الخ۔ یعنی جب جزار ماضی بغیر قد ہو عام ازینکہ

ماضی لفظاً ہو جیسے ان ضربتَ ضربتُ یا معنیً ہو جیسے ان ضربت لم اضرب تو اس صورت میں جزار پر فار نہ لائیں گے اس لئے کہ فار کے ذریعہ جزار کو شرط کی ساتھ ربط دینا ہوتا ہے اور واسطہ کی ضرورت اس جگہ ہوتی ہے کہ جہاں حرف شرط کی تاثیر متحقق نہ ہو۔ اور یہاں پر چونکہ حرف شرط نے ماضی کو مستقبل کے معنی میں کردیا لہذا حرف شرط کی تاثیر متحقق ہوگئی۔ پس واسطہ کی ضرورت نہ ہوگی بخلاف ماضی مع قد کے کہ اس میں ماضی اپنے معنی پر باقی رہتی ہے لہذا حرف شرط کی تاثیر بالکل متحقق نہیں ہوئی پس اس وقت ربط کے لئے اس پر فار کا لانا واجب ہوگا جیسے ان دعوتنی الیوم فقد دعوتک امس ۳ قولہ وان کان مضارعا مثبتا الخ۔ یعنی جب جزار مضارع ہو مثبت یا منفی بلا تو اس وقت فار کا لانا اور نہ لانا دونوں وجہ جائز ہیں فار کا لانا اس لئے کہ حرف شرط کی تاثیر جیسی ماضی میں تھی ویسی مضارع مثبت اور منفی بلا میں متحقق نہیں ہوئی اس لئے کہ ادوات شرط کی وجہ سے ہرچند کہ مضارع خالص استقبال کے لئے ہوگیا مگر مضارع میں معنی استقبال کے پہلے سے تھے لہذا ربط کے لئے فار کو لایا جائے گا اور جب یہ دیکھیں کہ فی الجملہ ادوات شرط متحقق ہیں تو فار کا نہ لانا بھی جائز ہوگا ۴ قولہ والا فالفار الخ یعنی جب کہ جزا ماضی مذکور یا فعل مضارع مذکور نہ ہو تو فار کا لانا واجب ہوگا ۵ قولہ ویجئ اذا مع الجملۃ الاسمیۃ یعنی کبھی فار کے بجائے جزا پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو جاتا ہے بشرطیکہ جزا جملہ اسمیہ ہو جیسے وان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذا ہم یقنطون ای فہم یقنطون اور وجہ یہ ہے کہ اذا کے معنی معنی فار کے قریب ہیں اس لئے کہ اذا عادۃً ایک امر کے بعد دوسرے امر کے حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس میں فار تعقیبیہ کے معنی پائے جاتے ہیں ۶ قولہ وان مقدرۃ یہاں سے مصنف رح ان شرطیہ کے مقدر ہونے کی صورتیں بیان فرماتے ہیں کہ وہ امر اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض کے بعد مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو اس کے سبب جزم آتا ہے۔ امر کی مثال زرنی فاکرمک ای ان تزرنی اکرمک اور نہی کی مثال لاتفعل الشر یکن خیرا لک ای ان لم تفعل الشر یکن خیرا لک۔ اور استفہام کی مثال ہل عندکم ماء اشربہ اس لئے کہ معنی ان لم یکن عندکم ماء اشربہ کے ہیں اور تمنی کی مثال لیت لی مالا انفقہ اس لئے کہ معنی ان یکن لی مال فانفقہ کے ہیں اور عرض کی مثال جیسے الاتنزل تصب خیرا ای ان تنزل تصب خیرا ۱۲

مذکور شرط مقدر کی جزا ہے اور جزا مجزوم ہوتی ہے لہذا وہ مجزوم ہوگا جیسے قولہ اسلم تدخل الجنة کہ یہاں اسلم صیغہ امر ہے اور مطلوب اسلام ہے اور جو فائدہ کہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ دخول جنت ہے نیز اسلام لانا سبب اور دخول جنت مسبب ہے بس یہاں پر اسلم صیغہ امر کے بعد ان شرطیہ مع فعل شرط کے مقدر ہوگا اور تدخل مضارع مذکور جزا ہوگا اور تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی اسلم ان تسلم تدخل الجنة۔ اسلام لا اگر تو اسلام لے آیا تو جنت میں داخل ہوگا ۵۲ قولہ لا تکفر تدخل الجنة الخ یہ مثال نہی کے بعد ان شرطیہ کے مقدر ہونے کی ہے اور اس میں تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی لا تکفر ان لا تکفر تدخل الجنة۔ کفر مت کر اگر تو نے کفر نہ کیا تو جنت میں داخل ہوگا ۵۳ قولہ وامتنع لا تکفر تدخل النار الخ یعنی یہ ترکیب ممتنع ہے اس لئے کہ لا تکفر صیغہ نہی فعل منفی کی تقدیر کا قرینہ ہے نہ کہ مثبت کا پس تقدیر عبارت ان لا تکفر تدخل النار ہوگی اور یہ معنی ہوں گے کہ کفر مت کر اگر تو نے کفر نہ کیا تو دوزخ میں داخل ہوگا اور فساد اس معنی کا ظاہر ہے اس لئے کہ عدم کفر سبب دخول جنت کا ہے نہ کہ دخول نار کا۔ پھر ترکیب مذکور کا امتناع مذہب جمہور کی بنا پر ہے اور کسائی نحوی اس میں جمہور کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لا تکفر تدخل النار ممتنع نہیں اس لئے کہ عرف میں تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی لا تکفر ان تکفر تدخل النار (کفر مت کر اگر کفر کریگا جہنم میں داخل ہوگا) پس جب عرف فعل مثبت کی تقدیر پر ہے اور عرف تمام قرائن میں اقوی ہے لہذا عرف کا اعتبار ہوگا اور بوقت قیام قرائن فعل منفی کے بعد مثبت اور کی تقدیر جائز ہوگی ۵۴ قولہ لان التقدیر الخ یہ مذہب جمہور کی دلیل ہے ۵۵ قولہ الامر صیغة الخ۔ اصطلاح نحو میں ہرچند کہ صیغہ امر کا اطلاق امر غائب اور امر حاضر معروف اور مجہول دونوں پر ہوتا ہے لیکن امر حاضر معروف کو الامر بالصیغہ اور بقیہ کو الامر بالحرف یعنی الامر باللام کہتے ہیں پس مصنف رح نے الامر صیغة کہکر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہاں امر حاضر مراد ہے اس لئے کہ متبادر اطلاق امر سے امر حاضر ہوتا ہے نہ کہ امر غائب۔ پھر تعریف مذکور میں قولہ صیغة یطلب بہا بمنزلہ جنس کے ہے کہ نہی اور امر غائب اور حاضر اور متکلم سب کو شامل ہے عام ازیں کہ وہ معروف ہوں یا مجہول، اور قولہ الفعل الخ۔ بمنزلہ فصل کے ہے اس لئے کہ لفظ الفعل سے نہی خارج ہو جاتی ہے جیساکہ ظاہر ہے کہ نہی میں ترک فعل مطلوب ہوتا ہے اور لفظ من الفاعل سے امر مجہول کے سب صیغے خارج ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان میں طلب مفعول سے ہوتی ہے نہ کہ فاعل سے۔ اور لفظ المخاطب سے غائب معلوم اور متکلم معلوم

اذا[۵۱] قصد السببية نحو اسلم تدخل الجنة ولا[۵۲] تكفر

تدخل الجنة وامتنع[۵۳] لا تكفر تدخل النار خلافا للكسائي

لان عدم الكفر ليس سببا لدخول النار ۱۲

لان التقدير[۵۴] ان لا تكفر الامر[۵۵] صيغة يطلب بها

ما ان تكفر حتى يلزم المحذور ۱۲

الفعل من الفاعل المخاطب بحذف حرف المضارعة

۵۱ قولہ اذا قصد السببية الخ۔ یعنی اشیاء خمسہ مذکورہ (امر و نہی وغیرہ) کے بعد ان شرطیہ کا مقدر ہونا اور فعل مضارع کو اس سے جزم آنا اس وقت ہے جب کہ مضمون مضارع کے لئے اشیاء خمسہ مذکورہ کی سببیت کا قصد کیا جائے۔ پس اس وقت ان شرطیہ مع مضارع کے جو ما تقدم یعنی امر وغیرہ سے ماخوذ ہے مقدر ہوگا۔ اور وہ مضارع جو اشیاء مذکورہ میں سے کسی ایک کے بعد واقع ہے ان شرطیہ مقدرہ کی وجہ سے مجزوم ہوگا جیساکہ امثلہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ صرف اشیاء خمسہ مذکورہ کے بعد ان شرطیہ کے مقدر ہونے کی وجہ کیا ہے جواب یہ ہے کہ یہ اشیاء طلب پر دلالت کرتی ہیں اور طلب غالباً ایسے مطلوب کی ہوتی ہے کہ جس پر کوئی فائدہ اس طرح پر مرتب ہوتا ہے کہ مطلوب اس فائدہ کا سبب اور وہ فائدہ مسبب ہو۔ الغرض جب فعل مضارع اشیاء مذکورہ میں سے کسی شئی کے بعد واقع ہو اور مضمون مضارع کے لئے اشیاء مذکورہ کی سببیت کا قصد کیا جائے تو اس وقت معنی شرط کے متحقق ہو جائیں گے اور ان شرطیہ مع فعل شرط کے جو کہ اشیاء مذکورہ سے ماخوذ ہے مقدر ہوگا اور وہ فعل مضارع جو ان اشیاء کے بعد مذکور ہے ان شرطیہ کی وجہ سے مجزوم ہوگا اس لئے کہ وہ ایک فائدہ ہے جو کہ طلب فعل پر اس طرح مرتب ہوتا ہے کہ فائدہ مسبب اور مطلوب اس کا سبب ہے پس مضارع

١١ قوله وحکم آخره الخ۔ یعنی امر حاضر معروف کے آخر کا حکم مثل مضارع مجزوم کے ہے حتی کہ مضارع مجزوم سے جیسا کہ بوقت جزم کبھی حرکت گر جاتی ہے اور کبھی نون اعرابی اور کبھی حرف علت گر جاتا ہے اسی طرح امر حاضر معروف سے بھی کبھی حرکت گر جاتی ہے جیسے اقتل اور کبھی نون اعرابی جیسے اقتلا اور اقتلوا اور کبھی حرف علت محذوف ہو جاتا ہے جیسے اغز اور ارم اور اخش ١٢ قوله فان کان بعده ساکن الخ۔ یعنی بعد حذف حرف مضارع کے دیکھو اگر ما بعد اس کا ساکن ہو اور مضارع رباعی نہ ہو تو ہمزہ وصل مضمومہ زیادہ کرو جب ساکن کے بعد ضمہ ہو تاکہ ابتدا بالسکون لازم نہ آئے یا ہمزہ وصل مکسور لاؤ اگر ساکن کے بعد فتحہ یا کسرہ ہے جیسے اقتل اور اضرب اور اسمع وغیرہ ١٣ قوله وان کان رباعیا الخ۔ یعنی اگر مضارع رباعی ہو تو اس کا ہمزہ مفتوح ہوگا اور مقطوع کہ وسط کلام میں ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ ہمزہ اصلیہ ہے زائدہ نہیں کہ وسط کلام میں گر جائے بخلاف ہمزہ وصلی کے کہ وہ زائدہ ہوتا ہے اور وسط کلام میں گر جاتا ہے تنبیہ مصنف رحمہ نے یہاں پر وہ صورت بیان نہیں فرمائی کہ بعد حذف حرف مضارع کے اس کا ما بعد متحرک ہے اس لئے کہ اس وقت اس کے آخر کو ساکن کرنے سے امر بن جاتا ہے جیسے تعد سے عد اور ظاہر ہے کہ اس کے بیان کرنیکی حاجت نہیں ١٤ قوله فعل ما لم یسم فاعله الخ۔ یعنی فعل ما لم یسم فاعله وہ فعل ہے کہ جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو یہاں پر ما لم یسم فاعله سے مراد مفعول ہے الخ فعل ما لم یسم فاعله کے یہ معنی ہیں۔ فعل المفعول الذی لم یذکر فاعله یعنی اس مفعول کا فعل کہ جس کا فاعل مذکور نہیں ١٥ قوله فان کان ماضیا الخ یعنی اگر وہ فعل کہ جس کے فاعل کو حذف کرکے اس کی جگہ مفعول کو رکھنا چاہیں فعل ماضی ہو تو اس کے اول کو ضمہ اور ما قبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے فعل اور ضرب وغیرہ اور وجہ یہ ہے کہ اگر فعل ما لم یسم فاعله بناتے وقت اس قسم کا تصرف نہ کریں گے تو فعل معروف اور مجہول میں امتیاز نہ ہوگا۔ نیز معلوم نہ ہوگا کہ مرفوع بعد فعل کے فاعل ہے یا نائب فاعل۔ پھر یہ حکم اس ماضی کا ہے کہ جس کے اول میں ہمزہ وصل اور تاء نہ ہو اور جب ماضی کے اول میں ہمزہ وصل ہو تو اس وقت ماضی کے حرف ثالث کو مع ہمزہ وصل کے ضمہ دیں گے جیسے استنصر اور انطلق تاکہ اس باب کے امر کے ساتھ اس کا التباس نہ ہو اور اگر ماضی کے اول میں تاء ہو تو اس وقت دوسرے حرف کو مع تاء کے ضمہ دیں گے جیسے تقبل تاکہ وہ باب تفعل کے صیغہ مضارع کے ساتھ متلبس نہ ہو لیکن واضح رہے کہ ما قبل آخر ماضی کا ہر حالت میں مکسور ہوگا جیسا کہ امثلہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے ١٦ قوله ومعتل العین الخ۔ معتل عین واوی ہو یا یائی ثلاثی مجرد سے افصح لغت کی بنا پر قیل اور بیع ہے

وحُكمُ آخِرِهِ[١١] حُكمُ المجزومِ فَاِنْ[١٢] كانَ بَعدَهُ ساكنٌ وليسَ

اى بعد حذف حرف المضارعة

بِرُباعِيٍّ زِدتَّ همزةَ وَصلٍ مضمومةً اِنْ كانَ بَعدَهُ

ضَمّةٌ ومكسورةً فيما سِواهُ مثلُ اُقتُلْ واِضرِبْ واِعلَمْ

واَنْ[١٣] كانَ رُباعِيًّا فمفتوحةٌ مقطوعةٌ فِعلُ[١٤] ما لم يُسَمَّ

فاعِلُهُ هو ما حُذِفَ فاعِلُهُ فَاِنْ[١٥] كانَ ماضِيًا ضُمَّ

اوّلُهُ وكُسِرَ ما قبلَ آخِرِهِ ويُضَمُّ الثالثُ مَعَ همزةِ الوصلِ

والثاني مَعَ التاءِ خوفَ اللَّبسِ ومُعتَلُّ[١٦] العينِ الافصحُ

حال اى مقرونا مع التاء الزائدة فى اوله ١٢

قِيلَ وبِيعَ وجاءَ الاشمامُ والواوُ

۵۱ قولہ ومثلہ باب اختیر الخ۔ یعنی جس طرح ثلاثی مجرد کی ماضی میں وجوہ ثلاثہ مذکورہ بالا جاری ہوتی ہیں اسی طرح باب انفعال اور انفعال کی ماضی مجہول میں جب کہ وہ معتل العین ہو وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری ہوں گی جیسے اختیر اور انقید کہ ان کو تین طریقوں سے پڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں تیر اور قید بدون کسی فرق کے قیل اور بیع کے مانند ہیں ۵۲ قولہ دون استخیر واقیم الخ۔ یعنی باب استفعال اور افعال کی ماضی میں جب کہ وہ معتل العین ہو وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری نہ ہوں گی اس لئے کہ باعتبار اصل کے ماقبل حرف علت کا ان میں ساکن ہے پس یہ قیل اور بیع کی طرح پڑھے ہوئے ۵۳ قولہ وان کان مضارعًا الخ۔ یعنی اگر وہ فعل کہ جس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کا قائم مقام کرنا چاہیں۔ فعل مضارع ہو تو اس کے اوّل حرف کو کہ علامت مضارع ہے ضمہ دیں گے اور ماقبل آخر کو فتحہ جیسے یقتل اور معتل العین ہو تو اس کا عین کلمہ بقاعدہ صرف الف سے بدل جائے گا جیسے یقال اور یباع وغیرہ ۵۴ قولہ فالمتعدی ما یتوقف الخ یہاں سے فعل کی دو قسموں متعدی اور غیر متعدی کا بیان کرتے ہیں کہ متعدی وہ فعل ہے کہ اس کا سمجھنا متعلق یعنی غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف ہو۔ متعلق سے مراد مفعول بہ ہے فعل متعدی کی مثال جیسے ضرب اس لئے کہ اس کا سمجھنا جیسا کہ فاعل یعنی ضارب پر موقوف ہے اسی طرح اس کا سمجھنا غیر فاعل یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے ۵۵ قولہ وغیر المتعدی بخلافہ الخ۔ یعنی غیر متعدی اس کے خلاف ہے اس لئے کہ اس کا تعقل غیر فاعل کی تعقل پر موقوف نہیں ہوتا جیسے قعد ۵۶ قولہ والمتعدی یکون الخ یعنی فعل متعدی کی مختلف صورتیں ہیں کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمرًا۔ اور کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعطیت زیدًا درہمًا اور علمت زیدًا فاضلًا۔ لیکن فرق یہ ہے کہ پہلی مثال میں تو مفعول ثانی مصداق میں مفعول اوّل کے مغائر ہوتا ہے اور دوسری مثال میں عین مفعول اوّل ہے اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم اللہ زیدًا عمرًا فاضلًا علیٰ ہذا القیاس انبأ اور نبّأ اور اخبر اور خبّر اور حدّث اعلام کے معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مفعول ثالث کی طرف متعدی ہوتی ہیں ۵۷ قولہ وہذہ مفعولہا الاوّل الخ۔ یعنی یہ افعال جو کہ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں ان کا پہلا مفعول اعطیت کے مفعول کی مانند ہے پس جس طرح پر کہ اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اختصار جائز ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان افعال میں صرف مفعول اوّل کو ذکر کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ اوّل کو حذف کر کے دوسرے اور تیسرے مفعول کو ذکر کریں ۱۲

وَمِثْلُهُ[51] بَابُ أُخْتِيرَ وَانْقِيدَ دُونَ[52] اسْتُخِيرَ وَأُقِيمَ وَإِنْ[53] كَانَ

اى مثل ماب قيل وبيع ١٢ — الفعل ١٢

مُضَارِعًا ضُمَّ أَوَّلُهُ وَفُتِحَ مَا قَبْلَ آخِرِهِ وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ

فِيهِ الْعَيْنُ أَلِفًا الْمُتَعَدِّي وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّي فَالْمُتَعَدِّي[54]

مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُهُ عَلَى مُتَعَلَّقٍ كَضَرَبَ وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّي[55]

بِخِلَافِهِ كَقَعَدَ وَالْمُتَعَدِّي[56] يَكُونُ إِلَى وَاحِدٍ كَضَرَبَ

متعديا ١٢ — مفعول ١٢

وَإِلَى اثْنَيْنِ كَأَعْطَى وَعَلِمَ وَإِلَى ثَلٰثَةٍ كَأَعْلَمَ وَأَرَى وَأَنْبَأَ

متعديا ١٢ — مفاعيل ١٢

وَنَبَّأَ وَأَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ وَهٰذِهِ[57] مَفْعُولُهَا الْأَوَّلُ

الافعال المتعدية ١٢

كَمَفْعُولِ أَعْطَيْتُ وَالثَّانِي وَالثَّالِثُ كَمَفْعُولَيْ عَلِمْتُ

ے قولہ افعال القلوب الخ ۔ یعنی افعال القلوب ظننت اور حسبت وغیرہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تاکہ یہ بیان کریں کہ جملہ از قبیل علم ہے یا ظن جیسے علمت زیدا قائما اور ظننت زیدا قائما پس زید قائم ایک جملہ ہے اور اس میں علمت اور ظننت کے داخل ہونے کے سے پیشتر احتمال ہے کہ ثبوت قیام کا زید کے لئے از قبیل علم ہو یا ظن ۔ پھر جب علمت زیدا قائما کہا تو معلوم ہوا کہ حکم مذکور از قبیل علم ہے ۔ اور جب ظننت زیدا قائما کہا تو معلوم ہوا کہ الحکم مذکور از قبیل ظن ہے الغرض افعال قلوب اس چیز کے بیان کرنے کے لئے آتے ہیں کہ جس سے یہ ماخوذ ہیں اور جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کے دونوں جزؤں کو بنا بر مفعولیت کے نصب دیتے ہیں ترکیب افعال القلوب مبتدا اور ظننت اور حسبت وغیرہ اس سے بدل ہیں اور تدخل جملہ ہو کر خبر ہے تنبیہ ہہ افعال قلوب سات ہیں جیسا کہ کافیہ میں مذکور ہیں ان میں تین اوّل کے ظننت اور حسبت اور خلت ظن کے لئے آتے ہیں اور زعمت کبھی ظن کے لئے اور کبھی یقین کے لئے ہوتا ہے باقی علمت اور رأیت اور وجدت یہ تینوں یقین کے لئے ہیں ۲ے قولہ ومن خصائصھا الخ مصنف ح نے یہاں سے افعال قلوب کے خصائص کو بیان کیا ہے چنانچہ کہا کہ افعال قلوب کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دو مفعولوں میں سے جب ایک مذکور ہوگا تو دوسرے کا ذکر کرنا بھی واجب ہوگا اس لئے کہ دونوں بمنزلہ ایک مفعول کے ہیں پس اگر ایک کو ذکر کریں اور دوسرے کو حذف کریں تو بعض اجزاء کلمہ کا حذف لازم آئیگا بخلاف باب اعطیت کے کہ وہاں دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے ۳ے قولہ ومنھا جواز الالغاء الخ ۔ یعنی افعال قلوب کے بعض خواص میں سے یہ ہے کہ جب یہ افعال دونوں مفعولوں کے وسط میں ہوں یا اُن سے مؤخر تو ان کا الغاء جائز ہے الغاء ابطال العمل لفظا اور معنًی کو کہتے ہیں ۔ اور وجہ اس وقت جواز الغاء کی یہ ہے کہ یہ دونوں مفعول بوجہ اس کے کہ ان میں مبتداء اور خبر بننے کی صلاحیت ہے کلام مستقل ہیں ۔ اور افعال قلوب عمل میں ضعیف ہیں پس جب وہ دونوں مفعولوں کے درمیان میں یا اُن سے مؤخر ہوں گے تو بوجہ اپنے ضعف عمل کے عمل نہ کریں گے ۴ے قولہ ومنھا انھا تعلق الخ ۔ یعنی افعال قلوب کے بعض خصائص میں سے یہ ہے کہ جب وہ استفہام یا نفی یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوتے ہیں تو معلق ہو جاتے ہیں یعنی لفظا بطریق وجوب ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے معنًی سے باطل نہیں ہوتا جیسے علمت ازید عندک ام عمرو ۵ے قولہ ومنھا انھا یجوز الخ ۔ یعنی افعال قلوب کے بعض خصائص میں سے یہ ہے کہ جائز ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں ضمیر متصل ایک شئی کے لئے ہوں جیسے علمتنی

أَفْعَالُ الْقُلُوبِ[۱] ظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَزَعَمْتُ
سبعۃ ثلثۃ للشک وثلثۃ للیقین وواحد منہا مشترک ۱۲

وَعَلِمْتُ وَرَأَيْتُ وَوَجَدْتُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ

لِبَيَانِ مَا هِيَ عَنْهُ فَتَنْصِبُ الْجُزْئَيْنِ وَمِنْ خَصَائِصِهَا[۲]
ای خصائص افعال القلوب ۱۲

اِنْ اِذَا ذُكِرَ اَحَدُهُمَا ذُكِرَ الْاٰخَرُ بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ وَ
ای احد المفعولین ۱۲

مِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ[۳] اِذَا تَوَسَّطَتْ اَوْ تَاَخَّرَتْ لِاسْتِقْلَالِ
ہذہ الافعال بین جزئیہا ۱۲

الْجُزْئَيْنِ كَلَامًا وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ[۴] قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَ
ای الخواص ۱۲

اللَّامِ مِثْلُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَمِنْهَا اَنَّهَا[۵] يَجُوْزُ اَنْ

يَكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ مِثْلُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا
افعال القلوب ۱۲ — متصلین ۱۲

منطلقا [illegible] کہ فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیر ہیں اور [illegible] یعنی [illegible]

ولبعضها[٥١] معنًى آخر يتعدّى به إلى واحدٍ فظننت بمعنى

(اللفظ — اى بسبب ذلك المعنى ١٢)

اتّهمتُ وعلمتُ بمعنى عرفتُ ورأيتُ بمعنى بصرتُ ووجدتُ

بمعنى اصبتُ [٥٢] الافعال الناقصة ما وُضع لتقرير الفاعل

على صفةٍ وهي كانَ وصارَ واصبحَ وامسى واضحى

وظلّ وباتَ وآضَ وعادَ وغدا وراحَ ومازالَ و

ماانفكّ ومافتئ ومابرحَ ومادامَ وليسَ [٥٣] وقد جاء ما

جاءت حاجتُك وقعدت كأنّها حربةٌ [٥٤] تدخل على الجملة

(هذه الافعال ١٢)

الاسميّة لاعطاء الخبر حكم معناها [٥٥] فترفع الاول

---

[٥١] قولہ ولبعضها معنى آخر الخ۔ یعنی بعض افعال قلوب کے لئے اور دوسرے معنی بھی ہیں کہ جن کے سبب وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں مثلاً ظننت کہ یہ ظنّة بمعنی تہمت سے مشتق ہو کر معنی میں اتہمت کے ہوتا ہے اور ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور جیسے علمت کہ معنی میں عرفت کے ہو کر ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس رأیت معنی میں ابصرت کے اور وجدت معنے میں اصبت کے ہو کر ایک مفعول کی طرف متعدی ہے

[٥٢] قولہ الافعال الناقصة ١٢ یہاں سے افعال ناقصہ کا بیان ہے افعال ناقصہ کو ناقصہ اس لیئے کہتے ہیں کہ یہ اور افعال کی طرح صرف فاعل پر کلام تام نہیں ہوتے! بلکہ خبر کے ملانے کی ضرورت ہوتی ہے افعال ناقصہ وہ افعال ہیں کہ جو فاعل کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ کل سترہ فعل ہیں جو کانَ سے لیکر لیسَ تک مذکور ہیں

[٥٣] قولہ وقد جاء الخ۔ یعنی افعال ناقصہ صرف یہی افعال نہیں جو کہ مذکور ہوئے بلکہ دوسرے اور افعال بھی ناقصہ آئے ہیں مثلاً ما جاءت حاجتک میں کلمہ جاءت اور قعدت کانہا حربة میں کلمہ قعدت ناقصہ ہیں۔ پس اوّل بمعنی کانت اور ثانی بمعنی صارت ہے اور دونوں میں ضمیر ہے جو کہ اسم ہے اور خبر اوّل میں حاجتک اور ثانی میں کاف بمعنی مثل ہے ١٢

[٥٤] قولہ تدخل على الجملة الاسمية الخ۔ یعنی افعال ناقصہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو عطا کرنے کے لئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے کان زید قائما میں کان فعل ناقص ہے۔ زید قائم جملہ اسمیہ پر اس لئے داخل ہے کہ وہ اپنے معنی یعنی ثبوت کا حکم و اثر اپنی خبر یعنی قیام کو عطا کرے [٥٥] قولہ فترفع الاول الخ یعنی افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر جزو اوّل کو رفع دیتے ہیں اور جزو ثانی کو نصب جیسے کان زید قائما میں کان عامل ہے۔ اور اس کی وجہ سے زید مرفوع اور قائما منصوب ہے ١٢

وتنصب الثاني مثل كان زيدٌ قائماً فكان[1] تكون ناقصةً لثبوت

ای کلمة کان ۱۲

خبرها ماضياً دائماً او منقطعاً وبمعنى صار ويكون فيها

ضمير الشأن وتكون[2] تامةً بمعنى ثبت وزائدةً[3] وصار

للانتقال[4] واصبح[5] وامسى واضحى لاقتران مضمون الجملة

هذه الافعال الثلاثة ۱۲

بأوقاتها وبمعنى[6] صار وتكون تامةً وظل[7] وبات لاقتران

ای اوقات هذه الافعال ۱۲

مضمون الجملة بوقتيهما وبمعنى صار ومازال[8] ومابرح وما

فتئ ومانفك لاستمرار خبرها لفاعلها مذ قبله ويلزمها

النفي ومادام[9] لتوقيت امر بمدة ثبوت خبرها لفاعلها

---

[1] قولہ فکان تکون الخ۔ یہ لفظ کان کی تفصیل ہے کہ وہ تین قسم پر ہوتا ہے ناقصہ۔ تامہ۔ زائدہ۔ پھر کان ناقصہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرتا ہے عام ازیں کہ وہ ثبوت تمام زمانہ ماضی میں دائمی ہو جیسے کان اللہ عزیزاً حکیماً یا منقطع ہو جیسے کان زید قائماً دوسرے بمعنی صار جیسے کان زید غنیاً ای صار زید غنیاً تنبیہ یہ باعتبار ترکیب کے بمعنی صار قولہ لثبوت خبرہا پر معطوف ہے اور یہ کان ناقصہ کی دوسری قسم ہے [2] قولہ وتکون تامۃ الخ یہ کان کی دوسری قسم کا بیان ہے اور مطلب یہ کہ کان کبھی تامہ ہوتا ہے جو بمعنی ثبت ہوتا ہے اور اپنے اسم پر تمام ہو جاتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا [3] قولہ وزائدۃ الخ۔ یہ کان کی تیسری قسم ہے کہ کان کبھی زائد ہوتا ہے اور وہ وہ ہے کہ جب اس کو عبارت سے حذف کر دیں تو معنی مقصود میں کوئی خلل نہ آئے [4] قولہ وصار للانتقال الخ یعنی صار انتقال کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ انتقال ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف ہو جیسے صار زید عالماً یعنی زید صفت جہل کو چھوڑ کر صفت علم کی طرف منتقل ہو گیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف منتقل ہو گیا جیسے صار الطین خزفاً۔ یعنی کیچڑ ٹھیکرا ہو گیا ۱۲ [5] قولہ اصبح وامسی واضحی الخ اصبح وامسی واضحی یہ تین فعل جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ مقارن کرنے کے لئے آتے ہیں۔ جیسے اصبح زید جالساً یعنی زید صبح کے وقت بیٹھ گیا اور جیسے امسی زید قائماً یعنی زید شام کے وقت کھڑا ہو گیا اور جیسے اضحی زید مصلیاً۔ یعنی زید چاشت کے وقت نماز پڑھنے والا ہوا [6] قولہ وبمعنی صار الخ یعنی کبھی یہ افعال ثلاثہ صار کے معنی میں ہوتے ہیں اور اس وقت ان کے معنی میں اوقات کا لحاظ نہ ہوگا جیسے اصبح زید غنیاً ای صار زید غنیاً اور کبھی یہ تینوں فعل تامہ ہوتے ہیں جیسے اصبح زید یعنی زید صبح کے وقت داخل ہوا۔ پس اس وقت یہ خبر کے محتاج نہ ہوں گے [7] قولہ وظل وبات الخ۔ یعنی افعال ناقصہ میں سے یہ دو فعل جملہ کے مضمون کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے ظل زید کاتباً یعنی زید تمام دن لکھنے والا رہا اور جیسے بات زید مضطرباً یعنی زید تمام رات بیقرار رہا۔ پھر یہ دونوں فعل کبھی معنی میں صار کے ہوتے ہیں جیسے ظل زید غنیاً یعنی زید مالدار ہو گیا اور بات زید فقیراً یعنی زید فقیر ہو گیا [8] قولہ ومازال ومابرح الخ۔ یعنی مازال اور مابرح اور مافتئ اور ماانفک اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اس وقت سے جبکہ ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مازال زید غنیاً یعنی زید نے جب سے تونگری کو قبول کیا اس وقت سے زید میں تونگری کی صفت مستمر اور دائمی ہے

جب تک زید بیٹھا ہے پس مثال مذکورہ میں مخاطب کے بیٹھنے کی توقیت اس مدت کی ساتھ کی گئی ہے کہ جو زید کے بیٹھنے کی ہے اور

۵۱ قولہ ومن ثم الخ۔ یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ مادام توقیت مذکور کے لئے آتا ہے تو اب اس سے پیشتر ایک کلام مستقل کی محتاج ہوں گے اس لئے کہ وہ ظرف ہے اور ظرف اپنے افادہ میں مستقل نہیں پس کلام مستقل مثال مذکور میں اجلس ہے جو کہ مادام سے پہلے مذکور ہے ۵۲ قولہ ولیس لنفی مضمون الجملۃ الخ۔ یعنی افعال ناقصہ میں سے لیس زمان حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لیس زید ضارباً یعنی زید زمان حال میں مارنے والا نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لیس مطلقاً مضمون جملہ کی نفی کیلئے آتا ہے عام ازیں کہ وہ نفی زمان حال میں ہو یا استقبال میں یا ماضی میں۔ ۵۳ قولہ ویجوز تقدیم اخبارہا الخ یعنی افعال ناقصہ کی خبروں کا اُن کے اسمار پر مقدم ہونا جائز ہے اس لئے کہ یہ تقدیم منصوب کی مرفوع پر ہے اور وہ جملہ افعال میں درست ہے باقی رہی افعال ناقصہ پر اُن کی خبروں کی تقدیم سو وہ تین قسم پر ہے اس لئے کہ بعض افعال ناقصہ تو ایسے ہیں کہ ان میں تقدیم مذکور جائز ہے اور وہ کانَ سے لیکر راح تک گیارہ فعل ہیں اور بعض افعال ایسے ہیں کہ ان میں تقدیم مذکور جائز نہیں اور وہ فعل ناقص ہے کہ جس کی اول میں کلمہ ما ہے خواہ ما نافیہ ہو۔ یا مصدریہ۔ لیکن افعال مذکورہ میں تقدیم مذکور کا ناجائز ہونا جمہور کے مذہب پر ہے اور ابن کیسان نحوی مادام کے ماسوی جتنے افعال ہیں مازال اور مابرح اور مافتی اور ماانفک ان میں تقدیم مذکور کو جائز کہتا ہے اور لیس میں خود جمہور نحاۃ کا تقدیم مذکور کے جائز اور ناجائز ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کو اس پر مقدم کرنا ناجائز ہے اس لئے کہ لیس نفی کے لئے ہے اور نفی صدارت کلام کو مقتضی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کو لیس پر مقدم کرنا جائز ہے اس لئے کہ لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں فعلیت کی وجہ سے ہے پس فعل میں جس طرح منصوب کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے لیس میں بھی جائز ہوگا ۵۴ قولہ افعال المقاربۃ الخ۔ یعنی افعال مقاربہ وہ فعل ہیں کہ جو خبر کو اپنے فاعل کے نزدیک کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں عام ازیں کہ یہ نزدیک کرنا خبر کا باعتبار رجار اور امید کے ہو یا باعتبار حصول کے یا باعتبار اخذ یعنی شروع فی الخبر کے پس اس وقت عبارت میں رجار منصوب سے پہلے دنوّ مصدر مقدر ہوگا اور وہ ترکیب میں مفعول مطلق ہوگا ای دنوّ رجار اور دنوّ حصول اور دنوّ اخذ ۵۵ قولہ فالاوّل عسیٰ الخ۔ یعنی باعتبار امید کے خبر کو فاعل کی نزدیک کرنے کے لئے عسیٰ آتا ہے جیسے عسیٰ زید ان یخرج یعنی امید ہے کہ زید نکلے پس عسیٰ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ متکلم فاعل کے لئے حصول خبر کی امید رکھتا ہے کہ عنقریب حاصل ہو اور یاد رکھو کہ کلمہ عسیٰ کا غیر متصرف ہے کہ اس سے ماضی کے سوا اور کوئی

یا آن محل رفع میں عسیٰ کا فاعل ہے اور زید یخرج کا فاعل ہے الغرض عسیٰ کے ۵

وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ إِلَى كَلَامٍ لِأَنَّهُ ظَرْفٌ وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُونِ
اى لاجل ان مادام للتوقيت ١٢

الْجُمْلَةِ حَالًا وَقِيلَ مُطْلَقًا وَيَجُوزُ تَقْدِيمُ أَخْبَارِهَا كُلِّهَا عَلَى

أَسْمَائِهَا وَهِيَ فِي تَقْدِيمِهَا عَلَيْهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ قِسْمٌ
اى على نفس الافعال ١٢

يَجُوزُ وَهُوَ مِنْ كَانَ إِلَى رَاحَ وَقِسْمٌ لَا يَجُوزُ وَهُوَ مَا فِي
اى يجوز تقديم خبره عليه ١٢ وهى احد عشر افعالا ١٢

أَوَّلِهِ مَا خِلَافًا لِابْنِ كَيْسَانَ فِي غَيْرِ مَادَامَ وَقِسْمٌ مُخْتَلَفٌ

فِيهِ وَهُوَ لَيْسَ أَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ مَا وُضِعَ لِدُنُوِّ الْخَبَرِ
مبتدا ١٢ خبر ١٢

رَجَاءً أَوْ حُصُولًا أَوْ أَخْذًا فِيهِ فَالْأَوَّلُ عَسَى وَهُوَ غَيْرُ

مُتَصَرِّفٍ تَقُولُ عَسَى زَيْدٌ أَنْ يَخْرُجَ وَعَسَى أَنْ يَخْرُجَ زَيْدٌ

بدون ان کے کاد زید یخرج کہنا جائز ہے اسی طرح عسیٰ زید یخرج کہنا بھی جائز ہے ١٢

لہ قولہ والثانی کاد الخ - یعنی دوسرا فعل افعال مقاربہ میں سے کاد ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقینی ہونے والا ہے جیسے کاد زید یخرج یعنی زید کے لئے حصول خروج یقینا ہونے والا ہے پس مثال مذکور میں زید کاد کا فاعل اور یخرج فعل مضارع اس کی خبر ہے جو کہ محل نصب میں ہے - اور کبھی کاد کی خبر پر اَن مصدریہ داخل ہوتا ہے اس لئے کہ کاد کی عسیٰ کے ساتھ مشابہت ہے - پس کاد کی خبر میں بھی عسیٰ کی خبر کی طرح اَن مصدریہ لائیں گے ۲ قولہ واذا دخل النفی الخ - یعنی جب کاد اور اس کے مشتقات پر نفی داخل ہوتی ہے تو وہ دوسرے افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کا فائدہ دیتے ہیں اور یہ اصح مذہب ہے اور علاوہ اس مذہب کے دو مذہب اس میں اور ہیں - بعض کہتے ہیں کہ کاد پر نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے مطلقا - خواہ وہ ماضی پر داخل ہو یا مستقبل پر ماضی کی مثال فذبحوہا وما کادوا یفعلون پس مثال مذکور میں ان لوگوں کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ گائے کو انہوں نے ذبح کر دیا اور وہ ذبح کرنے کے قریب تھے - اور دلیل یہ ہے کہ اگر ما کادوا سے مراد نفی ہو تو تناقض لازم آئے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ ذبح کرنے سے پیشتر وہ ذبح کرنے کے قریب نہ ہوں اور ذبح کر دیں اور اصح مذہب والے اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جب کہ ما کادوا یفعلون میں نفی مراد لیجائے گی تو کلام میں تناقض نہ ہوگا اور یہ معنی ہوں گے کہ انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا اور وہ ذبح سے پیشتر اپنی نافرمانی کے سبب ذبح کرنے کے قریب نہ تھے پس ظاہر ہے کہ اس میں کچھ تناقض نہیں اس لئے کہ تناقض میں منجملہ وحدات ثمانیہ کے وحدت زمانی شرط ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی اور مضارع کی مثال ذی الرمۃ کا یہ شعر ہے اذا غیر الہجر المحبین لم یکد - رسیس الہوی من حب میۃ یبرح پس مثال مذکور میں لم یکد کے معنی چونکہ اثبات کے ہیں اس لئے شعراء نے ذو الرمۃ کا تخطیہ کیا اور کہا کہ یہ معنی کہ جب جدائی عاشقوں کو متغیر کر دے قریب ہے کہ میہ کی ثابت شدہ محبت میرے دل سے زائل ہو جائے عاشقانہ نہیں - یہ سنکر ذی الرمۃ شاعر نے لم یکد کو لم اجد سے بدل دیا - پس اگر نفی مستقبل پر داخل ہو کر اثبات کے لئے نہ ہوتی تو نہ شعراء اس کا تخطیہ کرتے اور نہ وہ اس تخطیہ کو تسلیم کرتا اس لئے کہ نفی کی صورت میں شعر کے یہ معنی ہیں کہ جب جدائی دوستوں کی محبت کو متغیر کر دیتی ہے تو ایسی حالت میں میرے دل سے میہ کی محبت راسخ شدہ کا زائل ہونا قریب نہیں - اور اس وقت معنی مذکور میں کچھ نقص نہیں کہ تخطیہ کی نوبت آئے اور اصح مذہب والے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بعض فصحاء نے ذو الرمۃ شاعر کی تخطیہ

وَقَدْ يُحْذَفُ أَنْ وَالثَّانِي كَادَ تَقُولُ كَادَ زَيْدٌ يَجِيءُ وَقَدْ تَدْخُلُ أَنْ وَإِذَا دَخَلَ النَّفْيُ عَلَى كَادَ فَهُوَ كَالْأَفْعَالِ عَلَى الْأَصَحِّ وَقِيلَ يَكُونُ لِلْإِثْبَاتِ وَقِيلَ يَكُونُ فِي الْمَاضِي لِلْإِثْبَاتِ

اى لاثبات الخبر ۱۲

وَفِي الْمُسْتَقْبَلِ كَالْأَفْعَالِ تَمَسُّكًا بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ وَبِقَوْلِ ذِي الرُّمَّةِ شِعْرٌ إِذَا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُحِبِّينَ لَمْ يَكَدْ + رَسِيسُ الْهَوَى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ + وَالثَّالِثُ

کہ دور فتنکہ تغیر دہد ہجر و فراق دوستاں را ۱۲ — نزدیک نیست ۱۲ — رمن دوستی از عشق — میہ کہ زائل شود ۱۲

طَفِقَ وَكَرَبَ وَجَعَلَ وَأَخَذَ وَهِيَ مِثْلُ كَادَ وَأَوْشَكَ مِثْلُ عَسَى وَكَادَ فِي الْاِسْتِعْمَالِ

بفتح الراء من الکرب و نزدیک شدن کسی را بکارے من ضرب ۱۲

۲- کرنے والوں کا تخطیہ تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ ذی الرمۃ شاعر نے اُن کے تخطیہ کو تسلیم کرنے میں غلطی کی ہے اس لئے کہ لم یکد بمعنی نفی ہے بمعنی اثبات نہیں پس معنی شعر کے صحیح ہیں ۳ قولہ وقیل یکون الخ یعنی تیسرا مذہب یہ ہے کہ حرف نفی ماضی پر ۲م

۲م- داخل ہو کر تو نفی کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ اثبات اپنے ہی حال پر رہتا ہے جیسے قولہ تعالی

* اعادہ کی ضرورت نہیں ۵ قولہ والثالث طفق الخ - یعنی افعال مقاربہ میں سے وہ فعل جو فاعل کیلئے خبر کے قریب ہونے کو باعتبار اخذ اور شروع

١ه قولہ فعل التعجب الخ- اس مقام پر کافیہ کے نسخے مختلف ہیں بعض نسخوں میں افعال التعجب اور بعض نسخوں میں فعلا التعجب بصیغہ تثنیہ ہے اور یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ اگر کہا جائے کہ تعریف جنس کے لئے ہوتی ہے تو فعل التعجب کہنا انسب ہے اور اگر کہیں کہ اُن کے افراد کثرت سے ہیں تو صیغہ جمع کا لانا زیادہ مناسب ہے۔ اور تثنیہ اس وجہ سے ہے کہ تعجب کے دو صیغے ہیں ما افعلہ اور افعل بہ اور یہ دونوں ایسے صیغہ ہیں کہ ان میں تعریف جاری نہیں ہوتی یہاں تک کہ ان سے نہ تو مضارع آتا ہے اور نہ مجہول

٢ه قولہ ولا یبنیان الخ- یعنی یہ دونوں صیغے فعل تعجب کے اسی چیز سے بنائے جاتے ہیں کہ جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور وہ ثلاثی مجرد ہے کہ جو لون اور عیب سے خالی ہو اور وجہ یہ ہے کہ فعل تعجب اور افعل التفضیل کو باہمی ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے کہ ہر ایک مبالغہ کے لئے ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ جس چیز سے فعل تعجب کا بنانا ممتنع ہے اس سے فعل تعجب بنانے کی کیا صورت ہوگی- جواب یہ ہے کہ وہاں شدت یا اس کے مثل ضعف یا حسن یا قبح سے یہ دونوں صیغے اس طرح بنائیں گے کہ وہ مصدر کہ جس کے فعل سے فعل تعجب کا بنانا ممتنع ہے اس کو ان کے بعد ذکر کریں گے۔ مثلاً جب استخراج غیر ثلاثی مجرد سے یہ دو صیغے تعجب کے بنانا چاہیں تو ما اشد استخراجہ اور اشد باستخراجہ کہیں گے۔ اور یاد رکھو کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم و تاخیر کا تصرف نہ ہوگا یہاں تک کہ جار و مجرور اور مفعول بہ کو اُن پر مقدم نہیں کیا جائے گا پس ما زیدًا احسن اور بزید احسن کہنا درست نہ ہوگا علی ہذا القیاس فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل لانا بھی جائز نہ ہوگا اس لئے کہ ہر دو صیغے تعجب کے انشاء تعجب کی طرف منقول ہونے کے سبب قائم مقام امثال کے ہو گئے۔ پس امثال کی طرح ان میں بھی تصرف جائز نہ ہوگا اور مازنی کہتا ہے کہ فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کے ساتھ جائز ہے اس لئے کہ ظرف میں وہ توسع ہے جو غیر ظرف میں نہیں پس ما احسن فی الدار زیدًا اور احسن الیوم بزید کہنا جمہور کے نزدیک ناجائز اور مازنی کے نزدیک جائز ہے

دوسرے صیغہ کا بیان ہے کہ اس میں لفظ بہ سیبویہ کے نزدیک فاعل ہے پس اس وقت ع

فِعْلُ التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهُ صِيْغَتَانِ مَا اَفْعَلَهٗ

وفی بعض النسخ فعلا التعجب وہو الانسب لما سبق ١٢ — ای للتعجب ١٢

وَاَفْعِلْ بِهٖ وَهُمَا غَيْرُ مُتَصَرِّفَيْنِ مِثْلُ مَا اَحْسَنَ زَيْدًا وَاَحْسِنْ

بِزَيْدٍ وَلَا يُبْنَيَانِ اِلَّا مِمَّا يُبْنٰى مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ وَيُتَوَصَّلُ

وہو الثلاثی المجرد ١٢

فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اسْتِخْرَاجَهٗ وَاَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ وَ

ای ما سوی الثلاثی المجرد ١٢

لَا يُتَصَرَّفُ فِيْهِمَا بِتَقْدِيْمٍ وَتَاْخِيْرٍ وَلَا فَصْلٍ وَاَجَازَ الْمَازِنِيُّ

الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ وَمَا ابْتِدَاءٌ نَكِرَةٌ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ مَا بَعْدَهَا الْخَبَرُ وَمَوْصُوْلَةٌ

ای فی الاصل ١٢

عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْخَبَرُ مَحْذُوْفٌ وَبِهٖ فَاعِلٌ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ فَلَا ضَمِيْرَ فِيْ

مبتدا ١٢ — خبر ١٢ — والباء زائدۃ علی الفاعل ١٢

اَفْعِلْ وَمَفْعُوْلٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْبَاءُ لِلتَّعْدِيَةِ اَوْ زَائِدَةٌ فَفِيْهِ ضَمِيْرٌ

فالضمیر عندہ مستتر فی افعل ١٢

٣ه قولہ وما ابتداء الخ- یعنی فعل تعجب کے صیغہ اولی میں سیبویہ کے نزدیک ما مبتدا اور نکرہ بمعنی شئ ہے اور اس کا مابعد خبر ہے اور اخفش کے نزدیک یہ ما موصولہ ہے اور اس کا مابعد اس کا صلہ ہے اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا ہے اور خبر شئ عظیم محذوف ہے پس سیبویہ کے نزدیک ما احسن زیدًا کے معنی شئ احسن زیدًا ہے اور اخفش کے نزدیک الذی احسن زیدًا شئ عظیم کے ہیں۔ اور جاننا چاہیئے کہ اس جگہ پر ایک ۴ه

الخ- یعنی اخفش کہتا ہے کہ احسن امر کا صیغہ ہے اور بہ میں با تعدیہ کے لئے یا زائدہ ہے اور اس وقت احسن میں ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے ١٢

أفعال المدح والذمّ ما وُضِع لانشاء مدحٍ او ذمٍّ

فمنها نعم وبئس وشرطهما ان يكون الفاعل مُعرّفًا نحو نعم الرجل زيد ۱۲

باللّام او مضافًا الى المعرّف بها او مُضمرًا مميّزًا بنكرةٍ نحو نعم غلام الرجل زيد ۱۲ نحو نعم رجلا زيد ۱۲

منصوبةٍ او بما مثل فنعمّا هي وبعد[۵۲] ذلك المخصوص بالمدح او الذم ۱۲

وهو[۵۳] مبتدأ ما قبله خبره او خبر مبتدأ محذوف مثل نعم

الرجل زيدٌ وشرطه[۵۴] مطابقة الفاعل وبئس[۵۵] مثل القوم

الذين كذّبوا وشبهه متأوّلٌ وقد[۵۶] يحذف المخصوص

اذا علم مثل نعم العبد و فنعم الماهدون وساء مثلًا بئس اى نحن ۱۲

---

۵۱ افعال مدح والذم الخ۔ مصنف رح یہاں سے افعال مدح اور ذم کو بیان کرتے ہیں کہ افعال مدح وذم وہ فعل ہیں جو انشاء مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں افعال مدح اور ذم میں سے نعم اور بئس ہیں اور ان دونوں کے فاعل کی شرط یہ ہے کہ ان کا فاعل یا تو معرف باللام ہو جیسے نعم الرجل یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحب الرجل زید۔ یا ایسی ضمیر مستتر ہو کہ جس کی تمیز یا تو نکرہ منصوبہ ہو جیسے نعم رجلا زید اور یا تمیز کلمہ ما ہو جیسے قولہ تعالیٰ فنعما ہی ای نعم شیئا ہی اور یہ ما نکرہ معنی میں شئی کے ہوتا ہے اور بنا بر تمیز کے محلاً منصوب ہے ۵۲ قولہ وبعد ذلک المخصوص الخ۔ یعنی فعل مدح اور ذم کے فاعل کے بعد مخصوص بالمدح یا بالذم کا درجہ ہے جیسے نعم الرجل زید میں الرجل نعم کا فاعل ہے اور اس کے بعد زید مخصوص بالمدح ہے ۵۳ قولہ وہو مبتدا الخ۔ ترکیب کے اعتبار سے مخصوص مذکور کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہو مبتدا اور اس کا ما قبل جملہ ہو کر اس کی خبر اور اگر کوئی کہے کہ مبتدا کی خبر جب جملہ ہوتی ہے تو اس میں عائد ہونا چاہئے حالانکہ اس جگہ کوئی ضمیر نہیں جو مبتدا کی طرف عائد ہو۔ جواب یہ ہے کہ عائد کے لئے فقط ضمیر کا ہونا ضروری نہیں بلکہ نعم الرجل زید میں الف اور لام عہد کی بھی عائد ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مخصوص مذکور ہو مبتدا المحذوف کی خبر اور نعم الرجل علیحدہ جملہ فعلیہ ہو اور اس وقت نعم الرجل زید دو جملے ہوں گے ایک فعلیہ یعنی نعم الرجل اور دوسرا اسمیہ یعنی ہو زید۔ پس اس جملہ کا جزو اول یعنی ہو محذوف ہے ۵۴ قولہ وشرطہ مطابقۃ الفاعل الخ۔ یعنی مخصوص کی شرط یہ ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ تذکیر و تانیث اور تثنیہ اور جمع میں مطابق ہو جیسے نعم الرجل زید اور نعمت المرءۃ زینب اور نعم الرجلان الزیدان اور نعم الرجال الزیدون ۵۵ قولہ وبئس مثل القوم الذین الخ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ تقریر سوال کی یہ ہے کہ آیت بئس مثل القوم الذین کذبوا میں الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے جو کہ جمع ہے اور مثل القوم فاعل ہے جو کہ مفرد ہے پس مخصوص اور فاعل میں مطابقت نہ ہوئی لہذا یہ کہنا کہ فاعل اور مخصوص میں مطابقت ہونی چاہیے کیونکر صحیح ہوگا جواب یہ ہے کہ آیت اور اس کا مثل متاول ہے بایں طور کہ مثل القوم الذین کذبوا میں الذین کذبوا سے پہلے مضاف مقدر ہے اور اصل عبارت اس طرح پر ہے مثل القوم مثل الذین کذبوا۔ پس اس وقت دونوں میں مطابقت ہوگی اس لئے کہ دونوں مفرد ہیں یا کہا جائے کہ الذین قوم کی صفت ہے مخصوص نہیں۔ مخصوص محذوف ہے ای مثلہم ۵۶ قولہ وقد یحذف المخصوص الخ۔ یعنی کبھی مخصوص کو بوقت قائم ہونے قرینہ کے حذف کر دیتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ فنعم الماہدون ای نحن اور قولہ تعالیٰ نعم العبد ای ایوب اور قرینہ حذف کا دونوں جگہ پر ظاہر ہے اول میں

۵۱ قولہ ومنہا حبذا الخ۔ یعنی افعال مدح وذم میں سے حبذا ہے اور یہ لفظ حب اور ذا سے مرکب ہے ترکیب میں حب فعل اور ذا اُس کا فاعل ہے اور یہ فعل مدح ایسا ہے کہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے تثنیہ اور جمع اور تانیث میں اپنے مخصوص کے مطابق نہیں ہوتا جیسے حبذا الزیدان اور حبذا الزیدون اور حبذا ہند۔ پھر حبذا اس ذا کے بعد جو اسم مذکور ہوگا وہ مخصوص بالمدح ہوگا اور اس مخصوص بالمدح کا اعراب بھی نعم کے مخصوص بالمدح کی طرح پر ہے حتی کہ جو وجوہ کہ نعم کے مخصوص بالمدح میں مذکور ہوئیں وہی حبذا کے بعد مخصوص بالمدح میں جاری ہوں گی ۵۲ قولہ ویجوز ان یقع الخ

یعنی مخصوص حبذا سے پہلے یا اس کے بعد تمیز یا حال کا تذکیر وتانیث اور افراد اور تثنیہ اور جمع میں مخصوص کے مطابق ہو کر واقع ہونا جائز ہے جیسے حبذا رجلا زید اور حبذا زید رجلا وقس علی ہذا البواقی ۵۳ قولہ الحرف ما دلّ الخ۔ اسم اور فعل سے فارغ ہو کر مصنف رح حرف کو بیان کرتے ہیں کہ حرف وہ کلمہ ہے کہ جو اُس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اُس کی غیر میں پائے جاتے ہیں حرف کی تعریف میں ما موصولہ سے مراد کلمہ ہے اس لئے کہ وہ مقسم ہے اور مقسم تعریفات اقسام میں معتبر ہے اور قولہ فی غیرہ ثابت کے متعلق ہو کر معنی کی صفت ہے اور اس سے اسم و فعل خارج ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کے معنی مستقل بالمفہوم ہیں اور تعریف مذکور میں فی غیرہ کی قید سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حرف کے معنی مستقل بالمفہومیت نہیں کہ دوسرے کلمہ کے بغیر ملائے سمجھ میں آسکیں ۵۴ قولہ ومن ثم احتاج الخ یعنی چونکہ معنی حرف کے مستقل نہیں اسی وجہ سے وہ کلام کے جز ہونے میں اسم و فعل کا محتاج ہے پس بدون اسم و فعل کے ملائے نہ وہ محکوم علیہ ہو سکتا ہے اور نہ محکوم بہ ۵۵ قولہ حروف الجر الخ۔ حرف جر وہ ہے کہ جو فعل یا معنی فعل کو اس چیز تک پہونچانے کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جو اس حرف کے متصل ہے جیسے مررت برجل میں با حرف جر ہے۔

ومنها حبّذا[۵۱] وفاعله ذا ولا يتغيّر وبعده المخصوص و
اى من افعال المدح والذم ١٢

اعرابه كاعراب مخصوص نعم ويجوز ان[۵۲] يقع قبل

المخصوص وبعده تمييز او حال على وفق مخصوصه الحرف[۵۳]

ما دلّ على معنى في غيره ومن ثمّ[۵۴] احتاج في جزئيته الى
الكلام ١٢ — اى من اجل انه يدل على معنى فى غيره ١٢

اسم او فعل حروف[۵۵] الجرّ ما وضع للافضاء بفعل او
لان الافضاء لازم ١٢ — الايصال للتعدية

معناه الى ما يليه وهي من والى وحتّى وفي والباء واللام وربّ
اى الى مدخوله ١٢ — اى حروف الجر ١٢

وواوها وواو القسم وباؤه وتاؤه وعن وعلى والكاف ومذ و

منذ وخلا وعدا وحاشا فمن[۵۶] للابتداء والتبيين[۵۷] والتبعيض[۵۸]

۵۶ قولہ فمن للابتداء الخ۔ مصنف رح نے حروف جر کو شمار کرنے کے بعد یہاں سے ان کی تفصیل کو بیان کیا کہ من حرف جر ابتداء غایت کے لئے ہے خواہ ابتداء مکانی ہو یا زمانی۔ ابتداء مکانی کی مثال جیسے سرت من البصرة الی الکوفة۔ اور ابتداء زمانی کی مثال جیسے صمت من یوم الجمعة۔ بہرحال دونوں جگہ پر من کا مجرور وہ محل ہے کہ جس سے فعل کی ابتدا ہوتی ہے اور علامت من ابتدائیہ کی یہ ہے کہ اس کے بعد الی حرف جر یا اس چیز کا جو معنی میں الی کے ہوتی ہے لانا صحیح ہو ۵۷ قولہ والتبیین الخ۔ یعنی من تبیین کے لئے آتا ہے جیسے قولہ فاجتنبوا الرجس من الاوثان یعنی پلیدی سے بچو جو بت ہیں پس مثال مذکور

۱؎ قولہ وزائدۃ الخ۔ یہ مرفوع ہے اور للابتداء پر معطوف ہے اور مطلب یہ کہ من زائدہ بھی ہوتا ہے من کے زائد ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کردیں تو معنی مقصود میں خلل واقع نہ ہو جیسے ماجاءنی من احد کہ اس جگہ من زائدہ ہے۔ پھر من کے زائد ہونے میں نحاۃ کا اختلاف ہے۔ بصری یہ کہتے ہیں کہ من کی زیادتی صرف کلام غیر موجب میں ہوتی ہے اور وہ وہ کلام ہے کہ جس میں نفی نہی اور استفہام ہوتا ہے۔ اور اخفش اور نحاۃ کوفہ یہ کہتے ہیں کہ من کی زیادتی کے لئے کلام غیر موجب کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ کلام موجب میں بھی اس کی زیادتی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اس دعوے پر قول عرب قد کان من مطر سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں من زائدہ ہے اور اصل قد کان مطر ہے مگر مصنف رحمہ قد کان من مطر کا جواب دیتے ہیں کہ یہ متاول ہے بایں طور کہ من کو تبعیضیہ کہا جائے یا تبیینیہ ای قد کان بعض مطر او قد کان شئی من مطر ۲؎ قولہ والی للانتہاء الخ یعنی الی انتہاء غایت کے لئے ہے عام ازیں کہ انتہاء مذکور زمان میں ہو یا مکان میں یا ان دونوں کے غیر میں اول کی مثال قولہ تعالیٰ اتموا الصیام الی اللیل۔ اور ثانی کی مثال ذہبت الی البیت اور ثالث کی مثال قلبی الیکم اور الی معنی میں مع کے بھی آتا ہے مگر قلیل جیسے قولہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالہم الی اموالکم ای مع اموالکم ۳؎ قولہ وحتی کذلک الخ۔ یعنی حتی بھی الی جارہ کی طرح انتہاء غایت کے لئے ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ حتی بمعنی مع کثرت سے مستعمل ہوتا ہے جیسے اکلت السمکۃ حتی راسہا ای مع راسہا۔ دوسرے حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا بخلاف الی کے کہ وہ اسم ظاہر ومضمر دونوں پر داخل ہو جاتا ہے۔ اور مبرد کہتا ہے کہ حتی اسم ظاہر کیساتھ خاص نہیں ضمیر پر بھی داخل ہو جاتا ہے ۴؎ قولہ وفی للظرفیۃ الخ۔ یعنی حروف جارہ میں سے کلمہ فی جس کلمہ پر داخل ہوتا ہے اس کو کسی شئی کا ظرف بتاتا ہے جیسے زید فی البیت اور الخزی فی الکذب دونوں مثالیں ظرفیت کی ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ مثال اول میں بیت حقیقۃً ظرف ہے اور مثال ثانی میں کذب مجازاً ظرف ہے ۵؎ قولہ وفی بمعنی علی الخ۔ یعنی فی بمعنی میں علی کے بھی مستعمل ہوتا ہے مگر یہ استعمال قلیل ہے جیسے قولہ تعالیٰ ولاصلبنکم فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل ۶؎ قولہ والباء للالصاق الخ۔ یعنی باء حروف جارہ میں سے الصاق کے لئے ہے الصاق کے معنی اتصال الشئی بالشئی کے ہیں خواہ یہ اتصال حقیقۃً ہو جیسے بہ داء یا مجازاً جیسے مررت بزید۔ اور باء استعانۃ کے لئے ہوتی ہے جیسے کتبت بالقلم اور مصاحبۃ کے لئے ہوتی ہے جیسے اشتریت الفرس بسرجہ ای مع سرجہ اور مقابلہ کے لئے ہوتی ہے جیسے اشتریت الجاریۃ بفرس۔ یعنی میں نے باندی کو گھوڑے کے بدلے میں خریدا۔ اور باء تعدیہ کے لئے ہوتی ہے

وزائدة فی غیر الموجب خلافا للکوفیین والاخفش و

نحو ما جاءنی من احد ۱۲ — ناظر الی قید غیر الموجب ۱۲

قد کان من مطر وشبهه متأوّل والی للانتهاء و

مبتدأ ۱۲

بمعنی مع قلیلا وحتی کذلك وبمعنی مع کثیرا ویختص

بالظاهر خلافا للمبرد وفی للظرفیة وبمعنی علی

الاسم ۱۲ — لانہ اجاز دخولہا علی المضمر ایضا ۱۲ — ای کون مدخولہا ظرفا للشئی ۱۲

قلیلا والباء للالصاق والاستعانة والمصاحبة

والمقابلة والتعدیة والظرفیة وزائدة فی الخبر

فی الاستفهام والنفی قیاسا وفی غیره سماعا

ای فی غیر الخبر ۱۲

نحو بحسبك زیدٌ والقی بیده

ای حسبک زید ۱۲ — ای القی ایدہ ۱۲

قولہ واللام للاختصاص الخ۔ یہ لام جارہ کا بیان ہے کہ وہ چند معنی کے لئے ہوتا ہے اختصاص کے لئے جیسے الجل للفرس یعنی جل خاص گھوڑے کے لئے ہے اور تعلیل کے لئے ہوتا ہے جیسے ضربتہ للتادیب اور معنی میں عن کے ہوتا ہے جبکہ وہ قول کے ساتھ ہوتا ہے جیسے قلت لزید ای عن زید اور لام زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے ردف لکم ای ردفکم اور یہ زیادتی لام جارہ کی اس صورت میں ہے جب کہ فعل متعدی بنفسہ ہو اور لام معنی میں واؤ کے ہوتا ہے اس قسم میں جو تعجب کے لئے ہوتی ہے قسم سے مراد یہاں مقسم بہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے جیسے للہ لا یؤخر الاجل یعنی خدا کی قسم اجل مؤخر نہ ہوگی قولہ ورب للتقلیل الخ۔ یعنی حروف جارہ میں سے رب انشاء تقلیل کے لئے ہے اور صدر کلام میں آتا ہے اور بنا بر اصح مذہب کے نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے یعنی ہمیشہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ نکرہ غیر موصوفہ پر بھی داخل ہوجاتا ہے مگر یہ مذہب اصح نہیں قولہ وفعلہا ماض الخ۔ یعنی رب جس فعل کے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر استعمالا میں قرائن کے پائے جانے کی وجہ سے محذوف ہوتا ہے جیسے رب رجل کریم ای لقیتہ قولہ وقد تدخل علی مضمر الخ۔ یعنی رب کبھی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے کہ جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز مثنی ہو یا مجموع یا مؤنث جیسے ربہ رجلین اور رجالا اور امراۃ اور کوفی کہتے ہیں کہ ضمیر مذکور تمیز کے ساتھ مطابق ہوگی پس ان کے نزدیک ربہما رجلین اور ربہم رجالا کہیں گے قولہ وتلحقہا ما الخ۔ یعنی رب پر ما کافہ بھی داخل ہوجاتا ہے جو رب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اور اس صورت میں رب جملہ پر داخل ہوجاتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ربما یود الذین کفروا کہ یہاں رب پر ما کافہ لاحق ہے اور وہ جملہ پر داخل ہے قولہ وواوہا یعنی واؤ رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ معنی میں رب کے ہونے کی وجہ سے رب کے حکم میں ہے پس رب کی طرح یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوگا اور اس کا متعلق فعل ماضی ہوگا جو اکثر محذوف ہوتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ واؤ رب ضمیر مبہم پر کبھی داخل نہیں ہوتا جیسے قول الشاعر وبلدۃ لیس بہا انیس۔ یعنی بہت سے ایسے شہر ہیں کہ ان میں کوئی انیس نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بلدۃ میں واؤ بمعنی رب ہے قولہ وواو القسم الخ۔ یعنی واؤ قسم فعل قسم کے حذف کے وقت مستعمل ہوتا ہے اور سوال کے ساتھ نہیں لایا جاتا اور ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا جیسے واللہ لافعلن کذا قولہ والتاء مثلہا الخ۔ یعنی واؤ قسم کی طرح تاء قسم ہے کہ اس میں بھی فعل قسم محذوف ہوتا ہے اور سوال میں بھی۔ اور سوال کے ساتھ مذکور ہوتی ہے اور بدون سوال کے بھی اسم ظاہر پر بھی

وَاللَّامُ لِلاخْتِصَاصِ وَالتَّعْلِيلِ وَبِمَعْنَى عَنْ مَعَ القَوْلِ وَزَائِدَةٌ

(ای الانشائیہ)

وَبِمَعْنَى الوَاوِ فِي القَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ وَرُبَّ لِلتَّقْلِيلِ وَلَهَا صَدْرُ

(ای لتقلیل افراد ما دخلت علیہ)

الكَلَامِ مُخْتَصَّةٌ بِنَكِرَةٍ مَوْصُوفَةٍ عَلَى الأَصَحِّ وَفِعْلُهَا مَاضٍ

مَحْذُوفٌ غَالِبًا وَقَدْ تَدْخُلُ عَلَى مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ

(ای حذفا غالبا او زمانا غالبا)

مَنْصُوبَةٍ وَالضَّمِيرُ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ خِلَافًا لِلْكُوفِيِّينَ فِي مُطَابَقَةِ

التَّمْيِيزِ وَتَلْحَقُهَا مَا فَتَدْخُلُ عَلَى الجُمَلِ وَوَاوُهَا تَدْخُلُ عَلَى نَكِرَةٍ

(ای رب) (ای رب بعد لحوق ما)

مَوْصُوفَةٍ وَوَاوُ القَسَمِ إِنَّمَا تَكُونُ عِنْدَ حَذْفِ الفِعْلِ لِغَيْرِ السُّؤَالِ

مُخْتَصَّةً بِالظَّاهِرِ وَالتَّاءُ مِثْلُهَا مُخْتَصَّةٌ بِاسْمِ اللهِ تَعَالَى وَالبَاءُ أَعَمُّ مِنْهُمَا

(مثل الواو)

۱ۂ قولہ ویتلقی القسم الخ۔ یعنی جواب قسم پر لام تاکید اور انّ مکسورہ اور حرف نفی ما اور لا کو داخل کیا جاتا ہے جیسے واللہ لزید قائم اور واللہ انّ زیدا قائم اور واللہ ما زید بقائم اور واللہ لا یقوم زید۔ اور یاد رکھو کہ جواب قسم پر اشیاء مذکورہ بالا میں سے کسی شئی کا داخل ہونا اس وقت ہے جب کہ جواب قسم غیر سوال میں ہو اور سوال میں اس چیز کو داخل کیا جائے کہ جس میں معنی طلب کے ہوتے ہیں جیسے باللہ ہل قام زید ۲ۂ قولہ وقد یحذف جوابہ الخ۔ یعنی جبکہ قسم اس جملہ کے درمیان یا اس جملہ کے بعد واقع ہو کہ جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہے تو اس وقت جواب قسم محذوف ہو جائے گا جیسے زید واللہ قائم اور زید قائم واللہ

فی الجمیع ۱ویتلقی القسم باللام وانّ وحرف النفی وقد ۲یحذف

جوابه اذا اعترض او تقدّم ما یدلّ علیه ۳وعن للمجاوزة

علی القسم ۱۲

وعلی للاستعلاء ۴وقد یکونان اسمین بدخول من

ای عن وعلی ۱۲

والکاف ۵للتشبیه وزائدة وقد تکون اسمًا وتختص

نحو لیس کمثله شیء ۱۲

بالظاهر ومذ ۶ومنذ للزمان للابتداء فی الماضی والظرفیة

الاسم ۱۲

فی الحاضر نحو ما رایته مذ شهرنا ومنذ یومنا وحاشا ۷

وعدا وخلا للاستثناء الحروف ۸المشبهة

بالفعل وهی انّ وانّ وکانّ ولکنّ ولیت ولعلّ

لفظا ومعنیً ۱۲

۳ۂ قولہ وعن للمجاوزۃ الخ۔ یعنی عن مجاوزۃ کے لیئے ہے مجاوزت تین طریقہ پر ہوتی ہے ایک یہ کہ وہ مدخول عن سے زائل ہو کر کسی دوسری شئی کی طرف چلی جائے جیسے رمیت السہم عن القوس یعنی تیر کو کمان سے شکار کی طرف پھینکا دوسرے یہ کہ وہ مدخول عن سے بغیر زائل ہوئے دوسری شئی کی طرف پہونچ جائے جیسے اخذت عنہ العلم یعنی میں نے اس سے علم لے لیا تیسرے وہ مدخول عن سے بغیر وصول ہوئے زائل ہو کر دوسری شئی کی طرف پہونچ جائے جیسے ادیت الدین عنہ الی زید یعنی میں نے اس کی طرف سے دین زید کو ادا کر دیا پس مثال مذکور میں دین بغیر مدیون کے طرف پہونچے اس سے زائل ہو کر دائن کی طرف پہونچ گیا فتامل ۴ۂ قولہ وعلی للاستعلاء الخ یعنی علی استعلاء کے لیئے ہے خواہ استعلاء حقیقی ہو جیسے زید علی السطح۔ یعنی زید چھت پر ہے یا مجازی جیسے علیہ دین یعنی اس پر قرض ہے اور کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں اور اس وقت اُن پر من داخل ہو جاتا ہے جیسے من عن یمینی۔ یعنی میری داہنی طرف سے اور من علیہ یعنی اس کے اوپر سے ۵ۂ قولہ والکاف للتشبیہ الخ۔ یعنی حروف جارہ میں سے کاف تشبیہ کے لیئے آتا ہے جیسے زید کالاسد اور کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیء ای لیس مثلہ شیء اور کاف کبھی اسم ہوتا ہے جیسے یضحکن عن کالبرد ای عن اسنان مثل البرد اور یہ کاف اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا ۶ۂ قولہ مذ ومنذ الخ۔ یعنی حروف جارہ میں سے مذ اور منذ زمان کے لیئے ہیں اور وہ اس وقت یا تو زمانہ ماضی میں زمانہ فعل کی ابتدا کے لیئے ہوتے ہیں جیسے ما رایتہ مذ الشہر الماضی یعنی میں نے اس کو گذشتہ مہینہ سے نہیں دیکھا۔ اور یا زمانہ حاضر میں ظرفیت محضہ کے لیئے ہوتے ہیں جیسے ما رایتہ مذ یومنا یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کا دن یہ آج کا دن ہے ۷ۂ قولہ وحاشا وخلا وعدا الخ۔ یعنی حروف جارہ میں سے یہ تینوں حرف استثناء کے لیئے ہیں جیسے جاءنی القوم حاشا، خلا او عدا زیدا یعنی زید کے سوا میرے پاس تمام قوم آئی پس حروف مذکورہ کا استثناء کے لیئے ہونا ظاہر ہے ۸ۂ قولہ الحروف المشبہۃ الخ۔ اور معنوی۔ لفظی مشابہت یہ ہے کہ فعل ماضی جیسا کہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اسی طرح

ك قوله ولها صدر الكلام الخ - یعنی حروف مذکورہ سوائے أنّ مفتوحہ کے صدر کلام میں آتے ہیں تاکہ اول وہلہ میں یہ معلوم ہو جائے کہ کلام مثلاً از قبیل تاکید ہے یا از قبیل تشبیہ اور وجہ أنّ مفتوحہ کے وسط کلام میں آنے کی یہ ہے کہ أنّ اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوتا ہے پس کلام تام بننے کے لئے اس کا تعلق کسی دوسری چیز کے ساتھ ہوگا سلہ قوله وتلحقها ما الخ - یعنی حروف مشبہ بالفعل کے بعد ما کافہ آجاتا ہے اور وہ ان کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے جیسے انما انا بشر اور اس وقت بعد لاحق ہونے ما کافہ کے حروف مذکورہ فعل پر بھی داخل ہو سکتے ہیں جیسے قولہ تعالٰی قل انما حرم علیکم المیتة - یعنی جز ایں نیست کہ خدا نے تم پر میتہ کو حرام کیا سے قوله فان لا تغیر الخ - اب اس جگہ سے مصنف رح نے حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل کو بیان فرمایا ہے کہ إنّ مکسورہ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا بلکہ اس میں معنی تاکید اور تحقیق کے زیادہ کرتا ہے اور أنّ مفتوحہ جملہ کے معنی کو متغیر کر دیتا ہے اور اس کو بتاویل مفرد کر دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جملہ کے موقعہ پر إنّ مکسورہ اور مفرد کے موقعہ پر أنّ مفتوحہ لاتے ہیں سکہ قوله فکسرت ابتداء الخ - یعنی پس شروع کلام میں إنّ مکسورہ کو لاتے ہیں اس لئے کہ وہ جملہ کو مقتضی ہے جیسے ان ربک لیعلم - نیز قول اور اُس کے مشتقات کے بعد ان مکسورہ لاتے ہیں جیسے قلت انہ قائم اس لئے کہ مقولہ قول کا ہمیشہ جملہ ہوتا ہے علی ہذا القیاس موصول کے بعد بھی إنّ مکسورہ لاتے ہیں اس لئے کہ موصول کے بعد اُس کا صلہ ہوتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنے جملہ سے مل کر فاعل ہو جیسے بلغنی انک منطلق - یا مفعول ہو جیسے سمعت انک ذاہب یا مبتدا ہو جیسے عندی انک قادر یا مضاف الیہ ہو جیسے اعجبنی انک قائل - تو ان سب صورتوں میں أنّ مفتوحہ پڑھا جائے گا اس لئے کہ یہ سب مواضع مفرد کے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ فاعل اور مفعول اور مبتدا اور مضاف الیہ کا مفرد ہونا ضروری ہے سه قوله وقالوا لولا انک الخ - یعنی لولا کے بعد أنّ مفتوحہ پڑھتے ہیں اس لئے کہ لولا کے بعد مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا کا مفرد ہونا ضروری ہے اسی طرح لو کے بعد أنّ مفتوحہ پڑھتے ہیں اس لئے کہ لو شرطیہ فعل کو مقتضی ہے - پس أنّ مفتوحہ اپنے جملہ کے ساتھ مل کر فعل محذوف کا فاعل ہوگا جیسے ولو انہم اذ ظلموا ای لو ثبت سکہ قوله وان جاز التقدیران الخ - یعنی اگر کسی مقام پر مفرد اور جملہ دونوں کی تقدیر ہو سکتی ہو تو اس وقت إنّ مکسورہ اور أنّ مفتوحہ دونوں جائز ہوں گے جیسے مثل ترکیب من یکرمنی فانی اکرمہ میں إنّ بالکسر اور أنّ بالفتح دونوں پڑھ سکتے ہیں پھر مثل اس ترکیب سے مراد یہ ہے کہ إنّ فاء جزائیہ کے بعد ہو جیسا کہ مثال مذکور میں اگر تقدیر کلام کی من یکرمنی فانا اکرمہ ہو تو إنّ مکسورہ ہوگا اور اگر تقدیر کلام کی من یکرمنی فجزاءہ انی اکرمہ ہو تو اس وقت أنّ مفتوحہ

جس ترکیب میں ان مع اسم و خبر کے اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو تو مثل اس ترکیب میں

ولها[1] صدرُ الكلامِ سوى[2] أنَّ فهي بعكسِها وتلحقُها[3] ما فتلغي[4]

اى لهذه الحروف ۱۲ — اى هذه الحروف ۱۲ — عملها ۱۲

على الأفصحِ وتدخلُ حينئذٍ على الأفعالِ فإنَّ[5] لا تغيّرُ معنى

اى عين ملحقتها ما ۱۲

الجملةِ وأنَّ مع جملتِها في حكمِ المفردِ ومن ثَمَّ وجبَ الكسرُ في

موضعِ الجُمَلِ والفتحُ في موضعِ المفردِ فكسرتْ ابتداءً[6] وبعدَ

القولِ والموصولِ وفتحتْ فاعلةً ومفعولةً ومبتدأً ومضافًا

إليها وقالوا لولا أنّكَ[7] لأنّه مبتدأٌ ولو أنّكَ لأنّه فاعلٌ وإن جازَ

التقديرانِ[8] جازَ الأمرانِ نحوَ من يكرمُني فإنّي أكرمُه و

ع إذا أنّه عبدُ القفا واللهازمِ + وشبهِه

پر نقل فرمایا ہے سے قولت اری زیدًا کما قیل سیدًا - اذا انہ عبد القفا واللہازم - یعنی زید کو میں مطابق شہرت کے سردار خیال کرتا تھا مگر وہ تو

کردیا جاتا ہے پس تقدیر عبارت یہ ہے ان زیدا قاعد وعمرو قاعد۔ بہر حال صحت عطف کے لئے معطوف سے پہلے اِنّ کی خبر کا مذکور ہونا شرط ہے یہاں تک کہ اگر خبر معطوف سے پہلے نہ گذر چکی ہو نہ لفظاً اور نہ تقدیراً۔ تو اس وقت محل اسم پر عطف ناجائز ہوگا جیسے اِنّ زیدا وعمرو ذاہبان۔ اس لئے کہ اگر مثال مذکور میں عطف کو جائز کہیں گے تو اس وقت ایک معمول کے اعراب پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آئے گا اور وہ ناجائز ہے۔ تشریح مقام کی یہ ہے کہ مثال مذکور میں ذاہبان معطوف اور معطوف علیہ دونوں کی خبر ہے پس اس حیثیت سے کہ وہ معطوف علیہ یعنی اسم اِنّ کی خبر ہے اِنّ عامل ہوگا اور اس حیثیت سے کہ وہ معطوف یعنی عمرو کی خبر ہے اس میں عامل ابتدار ہوگا پس اس وقت ایک معمول یعنی ذاہبان کے اعراب پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے پس یہ مذہب بصریوں کا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ محل اسم اِنّ پر عطف کرنے کے لئے خبر کا پہلے گذر جانا شرط نہیں پس ان کے نزدیک اِنّ زیدا وعمرو ذاہبان میں عطف مذکور جائز ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ خبر اِنّ میں اِنّ عامل نہیں بلکہ ابتدار ہے پس ان کے نزدیک ایک معمول کے اعراب پر دو عاملوں کا اجتماع لازم نہیں آتا پھر بعد ازاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ مذہب جمہور میں عطف مذکور کے جواز کیلئے یہ شرط کہ معطوف سے پہلے خبر گذر چکی ہو ہر حال میں ہے خواہ اسم اِنّ کا معرب ہو یا مبنی اسم اِنّ کے مبنی ہونے کو اس میں دخل نہیں بخلاف مبرد اور کسائی کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اِنّ کا اسم جس وقت مبنی ہوگا تو اس کے محل پر بدون خبر کے گذری ہوئے عطف مذکور جائز ہوگا۔ پس ان کے نزدیک ترکیب انک وزید ذاہبان جائز ہوگی اور جمہور کے نزدیک ناجائز۔ کسائی اور مبرد کی دلیل ہے کہ خبر اِنّ میں اِنّ کا عمل تابع ہے اسم اِنّ میں عمل کرنے کے اور جب کہ اسم اِنّ مبنی ہے تو بوجہ اس کے مبنی ہونے کے اِنّ کا عمل ظاہر نہیں ہوا پس گویا اس نے عمل نہیں کیا۔ لہذا خبر میں بھی اس کو عامل نہ مانا جائے گا پس اس صورت میں خبر کے بدون گذری عطف مذکور جائز ہوگا اور اسم اِنّ کے مبنی ہونے کی شکل میں توارد دو عاملوں کا ایک معمول کے اعراب پر لازم نہ آئے گا ۳ قولہ ولکن کذلک الخ۔ یعنی حروف مشبہ بالفعل میں سے لکن اِنّ مکسورہ کی طرح ہے یعنی جس طرح اِنّ کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کے لئے یہ شرط ہے کہ معطوف سے پہلے خبر گذر چکی ہو اسی طرح لکن کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کے لئے بھی خبر لفظاً یا تقدیراً گذرنے کی شرط معتبر ہے اور وجہ یہ ہے کہ لکن معنی جملہ کو اِنّ مکسورہ کی طرح متغیر نہیں کرتا جیسا کہ ظاہر ہے کہ لکن استدراک کے لئے ہوتا ہے اور استدراک معنی جملہ کے منافی نہیں لکن کی مثال یہ ہے ما رکب زید لکن عمرو ذاہب وبکر ۱۲

وَلِذٰلِكَ جَازَ الْعَطْفُ[۱] عَلٰی اسْمِ الْمَكْسُوْرَةِ لَفْظًا اَوْ حُكْمًا

[illegible]

بِالرَّفْعِ دُوْنَ الْمَفْتُوْحَةِ وَيُشْتَرَطُ[۲] مُضِيُّ الْخَبَرِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا

نحو اِنّ زیدا قائم وعمرو ۱۲

خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَلَا اَثَرَ لِكَوْنِهٖ مَبْنِيًّا خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَ

الْكِسَائِيِّ فِيْ مِثْلِ اِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ وَلٰكِنَّ[۳] كَذٰلِكَ

۱ قولہ ولذلک جاز العطف الخ۔ یعنی جب یہ ثابت ہو چکا کہ اِنّ مکسورہ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا تو اب جائز ہے کہ محل اسم اِنّ پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کریں اس لئے کہ اِنّ کا اسم اصل میں مرفوع بابتدا ہے۔ پھر اِنّ عام ہے کہ لفظاً مکسور ہو جیسے اِنّ زیدا قائم وعمرو یا حکما جیسے علمت اَنّ زیدا قائم وعمرو۔ اس لئے کہ مثال مذکور میں ہر چند کہ اَنّ مفتوحہ ہے مگر حکما مکسور ہے اور وجہ یہ ہے کہ اَنّ علم کے بعد اگرچہ اپنے اسم وخبر سے مل کر دو مفعولوں کے قائم مقام ہے مگر تاویل میں جملہ کے ہے اس لئے کہ وہ حقیقت میں مبتدا اور خبر ہیں۔ الغرض اِنّ مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ جب کسی اسم کا عطف کرنا چاہیں تو اِنّ کو معدوم فرض کر کے عطف محل اسم اِنّ پر جائز ہوگا بخلاف اَنّ مفتوحہ کے کہ اس کے محل اسم پر رفع کے ساتھ عطف مذکور جائز نہ ہوگا اس لئے کہ اَنّ مفتوحہ معنی جملہ کو متغیر کر دیتا ہے پس اَنّ مفتوحہ کو معدوم فرض کر کے اس کے محل اسم پر عطف مذکور جائز نہ ہوگا ۲ قولہ ویشترط مضی الخبر الخ۔ یعنی اِنّ مکسورہ کے محل اسم پر عطف مذکور اس وقت جائز ہوگا جب کہ معطوف سے پہلے اِنّ کی خبر آچکی ہو لفظاً جیسے اِنّ زیدا قائم وعمرو یا تقدیراً جیسے اِنّ زیدا وعمرو قاعد۔ اس لئے کہ اس جگہ پر اِنّ کی خبر پہلے تقدیراً گذر چکی ہے اور معطوف کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے اور اسی وجہ سے غالباً اس کو حذف

۵- آئے گا جو جملہ کی حیثیت کو باقی رکھتی ہے اور اس چیز کی خبر پر داخل نہ ہوگا جو جملہ کو بتاویل مفرد کر دیتی ہے اور وہ اَن مفتوحہ ہے علیٰ ہذا القیاس لام تاکید کا اِن مکسورہ کے اسم پر داخل ہو جاتا ہے جب کہ اسم اور اِنّ کے درمیان فصل واقع ہو اور اَن مفتوحہ کے اسم پر داخل نہ ہوگا۔ نیز لام تاکید کا اس شئی پر داخل ہو جاتا ہے جو کہ اِن مکسورہ کے اسم اور خبر کے درمیان متعلقات جملہ سے ہے جیسے ان زیدا لطعامک آکل ۵۲ قولہ وفی لکن ضعیف الخ۔ یعنی لکن میں اس کی خبر پر یا اس کے اسم پر یا اُس چیز پر جو لکن کے اسم و خبر کے درمیان ہے لام تاکید کا داخل ہونا ضعیف ہے اس لئے کہ لکن کو لام تاکید کے ساتھ وہ مناسبت نہیں جو اِن مکسورہ کو لام تاکید کے ساتھ ہے ۵۳ قولہ وتخفف المکسورۃ الخ۔ یعنی اِنّ مکسورہ میں تخفیف کر سکتے ہیں اور اس وقت بعد تخفیف کے لام تاکید لازم ہے تاکہ ان مخففہ اور ان نافیہ میں فرق ہو جائے نیز اس وقت اس کے عامل کا الغاء یعنی باطل کرنا بھی جائز ہے اور یہ کہ ان مخففہ اس فعل پر داخل ہو سکتا ہے کہ جو فعل اُن افعال میں سے ہیں کہ جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب وغیرہ۔ اور کوفی یہ کہتے ہیں کہ ان مخففہ کا دخول تمام افعال پر جائز ہے خواہ وہ مبتدا اور خبر پر داخل ہونے والے ہوں یا نہوں ۵۴ قولہ وتخفف المفتوحۃ الخ یعنی ان مفتوحہ میں بھی تخفیف کر سکتے ہیں اور وہ تخفیف کے بعد علیٰ سبیل الوجوب ضمیر شان میں عمل کرتا ہے بایں طور کہ ضمیر شان اُس کا اسم اور وہ جملہ جو کہ ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے اُس کی خبر ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ ان مخففہ کے ضمیر شان میں عمل کرنے کی وجہ کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ مفتوحہ کو بہ نسبت مکسورہ کے فعل کیساتھ زیادہ مشابہت ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ مکسورہ تو تخفیف کے بعد نثر کلام میں عمل کرتا ہے اور مفتوحہ عمل نہیں کرتا۔ پس مفتوحہ کے بعد ضمیر شان کو مقدر مانیں گے تاکہ مکسورہ کی مفتوحہ پر فوقیت لازم نہ آئے ۵۵ قولہ فتدخل علی الجمل الخ یعنی ان مخففہ سب جملوں پر داخل ہو جاتا ہے برابر ہے کہ وہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ اور فعلیہ عام ہے کہ اس میں فعل ایسا ہو کہ جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے یا ایسا فعل نہ ہو ۵۶ قولہ وشذ اعمالها فی غیرہ الخ یعنی اَنّ مفتوحہ کا عمل تخفیف کے بعد غیر ضمیر شان مقدر میں شاذ ہے مگر بایں ہمہ شعر میں اُس کا عمل غیر ضمیر شان مقدر میں ثابت ہے کما قیل ؎ ولو انک فی یوم الرخاء سالتنی فراقک لم ابخل وانت صدیق۔ یعنی اگر تو غیر ایام فراق میں مجھ سے ہجر کا سوال کرتی تو میں تیری رضا جوئی کے سبب بخل نہ کرتا حال یہ ہے کہ تو میری محبوبہ ہے تیری جدائی مجھ پر شاق ہے۔ الغرض اس شعر میں اَنّ مفتوحہ بعد تخفیف کے غیر ضمیر شان مقدر میں عامل ہے ۱۲

ینفعہ۔ ان سوف یاتی ما قدر۔ اور قد کی مثال قولہ تعالیٰ لیعلم ان قد ابلغوا رسٰلٰت ربہم اور ص ۲۲۳

ولذلک[51] دخلت اللام مع المکسورۃ دونها علی الخبر و

الاسم اذا فصل بینه وبینها او علی ما بینهما وفی
ای بین الاسم ۱۲ — ای بین الاسم والخبر ۱۲

لکن[52] ضعیف وتخفف[53] المکسورۃ فیلزمها اللام ویجوز

الغاؤها ویجوز دخولها علی فعل من افعال المبتدأ

خلافا للکوفیین فی التعمیم وتخفف[54] المفتوحۃ فتعمل

فی ضمیر شان مقدر فتدخل[55] علی الجمل مطلقا وشذ[56]

اعمالها فی غیرہ ویلزمها مع الفعل السین او سوف او قد
ای فی غیر ضمیر الشان ۱۲ — ای المفتوحۃ المخففۃ ۱۲

۵۱ قولہ ولذلک دخلت اللام الخ۔ یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ اِنّ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا تو اب اس وجہ سے اس کی خبر پر لام تاکید داخل ہو جائے گا نہ کہ اَن مفتوحہ کی خبر پر اس لئے کہ لام تاکید معنی جملہ کی تاکید کے واسطے ہوتا ہے پس وہ اس چیز کی خبر پر

داخل ہے منصوب ہو تو اَن مصدریہ ہے ورنہ ان مخففہ۔ پھر یہ حکم فعل متصرف کا ہے اور جب غیر متصرف فعل پر داخل ہو تو اس وقت امور مذکورہ میں

درمیان آتا ہے جو باعتبار معنی کے نفی اور اثبات میں متغائر ہیں۔ برابر ہے کہ لفظ کے اعتبار سے بھی وہ متغائر ہوں یا نہ ہوں اوّل کی مثال جاء زید لکن عمرو لم یجیٔ یعنی اس لئے کہ اس جگہ دونوں کلاموں میں تغائر معنوی کے ساتھ تغائر لفظی بھی ہے جیساکہ ظاہر ہے کہ کلام اوّل مثبت اور کلام ثانی منفی ہے اور ثانی کی مثال زید حاضر لکن عمرو غائب ہے اس لئے کہ ان دونوں کلاموں میں لفظی تغائر بالکل نہیں دونوں مثبت ہیں تغائر صرف معنوی ہے ۵۳ قولہ وتخفف فتلغی الخ۔ یعنی لکن میں تخفیف ہوجاتی ہے اور وہ اس وقت ملغی ہوجاتا ہے عمل نہیں کرتا اس لئے کہ تخفیف کے بعد اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہوجاتی ہے اور یہ جائز ہے کہ لکن کے ساتھ واؤ کو ذکر کریں برابر ہے کہ لکن مشدوہ ہو یا مخففہ ۵۴ قولہ ولیت للتمنی الخ۔ یعنی حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت تمنی کے لئے ہے جیسے لیت الشباب یعود یعنی کاش جوانی لوٹ آئے اور فراء کہتا ہے کہ لیت کے بعد دونوں جزوؤں کو نصب دینا جائز ہے اس لئے کہ لیت بمعنی اتمنی ہے پس لیت کے بعد دونوں جزء بنا بر مفعولیت منصوب ہوں گے اور لیت زیدا قائما کہنا صحیح ہوگا ۵۵ قولہ ولعل للترجی۔ یعنی لعل ترجی کے لئے ہے۔ تمنی اور ترجی میں فرق ہے۔ تمنی ہر شئی کی ہوسکتی ہے ممکن ہو یا محال۔ اور ترجی اس چیز کی ہوتی ہے کہ جس کا ہونا ممکن ہو۔ پس لیت الشباب یعود کہہ سکتے ہیں اور لعل الشباب یعود نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں ۵۶ قولہ وشذ الجر بہا الخ۔ یعنی لعل کی وجہ سے جر شاذ ہے جیسے قول شاعر لعل ابی المغوار منک قریب۔ یعنی ابی المغوار تیرے نزدیک ہے۔ پس اس مثال میں ابی المغوار لعل کی وجہ سے مجرور ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ شعر میں ابی المغوار لعل کی وجہ سے مجرور نہ ہو۔ بلکہ اس پر اعراب حکائی ہو یا وہ ابی المغوار کے نام سے مشہور ہو پس قول شاعر سے استدلال صحیح نہ ہوگا ۵۷ قولہ الحروف العاطفۃ الخ۔ حروف مشبہ بالفعل سے فارغ ہوکر

اوحرف النفی وکانّ[۵۱] للتشبیہ وتخفف فتلغی علی الافصح

ای مع العہیر الناشی من الکلام السابق

ولکنّ[۵۲] للاستدراک تتوسط بین کلامین متغایرین معنًی

ای لطلب درک السامع بدفع ما عسی ان یتوہم ۱۲

وتخفف[۵۳] فتلغی ویجوز معہا الواو ولیت[۵۴] للتمنّی واجاز

الفرّاء لیت زیدًا قائمًا ولعلّ[۵۵] للترجّی وشذّ[۵۶] الجرّ بہا الحروف[۵۷]

بلعل

العاطفۃ وھی الواو والفاء وثمّ وحتی واو واما وام ولا و

عشرۃ ۱۲

بل ولکن فالاربعۃ الاول للجمع فالواو[۵۸] للجمع مطلقًا

۵۱ قولہ وکان للتشبیہ الخ۔ حروف مشبہ بالفعل میں سے کان ہے اور وہ ایک شئی کو دوسری شئی کی ساتھ تشبیہ دینے کے لئے ہوتا ہے۔ اور کبھی اس میں تخفیف کرلی جاتی ہے اور بعد تخفیف کے وہ ملغی ہوجاتا ہے یعنی عمل نہیں کرتا اور یہ اصح مذہب ہے جیساکہ قول شاعر ۔۔ کان ثدیاہ حقان میں ثدیاہ تثنیہ ہے اور مرفوع ہے اور وجہ تخفیف کے بعد اس کے عمل نہ کرنے کی یہ ہے کہ اس وقت اس کی مشابہت فعل کی ساتھ جاتی رہی ۵۲ قولہ ولکن للاستدراک الخ۔ یعنی لکن حروف مشبہ بالفعل میں سے استدراک کے لئے ہے استدراک کے معنی کلام سابق سے وہم دور کرنے کے ہیں اور لکن ایسے دو کلاموں کے

۔۔ ترتیب کے لئے ہے جیسے جاءنی عمرو فزید یعنی عمرو میرے پاس پہلے آیا پھر زید۔ پس مثال

مصنف رحمہ نے حروف عاطفہ کو بیان کیا کہ حروف عطف واؤ اور فاء اور ثم اور حتّی وغیرہ ہیں اور چار اوّل کے معطوف اور معطوف علیہ کو حکم واحد میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں حتی کہ جو حکم معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہی معطوف کا بھی ہوتا ہے ۵۸ قولہ فالواو للجمع الخ۔ یہ واؤ کا بیان ہے کہ حروف عاطفہ میں سے واؤ مطلق جمع کے لئے ہے جیسے جاءنی زید وعمرو یعنی زید و عمرو میرے پاس آئے ۔۔ پس مثال مذکور میں واؤ نے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مطلق جمع کا فائدہ دیا اور یہ نہ بتایا کہ دونوں ایک ساتھ آئے یا آگے پیچھے مہلت کے ساتھ یا بدون مہلت کے۔ بخلاف فاء اور ثم کے کہ یہ دونوں مطلق جمع کے لئے نہیں آتے بلکہ فاء بغیر مہلت کے

لا ترتیبَ فیها والفاء للترتیب وثمّ مثلها بمهلة وحتّی مثلها

من غیر تقیید بترتیب او قران او تراخ او تدرج ۱۲ — ای الترتیب مع الجمع ۱۲ — ای مثل ثم ۱۲

ومعطوفها جزء من متبوعه لیفید قوة او ضعفا واو

نحو اکلت السمکة حتی راسها ۱۲ — نحو قدم الجیش حتی الامیر ۱۲ — نحو قدم الحاج حتی المشاة

واِمّا وام لاحد الامرین مبهما وام المتصلة لازمة لهمزة

الاستفهام یلیها احد المستویین والآخر الهمزة بعد

ثبوت احدهما لطلب التعیین ومن ثمّ لم یجز ارایت زیدا

ام عمرا ومن ثم کان جوابها بالتعیین دون نعم او لا

ای لاجل انها لطلب التعیین بعد العلم بثبوت احد المستویین عند المتکلم ۱۲

والمنقطعة کبل والهمزة مثل انها لابل ام شاة و

ای للاضراب عن الاول مع الشک فی الثانی ۱۲

اِمّا قبل المعطوف علیه لازمة مع اِمّا جائزة مع او

---

۵۱ قولہ وحتی مثلہا الخ۔ یعنی افادۂ ترتیب اور مہلت میں حتی ثم کے مثل ہے مگر فرق یہ ہے کہ حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں زیادہ دوسرے حتی میں معطوف اپنے متبوع کا جزء ہوتا ہے برابر ہے کہ جزء ضعیف ہو جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ۔ پس سب حاجی آگئے یہانتک کہ پیادہ جو لوگ تھے وہ بھی آگئے۔ یا جزء قوی ہو جیسے مات الناس حتی الانبیاء۔ یعنی سب لوگ مر گئے یہانتک کہ انبیاء نے بھی وفات پائی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ حتی میں جزء معطوف علیہ کا عطف معطوف علیہ پر کیا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ مصنف رح اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ عطف سے معطوف میں قوۃ اور ضعف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے تیسرے حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں مہلت خارجی جیسا کہ ظاہر ہے کہ مات الناس حتی الانبیاء میں تمام آدمیوں کی موت کے بعد انبیاء کی وفات ایک ذہنی شئی ہے خارج میں یہ ترتیب نہیں بلکہ انبیاء کی وفات دیگر انسانوں کی موت کے درمیان ہے ۵۲ قولہ اِمّا و اَمّا الخ۔ یہاں سے مصنف رح ان حروف عاطفہ کو بیان کرتے ہیں کہ جو دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے آتے ہیں اور وہ اَو۔ اور اِمّا۔ اور اَم ہیں اَم کی دو قسمیں ہیں ایک متصلہ اور دوسرا منقطعہ۔ ام متصلہ کو ہمزہ استفہام لازم ہے اور یہ کہ مستویین یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کا اتصال اَم کے ساتھ ہو اور دوسرے کا ہمزہ استفہام کے ساتھ اور یہ اس لئے کہ متساویین میں سے کسی ایک امر کی جو لا علی التعیین ثابت ہے تعیین طلب کی جائے جیسے ازید عندک ام عمرو یعنی یہ تو بتا کہ تیرے پاس زید ہے یا عمرو۔ پس مثال مذکور میں بعد ثبوت اس امر کے کہ مخاطب کے پاس زید اور عمرو میں سے لا علی التعیین ایک ہے متکلم تعیین چاہتا ہے کہ وہ زید ہے یا عمرو ۵۳ قولہ ومن ثم لم یجز الخ۔ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ مستویین میں سے ایک کا اتصال اَم کے ساتھ اور دوسری کا ہمزہ کے ساتھ ضروری ہے تو اب اس وجہ سے ترکیب ارایت زیدًا ام عمرًا ناجائز ہو جائے گی اس لئے کہ اس میں دو مستوی زید و عمرو میں سے گو ایک اَم کے ساتھ متصل ہے مگر دوسرا ہمزہ سے متصل نہیں بلکہ فعل اس کے ساتھ متصل ہے ۵۴ قولہ ومن ثم کان جوابہا الخ۔ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ ہمزہ اور ام سے احد الامرین کی تعیین مطلوب ہوتی ہے تو اب اس وجہ سے اَم کا جواب احد الامرین کی تعیین ہوگی نہ نعم اور لا ۵۵ قولہ والمنقطعۃ الخ۔ یہ اَم کی دوسری قسم کا بیان ہے جسے ام منقطعہ کہتے ہیں۔ یہ ام معنی میں بل اور ہمزہ کے ہوتا ہے۔ چنانچہ جس جگہ ام منقطعہ ہوگا وہاں پہلے کلام سے اعراض اور اس کلام سے استفہام ہوگا جو ام منقطعہ کے بعد واقع ہے۔ پھر یاد رکھو کہ ام منقطعہ کے استعمال کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی بعد خبر کے واقع ہوتا ہے جیسے کسی نے ... کے واقع ہوتا ہے جیسے ازید عندک ام عمرو ۵۶ قولہ واما قبل المعطوف علیہ الخ۔ ص

نہیں بلکہ جائز ہے ۱۲

جیسے کوئی ہل رکب زید کہے اور اس کے جواب میں ای واللہ کہیں۔ اور اجل اور جیر اور ان یہ تین کلمے ایسے ہیں کہ خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے

معطوف علیہ کے لئے ثابت ہی اس امر کا فائدہ دیا کہ حکم مذکور صرف معطوف علیہ کے لئے ثابت ہے۔ بل کی مثال جیسے جاءنی زید بل عمرو یعنی میرے پاس زید آیا۔ پھر اس سے اعراض کر کے کہا نہیں بلکہ عمرو آیا پس ظاہر ہے کہ اس جگہ تعیین کے ساتھ حکم معطوف کے لئے ہے اور معطوف علیہ حکم میں مسکوت عنہ کر دیا۔ مگر یہ حال اس وقت ہے کہ جبکہ بل کلام مثبت میں واقع ہو اور اگر کلام منفی میں واقع ہو جیسے ما جاءنی زید بل عمرو تو اس میں اختلاف ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بل کلام منفی میں احکم منفی کو معطوف علیہ سے معطوف کی طرف پھیر دیتا ہے چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک مثال مذکور میں یہ معنی ہیں ما جاءنی زید بل ما جاءنی عمرو پس اس وقت حکم منفی صرف معطوف کے لئے ہے اور معطوف علیہ حکم میں مسکوت عنہ کے ہے۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بل معطوف علیہ سے معطوف کی طرف اس حکم کو پھیرتا ہے جو کہ معطوف علیہ سے منفی ہے چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک مثال مذکور میں یہ معنی ہیں کہ ما جاءنی زید بل عمرو جاءنی۔ پس اس وقت بھی حکم معطوف کے لئے ہوا۔ اور معطوف علیہ یا تو مسکوت عنہ کے درجہ میں ہے یا معطوف کے لئے جو حکم ثابت کیا گیا ہے وہ معطوف علیہ سے منتفی ہے۔ اور لکن کی مثال جیسے ما قام زید لکن عمرو۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لکن کو نفی لازم ہے برابر ہے کہ وہ نفی لکن سے پہلے ہو یا اس کے بعد۔ پھر لکن میں دو صورتیں ہیں یا تو اس سے جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا جیسے ما جاءنی زید لکن عمرو قد جاء اور یا مفرد کا مفرد پر جیسا کہ ما قبل مثال میں گذرا اور جب لکن کو نفی لازم ہے تو اب لکن کے ذریعہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کے لئے تعیین کے ساتھ حکم ہونا ظاہر ہے

۵۲ قولہ حروف التنبیہ الخ یعنی حروف تنبیہ کہ جن کے ذریعہ مخاطب کو متنبہ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ غفلت کو اختیار نہ کرے کل تین ہیں الا اور اما اور ہا۔ یہ تینوں حروف جملہ کے اول میں آتے ہیں خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ لیکن صرف ہا ایسا لفظ ہے کہ مفردات میں سے صرف اسماء اشارہ پر داخل ہو جاتا ہے جیسے ہذا

۵۳ قولہ حروف النداء الخ۔ حروف تنبیہ سے فارغ ہو کر حروف نداء کو ذکر کیا کہ وہ پانچ ہیں یا اور ایا اور ہیا اور ای اور ہمزہ۔ لیکن یا ان میں بہ نسبت دیگر حروف نداء کے

وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ لِاَحَدِهِمَا مُعَيَّنًا وَلٰكِنْ لَازِمَةٌ لِلنَّفْيِ حُرُوْفُ

ای لاحد الامرین ۱۲

التَّنْبِيْهِ اَلَا وَاَمَا وَهَا حُرُوْفُ النِّدَاءِ يَا اَعَمُّهَا وَاَيَا وَ

هَيَا لِلْبَعِيْدِ وَاَيْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ

نَعَمْ وَبَلٰى وَاِيْ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ فَنَعَمْ مُقَرِّرَةٌ لِمَا

سَبَقَهَا وَبَلٰى مُخْتَصَّةٌ بِاِيْجَابِ النَّفْيِ وَاِيْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ

الْاِسْتِفْهَامِ وَيَلْزَمُهَا الْقَسَمُ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ تَصْدِيْقٌ

ای ذکر القسم ۱۲

لِلْمُخْبِرِ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ اِنْ وَاَنْ وَمَا وَلَا وَمِنْ وَالْبَاءُ

وَاللَّامُ فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِيَةِ وَقَلَّتْ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ وَلَمَّا

۵۱ قولہ ولا وبل الخ یعنی حروف عاطفہ میں سے لا اور بل اور لکن یہ تین ایسے حروف ہیں کہ ان کے ذریعہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کی طرف بعد تعیین کے نسبت حکم کرتے ہیں۔ لا کی مثال جیسے جاءنی زید لا عمرو پس لا عاطفہ نے اس جگہ معطوف سے اس حکم کی نفی کر کے کہ جو

۵۵۔ خواہ نفی استفہام کے ساتھ ہو جیسے قولہ تعالیٰ الیس اللہ بکاف عبدہ کے جواب میں بلی کہیں ای

استعمال میں عام ہے۔ اس لئے کہ وہ نداء قریب اور بعید دونوں میں مستعمل ہوتا ہے بخلاف ایا اور ہیا کے کہ وہ نداء بعید میں اور ای اور ہمزہ کے کہ وہ نداء قریب میں مستعمل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یا کا استعمال ندبہ اور استغاثہ میں بھی ہوتا ہے بخلاف اربعہ مذکورہ باقیہ کے کہ وہ صرف نداء میں مستعمل ہوتے ہیں ۵۴ قولہ حروف الایجاب الخ۔ حروف ایجاب نعم اور بلی اور ای اور اجل اور جیر اور ان ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے کہ نعم مضمون سابق کی تقریر کے لئے آتا ہے جیسے کوئی شخص قام زید کہے اور اس کے جواب میں نعم کہا جائے ای نعم قام زید۔ اور بلی ایجاب النفی کے ساتھ مختص ہے یہاں تک کہ کلام منفی کے جواب میں آتا ہے اور اس کو مثبت کر دیتا ہے ۵۵

[۵۱] قوله وان مع لما الخ - یعنی اَن مفتوحہ لما کے ساتھ اور لو اور قسم کے درمیان اکثر زائد ہوتا ہے اور کاف کے ساتھ اس کا زائد ہونا قلیل ہے [۵۲] قوله وما مع اذا الخ - یعنی کلمہ ما اذا اور متی اور ای اور این اور ان کے ساتھ جب کہ یہ شرطیہ ہوں زائد ہوتا ہے وعلیک استخراج الامثلة اور بعض حروف جر کے ساتھ بھی زیادہ ہوتا ہے جیسے قوله تعالیٰ فبما رحمة من الله ای برحمة من الله - اور مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بھی زائد ہوتا ہے مگر قلت کے ساتھ جیسے اُسر زید من غیر ما جرم [۵۳] قوله ولا مع الواو الخ - یعنی کلمہ لا واؤ کے ساتھ بعد نفی کے زائد ہوتا ہے برابر ہے کہ نفی لفظا ہو جیسے لم یقل زید ولا عمرو - اور یا معنیٰ ہو جیسے قوله تعالیٰ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین - کہ یہاں لفظ غیر معنی میں نفی کے ہے اور اس کے بعد لا زائد ہے - نیز لا ان مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے - جیسے قوله تعالیٰ ما منعک ان لا تسجد ای ان تسجد اور لفظ اقسم سے پہلے بھی لا زائدہ ہوتا ہے مگر قلت کے ساتھ جیسے لا اقسم بهذا البلد مگر مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لا کا زائد ہونا شاذ ہے جیسے قول شاعر ؎ فی بیر لا حور وما شعر میں لا زائدہ ہے - باقی رہے حروف زیادت میں سے من اور با اور لام سو ان کا ذکر حروف جر کی بحث میں گذر چکا ہے [۵۴] قوله حرفا التفسیر الخ - یعنی وہ حروف جو تفسیر مبہم کے لئے وضع کئے گئے ہیں دو ہیں اَی اور اَن ان میں سے اَی ہر مبہم کی تفسیر کرتا ہے برابر ہے کہ وہ مبہم جملہ ہو یا مفرد - مفرد کی مثال شتمک جاری ای عمرو - اور جملہ کی مثال جیسے قتل زید عمروا ای ضربه شدیدا - باقی کلمہ اَن وہ ہمیشہ اس فعل کے مفعول کی تفسیر کرتا ہے جو بمعنی قول ہے - پھر وہ مفعول جس کی کہ یہ تفسیر کرتا ہے اکثر مقدر ہوتا ہے جیسے قوله تعالیٰ ونادیناه ان یا ابراهیم کہ یہاں ندا بمعنی قول ہے اور ان یا ابراهیم اس کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے ای نادیناه بلفظ هو قولنا یا ابراهیم [۵۵] قوله حروف المصدر ما وان الخ - یہ حروف مصدر کا بیان ہے حروف مصدر تین ہیں - ما اور اَن اور اَنّ جن میں سے ما اور اَن صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو معنی میں مصدر کے کر دیتے ہیں جیسے قوله فضاقت علیهم الارض بما رحبت ای برحبها اور جیسے راعنی ان ضربت زیدا - اور اَنّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اُس کو بتاویل مفرد کر دیتا ہے جیسے اعجبنی انک ساحر ای اعجبنی سحرک [۵۶] قوله حروف التحضیض الخ یعنی حروف تحضیض چار ہیں ہلا اور الا اور لولا اور لوما ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں برابر ہے فعل لفظا ہو یا تقدیرا - اور صدارت کلام کو مقتضی ہیں پس جب ماضی پر داخل ہوتے ہیں تو گذشتہ فعل پر ندامت کا فائدہ دیتے ہیں جیسے ہلا ضربت اور جب مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو فعل کرنے کے لیے برانگیختہ کرتے ہیں جیسے ہلا تضرب یعنی تو کیوں نہیں مارتا ۱۲

وَأَنْ[۵۱] مَعَ لَمَّا وَبَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ مَعَ الْكَافِ وَمَا[۵۲] مَعَ

إِذَا وَمَتَى وَأَيٍّ وَأَيْنَ وَإِنْ شَرْطًا وَبَعْضِ حُرُوفِ الْجَرِّ وَقَلَّتْ مَعَ

الْمُضَافِ وَلَا[۵۳] مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ وَبَعْدَ أَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ وَقَلَّتْ قَبْلَ

أُقْسِمُ وَشَذَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَمِنْ وَالْبَاءِ وَاللَّامِ تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا

(زیادۃ لا ۱۲ — ای در بحث حروف جر ۱۲)

حَرْفَا[۵۴] التَّفْسِيرِ أَيْ وَأَنْ فَأَنْ مُخْتَصَّةٌ بِمَا فِي مَعْنَى الْقَوْلِ

(موصوف ۱۲ — صفت ۱۲)

حُرُوفُ[۵۵] الْمَصْدَرِ مَا وَأَنْ وَأَنَّ فَالْأَوَّلَانِ لِلْفِعْلِيَّةِ وَ

(مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — ای ما و ان ۱۲ — ای لجعل الجملة الفعلية — مصدر ۱۲)

أَنَّ لِلْاسْمِيَّةِ حُرُوفُ[۵۶] التَّحْضِيضِ هَلَّا وَأَلَّا وَلَوْلَا

(مبتدا ۱۲ — برانگیختن ۱۲ — خبر ۱۲)

وَلَوْمَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَلْزَمُهَا الْفِعْلُ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا

(اول ۱۲ — ای حروف التحضیض ۱۲)

۵۱ قوله حرف التوقع الخ- یعنی حرف التوقع قد ہے جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو وہ تحقیق اور تقریب کی معنی کے ساتھ توقع کا فائدہ دیتا ہے جیسے کوئی شخص امیر کے سوار ہونے کی امید رکھے اور اس کو قد رکب الامیر کہیں- اور کبھی توقع کا فائدہ نہیں دیتا جیسے کوئی قد رکب الامیر اس شخص سے کہے جو امیر کے سوار ہونے کی امید نہیں رکھتا- اور مضارع پر جب داخل ہوتا ہے تو اکثر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے قد یکون ١٢

۵۲ قوله حرفا الاستفہام الخ- یعنی حرف استفہام دو ہیں ہمزہ اور ہل اور دونوں صدارت کلام کو مقتضی ہیں جیسے ازید قائم اور اقام زید مثال اول جملہ اسمیہ پر ہمزہ استفہام کے داخل ہونے کی ہے اور مثال ثانی جملہ فعلیہ پر ہمزہ استفہام کی داخل ہونے کی ہے- پھر جس طرح پر ہمزہ استفہام دونوں قسم کے جملوں اسمیہ اور فعلیہ پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ہل بھی جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے ہل زید قائم اور ہل قام زید لیکن فرق یہ ہے کہ ہمزہ تو ہر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے خواہ خبر اس میں فعل ہو یا اسم اور ہل اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے کہ جس میں خبر فعل نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اصل ہل میں یہ ہے کہ وہ معنی میں قد کے ہو اور قد لوازم فعل سے ہے پس جب ہل اپنے مابعد جملہ میں فعل کو دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ فعل کے متصل ہو لہذا یہ نہ ہوگا کہ فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل ہو

۵۳ قوله الهمزة اعم تصرفا الخ- یہاں سے مصنف رح نے ہمزہ اور ہل کے مابین فرق کو بیان کیا اور کہا کہ ہمزہ استعمال میں ہل سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ازیداً ضربت کہنا جائز ہے اور ہل زیداً ضربت کہنا ناجائز ہے اس لئے کہ ہل فعل لفظی کو چاہتا ہے فعل مقدر سے خوش نہیں- اسی طرح اتضرب زیداً وہو اخوک کہنا جائز ہے- اور ہل تضرب زیداً وہو اخوک کہنا ناجائز ہے اس لئے کہ معنی اس کلام کے استفہام انکاری کے ہیں اور استفہام انکاری کیلئے ہمزہ ہے نہ ہل- ایسے ہی ازید عندک ام عمرو کہنا جائز ہے اور ہل زید عندک ام عمرو کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اوپر گذر چکا ہے کہ ام متصلہ مقابلہ میں ہمزہ کی آتا ہے نہ ہل کے- اسی طرح حروف عاطفہ ثم اور فاء اور واؤ پر ہمزہ استفہام کو داخل کر کے اثم اذا ما وقع اور افمن کان اور اومن کہنا جائز ہے- اور حروف عاطفہ مذکورہ پر ہل کو داخل کر کے ہل ثم وغیرہ کہنا جائز نہیں- اور وجہ یہ ہے کہ ہل استفہام میں اصل نہیں لہذا وہ ہمزہ کی طرح صدارت کلام کو متقاضی نہ ہوگا بلکہ حروف عاطفہ سے مؤخر ہوگا

حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيلِ حَرْفَا
[مبتدا ١٢ — خبر ١٢ — مبتدا ١٢]

الْاِسْتِفْهَامِ الْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ تَقُولُ
[خبر ١٢]

أَزَيْدٌ قَائِمٌ وَأَقَامَ زَيْدٌ وَكَذٰلِكَ هَلْ وَالْهَمْزَةُ أَعَمُّ
[فی الاسمیۃ ١٢ — فی الفعلیۃ ١٢ — نحو ہل زید قائم وہل قام زید ١٢ — الاستعمال ١٢ — اکثر تصرفا فی]

تَصَرُّفًا تَقُولُ أَزَيْدًا ضَرَبْتَ وَأَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ أَخُوكَ
[حال ١٢ — من ہل واصل فی باب الاستفہام ١٢]

وَأَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو وَأَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ وَأَفَمَنْ كَانَ

وَأَوَمَنْ كَانَ حُرُوفُ الشَّرْطِ إِنْ وَلَوْ وَأَمَّا لَهَا
[خبر ١٢ — مبتدا ١٢]

صَدْرُ الْكَلَامِ فَإِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَإِنْ دَخَلَ عَلَى الْمَاضِي
[متصلہ ١٢]

وَلَوْ عَكْسُهُ وَتَلْزَمَانِ الْفِعْلَ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا
[ای عکس ان ١٢]

۵۴ قوله حروف الشرط الخ- یہاں سے مصنف رحمہ نے حروف شرط کو بیان کیا کہ وہ تین ہیں اِن اور لو اور اَمّا- اور یہ تینوں صدارت کلام کو مقتضی ہیں- مگر کلمہ اِن استقبال کے لئے ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے اِن شتمتنی شتمتک یعنی اگر تو مجھے گالی دیگا تو میں تجھے گالی دوں گا- اور کلمہ لو کا اُس کے برعکس ہے اس لئے کہ وہ زمانہ ماضی کے لئے ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو اکرمت اکرمتُ یعنی اگر تو اکرام کرتا تو میں بھی اکرام کرتا- پھر اِن و لو فعل کو لازم ہیں برابر ہے کہ فعل لفظا ہو یا تقدیرا جیسے قولہ تعالےٰ ولو انتم تملکون ای لو تملکون انتم اور جیسے

۵۱ قولہ ومن ثم قیل الخ۔ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ اِنْ اور لَو کو فعل لازم ہے لفظاً یا تقدیراً۔ تو اب اسی وجہ سے لوانک جیسی ترکیب میں اَنّ کو فتحہ ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں نہ اِنّ مکسورہ اس لئے کہ اَنّ اپنے مابعد جملہ سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر فعل مقدر کا فاعل ہے ای لو ثبت انک نیز وجہ مذکورہ بالا کی بنا پر اس جگہ کو جہاں لو کے بعد اَنّ مفتوحہ ہے اَنّ کی خبر کو بجائے اسم فاعل کے فعل لاتے ہیں تاکہ یہ فعل مذکور عوض میں اس فعل کے ہو جائے کہ جو لو کے بعد مقدر ہے پس لوانک ان طلقت کہتے ہیں اور لوانک منطلق نہیں کہتے مگر جب اَنّ کی خبر اسم جامد ہو تو چونکہ اس وقت اسم جامد سے بوجہ تعذر اشتقاق خبر کو لانا متعذر ہے لہذا یہ اسم جامد ہی اَنّ کی خبر ہوگا جیسے قولہ تعالےٰ ولو انّ ما فی الارض من شجرة اقلام میں اقلام اسم جامد ہے اور وہ اَنّ کی خبر ہے ۵۲ قولہ واذا تقدم القسم الخ۔ یعنی جب ابتداءِ کلام میں قسم شرط سے پہلے واقع ہو تو شرط کو ماضی لانا لازم ہے برابر ہے کہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً تاکہ شرط مذکور عدم عمل حرف شرط میں جواب قسم کے مطابق ہو۔ الحاصل حرف شرط نے چونکہ جواب میں لفظاً بوجہ اس کے جواب قسم ہونے کی عمل نہیں کیا۔ لہذا شرط کو ہمیشہ فعل ماضی لائیں گے تاکہ اس میں بھی حرف شرط عمل نہ کرے اور وہ عدم عمل حرف شرط میں جواب کے موافق ہو جائے ۵۳ قولہ وکان الجواب للقسم الخ۔ یعنی وہ جواب کہ قسم اور شرط کے بعد واقع ہے لفظوں میں جواب قسم ہے شرط اور قسم دونوں کا جواب نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ جواب شرط ہونیکے اعتبار سے وہ مجزوم ہو اور جواب قسم ہونے کے اعتبار سے غیر مجزوم ہو اور یہ یعنی ایک شئ کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا باطل ہے۔ باقی رہا معنیً اس کا جواب ہونا سو وہ شرط اور قسم دونوں کا جواب ہے قسم کا اس حیثیت سے کہ قسم اس پر واقع ہے اور شرط کا اس حیثیت سے کہ وہ مشروط ہے ۵۴ قولہ مثل واللہ الخ۔ مصنف رح نے یہ مثالیں ذکر فرمائی ہیں ان میں سے یعنی واللہ ان اتیتنی لاکرمتک ماضی لفظاً کی مثال ہے اور دوسری یعنی واللہ ان لم تاتنی لاکرمتک ماضی معنیً کی مثال ہے اور دونوں جگہ لاکرمتک لفظاً جواب قسم ہے ۵۵ قولہ

وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ لَوْ أَنَّكَ بِالْفَتْحِ لِأَنَّهُ فَاعِلٌ وَانْطَلَقْتَ

ای من اجل لزوم الفعل ۱۲

بِالْفِعْلِ مَوْضِعَ مُنْطَلِقٍ لِيَكُونَ كَالْعِوَضِ فَإِنْ

من المحذوف ۱۲

كَانَ جَامِدًا جَازَ لِتَعَذُّرِهِ وَإِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ أَوَّلَ

ای لتعذر وقوع الفعل ۱۲ — شرط ۱۲ — اول زمان فی التکلم ۱۲

الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ لَزِمَهُ الْمَاضِي لَفْظًا أَوْ مَعْنًى فَيُطَابِقُ

وَكَانَ الْجَوَابُ لِلْقَسَمِ لَفْظًا مِثْلُ وَاللهِ إِنْ أَتَيْتَنِي

مثال الماضی لفظاً ۱۲

أَوْ لَمْ تَأْتِنِي لَأَكْرَمْتُكَ وَإِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِيمِ الشَّرْطِ أَوْ

مثال الماضی معنیً ۱۲ — جواب القسم ۱۲ — ای القسم ۱۲

غَيْرِهِ جَازَ أَنْ يُعْتَبَرَ وَأَنْ يُلْغَى كَقَوْلِكَ أَنَا وَاللهِ

ای یعتبر القسم او الشرط ۱۲ — ...... ای القسم او الشرط ۱۲

إِنْ تَأْتِنِي آتِكَ وَإِنْ أَتَيْتَنِي وَاللهِ لَآتِيَنَّكَ

وان توسط بتقدیم الشرط الخ۔ یعنی جب کہ قسم ابتداءِ کلام میں نہ آئے بلکہ شرط یا غیر شرط کے مقدم ہونے کے سبب درمیان کلام میں مذکور ہو تو اس وقت دونوں امر جائز ہیں یہ کہ شرط کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جزاء کہا جائے اور یہ کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جواب قسم کہا جائے۔ پس مصنف رح نے اپنے قول جاز ان یعتبر اور ان یلغی سے ان ہی دونوں صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور ۵۶ قولہ کقولک الخ یہاں بھی مصنف رح نے دو مثالیں ذکر فرمائی ہیں مثال اول یعنی انا واللہ ان تاتنی آتک قسم پر غیر شرط کے مقدم ہونے کی ہے اور یہ کہ اس میں قسم کا اعتبار ہے ۱۲۔

وتقدیرُ[٥١] القسمِ کاللفظِ مثل لئن اُخرِجوا لایخرجون
جواب القسم ١٢

وان اطعتموهم واَمّا[٥٢] للتفصیل والتزم حذف

فعلها وعوّض بینها وبین فائها جزء مما فی حیزها
لئلا یتوالی بین حرفی الشرط والجزاء ١٢

مطلقاً وقیل هو معمول المحذوف مطلقاً مثل[٥٣] اَمّا

یوم الجمعة فزیدٌ منطلقٌ وقیل ان کان جائز التقدیم فمن
فهو ان یکون المتوسط جزء الجزاء ١٢ قدم علی الفاء ١٢

الاول والا فمن الثانی حرف الردع[٥٤] کلا وقد جاء بمعنی حقا
وهو ان یکون المتوسط جزاء للشرط المحذوفة ١٢

---

٥١ قولہ وتقدیر القسم کاللفظ الخ۔ یعنی شروع کلام میں جب قسم مقدر ہو تو اس کا حکم مثل قسم ملفوظ کے ہوگا یہانتک کہ جو شرط کہ کلام میں اس کے بعد مذکور ہے وہ فعل ماضی ہوگی اور جو جواب کہ بعد شرط کے مذکور ہے باعتبار لفظ کے جواب قسم ہوگا اور باعتبار معنی قسم اور شرط دونوں کا جواب ہوگا جیسے قولہ تعالے لئن اخرجوا لایخرجون۔ پس مثال مذکور میں قسم مقدر ہے اور تقدیر عبارت واللہ لئن اخرجوا لایخرجون ہے اور ظاہر ہے کہ شرط مذکور ماضی ہے اور لایخرجون جواب قسم ہے نہ جواب شرط ورنہ جواب شرط ہونے کی صورت میں نون حذف ہوجاتا اور جیسے قولہ تعالے وان اطعتموہم انکم لمشرکون پس ظاہر ہے کہ انکم لمشرکون لفظا

جواب قسم ہے اور قسم مقدر ہے ای واللہ ان اطعتموہم نیز شرط اس جگہ ماضی ہے۔ باقی دلیل اس امر پر کہ قولہ تعالی انکم لمشرکون جواب قسم ہے جزار شرط نہیں یہ ہے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ پر جب کہ وہ جزار ہو فار کا آنا لازم ہے پس ثابت ہوا کہ لفظا یہ جزار شرط نہیں۔ بلکہ جواب قسم ہے ورنہ اس پر فار واخل ہوتی ٥٢ قولہ واما للتفصیل الخ۔ یہ اما شرطیہ کا بیان ہے کہ وہ شئ مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے برابر ہے کہ وہ مجمل لفظا ہو یا تقدیرًا۔ اول کی مثال جیسے لقیت اخوتک اما زید فاکرمنی واما عمرو فسبنی اور ثانی کی مثال جیسے اما زید فاکرمنی واما عمرو فسبنی جب کہ یہ کلام ایسے مخاطب سے کریں کہ جو اپنے بھائیوں کی نسبت یہ علم رکھتا ہو کہ وہ متکلم سے ملے ہیں۔ پس اس جگہ لقیت اخوتک مقدر ہے اور یہاں مجمل تقدیرا مذکور ہے پھر جاننا چاہیے کہ کثرت استعمال کے سبب ہمیشہ اما کے فعل شرط کو حذف کر دیتے ہیں اور بجائے اس کے اما اور فار جزائیہ کے درمیان اس چیز کو لاتے ہیں جو فار کی حیز میں ہے تاکہ بعد حذف فعل شرط کے علامت شرط اور علامت جزار کا اجتماع بلا فصل لازم نہ آئے۔ پھر وہ جز کہ اما اور اس کی فار کے درمیان بعوض محذوف لایا جاتا ہے ہر حال میں حیز فار کا جز ہوگا خواہ اس کی تقدیم سے فار جزائیہ کی علاوہ کوئی اور چیز مانع ہو یا نہ ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو جز بعوض محذوف فاء اور اما کے درمیان لایا جاتا ہے حیز فار کا جزء نہیں بلکہ وہ فعل محذوف کا معمول ہے خواہ ماقبل فار میں عمل مابعد سے کوئی مانع ہو یا نہ ہو ٥٣ قولہ مثل اما یوم الجمعة الخ۔ یہ اما شرطیہ کی مثال ہے مذہب اول کی بنا پر اما یوم الجمعة فزید منطلق کی اصل مہما یکن من شئ فزید منطلق یوم الجمعة ہے۔ یکن من شئ شرط کو حذف کرکے اما کو قائم مقام مہما کے کیا گیا اور جزاء کے معمول یوم الجمعة کو اما اور فار کے درمیان بعوض محذوف لائے اور مذہب ثانی پر اس کی اصل مہما یکن من شئ یوم الجمعة فزید منطلق ہے پس اس وقت یوم الجمعة شرط کا معمول ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور اس جگہ تیسرا مذہب اور ہے اور وہ یہ کہ جزء مذکور اگر جائز التقدیم ہو یعنی فار جزائیہ کے علاوہ اس کی تقدیم سے کوئی اور مانع نہ ہو تو وہ قسم اول سے ہے یعنی وہ حیز فار کا جز ہے جو فار پر مقدم کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔ اور اگر جزء مذکور جائز التقدیم نہ ہو بلکہ سوائے فار کے اس کی تقدیم سے کوئی مانع ہو تو وہ قسم ثانی سے ہے جیسے اما یوم الجمعة فانک مسافر۔ پس مثال مذکور میں یوم الجمعة کی تقدیم سے علاوہ فار کے اِنّ حرف مشدد مانع ہے اس لئے کہ مابعد ان کا اس کے ماقبل میں عامل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جزء مذکور فعل مذکور یعنی شرط کا معمول ہے ٥٤ قولہ حرف الردع کلا الخ۔ یعنی حرف ردع جو زجر اور منع کے لئے مستعمل ہوتا ہے کلا ہے اور یہ معنی میں حقا کے بھی آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی ١٢

۵۱ قولہ تاء التانیث الساکنۃ الخ۔ یعنی تاء تانیث ساکنہ کو ماضی کے آخر میں لاحق کرتے ہیں تاکہ وہ تانیث مسند الیہ پر دلالت کرے جیسے ضربت ہند۔ اور ساکنہ کی قید اس لئے ہے کہ تاء تانیث متحرکہ اسماء مشتقہ کے ساتھ خاص ہے۔ پھر اگر فعل کا مسند الیہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو اس وقت اختیار ہوگا خواہ فعل میں علامت تانیث کی لائیں یا نہ لائیں جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس ۵۲ قولہ واما الحاق علامت التثنیۃ الخ۔ یعنی یہ جو اوپر مذکور ہوا الحاق تاء تانیث کا حال تھا باقی فعل کے ساتھ علامت تثنیہ اور جمع کا الحاق جب کہ مسند الیہ اسم ظاہر ہو مسند الیہ کی حالت پر تنبیہ کرنے کے لئے ضعیف ہے جیسے ضربا الرجلان اور ضربوا الرجال

۵۳ قولہ التنوین الخ۔ یہ تنوین کا بیان ہے کہ تنوین اصطلاح میں اُس نون ساکنہ کو کہتے ہیں جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کے لئے نہ ہو۔ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں ایک تنوین تمکن جو اسم کے معرب اور منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے زیدٌ۔ دوسرے تنوین تنکیر جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے تیسرے تنوین عوض جو مضاف الیہ کی عوض میں آتی ہے جیسے یومئذٍ کہ اس میں تنوین عوض میں مضاف الیہ اذ کان کذا کے ہے چوتھے تنوین مقابلہ جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آتی ہے جیسے مسلماتٍ کی تنوین۔ پانچویں تنوین ترنم جو تحسین صوت کے لئے آخر ابیات میں آتی ہے جیسے ع وقولی ان اصبت لقد اصابن ۵۴ قولہ ویحذف من العلم الخ۔ یعنی اس علم سے جو لفظ ابن کی ساتھ موصوف ہو تنوین کو وجوباً حذف کر دیتے ہیں بشرطیکہ لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔ پس اگر لفظ ابن دوسرے علم کیطرف مضاف نہ ہو یا موصوف علم نہ ہو تو تنوین محذوف نہ ہوگی ۵۵ قولہ نون التاکید الخ۔ یہ نون تاکید کا بیان ہے کہ وہ دو قسموں پر منقسم ہے خفیفہ اور مشددہ۔ نون خفیفہ نون ساکن ہوتا ہے اور یہ اپنی اصل پر ہے اس لئے کہ مبنی میں سکون اصل ہے۔ نون مشددہ متحرک ہوتا ہے اور غیر الف کے ساتھ اس پر فتحہ آتا ہے۔ فتحہ اس لئے کہ وہ اخف ہے اور متحرک ہونا اس لئے کہ التقاء ساکنین لازم نہ آئے۔

تاءُ التانیثِ الساکنۃُ تلحقُ الماضیَ لتانیثِ المسندِ ۵۱
بالرفع صفۃ تاء ۱۲

الیہ فان کانَ ظاہرًا غیرَ حقیقیٍ فمخیرٌ واما الحاقُ علامۃِ ۵۲
المسند الیہ ۱۲ — مبتدا ۱۲ — فی الحاق التاء وعدمہ ۱۲

التثنیۃِ والجمعینِ فضعیفٌ التنوینُ نونٌ ساکنۃٌ ۵۳
خبر ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲

تتبعُ حرکۃَ الآخرِ لا لتاکیدِ الفعلِ وھو للتمکنِ والتنکیرِ
صفت ۱۲

والعوضِ والمقابلۃِ والترنمِ ویحذفُ من العلمِ موصوفًا ۵۴
تخفیفًا لکثرۃ الاستعمال ۱۲ — حال من العلم ۱۲

بابنٍ مضافًا الی علمٍ آخرَ نونُ التاکیدِ خفیفۃٌ ساکنۃٌ ۵۵
حال من ابن ۱۲ — مبتدا ۱۲ — خبر ۱۲ — صفت ۱۲

ومشددۃٌ مفتوحۃٌ مع غیرِ الالفِ مختصٌ بالفعلِ المستقبلِ
متعلق بالمفتوحۃ فیہ بہ لئلا یرد نحو اضربان فانہا مکسورۃ ۱۲

فی الامرِ والنھیِ والاستفھامِ والتمنی والعرضِ والقسمِ وقلّت فی النفیِ

اور جب نون مشددہ کے ساتھ الف ہو تو اس پر کسرہ آتا ہے جیسے اقتلان اور اقتلنانّ اور نون تاکید اُس فعل مستقبل کے ساتھ مختص ہے کہ جو ضمن میں یا تو امر کے پایا جائے جیسے اقتلن اور اقتلنّ یا ضمن میں نہی کے جیسے لا یقتلن اور لا تقتلنّ یا ضمن میں استفہام کے جیسے ہل یقتلن اور ہل تقتلنّ یا ضمن میں تمنی کے جیسے لیتک تاکلن یا ضمن میں عرض کے جیسے الا تنزل بنا یا ضمن میں قسم کے جیسے واللہ لاکلن اور وجہ یہ ہے کہ امور مذکورہ میں طلب ہوتی ہے اور نون تاکید طلب حصول شئی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ پس اُس فعل مستقبل پر نون تاکید داخل ہوگا جو ضمن میں امور مذکورہ کے پایا جاتا ہے اور ماضی اور حال پر داخل نہ ہوگا اس لئے کہ وہ معنی طلب سے خالی ہیں باقی

۵۰-یہ ہے کہ ضمہ اوّل میں حذف واؤ اور کسرہ ثانی میں حذف یار پر دلالت کرتا ہے ۵۳ قولہ وفیما عدا ذلک الخ- یعنی جمع مذکر اور مؤنث مخاطبہ کے ماسوا میں ماقبل نون تاکید کا مفتوح ہوتا ہے برابر ہے کہ وہ مفرد مذکر مخاطب یا غائب ہو- اور یا مفرد مؤنث غائب اور یا متکلم کے دونوں صیغے لیکن چونکہ تثنیہ اور جمع مؤنث کا یہ حکم نہ تھا اس لئے مصنف رح کو بلفظ تقول فی التثنیہ سے ان کا حکم علیحدہ بیان کرنا پڑا- تاکہ قولہ وفیما عدا ذلک مفتوحٌ سے کوئی اُن کے ماقبل کو مفتوح نہ سمجھ لے- بہر حال مصنف رح کہتے ہیں کہ تثنیہ اور جمع مؤنث میں اضربان اور اضربنان کہیں گے یعنی الف کو اوّل میں ثابت رکھیں گے اور جمع مؤنث میں نون جمع اور نون تاکید کے درمیان الف فاصل لائیں گے تاکہ توالی نونات لازم نہ آئے- نیز تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ لاحق نہ ہوگا کہ اس سے التقاء ساکنین علیٰ غیر حدہ لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے ۵۴ قولہ خلافاً لیونس الخ یعنی یونس نحوی اس مسئلہ میں جمہور کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ التقائے ساکنین علیٰ غیر حدہ جائز ہے- لہذا تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ لاحق ہو سکتا ہے ۵۵ قولہ وہما فی غیرہما الخ- یہاں سے مصنف رح اُن افعال کا حال بیان کرتے ہیں کہ جو معتل الاواخر ہیں کہ بعد لحوق نون تاکید کے اُن کا حکم کیا ہے- مگر تثنیہ اور جمع مونث معتل کا حکم بیان نہیں فرمایا چنانچہ کہا وہما فی غیرہما الخ اور وجہ یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع مونث معتل کا حال جیسا کہ صحیح میں بیان ہوا ویسا ہی ہے- پس ان کو مہمل کر کہا کہ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ تثنیہ اور جمع مونث کے غیر میں جب کہ ان کے ساتھ ضمیر بارز واؤ جمع مذکر اور یاء مخاطبہ متصل ہو کلمہ منفصل جیسا ہے- یعنی جس طرح پر کہ فعل معتل کے آخر میں کلمہ منفصل لاحق ہوتے وقت کہیں واؤ اور یار محذوف ہو جاتے ہیں اور کہیں ان پر ضمہ اور کسرہ ہوتا ہے اسی طرح اُن کے آخر میں جب نون تاکید لاحق ہوتا ہے کہیں واؤ اور یار گر جاتے ہیں اور کہیں اُن پر ضمہ اور کسرہ ہوتا ہے جیسے اغزُنَّ اور اخشوُنَّ- اور جب ضمیر بارز متصل نہ ہو بلکہ مستتر ہو تو اس وقت نون تاکید کلمہ متصلہ کی طرح پر ہوگا- اور مراد کلمہ متصلہ سے الف ہے پس جیسا کہ معتل کے آخر میں الف تثنیہ لاحق ہونے سے واؤ اور یار کو مفتوح ذکر کرتے ہیں- جیسے اغزوا اور ارمیا- اسی طرح بعد لحوق نون تاکید کے واؤ اور یار محذوف نہ کور ذکر یں گے اور فتحہ دیں گے جیسے اغزوَنَّ اور ارمِیَنَّ-

وَلَزِمَتْ[١] فِی مُثْبَتِ الْقَسَمِ وَکَثُرَتْ فِی مِثْلِ اِمَّا تَفْعَلَنَّ

نون التاکید ١٢

وَمَا قَبْلَهَا[٢] مَعَ ضَمِیْرِ الْمُذَکَّرِیْنَ مَضْمُوْمٌ وَمَعَ الْمُخَاطَبَةِ

ای نون التاکید مطلقا ١٢ — للدلالة علی الواو ١ المحذوفة للساکنین ١٢

مَکْسُوْرٌ وَفِیْمَا عَدَا[٣] ذٰلِكَ مَفْتُوْحٌ وَتَقُوْلُ فِی التَّثْنِیَةِ

للدلالة علی الیاء ١٢ — بالحقیقة ١٢

وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَلَا تَدْخُلُهُمَا

الْخَفِیْفَةُ خِلَافًا[٤] لِیُوْنُسَ وَهُمَا[٥] فِیْ غَیْرِهِمَا مَعَ الضَّمِیْرِ

ای نونی التاکید ١٢ — ای غیر التثنیة وجمع المؤنث ١٢

الْبَارِزِ کَالْمُنْفَصِلِ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ فَکَالْمُتَّصِلِ

[١] قولہ ولزمت فی مثبت القسم الخ- یعنی جو جواب قسم کہ مثبت ہے اُس میں نون تاکید کا ہونا لازم ہے جیسے واللہ لاکلن اور اس فعل شرط میں کہ جس کے حرف شرط میں تاکید کے لئے مازائدہ لایا گیا ہے نون تاکید کثرت سے آتا ہے جیسے اما تفعلن کہ اس جگہ ان شرطیہ کے ساتھ تاکید کے واسطے ما زائدہ ہے لہذا نون تاکید لایا گیا [٢] قولہ وما قبلہا الخ- یہاں سے مصنف رح نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ ضمیر جمع مذکر یعنی واؤ کے ساتھ مضموم ہوتا ہے جیسے ہل یاکلنّ اور تاکلنّ- اور ضمیر مؤنث مخاطبہ کے ساتھ مکسور ہوتا ہے جیسے اقتلِنّ- اور وجہ

(بندہ محمد مشیت اللہ عفی عنہ)

۴۔ اور ما قبل اُس کے ضمہ ہوگا اور اُغزِنّ میں نون تاکید مثل کلمہ منفصلہ ہے پس اغزی القوم کی طرح یار اس میں محذوف ہوگی اور ماقبل اس کے کسرہ ہوگا ۔ ۲؎ قولہ والخففۃ تحذف الخ

وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ هَلْ تَرَيَنَّ وَتَرَوُنَّ وَتَرَيِنَّ وَاغْزُوَنَّ وَ

اى لاجل ان نون التاكيد مع غير ضمير البارز كالمتصل و مع ضمير البارز كالمنفصل ۱۲

اُغْزُنَّ وَاغْزِنَّ وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ لِلسَّاكِنِ وَفِي الْوَقْفِ

فَيُرَدُّ مَا حُذِفَ وَالْمَفْتُوحُ مَا قَبْلَهَا تُقْلَبُ أَلِفًا فَقَطْ

تَمَّ بِالْخَيْرِ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۱؎ قولہ ومن ثم الخ۔ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ نون تاکید فعل معتل کے آخر میں ضمیر بارز کے ساتھ مثل کلمہ لمنفصل کے اور غیر ضمیر بارز کے ساتھ کلمہ متصلہ کے مانند ہے ۔ تو اب اس وجہ سے ہل تَرَیَنَّ اور تَرَوُنَّ اور تَرَیِنَّ اور اغزوَنّ اور اُغزُنّ اور اُغزِنّ کہا جائے گا۔ اوّل مثال اُس نون تاکید کی ہے جو کلمہ متصلہ کی مثل ہے اس لیئے کہ اس جگہ نون تاکید کا اس کے فعل کے ساتھ لاحق ہے کہ جس میں ضمیر بارز ہے پس مثل تریان کے اس کی یار مفتوحہ ہے اور دوم مثال اس نون تاکید کی ہے جو مثل کلمہ منفصلہ کے ہے اس لئے کہ اس جگہ ضمیر بارز ہے ۔ پس مثل یرو القوم کے اس کا واؤ مضموم ہے۔ سوم مثال اس نون تاکید کی ہے جو مانند کلمہ منفصلہ کے ہے اس لیئے کہ اس میں نون تاکید اس فعل کے ساتھ لاحق ہے کہ جس میں ضمیر بارز ہے ۔ پس مثل لم تری الناس کی یار اس میں مکسور ہی پھر یہاں اُغزونّ کا عطف ہل تریَنّ پر ہے اور معطوف علیہ سے پہلے جو قید ہے وہ معطوف کی طرف لوٹتی ہے ای من ثم قیل الخ۔ پس یہ تین مثالیں ایسی ہیں کہ ان پر لفظ ہل داخل نہیں اور مطلب یہ کہ اغزوَنَّ میں نون تاکید مثل کلمہ متصل یعنی الف تثنیہ جیسے پس اغزوا کی طرح اس میں بھی واؤ محذوفہ روا کیا جاتا ہے اور اغزنّ میں نون تاکید مثل کلمہ منفصلہ ہے ۔ پس اغزوا القوم کی طرح واؤ اس میں محذوف ہوگا ۴؎

یعنی نون خفیفہ کے بعد جب کوئی ساکن آئے گا تو نون خفیفہ بوجہ التقار ساکنین کے گر جائے گا جیسے لا تہین الفقیر میں نون خفیفہ محذوف ہو گیا اس لیئے کہ وہ اصل میں لاتہینن تھا ۳؎ قولہ وفی الوقف الخ یہ نون خفیفہ کے محذوف ہونیکی دوسری صورت ہے اور مطلب یہ کہ نون خفیفہ حالت وقف میں گر جاتا ہے اور وہ حرف جو نون خفیفہ کے لاحق ہونے کے سبب ساقط ہو گیا تھا وہ لوٹ کر آتا ہے جیسے اُغزن میں وقف کرتے وقت اغزو کہیں۔ نیز نون خفیفہ کا ماقبل جب مفتوح ہوگا تو اس کو حالت وقف میں الف سے بدل لیں گے اس لیئے کہ اس کو تنوین کے ساتھ مشابہت ہے ۔ پس جس طرح تنوین کو حالت وقف میں جب اس کا ماقبل مفتوح ہو الف سے بدل لیتے ہیں اسی طرح نون خفیفہ کو بھی جب اس کا ماقبل مفتوح ہو حالت وقف میں الف سے بدل لیں گے ۔

وللہ الحمد ولہ الاسماء الحسنیٰ والنعوت ولہ العزۃ والجبروت وبیدہ الملک والملکوت ۔ حرّرہٰذا الشرح بندہ محمد مشیت اللہ غفرلہ دیوبندی ۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی اور پاکیزہ عادتیں

یعنی

تاریخ الاسلام

حضرات اہل اسلام اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے جگر پاروں کے ننھے ننھے دِل اسلامی نور سے منور ہوں۔ یورپ اور دہریت کے وبائی جراثیم سے محفوظ رہیں۔ اسلامی طرز و طریق۔ اسلامی تمدن اسلامی ترقی اُن کے ذہن نشین ہو۔ اگر آپ چاہتے ہیں (اور یقیناً چاہتے ہیں) کہ اکابر اسلام کی عظمت آپ کے بچوں اور بچیوں کے دل میں جاگزیں ہو اور ترقی اسلام کی نئی لہر پھر نونہالان اسلام کے دل میں دوڑے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اکابر اسلام جیسی خصلتیں ان جیسے اخلاق۔ اُن جیسی ہمت شجاعت اُن جیسے اوصاف کمال۔ جذبات۔ خودداری۔ وَلوَلہائے ترقی۔ شوق۔ تبلیغ۔ تمنائے حریت۔ احساس وطینت وغیرہ وغیرہ اوصاف حمیدہ اُن کے دل میں جاگزیں ہوں وہ اسلام کے سچے فرزند اور نونہال ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد اسلام کے سچے رنگ میں رنگی جائے تو ضروری ہے کہ سلسلہ تاریخ الاسلام کے تمام حصوں کا مطالعہ آپ خود بھی فرمالیں اور اپنے عزیز بچوں اور بچیوں کو بھی کرادیں۔ اور کم از کم ایک نسخہ حرزجان بناکر اپنے گھر میں رکھیں کیونکہ دماغی نشوونما کے ابتدا میں پاکیزہ تخم کا کام دینے والی کوئی تصنیف اس سے بہتر آجتک شائع نہیں ہوئی اس سلسلہ کے پہلے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی بیان کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی اور تیسرے حصہ میں حلیہ مبارک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اخلاق معاشرتی اور اقتصادی تعلقات۔ حضور کا یومیہ نظام الاوقات (پروگرام) مجالس مقدسہ کے آداب و اطوار خانگی سامان ترکہ وغیرہ وغیرہ نہایت ہی دلکش اور مستند طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

قیمت

حصہ اول (چھ آنہ ۶/) — حصہ دوم (بارہ آنہ ۱۲/) — حصہ سوم (چھ آنہ ۶/)

ملنے کا پتہ

محمد علی مالک کتب خانہ امدادیہ دیوبند یو۔ پی